169

کلیاتِ غالبؔ

مکمل کلامِ فارسی مرزا اسداللہ خاں غالبؔ

مرتب

امیر حسن نورانی

ناشر

(راجہ) رام کمار بکڈپو وارث

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

کلیاتِ نظمِ غالب فارسی

"ترتیب و اشاعت کی مختصر تاریخ"

مرزا غالب نے اگست ۱۸۲۷ء میں اپنی پنشن کے مقدمے کی پیروی کے لئے کلکتہ کا سفر کیا، اس وقت ان کی عمر تقریباً چالیس سال تھی اور عام طور پر ان کی شاعری کو شہرت حاصل ہو چکی تھی، اس سفر میں ان کے لگ بھگ تین سال صرف ہوئے۔ ماہ نومبر ۱۸۲۹ء میں دہلی واپس پہونچے، اس کے بعد انھوں نے اپنا فارسی کلام جمع کرنا شروع کیا، جب تمام کلام مرتب کر لیا تو اس کا نام "میخانۂ آرزو سرانجام" رکھا۔ علی بخش خاں رنجور نے پنج آہنگ کے دیباچہ میں لکھا ہے:

"در آغاز سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و یک ہجری، شمس الدین احمد خاں را بہ قضائے آسمانی آن پیش آمد کہ ہیچ آفریدہ مبیاد . . . . .
و بعد آں ہنگام از جے پور بدہلی رسیدم . . . . . دراں ایام دیوان فیض عنوان کہ مسمّیٰ بہ "میخانۂ آرزو سرانجام" است تازہ فراہم آمدہ و پیرایۂ اتمام پوشیدہ بود[1]"

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کا فارسی کلام ۱۲۵۱ہجری مطابق ۱۸۳۵ء میں مرتب ہو چکا تھا، اس وقت ان کی عمر تقریباً اڑتالیس سال کی تھی۔ رنجور نے جس حادثہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ ۲۶ راگست ۱۸۳۵ء میں پیش آیا تھا یعنی نواب

---

[1] دیباچہ پنج آہنگ مطبوعہ ۱۸۵۲ء نسخہ دہلی یونیورسٹی لائبریری۔

شمس الدین خاں کو فریزر کے قتل کے جرم میں پھانسی پر لٹکایا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ خود جے پور سے دہلی آئے اور غالب کے پاس قیام کیا۔ لیکن انھوں نے یہ نہیں لکھا کہ کتنی مدت بعد دہلی پہونچے، اس لئے کتابت کی مدت اگر وہ اسی سن میں ہوئی تو کچھ شبہ پیدا کرتی ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ غالب اس زمانہ میں بہت پریشان تھے وہ شمس الدین خاں کے مخالف اور فریزر کے دوست تھے اس لئے لوگوں کو ان پر مخبری کا شبہ تھا۔ اور وہ کچھ خوفزدہ ہوکر خانہ نشین ہو گئے تھے ممکن ہے اسی زمانہ میں کلیات مرتب کرلیا ہو جس کا نام میخانۂ آرزو سرانجام بنایا گیا ہے

کلیات نظم غالب کے دو قدیم نسخے خدا بخش لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہیں ان میں ایک نسخہ بہت اہم ہے جو ۱۲۵۴ھ ہجری (۱۸۳۸ء) کا لکھا ہوا ہے۔ دوسرے کی کتابت ۱۲۵۷ھ ہجری (۱۸۴۱ء) میں ختم ہوئی تھی، ان دونوں نسخوں کے مطالعہ کے بعد قاضی عبدالودود صاحب نے ایک مفصل مضمون لکھا تھا، اس کی چند ابتدائی سطریں درج ذیل ہیں جن سے ان نسخوں کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے:۔

"غالب نے اپنے کلیات نظم فارسی کا نام میخانۂ آرزو سرانجام رکھا تھا، لیکن اس کا کوئی نسخہ نہیں ملتا جس پر یہ نام مرقوم ہو۔ علی بخش خاں دیباچہ نگار پنج آہنگ کا قول ہے کہ شمس الدین احمد خاں کے اوائل ۱۲۵۱ھ میں پھانسی پانے کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ جے پور سے دہلی واپس آگئے تو اس زمانہ میں یہ تازہ فراہم ہوا تھا۔ وہ نسخہ جو ان کے پیش نظر رہا تھا اب ناپید ہے۔ اور قدیم ترین نسخہ جو اس وقت موجود ہے، کتب خانہ خدا بخش پٹنہ کا وہ نسخہ ہے جس کا ذکر اس کتب خانہ کے مخطوطات فارسی کی فہرست جلد ۳ میں زیر شمار ۳۴۱ ہے۔ اس کے کاتب لالہ پھجل بدر جواہر سنگھ[1] ہیں۔ اور اس

---

[1] جواہر سنگھ جوہر سے غالب کے گہرے مراسم تھے ان کے نام غالب کے خطوط موجود ہیں۔

کی کتابت ماہ ربیع الآخر ۱۲۵۴ھ ہجری (۱۴ جولائی ۱۸۳۶ء) میں تمام ہوئی تھی۔ اس کے بعد اسی کتب خانہ کا ایک اور نسخہ ہے جس ذکر مطبوعہ فہرستوں میں نہیں ہے۔ (دوسرا نسخہ) کسی مجہول الاسم کاتب نے نواب مصطفیٰ خاں کی فرمائش سے لکھا تھا اور اس کی کتابت ۱۲۵۶ھ ہجری کی ۱۵ ذی قعدہ کو تمام ہوئی تھی۔ کاتب کا قول ہے کہ "بہ نظر اکسیر اثر مرزا غالب تصحیح پذیرفت"۔ مگر ہمیں کسی غلطی کی تصحیح نظر نہیں آتی، گو اس کا امکان ہے کہ حواشی میں جو اضافے ہیں وہ غالب کے قلم سے ہوں۔[1]

قاضی صاحب نے ۱۲۵۴ھ ہجری کے لکھے ہوئے نسخہ کو قدیم ترین نسخہ قرار دیا ہے اور اپنے مضمون میں اس کی تفصیلات درج کی ہیں۔

لیکن حال میں ایک ایسے قلمی نسخہ کا پتہ چلا ہے جو ۱۲۵۳ھ ہجری (۱۸۳۷ء) کا لکھا ہوا ہے اور تا حال یہی قدیم ترین نسخہ ہے، جو کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی (پاکستان) میں محفوظ ہے۔ اس نسخہ کی تفصیلات پر جناب مسلم ضیائی نے ایک مفصل مضمون لکھا ہے جو سہ ماہی رسالہ اردو کراچی میں شائع ہو چکا ہے، ضیائی صاحب نے لکھا ہے کہ :-

"غالب پر تحقیق اور تلاش کے سلسلہ میں خوش قسمتی سے انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں مجھے وہ نسخہ دستیاب ہوا جو ۱۰ شعبان ۱۲۵۳ھ ہجری کا لکھا ہوا اور بلاشبہ قدیم ترین ہے۔ اس میں غالب کی وہ تمام نظم و نثر سوا خطوط اور تقریظوں کے شامل ہے جو ۱۲۵۳ھ ہجری سے پہلے لکھی گئی تھی ترقیمہ ملاحظہ ہو :-

---

[1] ماخوذ از اردوئے معلیٰ غالب نمبر ا شائع کردہ شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی ماہ فروری ۱۹۶۰ء۔

"دیوان صاحب سرچشمۂ معانی و بحر بیکران سخندانی، اسد اللہ خاں کہ متخلص بغالب است، بدستخط حقیر فقیر محمد عالم ولایتی برائے خدام والا مقام مولوی (...... شد)۔ تحریر بتاریخ دہم شعبان روز جمعہ ۱۲۵۳ھ ہجری"

کسی شخص نے "مولوی" کے بعد جو عبارت تھی، اسے مٹا کر "باتمام انجامید" لکھ دیا ہے ...... اس طرح انجمن ترقی اردو کا نسخہ خدا بخش لائبریری کے نسخے کی تاریخ تحریر سے پورے آٹھ ماہ پہلے لکھا گیا ہے[1]"

قاضی عبدالودود صاحب نے اپنے مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ قلمی نسخہ مرقومہ ۱۲۵۴ھ ہجری میں مرزا غالب نے سال ترتیب کلیات ۱۲۵۳ھ ہجری بتایا ہے اور اپنی عمر کے متعلق لکھا ہے:۔

"مہ نگار طالع من باندازۂ خرامش پیک آسمانی در نمایندۂ آثار سال چہل و یکم است"

ان مدلل بیانات کی روشنی میں علی بخش خاں کی رائے کو درست تسلیم کرنے میں تامل ہونا لازمی ہے لیکن یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ کلیات نظم ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۵ء) اور ۱۲۵۳ھ ہجری (۱۸۳۷ء) کے درمیان مرتب ہو چکا تھا۔

---

[1] سہ ماہی رسالہ اردو بابت ماہ جنوری ۱۹۶۹ء، شائع کردہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی۔

٭ ٭ ٭

مگر اس کا پہلا اڈیشن ۱۸۴۵ء
میں شائع ہوا۔ یہ نواب ضیاء الدین احمد خاں کی تصحیح و ترتیب کے بعد مطبع دارالسلام
دہلی میں چھپا، سائز تقریباً ۲۲×۲۹/۸ اور صفحات ۵۰۶ ہیں، آخر میں تین صفحات کا تتمہ ہے
دو صفحوں پر غلط نامہ اور ایک صفحہ پر نیر رخشاں کے لکھے ہوئے دو قطعہ تاریخ ہیں۔
خاتمہ کی عبارت[۱] سے معلوم ہوتا ہے کہ اشعار کی کل ۶۶۷۲ ہے، لیکن اصل میں ۶۶۹۴
اشعار موجود ہیں۔ اس کا نام "میخانہ آرزو سرانجام" کہیں نہیں لکھا ہے۔ سرورق کی عبارت
یہ ہے:

"دیوان فارسی، افصح الفصحاء ابلغ البلغاء،
مہر سپہر بلاغت، سپہر مہر فصاحت، سحبانِ زمان، حسانِ دوراں
جناب مستطاب، میرزا اسد اللہ خاں بہادر، المتخلص بہ غالب
بتصحیح و ترتیب نوابِ والا جناب، معلّی القاب، قبلۂ اربابِ ہمم
کعبۂ اصحابِ کرم، ضیاء الدین احمد خان بہادر، نیر تخلص، خلف
الصدق، فخر الدولہ، دلاور الملک نواب احمد بخش خاں بہادر،
رستم جنگ، بہ در مغفور کہ ارشد و اعظم تلامذۂ خان عالیشان موصوف
و منجملۂ اساتذۂ روزگار اند، بہ اہتمام عبد الاقل عنایت حسین
بانیٔ مطبع دار السلام واقع حوض قاضی گذر آباد من محلات دار الخلافہ"

---

[۱] مقدمہ دیوان غالب اردو مرتبہ مولانا امتیاز علی عرشی۔ (مضمون قاضی عبدالودود صاحب مطبوعہ
اردوئے معلّٰی غالب نمبر ۱، شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی۔

شاہجہان آباد زیب انطباع یافت[1]۔

اشاعت اول، کے بعد جتنا کلام ہوا وہ ضیاء الدین احمد خاں، اور ناظر حسین مرزا کے پاس جمع ہوتا رہا، مگر ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں دونوں کے گھر لٹ گئے، اور غالب کا کلام بھی ضائع ہو گیا۔ اس ہنگامہ کے بعد جب امن ہوا تو نواب ضیاء الدین احمد نے کلام غالب کو دوبارہ بڑی محنت سے مرتب کیا، اس وقت پہلا مطبوعہ اڈیشن نایاب ہو چکا تھا۔ غالب کو اس کی طباعت کی فکر تھی، ۱۸۶۱ء میں منشی نولکشور نے غالب سے کلیات نظم اپنے مطبع میں چھاپنے کی خواہش ظاہر کی۔ اور غالب نے ان کو اجازت دے دی، کیونکہ وہ اس کی طباعت کے لئے فکر مند تھے۔ ۱۷ محرم ۱۲۷۸ ہجری (۲۶ جولائی ۱۸۶۱ء) کو میر مہدی مجروح کے نام جو خط لکھا اس میں اس کی اطلاع ان الفاظ میں دی:

"کلیات نظم فارسی کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے اگر ڈول بن گیا تو وہ بھی چھاپا جائے گا[2]"

اسی سال ۱۱ ربیع الاول کو حبیب اللہ ذکا کو کلیات کے متعلق لکھا تھا کہ:

"اینک در بندِ آنم کہ بہ بندِ انطباعش در آورند، کہ دریں صورت فراواں دخواستاراں را یافتنِ آں آسان خواہد بود[3]"

اب غالب کو یہ فکر ہوئی کہ طباعت کے لئے منشی نولکشور کو کونسا نسخہ دیا جائے پہلے انھوں نے تفضل حسین خاں سے ان کا نسخہ مانگا کہ اس کو نقل کرا کے بھیج دیں، مگر

---

[1] سرورق، دیوان غالب اشاعت اول ۱۸۴۵ء مطبوعہ مطبع دار السلام، مملوکہ دہلی یونیورسٹی لائبریری۔

[2] اردوئے معلیٰ صفحہ ۱۸۶۔

[3] کلیات نثر فارسی صفحہ ۲۷۴ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔

دیکھنے کے بعد معلوم ہوا وہ نامکمل ہے، مکمل نسخہ نواب ضیاء الدین احمد خاں کے پاس تھا اور اس کی ایک نقل نواب رام پور کو بھی بھیجی جا چکی تھی، وہاں سے منگوانا تو مناسب نہیں سمجھا، البتہ ضیاء الدین احمد خاں کو خط لکھ کر اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ طباعت کے لئے اپنا نسخہ منشی نولکشور کو دے دیں۔

نواب ضیاء الدین احمد کے صاحبزادے شہاب الدین احمد خاں نے ۱۸۶۱ء کے آخر میں یہ نسخہ منشی نولکشور کے پاس لکھنؤ بھیج دیا ماہ ستمبر ۱۸۶۳ء میں غالب نے سید بدر الدین احمد کو ایک خط میں اس کے متعلق لکھا تھا:

"ہاں سال گذشتہ میں منشی نولکشور نے شہاب الدین خاں کو لکھ کر کلیات فارسی جو ضیاء الدین خاں نے غدر کے بعد بڑی محنت سے جمع کیا تھا وہ منگا لیا اور چھاپنا شروع کیا وہ پچاس جز ہیں"[1]

منشی نولکشور نے ۱۸۶۲ء میں اس کی کتابت و طباعت ساتھ ساتھ شروع کرائی اور عام اطلاع کے لئے یکم جنوری ۱۸۶۲ء کو اودھ اخبار کے صفحہ اول و دوم پر اس کا اشتہار چھاپ دیا[2] دوران طباعت میں غالب نے خط و کتابت کے ذریعہ پریس سے رابطہ قائم رکھا۔ ان کے عزیز شاگرد قدر بلگرامی مطبع میں ملازم تھے۔ ان سے بھی برابر طباعت اور صحت کے متعلق معلومات کرتے رہے اور ہدایات دیتے رہے[3]

ماہ جون ۱۸۶۳ء میں مطبع نولکشور سے کلیات نظم غالب شائع ہوئی۔ یہ ۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۵۶۲ صفحات پر مشتمل ہے، ۵۵۲ صفحات میں کلام اور بقیہ صفحات پر مرزا غالب کی لکھی ہوئی تقریظ اور دوسرے لوگوں کی لکھی ہوئی تاریخیں شامل ہیں اس میں کل ۱۰۴۴۸ اشعار ہیں۔ غالب نے تقریظ میں خود اشعار کی تعداد ۱۰۴۲۴ لکھی ہے۔

---

[1] اردوئے معلی۔ [2] اس اشتہار کی نقل میرے مضمون "غالب اور نولکشور" میں شامل ہے جو ماہنامہ نیا دور، مارچ ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا تھا

کلیاتِ غالب فارسی کے یہی دو اڈیشن مرزا غالب کی زندگی میں شائع ہوئے تھے پہلا ۱۸۴۵ء میں مطبع دارالسلام دہلی سے اور دوسرا ماہ جون ۱۸۶۳ء کو مطبع نولکشور سے۔ ان کے علاوہ غالب کا منتخب کلام ان کی زندگی میں علٰحدہ بھی شائع ہوا جس کی تفصیل درج ذیل ہے :

۱. مثنوی ابر گہربار۔ یہ کلیات غالب کی سب سے زیادہ طویل مثنوی ہے۔ اور ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے، کلیات میں شامل ہے۔ مگر ۱۲۸۰ ہجری میں دہلی کے حکیم غلام رضا خاں کے اصرار پر غالب نے اس کو علٰحدہ چھاپنے کی اجازت دے دی اور اکمل المطابع دہلی سے ۲۴ صفحات پر چھپ کر شائع ہوئی۔ اس کے آخر میں کچھ متفرق کلام بھی شامل تھا۔

۲۔ سبد چین۔ کلیات کی اشاعت کے بعد غالب نے اپنے کلام کا ایک انتخاب سبد چین کے نام سے شائع کرایا تھا۔ اس میں مثنوی ابر گہربار کے علاوہ غزلیات، قطعات و رباعیات وغیرہ شامل تھیں۔ یہ مجموعہ غالب کی زندگی میں ۱۸۶۷ء کو مطبع محمدی دہلی سے شائع ہوا۔ اس میں کل ۷۴۵ اشعار تھے۔ ابتدا میں غالب کا لکھا ہوا ایک مختصر دیباچہ بھی ہے۔

ماہ اپریل ۱۹۳۸ء میں "سبد چین" کا دوسرا ایڈیشن دہلی سے مکتبہ جامعہ نے شائع کیا۔ اس میں مالک رام صاحب مؤلف ذکر غالب نے متفرق اشعار جو مکاتیب غالب وغیرہ میں بکھرے ہوئے تھے شامل کر دیئے۔ اس میں اشعار کی تعداد ۸۲۴ ہے۔

۳۔ باغ دو در۔ سبد چین کی اشاعت کے بعد مرزا غالب کی نظم و نثر کا ایک اور انتخاب ان کی نگرانی میں مرتب ہوا۔ اس کے حصۂ نظم میں ۱۴۷ اشعار سبد چین سے زیادہ ہیں باقی سب اشعار وہی ہیں جو سبد چین میں موجود ہیں۔ اس مجموعہ کی کتابت ۱۸۶۶ء میں غالب کے سامنے شروع ہو گئی تھی۔ مگر ختم ۱۸۷۰ء میں غالب کی وفات

کے بعد ہوئی۔ اس کا قلمی نسخہ ڈاکٹر وزیر الحسن عابدی (استاد ادبیات فارسی اورینٹل کالج لاہور) کے پاس ہے۔ انھوں نے اورینٹل کالج میگزین میں دو قسطوں میں صحت کے ساتھ شائع کر دیا۔ حصۂ نظم ماہ اگست ۱۹۶۰ء کے شمارہ میں چھپا۔ اس کے بعد پوری کتاب پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے ڈاکٹر عابدی موصوف کے مقدمہ اور صحت و ترتیب کے ساتھ ٹائپ میں شائع ہو گئی۔ اس کا متن ۱۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۔ دعاء الصباح۔ یہ مثنوی مرزا غالب نے اپنے حقیقی بھانجے میرزا عباس بیگ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لکھنؤ کی فرمائش پر لکھی تھی۔ یہ دراصل منظوم ترجمہ ہے۔ عربی دعاء الصباح کا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اس کو غالب کی زندگی میں منشی نولکشور نے اپنے مطبع سے چھاپ کر شائع کر دیا تھا۔ مگر اس پر سن اشاعت درج نہیں ہے کل ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے ۲۴ صفحوں میں ترجمہ دعاء الصباح کے ۱۲۲ اشعار ہیں اور آخری دو صفحوں میں سات شعروں میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی دعا کا ترجمہ ہے۔ دعاء الصباح کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ ریاست رام پور میں تھا جس کو صحت اور مفید حواشی کے ساتھ ہندوستان کے بلند پایہ محقق و عالم مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے ماہنامہ نگار (لکھنؤ) بابت ماہ مئی ۱۹۴۱ء میں شائع کرا دیا تھا۔ اس مثنوی کا یہ مستند متن ہے۔

۵۔ گلِ رعنا۔ کلکتہ کے دوران قیام (۱۹ فروری ۱۸۲۸ء تا ستمبر ۱۸۲۹ء) میں مولوی سراج الدین احمد لکھنوی سے مرزا غالب کی گہری دوستی ہو گئی تھی۔ یہی سبب ہے کہ غالب کے فارسی خطوط سب سے زیادہ انھیں کے نام ہیں۔ انھیں کی فرمائش پر غالب نے اپنے اردو و فارسی کلام کا ایک انتخاب مرتب کیا۔ اس میں اردو کلام زیادہ اور فارسی کی چند منتخب غزلیں درج ہیں۔ اس میں ایسی کوئی غزل نہیں ہے جو غیر مطبوعہ ہو۔[۱]

---

[۱] گلِ رعنا کا ایک قلمی نسخہ مالک رام صاحب کے پاس ہے۔ اس میں کل ۴۹ ورق ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

۶۔ متفرقاتِ غالب ۔ مرتبہ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب ۔

یہ مجموعہ ایک نادر قلمی بیاض کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے جو پروفیسر رضوی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس میں فارسی کے کچھ خطوط ہیں جو غالب نے کلکتہ کے احباب کے نام لکھے تھے، اس کے ساتھ کچھ نظمیں بھی ہیں۔ مثنوی بادِ مخالف بھی اصل صورت میں شامل ہے، کلیات میں جو مثنوی ہے اس میں کئی جگہ بعد میں تبدیلی کی گئی ہے۔ اس میں وہ مثنوی بھی ہے جو ۱۸۵۳ء میں غالب نے بہادر شاہ ظفر کی طرف سے تشنیع ِ براءت کے لیے لکھی تھی۔ ان کے علاوہ کچھ اور نظمیں بھی ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۴۷ء میں ہندوستان پریس رام پور سے چھپی تھی۔

مذکورہ کتابوں کے علاوہ قاضی عبدالودود صاحب کا کتابچہ مآثرِ غالب اور ان کے بعض مضامین ایسے ہیں جن میں چند نادر اشعار خود غالب کے مکاتیب اور تصانیف سے تلاش کر کے لکھے گئے ہیں۔

غالب نے اپنے اردو اور فارسی دیوان کا ایک انتخاب نواب رام پور کو بھیجا تھا۔ جو رام پور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے، اس انتخاب کو صحت کے ساتھ مولانا امتیاز علی خاں عرشی صاحب نے ۱۹۴۲ء میں شائع کرادیا تھا۔

غالب کی نظم و نثر کی تلاش کا سلسلہ اب بھی جاری ہے، کہ شاید ان کی کچھ غیر مطبوعہ تحریریں اور دستیاب ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ نوادر ہیں لیکن جہاں تک مرزا کے فارسی کلام کا تعلق ہے۔ سوا گنے چنے چند اشعار کے باقی سارا کلام ان کی زندگی میں شائع ہو گیا تھا۔ اور جس

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) ان میں سے ورق ۴ ب سے ورق ۲۴ الف کی سطرہ تک اردو کلام ہے اور باقی فارسی۔ (بحوالہ مقدمہ دیوان غالب مرتبہ مولانا امتیاز علی عرشی مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ)

کو غیر مطبوعہ کلام سمجھا جاتا ہے۔ اس کے متعلق بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اس سے قبل کہیں شائع نہیں ہوا ہے۔ اس کا امکان بھی ہے کہ بعض اشعار کی اشاعت خود غالب نے مناسب نہ سمجھی ہو۔ جیسے ان کے بعض معمائی اشعار جو مطبوعہ کلیات میں نہیں ہیں اور قلمی نسخوں میں موجود ہیں۔

یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ غالب کی زندگی میں ان کا فارسی کلیات پہلی بار ۱۸۴۵ء میں شائع ہوا، اور اس کی صحت و طباعت کی نگرانی بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ وہ خود کرتے رہے۔ دوسری بار ۱۸۶۳ء میں مطبع نولکشور نے کلیات نظم کو نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا اور اس کی نگرانی مرزا غالب نے خود کی۔ انھوں نے منشی نولکشور کے پاس مسودہ بھجوانے کے بعد خط و کتابت کا سلسلہ برابر جاری رکھا، اور ہر ہر مرحلہ پر معلومات حاصل کرتے اور ہدایت دیتے رہے، اس سلسلہ میں منشی نولکشور اور ان کے مطبع کے بعض کارکنوں سے انھوں نے جو خط و کتابت کی ہے اس کا ذکر آئندہ صفحات میں تفصیل سے کیا جائے گا۔

کلیات کے ان دو ایڈیشنوں کے علاوہ متفرق کلام بھی غالب کے سامنے کتابچوں کی صورت میں شائع ہوا، جیسے سبد چین، مثنوی ابر گہر بار، مثنوی ترجمہ دعاء الصباح۔ یہ ضرور ہے کہ احتیاط کے باوجود مذکورہ بالا مطبوعہ نسخوں میں کتابت و طباعت کی کچھ غلطیاں رہ گئیں، کلیات کے پہلے اڈیشن میں غلط نامہ لگانا پڑا تھا، لیکن یہ مطبوعات جو غالب کی زندگی میں ان کی وفات سے بہت پہلے شائع ہو چکی تھیں ان سے زیادہ مستند نسخے اور کہاں تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے یہی سب سے زیادہ معتبر و مستند قرار دیئے جائیں گے۔

کلیات نظم غالب کے چند قلمی نسخے بھی قابل ذکر ہیں، ایک رضا لائبریری رام پور میں ہے، اور یہ نقل ہے نواب ضیاء الدین احمد خاں کے مرتبہ نسخہ کی جو اشاعت

کے لیے منشی نولکشور کو دیا تھا۔ دوسرا نسخہ خدا بخش لائبریری میں ہے[۵]۔ اور اس کے متعلق قاضی عبدالودود صاحب نے ایک مضمون تحریر کیا تھا[۶] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کاتب لالہ چھجل پدر جواہر سنگھ جواہر تھا۔ اور کتابت ربیع الآخر ۱۲۵۴ھ ہجری میں تمام ہوئی۔ ایک قلمی نسخہ اور کسی نا معلوم کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا اسی کتب خانہ میں موجود ہے جو نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی فرمائش پر لکھا گیا تھا۔ کاتب نے لکھا ہے کہ "بنظر اکسیر اثر مرزا غالب۔ تصحیح پذیرفت"۔ قاضی عبدالودود صاحب نے لکھا ہے کہ "مگر کہیں کسی غلطی کی تصحیح نظر نہیں آئی۔ گو اس کا امکان ہے کہ حواشی میں جو اضافے ہیں وہ غالب کے قلم سے ہوں[۷]"۔

قاضی عبدالودود صاحب کے مضمون سے ان دو قلمی نسخوں کے متعلق جو ضروری معلومات حاصل ہوئیں وہ درج کر دی ہیں۔ میں نے خود ان نسخوں کو نہیں دیکھا ہے لیکن ان کی جو تفصیلات قاضی صاحب نے پیش کی ہیں ان سے اشعار کے تقدم و تاخر یا گنتی و شمار کے علاوہ کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوتی۔ سارا کلام وہی ہے جو غالب کے سامنے شائع ہونے والے نسخوں میں موجود ہے۔ اختلاف نسخ کے سلسلہ میں کوئی خاص بات بھی پیش نہیں کی جا سکتی اور اگر کی جائے تو وہ نا معتبر ہوگی۔ کلیات کے دونوں اڈیشن غالب کے سامنے چھپے اور ان کے بعد وہ کافی عرصہ زندہ رہے، اگر رد و بدل کرنا تھا تو وہ ضرور کرتے جن شعروں کے حذف و اضافہ کے متعلق ان کی کوئی تحریر موجود ہو وہ قابل تسلیم، ورنہ مستند وہی ہے جو ان کے سامنے چھپ چکا تھا۔

---

[۵] فہرست مخطوطات فارسی کتب خانہ خدا بخش پٹنہ جلد سوم ص ۱۴۴

[۶] اردوئے معلی غالب نمبر ۱ مطبوعہ شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی صفحہ ۴۰۔

[۷] اردوئے معلی غالب نمبر ۱ مطبوعہ شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی صفحہ ۴۰۔

جدید اڈیشن کی ترتیب و تصحیح

کلیات غالب کا یہ اڈیشن غالب کی وفات کے سو سال بعد شائع ہو رہا ہے۔ اس کی ترتیب و تصحیح کی بنیاد انھیں دو مستند نسخوں پر ہے جو غالب نے خود شائع کرائے تھے ایک نسخہ مطبع دار السلام (۱۸۴۵ء) دوسرا مطبوعہ نولکشور (۱۸۶۳ء) متفرق کلام جو ان دونوں نسخوں کے علاوہ تھا وہ ان مطبوعہ انتخابات اور کتابچوں سے لیا گیا ہے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس طرح مرزا غالب کا مکمل فارسی کلام پہلی بار یکجا شائع ہو رہا ہے۔ لیکن اس بات کا قطعی دعوی نہیں کر سکتا کہ یہ بالکل مکمل ہے، ممکن ہے کچھ کلام ایسا اور نکل آئے جو میرے علم میں نہ ہو۔

کلیات کی ترتیب بھی کلیات مطبوعہ ۱۸۶۳ء کے مطابق ہے اور یہ ترتیب اس لئے مناسب ہے کہ خود غالب نے اسے پسند کیا تھا۔ عام طور سے فارسی اور اردو کے بلند پایہ شعراء کے کلیات میں دیوان غزلیات کا حصہ پہلے ہوتا ہے۔ کلیات غالب میں پہلے قطعات تھے میں نے غزلیات کو پہلے کر دیا، ایسا کرنا میرے نزدیک جائز نہ تھا لیکن دیوان غالب فارسی کو کلیات سے علیحدہ بھی شائع کرانا مقصود تھا اس لئے ایسا کرنا پڑا۔ قارئین کتاب کے لئے اس میں کوئی دشواری نہیں کہ وہ مطالعہ کے وقت سابقہ ترتیب ہی کو ترجیح دیں۔

مطبع نولکشور نے ۱۸۶۳ء میں کلیات کا پہلا اڈیشن شائع کیا تھا۔ اس کے بعد اسی مطبع سے متعدد بار اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ آخری اڈیشن ۱۹۲۵ء میں نکلا تھا اب پہلے اڈیشن کے تقریباً ایک سو چھ سال بعد اسی مطبع سے مکمل کلیات نظم غالب کا یہ جدید اڈیشن شائع ہو رہا ہے، صحت پر خاص توجہ کی گئی ہے، اختلاف نسخ کو حاشیہ پر واضح کر دیا ہے۔ بعض مشکل الفاظ اور تلمیحات کی مختصر وضاحت بھی کی ہے، یہ کام کچھ غیر ارادی طور پر ہو گیا، اگر یہ کہا جائے کہ کلیات غالب پڑھنے والوں کے لئے اس کی ضرورت

نہ تھی تو صحیح ہوگا، تاہم بعض لوگوں کے لئے سود مند ہونے کا امکان بھی ہے۔

کلیات غالب کا یہ اڈیشن بہت تھوڑی مدت میں مرتب کیا گیا ہے، اس کے متعلق تمام ضروری باتیں اختصار کے ساتھ پیش کر دی گئی ہیں۔ بعض علمی حلقوں سے یہ آوازیں آتی رہی ہیں کہ غالب کا فارسی کلام تاریخی ترتیب سے مرتب ہونا چاہیئے، کچھ ارباب ادب تنقیدی و تحقیقی اڈیشن نکالنے کے خواہشمند ہیں، یہ کام نہایت اہم ہیں اور محنت و ہمت چاہتے ہیں، اور ہمارے علمی حلقوں میں ایسے لوگوں کی کمی بھی نہیں ہے اور بہت ممکن ہے ایسے اڈیشن جلد منظر عام پر آجائیں۔ لیکن وہ مدتوں اختلافات نقد و نظر کا مرکز بنے رہیں گے۔ ہمارے یہاں تحقیق و تنقید جن منزلوں سے گذر رہی ہے اس کا منطقی نتیجہ یہی ہو سکتا ہے۔ مرزا غالب کے کلام سے لطف اندوز ہونے اور ان کے شاعرانہ کمالات کو سمجھنے اور پرکھنے کے لئے ان کا وہ مکمل کلام جو ان کی زندگی میں شائع ہوا، اور جس کی ترتیب بھی ان کی پسندیدہ تھی، آپ کے سامنے ہے۔ مقدمہ میں مختلف اصناف سخن اور بعض منظومات سے متعلق خاص حالات و واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، بعض اختلافی امور کو حل کرنے کی کوشش بھی کی ہے، اور بہت سی اہم باتوں کی طرف اشارے کئے گئے ہیں، کچھ نئی باتیں بھی سامنے آئی ہیں، اور ہر بات صاف طور پر پیش کی گئی ہے۔ رنگین اور پیچیدہ عبارت آرائی کے گورکھ دھندے میں پھنسا کر قارئین کے دل و دماغ پر بوجھ نہیں ڈالا ہے، ریاضی و ہندسہ کے طریقوں سے محاسن و معائب اور غلط و صحیح کا تجزیہ کرنا مجھے نہیں آتا۔ سیدھے اور صاف راستہ کو اختیار کر کے اصل مقصد تک پہونچنا بہتر سمجھتا ہوں۔ اختلافی عبارتوں اور ایہام و کنایہ کی بھول بھلیاں میں پھنسا کر قاری کے ذہن کو گلستان سخن کے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے ہی تھکا دینا اور اصل مقصد سے دور دور رکھنا نہ ادبی خدمت ہے نہ تحقیقی کارنامہ، جیسا کہ عام طور سے اس زمانہ میں ہو رہا ہے۔

آخر میں اہل فکر و نظر سے اپنی کم سوادی و بے بضاعتی کے اعتراف کے ساتھ یہ

استدعا کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا کہ کلیات غالب کی ترتیب و تصحیح میں جو خامیاں نظر آئیں ان کو نظر انداز نہ فرمائیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ خود بھی کسی غلطی کی عدم گرفت کو درست نہ سمجھیں گے۔ کیونکہ یہ ایک علمی فرض ہے اور میں اس کے لئے ممنون کرم رہونگا۔

کلیات غالب کی ترتیب و تصحیح کے سلسلہ میں جن مشفق بزرگوں نے اپنے گرانقدر مشوروں سے نوازا، ان میں پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب لکھنوئی، پروفیسر ضیاء احمد بدایونی اور پروفیسر ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان کی کرم فرمائیوں کے لئے سپاس گذار ہوں۔

کتابت اور پروف کی صحت کے سلسلہ میں برادر عزیز انصار الحسن سلمہ نے بہت محنت کی، ان کی سعادت مندی میرے لئے باعث مسرت ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف کرنا بھی ضروری ہے کہ کلیات غالب کی ترتیب و تکمیل اور طباعت و اشاعت میں آنجہانی منشی نولکشور کے پرپوتے، جواں سال وعالی ہمت کنور رنجیت کمار بھارگوا کی کوششوں کا بڑا دخل ہے، جن کو غالب سے گہری عقیدت اور فارسی اردو ادبیات سے غیر معمولی شغف ہے۔ میں ان کی خاص توجہ کے لئے ممنون ہوں۔

امیر حسن نورانی
شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی
یکم جنوری ۱۹۶۸ء

اشارات

کتاب کا مطالعہ کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل اشارات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) کتاب کی صحت و ترتیب کی بنیاد دو مطبوعہ نسخوں پر ہے۔ جو غالب کی زندگی میں شایع ہوئے تھے

(الف) دیوان فارسی۔ مطبوعہ ۱۸۴۵ء مطبع دار السلام دہلی اس کا حوالہ "نسخہ 'د'" کے نام سے دیا گیا ہے۔

(ب) کلیات نظم غالب فارسی "مطبوعہ ۱۸۶۳ء مطبع منشی نولکشور۔ جہاں اس کا حوالہ دیا ہے صرف 'نسخہ 'ن'" لکھا گیا ہے۔

(ج) جہاں کہیں کسی قلمی نسخہ کا حوالہ دیا گیا ہے وہاں اس کی پوری تفصیل لکھی گئی ہے۔

(۲) دونوں مطبوعہ نسخوں میں بعض الفاظ ملا کر لکھے ہوئے تھے جو اب عام طور پر الگ الگ لکھے جاتے ہیں ایسے بیشتر الفاظ کو الگ الگ لکھا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو دشواری نہ ہو۔

(۳) یائے معروف و مجہول میں امتیاز ضروری تھا اس سلسلہ میں عام رائج طریقہ کو مد نظر رکھا ہے اس میں نہ تو جدید ایرانی طریقہ کی تقلید کی گئی ہے۔ نہ بعض ہندوستانی اہلِ دانش کی جو ایرانیوں کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ ایرانی یائے مجہول استعمال ہی نہیں کرتے۔

دیباچہ غالبؔ

گر شعر و سخن بہ دہر آئیں بودے
دیوانِ مرا شہرتِ پرویں بودے
غالبؔ، اگر ایں فنِ سخن دیں بودے
آں دیں را ایزدی کتاب ایں بودے

(غالبؔ)

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یگانہ یزدان را بزبانیکہ بخشیدۂ اوست سپاس گزارم، وخود مراچہ پایاب سپاس گزاری اوست کہ چون منے راکہ حرف از خزف نشناسم۔ آنہمہ نیرو کرامت کرد، کہ پردہ از رخ این شاہد نوخاستہ کہ خرد نخستین دیوانش نامہ برگرفتم۔ وبہوائے جلوۂ دیگر کہ ہنوز صفحۂ اندیشہ بیرنگ آن نپذیرفتہ آئینہ زدائی از سرگرفتم۔ بارِ خدایا دردنا روائی کالادل را آنچنان فرونگرفتہ، کہ تن بزبونی درندہم، وبدین آرزو منّت بر خویشتن نہم، کہ یارب پس ازمن چون من بگرد سراپائے گفتار گردیدہ بیازبینی نادارسد کہ دیوار کاخ والای سخن درچہ پایہ بلندست وسرشتہ کمند خیالم درآن فرازستان یکدامن دُزدہ بند۔ فرد

زد قیست ہمدمی بفغان بگزرم زرشک ۔۔۔ خار رہت بپای عزیزان خلیدہ باد

بنام ایزد نخستین نقابیست از روی شاہد ہر ہفت کردۂ معنی بجنبشِ نسیم برافتادہ، یعنی ننگ کشاکش دست ناکشیدہ بازپسین چراغیست از گرمی چراغان نیم سوختہ پہلو، رخ بافروختن دادہ۔ یعنی داغ منّت خس نادیدہ کہن داغہای جنون است سراسر بناخن شوخی نفس خراشیدہ۔ گرماگرم خونابۂ

دررونست بتف پنهانی دل ناگه از ناسور ترادیده کاغذی پیرہنانند چون پیکر تصویر از حیرت واقعہ خاموشش مشعل بکف گرفتگانند چون آذر از دود دل سیہ پوش. قلزم آشامان نگہ را بدسنگیری صلائے زادائی بادہ دریاب، کہ این خسروی میکدہ ایست دربروی انجمن باز کردہ، زمزمہ سنجانِ طرب راید مسازی نوید انبوہی نغمہ بنواز کہ این بار بدی پردہ ایست از بال موسیقار ساز کردہ، خسروی شبستانیست بصاعقہ سرگرمی ذوق انجمن آرا آتشخیز گردیدہ. بچشمک زنی درخشندگی اجزای خاکستری از اندرود سرآمدن ہنگامہ پردہ کشای. قیصری شارستانیست بزلزلہ وجد دل کارفرما از ہم پاشیدہ بشور انگنی تابش ذرہ ہای آفتابی از دروِ برشکستن بارِ نامہ داستانسرای. نگویم دود چراغیست یا لالہ داغ اما سوختگی راسرگذشت ست دخستگی را رودیداد. نگویم تجلی وطورست یا جنّت و حور اما نازش را قلمرواست و آرامش را سواد. طلسم شعلہ و دودست بازبستہ زردشت خیال، شعلہ پنہان و دود پیدا. دل لوح طلسم زبان طلسم کشا. ہنگامۂ ابر و بادست برانگیختۂ جادوی فکر ابر گہر پاش و باد الماس نشان. اندیشہ طومار نیرنگ ولب افسون خوان. خیل غزالیست بسامان جنبشی کہ در کمینگاہ روی دادہ ست از دام بدرجستہ. دود کبابیست باندازہ پیچ وتابی کہ از شعلہ درد دل افتادہ ست برہوا تتق بستہ جمالیست در پردہ تمایش خویش مشاطہ حقیقی را ستایش نگار. ہمالیست در سایۂ برومندی خویش نخلبندِ ازل را سپاس گزار.

مثنوی

اے نہاں بخش آشکار نواز — دل بتغم تن بجاں گرامی ساز

شررے کز تو در دلِ سنگست — بر رخِ لعل جلوۂ رنگ ست

اے بساطِ زمیں نشیناں را — دے مشامِ یگانہ بیناں را

از رگِ نو بہار نافہ کشاے — دز دمِ بادِ صبح غالیہ ساے

اے نگندہ بروی شاہدِ ذات — عنبریں طرّہ از نقابِ صفات

بفروغت ہمیں نیایش جاے — از بساط سیاہ کیواں زاے

اے فلکہا حبابِ قلزمِ تو — دے زمیں لاے بادہ خمِ تو

از رحیقِ تمت بدیرِ مغاں — لای پالای مئ سہیل نشاں

بودنی بخشِ خوب و زشت توئی — رونقِ کعبہ و کنشت توئی

اے گریں نقشہا کشیدۂ تو — ہرچہ دہر کہ آفریدۂ تو

دیدہ را جوی خوں کشادہ تست — نالہ را بال برق دادۂ تست

اے مرا فرِ خسروی دادہ — پارسی را بہ من نوی دادہ

ہم بہ تسلیم عجز تن زدہ ام — کز تو در مدحِ خویشتن زدہ ام

ناتوانی قوی اساسِ سپاست — خود نمائی خدا شناسی سپاست

سخن آفرین خدای گیتی آرای را ستایم کہ تا نہانخانۂ ضمیرم را از
فراوانی رنگا رنگ معنی بہ لعل و گوہر انباشت باز دیم را ترازوی مرجان
سنجی و خامہ ام را ہنگامۂ گہرپاشی ارزانی داشت، اینت رایگان دہندہ
منّت نانہندہ، سخنور نواز دادرِ پیروزگر را نازم کہ چون تن بخشایش تحسین دادن
ننگ... گرانمایگی بیانم شناخت بنازش والای ہمین روشہا دبرازش زیبائی
گزین ادا ہا از قبولِ خلق بے نیازم ساخت۔ آنت دشمن کام آفرینندہ
بکوری چشم دشمن برگزینندہ فطرت پاکیزگی گوہرم را درخور آلایش داغ
ہم چشمی ندید، ز پیداست کہ یکتائی جز او را نزیبد لاجرم مژہ ام را در

خونابه‌فشانی با زبانم همداستان کرد. زهی یگانه دادرِ دانا رحمت حوصله آفرینش را گنجائی اندوه غم‌خواری من نه بخشید و دانست که رنجور جز به تیمار شکیبد. هر آئینه دلم را درین جانگزائی بمن بدرد آورد. خهی مهربان خدائے توانا بهوایش سینه از بیتابی نفسم آذر نگار به ثنایش صفحه از شادابی رقم بهار اندای نهادی در گداز هفت دوزخ غوطه خوار سوادی از راز هشت گلشن پرده کشائے، خود آشوب زمزمهٔ که بذوق بخشی نشاطِ سماعش زهره از آسمان فرود آید بزبانم ودیعت نهادهٔ اوست. دهوش ربا جنبشیکه بکرشمه ریزی انگیز ادایش از حوران طوبی نشین درود آید به نی کلکم بازدادهٔ او فرد. رشح کف جم میچکد از مغز سفالم. سیرابی نطقم اثر فیض حکیم ست تار و پود تشریف عقیدت سلمانیم و فرزانه قهرمان قلمرو سخندانی دل بشراک نعلین محمد آویختن کیش و آئین من و طغرای دالای یا اسدالله الغالب نقش نگین من. لای خم میخانه سرمدی نسبت ناچشیدگان سگالند که هیچدانی را این مایه سیرابی نطق از کجاست؟ غافل که نم رشحه یک فیض ست که سبزه را دمیدن و نهال را سر کشیدن و میوه را رسیدن و لب را زمزمه آفریدن آموخت به پرتو مهتاب ازلی هدایت شبگیر نکردگان اندیشند که تیره سرانجامی را اینهمه روشنائے گفتار چراست؟ بیخبر که فره تابش یک نورست که شمع را بشعله و قدح را بباده، و گل را برنگ، و درون را به سخن برافروخت. آنکه سیه خیمهٔ لیلی منشان را بفروغ شمعهاے کافوری خاورستان کرد، وادی مجنون روشان را از هجوم کرمک شب تاب پرواز چراغان بخشید، در ریشهٔ نخلِ آرزو آب از مغز سیر تا درون میخزد. مایه داری بینوایان در باب خامه در ایثار لعل و گوهر عرض گنجینه توانگران میبرد. فراوانی دستگاه معنی نگاران

بنگر، باغ از گلفشانی نهالهای دست نشان نامهٔ اعمال نکوکاران خداپرست
و راغ از انبوهی گوناگون لاله‌های خودرو کارگاه خیال هوسناکان شاهد
باز. فرد

هر دل شده از دست در انداز سپاسیست ‌ ‌ ‌ ما نا که نگاهِ غلط انداز ندارد

رهرو آزرده پای را سایهٔ خاربن نشیمن پرواز ست، و در پیچاپیچ کشادِ ز
اخگر تافته گوهر شب چراغ، سیل سرشکی که بر روی ماتمیان میدود یار زخم
دار روائی فرمانِ در دست، و دامن بر چیده که بدست آزادگان اندر ست
ده کیائی قلمروِ خرسندی را توقیع، تنومندان را رخ برافروختگی، فرّخ
سرمایهٔ همان کف خون ست که اگر بشرائین دوید گرما گرم از مژه ریختیم،
و اگر رنگ گردید ما دم بروی شکستیم خود آرایان را اطلس و سنجاب
ارزانی، فرجام جز آزردن اندام نیست، و ما تن از ناتوانی تاب گرانی
نداریم و بدل از نازکی رنج تنگی قبا برنتابیم. لطافت تازه بهار رنگهای
شکسته دریافتن نه زهرهٔ هر دیده درست. و به نزاکت و شیر قماش کتانهای
ماهتابی دار رسیدن نه اندازهٔ هر اداشناس. اگر ذرّه از برهنگی آفتاب پوشستی
زرین طیلسانان خود آرای را چه رشک؟ و اگر ویرانه از جگر تفتگی ماهتاب
آشامستی، شبستانیان آرمیده درون را چه خبر؟ و اعمی از کوته نظران تنگ
چشم که دمیدن تازه گل از گیاه و درخشیدن برق بشبهای سیاه شگفت ندارند
و جنبیدن زبانهای گویا بسخنهای نغز و شنخوار انگارند غنچه مشکین نفس ست و باد
غالیه سای و گل کشاده روی و بلبل نواسنج، زبان چه گنه کرده ست که سخن
سرای نباشد؛ مهر جلوه برتابد و ذرّه بیتابی و بحر روانی و قطره اشتلم؛ دل را که
گفته است که از شورش ستوه آید. همانا بدانست این گروه باده در خمخانه توفیق

ہمانقدر بود کہ حریفان گزشتہ را در تر دماغ ساخت حالیا بساط بزم سخن برچیدہ و جام و سبو بر سرہم شکستہ و از آن قلزم قلزم راوق مَی برجای نماندہ پندارند کاش باگمنی کہ من در فروزدین زدہ بحلقۂ اوباش قدح میگیرم فرارسند تا وارسند کہ مَی فراوان ست وساقی بیدریغ بخش پیمانہ ہا جرعہ ریز ست دلبہا العطش گوی للہ در من قالَ بیت

ہنوز آں ابر رحمت دُرفشاں ست　　مَی ومیخانہ با مُہر ونشاں ست

آری صہبای سخن بروزگار من از کہنگی تند پُر زور ست۔ وشب اندیشہ را بفرّ ومیدان سپیدۂ سحری برات فراوانی نور ست۔ ہر آئینہ رفتگان سرخوش غنودہ اند و من خرابتم پشیمان

چراغان بودہ اند و من آفتابستم۔

مسیح شوکتِ عرفی کہ بود شیرازی　　مشو اسیر زلالی کہ بود خوانساری

بسومنات خیالم درآ ہمی تا بینے　　رواں فروز برودوشہای زناری

قلم کہ رودبار ناپیدا کنار اندیشہ را ہنجارہ آبسنج بودہ است بروزگار گزیدہ یا بیم لُولُو خیز گردابی پیمودہ است کہ ازبسکہ دران آمد شد بنات صدفہائے بگوہر آبستن خلیدہ پنداری خط شعاعی مہرست بمغز شبنمستان فرو دویدہ ورق کہ میکدۂ سخن راکاسۂ بادہ پیمائیست بہ دوران پسندیدہ جو۔ ہم از بادۂ نابی شاداب رشحۂ ربائیست کہ ازبسکہ نم آن قدسی زلال کیفیت نشۂ خضری بہ طینتش درآوردہ، گوئی چمن سرمایہ سفالیست۔ دستہ ریحان از خویش برآوردہ، دل بنوروزین افروختہ۔ بازپسین وخشورم۔ اگر گویم کہ گزشتن من بپایہ از گزشتگان عجب نیست، چہ عجب؟ پر در رش آموختہ نخستین دستورم اگر سنجم کہ سرآمدن من در شیوۂ برہمنان شگفت

نیست چہ شگفت؟ خوان ایزدی نیایش تبرّہ ستائش خویش آراستن بشمارہ بخششہائے داور افزونی ذوق سپاس خواستن ست۔ تکلّف برطرف سعیم در منعم پرستیست نہ در خود فروشی زمزمۂ نعت و منقبت دریک پردہ بیک آہنگ سرودن دلدادۂ نوای سبز در سبز تولّا بودن ست۔ تعصب پیشکش قدم در جادہ پیمائیست نہ در بیراہہ روی۔ قطعہ

نہ چنانم کہ بر عقیدہ خویش | از فسونِ کسے ہراس کنم
نہ توانم کہ از نصیحت و وعظ | عالمی را خدا شناس کنم
نہ کہ اخبار باستانے را | دیو افسانہا قیاس کنم
نہ کہ ز آثار ہر چہ مشہور ست | اثری تازہ اقتباس کنم
نہ کہ از بہر حلّہ ہائے بہشت | ترک آرایش لباس کنم
نہ کہ در عالم فراخ روی | عار از ژندۂ پلاس کنم
چون نہ من سائیم نہ محتسبم | نہ بریزم نہ مے بکاس کنم
نہ بواجیب ز سعے در مانم | نہ بہر مدّعا مکاس کنم
بر مدارا اگر مدار نہم | کاخ الفت قوی اساس کنم
لیک نباید ز من کہ در گفتار | مدحت لالہ سورداس کنم
فضلی از مدح خود توانم خواند | گر نہ لب را زلاف پاس کنم
خوشنوایم مرا رسد کہ ز رشک | زہر در جام بو نواس کنم
میتوان پنجہ از نظامے برد | پارۂ جمع گر حواس کنم
توسن طبع من بدان ارزد | کہ زبال پری قطاس کنم
مزرعِ خویش را بگاہ درو | ناخن حور صرف داس کنم

همچو سرو از غم خزان بر هر | گلبنے را کہ من سپاس کنم
کوثر از موج واکند آغوش | اگر اندازِ التماس کنم
چہ ازین فرقہ ادا نشناس | خویشتن را ہلاک یاس کنم
بدر بیتی ز گفتہای حزین | صفحہ را طرۂ ایاس کنم
لائق مدح در زمانہ چو نیست | خویشتن را ہمی سپاس کنم
کس زبانِ مرانمے فہمد | بعزیزاں چہ التماس کنم

سرو بہوای تلافی عطیۂ نشو و نما سر بپای ابر ساید و ابر در ادای سپاس سرمایہ بخشی گہر بر فرق دریا افشاند دیدہ دران شناسد کہ نیروی گستاخی سرو ہم از پہلوی ابر ست و فراخی دستگاہ ابر ہم بگنجینۂ دریا۔ ای بشاد روان سہیل و زہرہ فشان معنی بار نیافتہ و مرا از کوتہی بر داشت یا درازی فرو گزاشت بترخانی نپذیرفتہ یکرہ بدانش و دار گرای دبور ز ہنجار دردی جستجو و گردش بہ کار آمیغی تکاپو سراپاے چون بوی گل از بساطت منای سخن را بہ پیمای وہم از خود پرس کہ روان بشناختن رمز ہر گونہ گزارش چہ مایہ دانا۔ و بنان بگزاردن حق ہر شیوہ نگارش چہ قدر توانا گردد، تا ادای سرہ بر دوشی واندازہ دیرہ خرامشی دست ہم دہد و از عالم ناہمواری کیش و آئین ہستی نشانان آشکارا سگال چہا در اندیشہ گرد آید، تا بر خاستن فرجام و دردی و درست نشستن نقش یکتا گزینی را دلکشا انگارہ وجود پذیرد۔ بزبان موجی کہ صہبا را بہ پیمانہ اندر ست سرگزشت جوش خویشتن بالائی کہ در خلوت خم میزند شنیدنیست و بنگاہ رگ تپشی کہ پروانہ ماراد ربال پرست۔ برق ذوق ہستی فشانے کہ در نہاد دل دارد دیدنی۔ چنانکہ

انتہای آرزوی متقدمین و ابتدای آبروی متاخرین۔ شیخ علی حزین
سراید زمزمہ۔ شمعہا بردہ ام از صدق بخاکِ شہدا ۔:۔ تا دل و دیدۂ
خونابہ فشانم دادند ۔:۔ انصاف بالای طاعت ست در ہوائیکہ بال بالا
خوانی زدہ و در ادائیکہ خود را بشگرفی ستودہ ام نیمہ ازان شاہد بازیست
یعنی ہوا پرستی و نیمہ دیگر توانگر ستائیست یعنی باد خوانی۔ بیداد بین
کہ ہر جا بشانہ خمی از زلف مرغولہ مویان کشودہ شود بلا در من آویزد
تا دل بہ پیچاکِ آن شکن بندی و خواری نگر کہ ہر گاہ از خود غافل و
از خدا فارغم. برادر تنگ سر درکج نشنید ہوس مرا بر انگیزد تا پیشش
بندہ وار راست استم۔ شادم از آزادی کہ بیا سخن بہنجار عشقبازان
گزاردستم، و داغم از آزمندی کہ ورقی چند بکردار دنیا طلبان۔
در مدحِ اہل جاہ سیہ کردستم، دریغا کہ عمر سبک سر لختی بجا مرد
چنگ سر آمد و پارۂ بدروغ و دریغ رفت۔ فرجام گرانخوابی
برخاست و آشوب ہوسناکی فرد نہ نشست ہنوز خون را در پوست
ہنگامۂ شورش رستخیز این آز گرم و در جیب دل از خار خار شوق
خواہش این آرزو دراز ست کہ ہر آئینہ گفتارہای پریشان بفراہم
آوردن ارزد و خواہی نخواہی اوراق پراگندہ بشیرازہ بستن سزد چہ
مایۂ شرمندگیست درین جہان باد پیمودن دوران گیتی گستہ دم
بودن حسن را نظر فریبی رنگ و روان آسائی بوی و نشست کرشمۂ
انگیز اندام و درازی مژہ و کوتاہی نگاہ و راستی بالا و کژی خوی و دم
سردی وفا و خونگرمی جفا و دلربائی التفات و جانگزائی تغافل و سبک
خیزی مہر و گرانپائی کین و نکوئی روی و زشتی گمان و توانائی دل و

نازکیِ میانِ مسلّم، و سخن را دوشیزگیِ نهاد و پاکیزگیِ گوهر و برشتگیِ
مضمون و گداختگیِ نفس و چاشنیِ سپاس و نمکِ شکوه و نشاطِ نغمه و
اندوهِ شیون و روائیِ کار، و رسائیِ بار، و پرده کشائیِ راز و جلوه
فروشیِ نوید، و سازگاریِ آفرین و دلخراشیِ نکوهش، و همواریِ صلاح
و درشتیِ دورباش، و گزارشِ وعده و سپارشِ پیام و بارنامهٔ بزم، و
هنگامهٔ رزم حاصل. امّا من و ایمانِ من، که بوالارسید یگانه بنیان سهی
کیش، که سیاه و سپید را وجود و پلاس و پرنیان را تار و پود نیافته اند،
این بچراغان دل پروانه و آن بهاران زیر بالِ بلبل ماند. اشیاءِ
صورِ علمیّه حقند و الوان نگار بالِ عنقا بنقشهائے از رگِ کلک فرو ریخته
نقاش را صد رنگ پرده دری و بنواهای از ساز بدرنا جسته مطرب
را هزار پرده رامشگری، هرچه از پردهٔ گفت بال هویدائی زند جنبش
موجِ شمال ست، و هرچه آئینه دید جلوه انگیزِ گردشِ فانوسِ
خیال. سبک مغزانے که بباد آویخته اند از گفتار جز گفتار چه دریافته و گرانجانانی
که بهستی اشیاء هستو شده اند از سمراد جز سمراد چه واشگافته؟ چنانکه
پرده سنج این سوز و ساز خداوند گلشنِ راز فرماید. بیت

هرانکس را که اندر دل شکی نیست　　یقین داند که هستی جز یکے نیست

هله هان اسد اللہ جامه گرد آور نامه سیاه اے به کیش تیره و بدانش
تباه جامه گزاشتن در نبردِ گردن کشان هوا، و دامن بدندان گرفتن خرد
در پیکار زور آوران هوس. نه کم اندهی و اندک تشویریست که بحلقهٔ
ماتم نشسته این مصیبتِ نشاط کار دیگر در خودِ آهنجد، و چشم بر پشتِ پا
دوخته این خجلت سر از زانو برداشتن سنجد، و این که اشارت بکارنامه

مینوست و آن رنگارنگ آرزوہای ہرزہ خونگشتہ تن پرورانیست که بگیتی از سرمایۂ کامرانی بی برگ و نوامشتی بفرمان تہیدستی یا بگلِ گروہی بامیّدِ پاداش سر بہوا بودہ بودہ اند مزد حسرتیانِ دنیا که عبارت از ہنگامہ جاہست. و آن گونہ گونِ نقشہای بگزاف انگیختہ بجز نیست که سراب را بحیطی و ہیچ را ہمگی بر گرفتہ بی شرارہ و خاشاک باہم در گرفتہ اند مفت کثرتیان. خیالی در نظر خون کردن و گلستان نامیدن غباری از رہگزر وہم برانگیختن و آسمان نقش بستن. از معنی بصورت آیم و بمذاق آشکارا پرستان پوزشگزار به یادافراہ این شوخ چشمی که بستودن خویش در حاسد آزاری دلیری کردہ خونہا در دل و عقدہ ہا بر لب افگندہ ام سخن را در افگنم تا آموزگارانہ فطرت را گوش تابی دادہ باشم لختی خزف ریزہ بر ریسمان کشیدن و سلک گوہر شاہوار شمردن مشتی نے پارہ بدمہ دم برافروختن و خود را ہیربد آذرکدۂ پارس دانستن، بوریا بافتن و بدیباطرازی نام برآوردن۔ سنگ آسیا آژدن و آوازۂ الماس تراشی درافگندن روا بودہ کدام دستور و باز نمودۂ کدام فرہنگ ست؟ ای آزادۂ آز گرفتار داہی فرو رفتہ نشیب لاخ پندار! اے مسلمان زادۂ کافر ماجرا! و اے شایستۂ نفت و بوریا! ای بزبان جہان جہان شور خریلو! و اے بدل یک اہرمنستان رنگ دریو! دلت از تاب نارسا اندیشہ باخون، و زبانت بکیفر بیمزہ گفتارہا از قفا بیرون باد، فریبم دہی که ہنگام را گنجائی خرد السنخیدن[1] نیست و بپوستین یاران آفتی که ہنگامہ روائی

---

[1] السنخیدن: اندوختن۔ فرہنگ غالب۔

ہنر سنجیدن ندارد آخر نہ از تست در بردی ہوس فراز کردن و دیدہ بدانشت خویش باز کردن راہ دانش و داد سپردن درروزگار باز راستن خواہد کاستن آرزوہا بسر بردن با خویشتن در آفت و باخلق میاویز بہ کنج تنہائی بنشین و از سرِ انجمن آرائی بر خیز۔ فرد

زالّا دم زن و تسلیم لا شو
بگو اللہ و برق ماسوائی شو

اندیشہ نسنجد و گمان نسگالد کہ غالب از دانش بے بہرہ بدستہ بستن این گلہای خرزہرہ آہنگ خود آرائے و انداز انگشت نمائی دارد۔ بلکہ خونگرمی ابرام والا برادر، صدرہ اندجان گرامی تر، بہ مہر ابر گوہر باز بچشم آتش بی زینہار، تقوی پیشہ، سروری دستگاہ راستی اندیشہ کجکلاہ بہ درع پیشگی از جنید و شبلی خرقہ یاب، و بکجکلہی روکش کیخسرو و افراسیاب۔ پرویز بزم، تہمتن رزم، مہر جمال، مشتری خصال، بہشتی روئے، بہاران خوی، جفاگسل، وفا پیوند، دست کشائی دشمن بند۔ مثنوی

بگیتی از وفادارے جہانے	محبت را زمین و آسمانے
بدارایان بدارائے نشانہ	بدانایان بدانائی فسانہ
بہ نیرو سرکشان را پنجہ برتاب	بدانش صاحب آثار فرتاب
نظر پروانۂ شمع جمالش	تماشا بلبل باغ خیالش
نگاہش سالک در دل دویدن	دلش مجذوب بار دل کشیدن
دل و جان تمنّا جلوہ گاہش	ہجوم آرزوہا گرد راہش
خطش عنوان نگارِ خوب روئی	لبش فرہنگ دانِ بذلہ گوئی

بھمت دہر گلشن ساز ابرے | بسطوت سینہ روزن کن ہزبرے
نہادش راز دالائی نشانہا | زبانش راز دانائے بیانہا
خیابان نکوئی را نہالے | بیابان شگرفے را غزالے
بدریائے محبت بے بہادُر | امین الدین احمد خان بہادر

آنکہ پارسائی را در سرشتش از استواری آن پایہ کہ با چون منی عمرہا از یک دلی یکرو بودہ و ہیچگاہ در حلقہ رسوائی من در خلوت برنائی خویش لب بہی نیالودہ آنکہ مہرش از دل نشینی در نہاد دم بدانمایہ کہ اگر بشایستگی رو بمایش مسلم نداشتمی جان را گرامی نہ پنداشتمی مرا برین کار داشتہ و ہمتم را بہ پنبہ دوزی این کہن دلق گماشتہ است رنگہای از خجلت این خود نمائی بر دشکستہ را دیدن بر نتابد و ننگہاے از قبول این رسوائی بخود با زبستہ را شنیدن در نیابد نہ بدان معنی کہ از سکمایگی کالا خواری میکشم بلکہ چون متاعم باب این قلمرو نیست از گرانی خاطر احباب شرمساری میکشم آری چرا چنین نباشد کہ شخص استعداد مرا پیرایہ نازش فضلی و تشریف وجود مرا سرمایہ دارش کمالی نیست نہ ترانہ صرف و اشتقاقم برلب ست و نہ زمزمہ سلب و ایجاب بم بزبان نہ خون صراحم بگردنست و نہ نقش قاموسم بر دوش نہ آبلہ پای جادہ صنائعم و نہ گوہر آمای رشتہ بدائع کباب گرمی آتش بید و دپارسیم و خراب تلخی بادہ پرزور معنی، آتشکدہ نادسیان عجم را سمندرم، سوز من ہم از من پرس۔ و گلزار خلبندان پارس را بلبلم،

ل پنبہ ۔ بروزن کیسہ معنی پیوند و ہندی آن تھگلی

شورِ من هم از من جوی. سبزه دمانده ابر ست و گل نشانده باد چیدن و دسته بستن کمینه صنعت ست، و باران پیشه و راند آری بیکار نشاید زیست نفس در شراره کاشتن ست و زبان در زبانه دردن درگرفتن دهم از خود مایه برگرفتن شگرف حالت ستِ و ما اندرین هنگامه ایم یعنی از ذوق میتوان مُرد - فرد

دِرته هر حرفِ غالب چیده ام میخانه
تا ز دیوانم که سرمستِ سخن خواهد شدن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

اے بہ خلا و ملا خوے تو ہنگامہ زا | با ہمہ در گفتگو بے ہمہ با ماجرا
شاہد حسن ترا در روشِ دلبری | طرۂ پر خم صفاتِ موئے میانِ ماسوا
دیدہ وران را کند دید تو بینش فزون | از نگہِ تیز رو گشتہ نگہ توتیا
آب نہ بخشی بزور خون سکندر ہدر[2] | جان نہ پذیری بہیچ نقد خضر ناروا
بزم ترا شمع و گل خستگیٔ بوتراب | ساز ترا زیر و بم واقعۂ کربلا
نکبتیانِ ترا قافلہ بے آب و نان | نعمتیانِ ترا مائدہ بے اشتہا
گرمیِ نبض کسے کز تو بدل داشت سوز | سوختہ در مغز خاک ریشہ دارو گیا
مصرف زہرِ ستم دادہ بیادِ توام | سبز بود جائے من در دہن اژدہا
کم مشمر گریہ ام زانکہ بہ علم ازل | بودہ درین جوئے آب گردشِ ہفت آسیا
سادہ ز علم و عمل مہرِ تو ورزیدہ ایم | مستیٔ ما پایدار بادۂ ما ناشتا

خلد بہ غالب سپار زانکہ بدان روضہ در
نیک بود عندلیب خاصہ نو آئین نوا

تعالیٰ اللہ برحمت شاد کردن بیگناہان را | خجل بندہ و آزرم کرم بیدستگاہان را
خوئے شرمِ گنہ در پیشگاہ رحمت عامست | سہیل و زہرہ افشاند ز سیمای سیاہان را

---

[1] در نسخہ د عوض بسم اللہ، اسد اللہ الغالب ـ نوشتہ ہست و در نسخہ ن بسم اللہ نوشتہ است ـ

[2] ہدر بہ معنی حلال. گویند کہ سکندر در تلاش آب حیات رفتہ بود وے ناکامی دست داد حضرت خضر علیہ السلام را حق تعالیٰ خلعت پیغمبری عطا فرمودہ حیات جاوید بخشیدہ ہست. بوتراب کنیت حضرت علی رضؓ ناروا یعنی قبول نیست

زہے وردت کہ بایک عالم آشوب جگر خائی
دود در دل گدایان راو در سر پادشاہان را

بحر فے حلقہ در گوش افگنی آزاد مردان را
بخوابے مغز در شور آوری بالین پناہان را

زشوقت بیقراری آذر رخسارا نہادان را
بیزمت لاے خواری آبرو پرویز جاہان را

بداغت شادم اما زین خجالت چون برون آیم
کہ رشکم در جحیم افگند خلد آرام گاہان را

بدہمار یختی یکسر شکستن ہم زیزدان دان
کہ بختے بر خم زلف و کلہ زد کج کلاہان را

بنازم خوبی خون گرم محبوبے کہ در مستی
کند ریش از نگہ پنہا زبان عذر خواہان را

بمے آسایش جانہا بدان ماند کہ ناگاہان
گزر بر چشمہ افتد تشنہ لب گم کردہ راہان را

زجورش داورے بردم بدیوان لیک نے زین غافل
کہ سعی رشکم از خاطر بر دنامش گواہان را

گسست تار و پود پردہ ناموس را نازم
کہ دام رغبت نظارہ شد رسوا نگاہان را

نشاط ہستی حق دارد از مرگ ایمنم غالب
چراغم چون گل آشامد نسیم صبح گاہان را

خاموشی ما گشت بد آموز بتان را
زین پیش دگر نہ اثرے بود فغان را

منت کش تاثیر وفائیم کہ آخر
این شیوہ عیان ساخت عیار دگران را

در طبع بہار این ہمہ آشفتگی از چیست
گوئی کہ دل از بیم تو خون گشتہ خزان را

موئے کہ برون نامدہ باشد چہ نماید
بیہودہ در اندام تو جستیم میان را

طاقت نتوانست بہنگامہ طرف شد
دادیم بدست غمت از نالہ عنان را

تا شاہد رازت بہ خموشی شدہ رسوا
چون پردہ برخسار فروہشت بیان را

در شرب بیداد تو خونم مے ناب ست
کز ذوق بہ خمیازہ در افگند کمان را

بر طاعتیان فرخ و بر عشرتیان سہل
نازم شب آدینہ ماہ رمضان را

انیک زدہ ام بال تقاضا ز دو مصرع
تا مژدہ معراج دہم سعی بیان را

زنیسان کہ فرد رفتہ بدل پیر و جوان را
مژگان تو جوہر بود آئینہ جان را

واداشت سنگِ کوے تو زین حد نشناسی
در پاے تو می خواستم افشاند روان را

برتر تم از نخلِ قدت جلوہ فرو بار
تا خاک کند نو پر ازان پاے نشان را

جستیم سراغ چمن خلد بہ مستی
در گرد خرام تو زہ افتاد گمان را

اے خاک درت قبلۂ جان و دل غالبؔ
کز فیض تو پیرایۂ ہستی است جہان را

تا نام تو شیرینیٔ جان دادہ بہ گفتن
در خویش فرو بردہ دل از مہر زبان را

براست تو دوزخ جاوید حرامست
حاشا کہ شفاعت نہ کنی سوختگان را

چون عذارِ خویش دارد نامۂ اعمال ما
سادہ پرکار فراوان شرم اندک سال ما

میل ما سوے وے و میلش بسوے چون خودیست
آرد از خود در فتنش ناگہ باستقبال ما

حال ما از غیر می پرسیٔ و منت می بریم
آگہی بارے کہ آگہ نیستی از حال ما

عیش و غم در دل نمی استد خوشا آزادگی
بادہ و خونابہ یکسا فیست در غربال ما

نقش ما در خاطرِ یاران و ذم صورت گرفت
بسکہ رو در ہم کشید آئینہ از تمثال ما

نیشتر سازید و بگدازید ہر جا تیشہ ایست
خونِ گرم کوہکن دارد رگِ قیفال ما

ما ہماے گرم پروازیم فیض از ما مجوے
سایہ ہمچون دود بالا میرود از بال ما

خضر و در سرچشمۂ حیوان فرو غلتیدنش
لغزشِ پائیست کش رو دادہ در دنبال ما

خاک را از ابر ادرار معین دادہ اند
بے سعیٔ پارینہ بر ما راندہ اند امسال ما

با چنین گنجینہ ار زد اژدہاے ہم چنین
حلقہ بر گردِ دلِ ما زد زبانِ لال ما

جانِ غالبؔ تا بہ گفتارے نگہ نداری بخود
سخت بیدردی کہ می پرسی ز ما احوال ما

گر بیائی مست ناگاہ از درِ گلزار ما
گل ز بالیدن رسد تا گوشۂ دستار ما

وحشتے در طالعِ کاشانۂ ما دیدنی ست
می پرد چون رنگ از رخ سایہ از دیوار ما

گوشه گیرانیم و جو پاسِ ناموسِ خودیم | آبروے ما گدازِ جوہرِ رفتارِ ما
خسته عجزیم و از ما جز گنه مقبول نیست | تکیه دارد بر شکستِ توبه استغفارِ ما
سخت جانیم و تماشِ خاطرِ ما نازک است | کارگاهِ شیشه پنداری بود کهسارِ ما
میفزاید در سخن رنجے که بر دل میرسد | طوطیِ آئینهٔ ما هی شود زنگارِ ما
از گدازِ یک جهان هستی صبوحی کرده ایم | آفتابِ صبحِ محشر ساغرِ سرشارِ ما
سرگرانیم از وفا و شرمسار ایم از جفا | آه از ناکامیِ سعیِ تو در آزارِ ما
چاک لا اندر گریبانِ جهات افگنده ایم | بے جهت بیرون خرام از پردهٔ پندارِ ما
ذرّه جز در روزنِ دیوار نگشو دست بار | جنسِ بیتابی بدزدی برده از بازارِ ما
از نمِ بارانِ نشاطِ گل بدآموزِ تو شد | گریهٔ ابرِ بهاری کرده آبے کارِ ما

غالب از صهباے اخلاقِ ظهوری[۱] سرخوشیم
پارهٔ بیش ست از گفتارِ ما کردارِ ما

نمی بینیم در عالم نشاطے کا سمان ما را | چو نور از چشمِ نابینا ز ساغر رفت صهبا را
مکن ناز و ادا چندین دے بستان جانے هم | دماغِ نازکِ من بر نمیتابد تقاضا را
سراب آتش از افسردگی چون شمعِ تصویرم | فریبِ عشقبازی می دهم اهلِ تماشا را
من و ذوقِ تماشائے کسے کس تابِ خارش | جگر پرتابه بر چسپد آفتابِ عالم آرا را
چه لب تشنه است خاکم کاستینِ گردبادِ من | چو اشک از چهره از روے زمین برچید دریا را
خیالش را بساطے بهرِ پا انداز می جستم | پسندیدم به مستی مخملِ خوابِ زلیخا را
دلِ مایوس را تسکین بمردن میتوان دادن | چه امیدست آخر خضر را دادریس و مسیحا را
بهاران ست و خاک از جلوهٔ گل امتلا دارد | برگ نشتر زن از موجِ خرامِ نازِ صحرا را

---

۱ مراد، ملّا نورالدین ظهوری (شاعرِ دربارِ ابراهیم عادل شاه والیٔ دکن) متوفی ۱۰۲۵ هجری

سرد کارم بود با ساقی و گر تندیِ خویش است
نفس در سینہ می لرزد ز موج بادہ مینا را

خطے بر ہستیِ عالم کشیدیم از مژہ بستن
ز خود رفتیم و ہم با خویشتن بردیم دنیا را

در آغوشِ تغافل عرض یک رنگی توان دادن
تہی تا میکنی پہلو بما بنمودہ جا را

نمی رنجد کہ در دام تغافل میتپد صیدش
نمی دانم چہ پیش آمد نگاہ بیمحابا را

زمین گوئے ست کو مجنون کہ من بودم زمیدانش
غبارم در نورد خود فرو پیچید صحرا را

ازین بیگانگی ہا می تراود آشنائی ہا
حیا می در زد و در پردہ رسوا می کند ما را

حذر از زہریہ سینۂ آسودگان غالب
چہ منت ہا کہ بر دل نیست جان ناشکیبا را

پس از کشتن بخوابم دید نازم بدگمانی را
بخود پیچید کہ ہے ہے دی غلط کردم فلانی را

دلم بر رنج نابرداریِ فرہاد می سوزد
خدا داند بیا مرزاد شہیدِ امتحانی را

دریغ از حسرت دیدار در نہ جائے آن دارد
کہ بے رویت بدشمن دادہ باشم زندگانی را

سرشتم را بیالودند تا سازند از لایش
بہ پروانہ و منقار مرغ بوستانی را

چو خود را ذرہ گویم رنجد از حرفم نہے طالع
ز خود میداندم بیمہر نازم مہربانی را

بپایش جان فشاندن شرمسارم کرد میدانم
کہ داند ارزشے بود متاع رایگانی را

فدایت دیدہ و دل رسم آرایش بپرس از من
خراب ذوقِ گل چینی چہ داند باغبانی را

چہ خیزد گر ہوس گنج امیدم در دل افشاند
درین کشور روائی نیست نقد شادمانی را

نشاط لذت آزار را نازم کہ در ستی
ہلاک فتنہ دارد ذوق مرگ ناگہانی را

بپرس از عیش نومیدی کہ دندان در دل افشردن
اساس محکم باشد بہشت جاودانی را

سراسر غمزہ ہایت لاجوردی بود و من عمرے
بمعشوقی پرستیدم بلائے آسمانی را

بجز سوزندہ اخگر گل نہ گنجد در گریبانم
بد آموز عتابم برنتابم مہربانی را

دلم معبود زردشتست[۱] غالب فاش میگویم
به خس یعنی قلم من داده ام آذرفشانی را

محو کن نقش دوئی از ورقِ سینهٔ ما ‌‌ ‌‌ ای نگاهت الفِ صیقلِ آئینهٔ ما
وقفِ تاراجِ غمِ تست چه پیدا چه نهان ‌‌ ‌‌ همچو رنگ از رخ ما رفت دل از سینهٔ ما
چه تماشاست ز خود رفتهٔ خویشت بودن ‌‌ ‌‌ صورت ناشده عکسِ تو در آئینهٔ ما
عرصه بر الفتِ اغیار چه تنگ آمده ست ‌‌ ‌‌ خوش فرو رفته به طبعِ تو خوشا کینهٔ ما
محتشم زادهٔ اطراف بساطِ عدمیم ‌‌ ‌‌ گوهر از بیضهٔ عنقاست به گنجینهٔ ما
نیست مستان ترا تفرقهٔ بدر و هلال ‌‌ ‌‌ بادهٔ مهتاب بود در شب آدینهٔ ما

غالب امشب همه از دیده چکیدن دارد
خون دل بود مگر بادهٔ دوشینهٔ ما

سوزِ عشق تو بس از مرگ عیان ست مرا ‌‌ ‌‌ رشتهٔ شمعِ مزار از رگِ جان ست مرا
می نگنجم ز طرب در شکنِ خلوتِ خویش ‌‌ ‌‌ حلقهٔ بزم که چشمِ نگران ست مرا
هر خراشے که ز رشکِ تنم افتد بر دل ‌‌ ‌‌ در سپاسِ دمِ تیغِ تو زبان ست مرا
دل خود از تست و هم از ذوقِ خریداری تست ‌‌ ‌‌ این همه بحث که در سود و زیان ست مرا
جوئے از باده و جوئے ز عسل دارد خلد ‌‌ ‌‌ لبِ لعلِ تو هم این ست و هم آن ست مرا
چون پری زاد که در شیشه فرود آرند ‌‌ ‌‌ روئے خوبت بدل از دیده نهان ست مرا
به تگ و تاز من افزود گسستن یکدست ‌‌ ‌‌ در رهت رشتهٔ امید عنان ست مرا
بیخودی کرده سبکدوشِ فراغے دارم ‌‌ ‌‌ کوهِ اندوه رگِ خوابِ گران ست مرا
خارها از اثرِ گرمیِ رفتارم سوخت ‌‌ ‌‌ منتے بر قدمِ راهروان ست مرا

---

۱ زردشت، نام پیغمبرے باعتقاد مجوس، که آتش را می پرستند

رهرو تفتهٔ در رفته به آبم غالبؔ
توشهٔ برلب جو ماندہ نشان ست مرا

آشنایا نہ کشد خار رہت دامن ما
گوئی این بود از ین پیش به پیراهن ما

بیتو چون بادہ که در شیشهٔ ہم از شیشه جدا ست
نبود آمیزش جان در تن ما با تن ما

سایہ و چشمه به صحرا دم عیشے دارد
اگر اندیشهٔ منزل نشود رہزن ما

تا رود شکوهٔ تیغِ ستم آسمان از دل
بخیه بر زخم پریشان فتد از سوزن ما

دوست باکینهٔ ما مهرِ نهان می ورزد
خود ز رشک ست اگر دل برد از دشمن ما

می پرد مور مگر جان به سلامت ببرد
تا چه برق ست که شد نامزدِ خرمن ما

دعویِ عشق ز ما کیست که باور نکند
می جهد خون دل ما ز رگ گردن ما

سخن ما ز لطافت نپذیرد تحریر
نشود گرد نمایان ز رمِ توسن ما

طوطیان را نبود هرزه جگر گون منقار
خورده خون جگر از رشکِ سخن گفتن ما

ما نبودیم بدین مرتبه راضی غالبؔ
شعر خود خواهش آن کرد که گردد فن ما

نقشے ز خود براہ گزر بسته ایم ما
بر دوست راہ ذوقِ نظر بسته ایم ما

با بندهٔ خود این همه سختی نمی کنند
خود را بزور بر تو مگر بسته ایم ما

دل شکن دماغ و دل خود نگاه دار
کاین خود طلسم دود و شرر بسته ایم ما

بر روے حاسدان رہِ دوزخ[1] گشوده رشک
از بهر خویش جنتِ در بسته ایم ما

فرمان درد تا چه زدامه گرفته است
صد جا چو نے بسغاله کمر بسته ایم ما

سوز ترا روان همه در خویشتن گرفت
از داغ تهمتے به جگر بسته ایم ما

---

[1] در نسخهٔ ‌لاہور به دوزخ

گوئی وفا ندارد اثر ہم بما گرائی — زین سادگی کہ دل باثر بستہ ایم ما

تا درد و داغِ خویش چہ خون در جگر کنیم — از کوئے دوست رختِ سفر بستہ ایم ما

ہر جاست نالہ ہمت ما حق گزار دست — حرزے ببالِ مرغِ سحر بستہ ایم ما

از خوانِ نطق غالبؔ شیرین سخن بود
کاین مایہ زلّہ ہا ز شکر بستہ ایم ما

در گردِ غربت آئینہ دار خودیم ما — یعنی ز بیکسانِ دیار خودیم ما

دیگر ز ساز بیخودیٔ ما صدا مجوے — آوازے از گسستنِ تار خودیم ما

ازبسکہ خاطر ہوسِ گل عزیز بود — خون گشتہ ایم و باغ و بہار خودیم ما

با جملہ وقف خویش و دل ہا ز ما پُرست — گوئی ہجومِ حسرتِ کار خودیم ما

از جوشِ قطرہ ہمچو سرشک آب گشتہ ایم — اما ہمان بجیب و کنار خودیم ما

مشت غبار ماست پراگندہ سو بسو — یارب بدہر در چہ شمار خودیم ما

با چون توئی معاملہ بر خویش منت ست — از شکوۂ تو شکر گزارِ خودیم ما

روے سیاہِ خویش ز خود ہم نہفتہ ایم — شمعِ خموشِ کلبۂ تار خودیم ما

در کار ماست نالہ و ما در ہوائے او — پروانۂ چراغِ مزار خودیم ما

خاکِ وجودِ ماست بخون جگر خمیر — رنگینیٔ قماشِ غبار خودیم ما

ہر کس خبر ز حوصلۂ خویش میدہد — بدمستی حریف و خمار خودیم ما

تار نگاہِ پیرو ما سلک گوہرست — رفتار پاے آبلہ دار خودیم ما

غالبؔ چو شخص و عکس در آئینۂ خیال
با خویشتن یکے و دو چارِ خودیم ما

بہ شغلِ انتظارِ مہوشان در خلوتِ شبہا — سرِ تارِ نظر شد رشتۂ تسبیحِ کوکبہا

بروے برگ گل تا قطرۂ شبنم نہ پنداری — بہار از حسرتِ فرصت بدندان میگزد لبہا

به خلوتخانهٔ کام نهنگ لا زدم خود را — ستوه آمد دل از هنگامهٔ غوغای مطلبها

کند گر فکر تعمیر خرابیهای ما گردون — نیاید خشت مثل استخوان بیرون ز قالبها

خوشا بیرنگی دل دستگاه شوق را نازم — نمی بالد بجوشش این قطره از طوفان شربها

ندارد حسن در هر حال از شاطگی غفلت — بود ته‌بندی خط سبزهٔ خط در ته لبها

خوشا رندی بجوش زنده رود و شرب عذبش — به لب خشکی چه میری در سرابستان مذهبها

تو خوی پنداری و دانی که جان بردم نمیدانی — که آتش در نهادم آب شد از گرمی تبها

مبادا هیچ تار سبحه از هم بگسلد غالب
نفس با این ضعیفی بر نتابد شور یاربها

پس از عمری که فرسودم بعشق پارسائیها — گدا گفت و بمن تن در نداد از خودنمائیها

فغان زان بوالهوس برکش محبت پیشه کش گر من — نیاید حرف و آموزد بدشمن آشنائیها

بت مشکل پسند از ابتذال شیوه میرنجد — بگوئیدش که از عمرست آخر بیوفائیها

نشد روزی که سازم طره اجزای گریبان را — بدستم چاکها چون شانه ماند از نارسائیها

نیرزم التفات دزد و رهزن بی‌نیازی بین — متاعم را بغارت داده انداز ناروائیها

بروز رستخیز از جنبش خاکم برآشوبی — تو و یزدان چه سازد کس بدین صبرآزمائیها

کدمی چون ذره یابم جان بر خویشتن بالم — که پندارم سر آمد روزگار بینوائیها

چه خوش باشد که شاهد را به بحث ناز پیچیدن — نگه در نکته زائیها نفس در سرمه سائیها

سخن کوته مرا هم دل بتقوی مائل ست اما — ز ننگ زاهد افتادم بکافر ماجرائیها

ز بختم گر بصورت از گدایان بوده‌ام غالب
بلاد الملک معنی می‌کنم فرمان روائیها

جان برنتابد ای دل هنگامهٔ ستم را — از سینه ریز بیرون مانند تیغ دم را

از دهشت برو نم بنگر غم درد نم — آمیزش غریبی باشد بهوش دم را

گویند مینویسد قاتل برات خیرے   یا رب شکستہ باشد برنام ما قلم را

بیوجہ در رہت نیست از پا فتادن من   بر دیدہ می نشانم در ہر قدم قدم را

سوگند کشتنم خورد از غصہ جان سپردم   کردم ز بے نیازی خون در جگر قسم را

در نامہ تا نبشتے بر من نوید قتلے   در دل چو جوہر تیغ جا دادہ ام رقم را

بیداد گر ندارد سرمایۂ تواضع   تیغت برسم یغما از ما ربودہ خم را

کاشانہ گشتہ ویران ویرانہ دلکشا تر   دیوار و در فسازد زندانیان غم را

مانند خار زارے کاتش زنند در وے   سوزد ز بیم خویت اجزائے نالہ ہم را

در مشرب حریفان منع ست خودنمائی   بنگر کہ چون سکندر آئینہ نیست جم را

زاہد منا ز چندین زنارم از کہ بستی   از جبہہ ام ندزدد کس سجدۂ صنم را

اشکے نماند باقی از فرط گریہ غالب
سیلے رسید گوئی از دیدہ شست نم را

من آن نیم کہ دگر میتوان فریفت مرا   فریبمش کہ مگر میتوان فریفت مرا

بحرف ذوق نگہ می توان ربود مرا   بوہم تاب کمر میتوان فریفت مرا

ز ذکر گل بگمان میتوان فگند مرا   ز شاخ گل بہ ثمر میتوان فریفت مرا

ز درد دل کہ بافسانہ در میان آید   بہ نیم جنبش سر میتوان فریفت مرا

ز سوز دل کہ بواگویہ بر زبان گزرد   بیک دو حرف حذر میتوان فریفت مرا

من و فریفتگی ہرگز آن محال اندیش   چرا فریفت اگر میتوان فریفت مرا

خدنگ جز بجگر الشش کشاد بنزند   از دو بزخم جگر میتوان فریفت مرا

زبان زنامدن نامہ برخوشم کہ ہنوز   بہ آرزوے خبر میتوان فریفت مرا

شب فراق ندارد سحر دلے یک چند   بہ گفتگوئے سحر میتوان فریفت مرا

نشان دوست ندانم بجز آنکہ پردہ درست   ز در بدر زدن در میتوان فریفت مرا

گرسنه چشم اثر نیستم که در ره دید — به کیمیای نظر میتوان فریفت مرا

سرشتِ من بود این ورنه آن نیم غالب
که از وفا به اثر میتوان فریفت مرا

ز من گرت نبود باور انتظار بیا — بهانه جوی مباش و ستیزه کار بیا

بیک دو شیوه ستم دل نمیشود خرسند — بمرگ من که بسامان روزگار بیا

بهانه جوست در الزام مدعی شوقت — یکے برغمِ دلِ ناامیدوار بیا

هلاکِ شیوهٔ تمکین مخواه مستان را — عنان گسسته تر از باد نوبهار بیا

ز ما گسستی و با دیگران گرو بستی — بیا که عهدِ وفا نیست استوار بیا

وداع و وصل جداگانه لذتے دارد — هزار بار برو صد هزار بار بیا

تو طفلِ ساده دل و همنشیں بدآموز است — جنازه گر نتوان دید بر مزار بیا

فریب خوردهٔ نازم چها نمیخواهم — یکے به پرسشِ جانِ امیدوار بیا

ز خوی تست نهادِ شکیب نازک تر — بیا که دست و دلم میرود ز کار بیا

رواجِ صومعه هستی ست زینهار مرو — متاعِ میکده مستی ست هوشیار بیا

حصارِ عافیتے گر هوس کنی غالب
چو ما به حلقهٔ رندانِ خاکسار بیا

چون به قاصد بسپرم پیغام را — رشک نگزارد که گویم نام را

گشته در تاریکیٔ روزم نهان — کو چراغے تا بجویم شام را

آن میم باید که چون ریزم بجام — زورِ می در گردش آرد جام را

بیگناهم پیرِ دیر از من مرنج — من به مستی بسته ام احرام را

از دلِ تست آنچه بر من میرود — می شناسم سختیٔ ایام را

تا نیفتد هر که تن پرور بود — خوش بود گر دانه نبود دام را

بسکه ایمانم بغیب ست استوار	از دهان دوست خواهم کام را
ما کجا و کوچهٔ سودا در سرست	ذره‌هائے آفتاب آشام را
رحمتِ عام ست دائم خاص را	عشرتے خاص ست هردم عام را

دل ستان در خشم و غالب بوسه جوئے
شوق نشناسد همی هنگام را

در هجر طرب بیش کند تاب و تبم را	مهتاب کف مار سیاه ست شبم را
آوخ که چمن جستم و گردون عوض گل	در دامن من ریختہ ریزۂ طلبم را
ساز و قدح و نغمه و صهبا همه آتش	یابی ز سمندر رهِ بزم طربم را
در دل ز تمنائے قدم بوس تو شوریست	شوقت چه نمک داده مذاقِ ادبم را
از لذتِ بیداد تو فارغ نتوان زیست	دریاب عیار گلهٔ بے سببم را
ترسم که دهد ناله جگر را بدریدن	قطعِ نظر از جیب بدوزید لبم را
از ناله به نبضم بنه اے دوست سرِ انگشت	مانندِ نَے اندر استخوان جوئے تبم را
ساقی به نمی کز قدح باده چکانی	بر خلد بخندان لبِ کوثر طلبم را

در من هوسِ باده طبیعی ست که غالب
پیمانه به جمشید رساند نسبم را

بر نمی آید[۱] ز چشم از جوشش حیرانی مرا	شد نگه زنّار تسبیح سلیمانی مرا
دامن افشاندم بجیب و مانده در بند تنم	وحشتے کو تا برون آرد ز عریانی مرا
وه که پیش از من بپابوس کسے خواهد رسید	سجدهٔ شوقے که می بالد به پیشانی مرا
هم چنین بیگانه زی با من دل و جان نیے	بدگمان گردم اگر دانم که میدانی مرا
با همه خرسندی از دے شکوه ها دارم همی	تا نداند صید پرسشهائے پنهانی مرا
بر نیایم با ردا اینهائے طبع خویشتن	موجِ آب گوهر من کرده طوفانی مرا

---

۱ این غزل در زمانهٔ قیام کلکته ۱۸۲۷ء تا ۱۸۲۹ء گفته بود

تا براہت مردم و گیرہ بجاکم نامدی   دوزخے گردیدہ اندوہ پشیمانی مرا

خویش را چون موج گوہر گرچہ گرد آوردہ ام   دل پُرست از ذوقِ اندازِ پرافشانی مرا

تشنہ لب بر ساحلِ دریا ز غیرت جان دہم   گر بموج افتد گمان چین پیشانی مرا

با سراج الدین احمد[1] چارہ جز تسلیم نیست

ورنہ غالب نیست آہنگ غزل خوانی مرا[2]

از وہم قطرہ گیست کہ در خود گمیم ما   اما چو وارسیم ہمان قلزمیم ما

در خاک از ہوائے گل و شمع فارغیم   از توسن تو طالب نقش سمیم ما

تمکینِ از چرخِ سبک سر بباد رفت   خوش دستگاہ انجمن انجمیم ما

مردم بہ کینہ تشنۂ خون ہمند و بس   خون می خوریم چون ہم ازین مردمیم ما

از حد گزشت شملۂ دستار و ریشِ شیخ   حیرانِ این درازیِ یال و دمیم ما

دستت ز ما بشوی مسیحا کہ زیر خاک   آب از تفِ نہیب صدائے قمیم ما

پنہان بہ عالمیم ز بس عین عالمیم   چون قطرہ در روانیٔ دریا گمیم ما

ما را مدد ز فیض ظہوری ست در سخن   چون جام بادہ رابطہ خوارِ خمیم ما

غالب ز ہند نیست نوائے کہ می کشیم

گوئی ز اصفہان و ہرات و قمیم ما

بہ گیتی شد عیان از شیوۂ عجز اضطرارِ ما   ز پشتِ دستِ ما باشد قماش روئے کارِ ما

بہ بزم انگندہ مے را چارۂ رنج خمارِ ما   قدح بر خویش می لرزد ز دستِ رعشہ دارِ ما

خوشا جانے کہ اندوہے فرو گیرد سراپایش   ز نومیدی توان پرسید لطفِ انتظارِ ما

---

[1] سراج الدین احمد خان، لکھنوی، در کلکتہ سکونت می داشت و بر منصبی بزرگ فائز بود غالب او را بسیار دوست می داشت، بسیار مکاتیب بنام او بزبان فارسی نوشت کہ در کلیات نثر طبع شدہ اند

[2] در نسخۂ "د" این مصرع است۔ ورنہ غالب می گزد ذوقِ غزل خوانی مرا۔

نشستن بر سرِ راهِ تحیر عالمے دارد ‌ ‌ ‌ که هر کس میرود از خویش میگردد دوچار ما

چو بوئے گل جنون تازیم از مستی چه می پرسی ‌ ‌ ‌ گسستن دارد از صد جا عنان اختیار ما

فروزد هر قدر رنگِ گل افزاید تب و تابش ‌ ‌ ‌ کباب آتش خویش ست پنداری بهار ما

حریفان شورشِ عشق ترا بے پرده دیدندے ‌ ‌ ‌ بدامان گر نه کشتے نسیمِ گل پرده دار ما

هنوز از مستیِ چشمِ تو می بالد تماشائی ‌ ‌ ‌ بموجِ باده ماند پرتوِ شمعِ مزار ما

بدین تمکین حریفِ دستبردِ ناله نتوان شد ‌ ‌ ‌ بود سنگِ فلاخن[1] مرصداے را کوهسار ما

خوشا آوارگی گر در نوردِ شوق بربندد ‌ ‌ ‌ به تارِ دامنے شیرازهٔ مشتِ غبار ما

بدین یک آسمان دردانه می بینی نمی بینی ‌ ‌ ‌ که ماهِ نو شد از سودن کفِ گوهر شمار ما

نهالِ شمع را بالیست از کاهیدن ست اینجا
گداز جوهرِ هستی ست غالب آبیارِ ما

بیابان تبت یاد می آرم زمانے را ‌ ‌ ‌ که دل عهدِ وفا نابسته دادم دلستانے را

فسونے کو که بر حالِ غریبے دل بدرد آرد ‌ ‌ ‌ بد اندیشی باندوه عزیزان شادمانے را

اجازت داد پیشش یکدو حرف از دردِ دل گفتم ‌ ‌ ‌ پس از دیرے که بر خود عرضه دادم داستانے را

جهان هیچ ست باوے لاجرم زنهار چه اندیشد ‌ ‌ ‌ گرفتم کز فغانم دل ز هم پاشد جهانے را

ندارم تابِ ضبطِ راز دی ترسم ز رسوائی ‌ ‌ ‌ مگر جویم ز بهرِ همزبانی بیز بانے را

کشاد شستش از مستی ندارد دلنشین تیرے ‌ ‌ ‌ مگر برمن گمارد آسمان زورین کمانے را

بیا در گلشن بختم که در هر گوشه بنمائیم ‌ ‌ ‌ ز جوشِ لاله و گل در حنا پائے خزانے را

کمالِ دردِ دل اصلے ست در ترکیب انسانی ‌ ‌ ‌ بخون آغشته اند اندر تنِ هر موئے جانے را

خورم خون از تو بیحد لیکن از زاری چه کم گردد ‌ ‌ ‌ اگر شد زهرهٔ آب و برد اجزاے فغانے را

---

[1] فلاخن ہندی گوپھن گویند

بشہر از دوست بعد از روزگارے یافتم غالبؔ
زعنوان خطے کز راه دور آمد نشانے را

از تست اگر ساختهٔ پرداختهٔ ما
کفرے نبود مطلب بیساختهٔ ما

پروردهٔ نازیم برحمت کدهٔ عجز
بر پائے تو باشد سر افراختهٔ ما

ہمطرحیٔ سود ازدگان تو بلا شد
کاشانهٔ اغیار برانداختهٔ ما

در عشق تو برماست دیت اہلِ نظر را
ابروئے تو تیغ بخیال آختهٔ ما

حیرانیٔ ما آئینهٔ شہرتِ یار است
شد جاده بکویش نفس باختهٔ ما

وقتست که چون گرد ز تحریک نسیمے
ریزد پر و بال از قفس فاختهٔ ما

بودیم نظر باز و تو بر دل زدهٔ باز
اے دیده نوازش ز تو ننواختهٔ ما

ہر جاده که از نقش پے تست به گلشن
جاکیست به جیب ہوس انداختهٔ ما

غالبؔ بدم افسون اقامت که بلائیست
دیوانهٔ از بند بردن تاختهٔ ما

خوش وقت اسیری که بر آمد ہوسِ ما
شد روز نخستین سبد گل قفسِ ما

مہتاب نمکسار بود بادهٔ ما را
اے بے مزه بے روئے تو بزم ہوس ما

حیرت زدهٔ جلوهٔ نیرنگ خیالم
آئینه ندادید به پیش نفس ما

آوازهٔ شرع از سرِ منصور[1] بلندست
از شب روئی ماست شکوهِ عسس[2] ما

وقتست که خون جگر از درد بجوشد
چندان که چکد از مژهٔ دادرس ما

اے بے خبر از نیستی و ذوق فراغش
در پیرہن ما نبود خار و خس ما

در دہر فرو رفتهٔ لذت نتوان بود
بر قند نه بر شہد نشیند مگس ما

---

[1] حسین بن منصور حلاج عالمے و عارفے بود که در عالم مستی و بیخودی نعرهٔ انا الحق زده (من خدا ہستیم) و بحکم خلیفة المقتدر بالله عباسی مطابق فتویٰ الشریعت عضوہائے جسمش را بریدند و بقتل رساندند
[2] عسس۔ محافظ شہر (کوتوال)

طولِ سفرِ شوق چہ پرسی کہ درین راہ
چون گرد فرو ریخت صدا از جرس ما

حورانِ بہشتی کہ نہ دارند گلابی
بر خویش نشانند گدازِ نفس ما

ہر جا رمِ سنگے ست در آوردہ بسرِ خویش
در بند برومندئ نخلِ ہوس ما

باشد کہ بدین سایہ دو سرچشمہ گرایند
یاران عزیز اند گروہی ز پسِ ما

خرسندئ غالب نبود زین ہمہ گفتن
یکبار بفرمائی کہ اے ہیچکس ما

شکستِ رنگ تارِ سوانساز و بیقراران را
جگر خون ست از بیم نگاہت رازداران را

ز پیکانہائے ناوک در دلِ گرمم نشان نبود
بہ ریگستان چہ جوئی قطرہ ہائے آبِ باران را

بود پیوستہ پشتِ صبر بر کوہِ از گرانجانی
چہ افسون خواندہ در گوشِ دلِ امیدواران را

کفِ خاکیم از ما بر نخیزد جز غبار آنجا
فزون از حشرے نبود قیامت خاکساران را

بہ ترکِ جاہ گو تا گردشِ ایام برخیزد
کہ گلخن تاب دائم در نظر دارد بہاران را

در آبے خود بباز ای آگاہِ اہلِ حسن تا بینی
رہِ شعلہ گرم مشقِ جولانِ نے سواران را

نگشت از سجدۂ حق جبہۂ زاہد نورانی
چنان کافروخت تابِ بادہ روئے بادہ خواران را

دریغ آگاہی و کافسردگی گرد و سرد برگش
زمستی بہرہ جز غفلت نباشد ہوشیاران را

ز غیرت میگدازد در خجالت گاہ تاثیرم
زبون دیدن بدستِ شیشہ سازان کوہساران را

برنجم غالب از ذوقِ سخن خوش بودی ار بودے
مرا لختے شکیب و پارۂ انصاف یاران را

سپردم دوزخ و آن داغہائے سینہ تابش را
سرابے بود در رہ تشنۂ برقِ عتابش را

ز پیدائے حجابِ جلوہ سامان گردنش نازم
کفِ صہباست گوئی پنبۂ مینائے شرابش را

ندانم تا چہ برقِ فتنہ خواہد ریخت بر ہوشم
تصور کردہ ام بگسستنِ بندِ نقابش را

دمِ صبحِ بہار این مایہ در ہوشی نمی ارزد
صبا بر مغزِ دہر افشاند گوئی رختِ خوابش را

سوادش داغِ حیرانی غبارش عرضِ ویرانی — جہان را دیدم و گردیدم آبادِ خرابش را
ز تابِ تشنگی جان را نوید آبرو بخشم — کمندِ جذبۂ دریا شناسم موجِ آبش را
ز من کز بیخودی در وصل تنگ آید ز بوئے نشانم — بہر یک شیوہ نازش باز میخواہد جوابش را
سوادِ توسنِ نازست و بر خاکم گزر دارد — ببال اے آرزو چندانکہ دربانی رکابش را
شکایت نامہ گفتم در نوردم تا روان گردد — ہمان در راہ قاصد ریخت از شکنم پیچ و تابش را
ندانم تا چسان از عہدۂ دردش بر آیم — ز شادی جان بہا گفتم متاعِ کم بہایش را
ز خوبان جلوہ و ز ما بیخودان جان رونما خواہد — خریدارست ز انجم تا بہ شبنم آفتابش را
خیالش صید دامِ پیچ و تابِ شوق بود اما — من از مستی غلط کردم بشوخی اضطرابش را

بہ نظم و نثرِ مولانا ظہوری زندہ ام غالب
رگِ جان کردہ ام شیرازہ اوراقِ کتابش را

مدام محرمِ صہبا بود پیالۂ ما — بگرد مہر تنیدست خطِ ہالۂ ما
زہے ز گرمی خوبہت نفس گرانمایہ — گداز نالۂ ما آبیار نالۂ ما
چمن طرازِ جنونیم و دشت و کوہ از ماست — بہ مہر داغ شقائق بود قبالۂ ما
بدل ز جورِ تو دندان فشردہ ایم و خوشیم — ز استخوان اثرے نیست در نوالۂ ما
تو زود مستی و ما رازدانِ خوئے تو ایم — شراب در کش و پیمانہ کن حوالۂ ما
درازیٔ شبِ ہجران ز حد گزشت بیا — فدائے روے تو عمرِ ہزار سالۂ ما
جنون بہ بادیہ پرداز گلستان بخشید — سوادِ دیدۂ آہوست داغِ لالۂ ما
ز سعیٔ ہرزہ بہ بیحاصلی علم گشتیم — چو باد بید پدید آمد از امالۂ ما

ہمین گداختن ست آبروے ما غالب
گہر چہ ناز فروشد بہ پیش ژالۂ ما

نہفت شوخیٔ بے پردہ شورِ جنگش را — ز بادہ تندی این بادہ برد رنگش را

کدام آئینہ با روے او مقابل شد
کہ بیقراریِ جوہر نبرد زنگش را

چو غنچہ جوشِ صفائیِ تنش ز بالیدن
دریدہ بر تنِ نازک قبائے تنگش را

ز گرمیِ نفسش دل ز اہتزاز آمد
شرارہ شہپرِ پرواز گشت سنگش را

نظّارۂ خطِ پشتِ لبش ز خویشم بُرد
ز بادہ نشّہ فزون دادہ اند بنگش را

چہ نغمہا کہ بہم رگ سرود پنداری
ز رشتۂ کفنم تار و پود چنگش را

بہ حشر وعدۂ دیدار کردہ بیتابم
شتابِ من بسر آرد مگر درنگش را

جگر فشانہ نہم بر خود اعتمادم نیست
مباد دل بہ تپش رد کند خدنگش را

کشیدہ ایم بدیوانگی ز شوخیِ دوست
بہ گونہ گونہ ادا ناز رنگ رنگش را

ز ظرفِ غالبِ آشفتہ گر نۂ آگاہ
بیا ز ما بہ مے تند ہوش و ہنگش را

راز خویت از بد آموزِ تو میجوئیم ما
از تو می گوئیم گر با غیر می گوئیم ما

حشرِ مشتاقان ہمان بر صورتِ مژگان بود
مر ز خاکِ خویشتن چون سبزہ می روئیم ما

رازِ عاشق از شکستِ رنگ رسوائی شود
با وجودِ سخت جانیہا تنک روئیم ما

زین بہار آئین نگاہان بو کہ بینم دیگے
عمرہا شد رخ بخون دیدہ می شوئیم ما

آفتابِ عالمِ سرگشتگی ہائے خودیم
میرسد بوئے تو از ہر گل کہ مے بوئیم ما

تا چہا مجموعۂ لطفِ بہاران بودۂ
تا بزانو سودہ پائے ما دمی پوئیم ما

زحمتِ احباب نتوان داد غالبؔ بیش ازیں
ہر چہ می گوئیم بہر خویش می گوئیم ما

اے روی تو بجلوہ درآوردہ رنگ را
نقشِ تو تازہ کردہ بساطِ فرنگ را

از نالہ آخیزی دلِ سخت تو در تبم
در عطسۂ شرر مفگن مغزِ سنگ را

از عمرِ نوح عرض برد انتظارِ تو
در عرضِ شوق تاب نیاردِ درنگ را

داغم کہ در ہوائے سرِ دامنِ کسے ست — در خونِ من ز ناز فرو بردہ چنگ را
در بزمِ مے بجامِ زمرّد نخوردہ ٔ — سنجد بدشت جلوہ ٔ داغِ پلنگ را
جوئے کشادہ شست ترا تا نماندہ آب — کاندازہ آوردہ رقمِ خشم و جنگ را
چون آبگینہ ٔ بہ جگر در شکستہ ام — آن چشمہ چشمہ لذتِ زخمِ خدنگ را
در گوشہ ٔ خزیدہ ز اندوہ بیکسی — آن بر شکستہ خلوتِ دلہائے تنگ را
شوخے کہ خود ز نام و فا ننگ داشتے — بر باد میدہد بوفا نام و ننگ را

غالب ز عاشقی بہ ندیمے رسیدہ ام
نازم شگرف کاریِ بختِ دو رنگ را

سوزد ز بسکہ تابِ جمالش نقاب را — دانم کہ در میان نہ پسند د حجاب را
پیراہن از کتان ز دو مادم ز سادگی — نفرین کند بپردہ دری ماہتاب را
تا خود شبے بہ ہمدمئ ما بسر برد — در چشمِ بختِ غیر رہا کرد خواب را
نا رفتہ دم ز وعدہ ٔ باز آمدن زند — تا در وصالِ یاد دہد اضطراب را
دزد دل خرد بہ لابہ ٔ و از جان بدر کشد — دیرینہ شکوہ ٔ ستمِ بے حساب را
جرأت نگر کہ ہرزہ بہ پیش آمدِ سوال — گیرم بہ بوسہ زان لبِ نازک جواب را
نازم فروغِ بادہ ز عکسِ جمالِ دوست — گوئی فشردہ اند بجام آفتاب را
سوزد ز گرمیش مے و داد ہمچنان بہ لہو — ریزد ز آبگینہ بساغر شراب را
آتش دہم ببادہ و داد ہر دم از تمیز — نوشندہ ٔ ز جام فرو ریزد آب را

آسودہ باد خاطرِ غالب کہ خوئے اوست
آمیختن ببادہ ٔ صافی گلاب را

نویدِ التفاتِ شوق دادم از بلا جان را — کمندِ جذبہ ٔ طوفان شمردم موجِ طوفان را
پرستارم جگر در باخت یارب دل اندازش — ز بیتابی بزخمم سرنگون گردن نمکدان را

چنان گر مست بزم از جلوهٔ ساقی که پنداری — گداز جوهر نظاره در جام است مستان را
ندارم شکوه از غم با هجوم شوق خرسندم — ز جا برداشت جوش دل همانا داغ هجران را
قضا از نامه آهنگ دریدن ریخت در گوشم — ز پشت ناخنم نسترده نقش روی عنوان را
به تن چسپید بازم از نم خونابه پیراهن — خراش سینه سطر بخیه شد چاک گریبان را
بجرم تاب ضبط ناله با من داوری دارد — ز شوخی می شمارد زیر لب نادیدن افغان را
هنوز آئینهٔ ما می پذیرد عکس صورتها — چو با صبح خنده زد اندر دل افشردیم دندان را
تکلف بر طرف لب تشنهٔ بوس و کنارستم — ز دامم باز چیدن دام نوازشهای پنهان را
به مستی گر بجنت بگذری زنهار نفریبی — سراپای در ره ستی تشنهٔ دیدار جانان را
چمن سامان بتی دارم که دارد وقت گل چیدن — خرامی کز ادای خویش پر گل کرده دامان را
باندازِ صبوحی چون به گلشن ترکتاز آری — پریدن‌های رنگ گل شفق گردد گلستان را
کباب نوبهار اندر تنور لاله می سوزد — چه فیض از میزبان لاابالی پیشه مهمان را
چه دود دل چه موج رنگ در هر پرده از هستی — خیالم شانه باشد طرهٔ خواب پریشان را
به شبها پاس ناموس نخوتیشم بدگمان دارد — ز شور ناله سیر بزم نمک در دیدهٔ دربان را
ز مستی محو پاکوبی بود هر گردباد اینجا — رواج خانقاه است از غم خاکم بیابان را

رسید نهلے منقار هما بر استخوان غالب
پس از عمری بیاد دم داد رسم و راه پیکان را

به خلوت مژدهٔ نزدیکی یار است پهلو را — فریب امتحان پاکبازی داده ام او را
ز محو پردهٔ محمل مگو فرهاد را میرم — که میخاید بذوق فتنهٔ شادروان[1] مشکو[2] را
جهان از باده و شاهد بدان ماند که پنداری — بدنیا از پس آدم فرستادند مینو را
ز من رنجیده با اغیار در ناز است و میخواهد — بخنجش‌های ابرو از گره پردازد ابرو را
بزور تندخوئی خستگان را رام خود کردن — به آتش بردن است از موی تاب پیچش مو را

---

[1] شادروان، پرده، بساط۔ [2] مشکو۔ حرم سرائے سلاطین و امرا

نباشد دیده تا حق بین مده دستوری اشکش | چو گوهر سنج کو پیش از گهر سنجد ترازو را
چو بنشیند بمحفل بگزرانم در دل تنگش | که رنجد غیر از و چون بے سبب درہم کشد رو را
اگر داند که در نسبت مرا با کیست ہم چشمی | کشد در دیده ہر گردے که از ره خیزد آہو را
بہاران گو برو مشاطۂ کوه و بیابان شو | گل از لخت دل عشاق زیبد آن سر کو را

نشان دور دست غالب در سخن این شیوه بس نبود
بدین زورین کمان می آزمایم دست و بازو را

باده بمشکبوئے ما بید و کنار کشت ما | کوثر و سلسبیل ما طوبیٔ ما بہشت ما
بسکه غم تو بوده است تعبیه در سرشت ما | نسخهٔ فتنه می برد چرخ ز سرنوشت ما
حسرت وصل از چه رو چون بخیال سرخوشیم | ابر اگر بایستد بر لب جو ست کشت ما
نور خرد در آگہی خواہش تن پدید کرد | صرف ز قوم دوزخ ست نامیه در بہشت ما
این همه از عتاب تو ایمنی عدو چرا ست | اے به بدی دنا خوشی خوئے تو در سرشت ما
برده صدا ز بعلبین بسر بر سر صد ہزار خم | گر بنهی در آفتاب باده چکد ز خشت ما
بے خطر از خودی بر آ، به انا الصنم کشا | شیوه دگر گیرد از غیبت در کنش کنشت ما
باده اگر بود حرام بذله خلاف شرع نیست | دل ننهی بخوب ما طعنه مزن بزشت ما

گفت بحکم حسرتی[1] غالب خسته این غزل
شاد بہیچ می شود طبع وفا سرشت ما

دل تاب ضبط ناله ندارد خدائے را | از ما مجوے گریۂ بے ہائے ہائے را
آید بچشم روشنیٔ ذره آفتاب | بر ہر زمین که طرح کنی نقش پائے را

---

[1] حسرتی، تخلص نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ دوستِ مخلص مرزا غالب و صاحبِ تذکرۂ "گلشنِ بیخار"۔ متوفی ۱۸۶۹ء

مشتاق عرض جلوهٔ خویش ست حسن دوست
از قرب مژده ده نگهٔ نارسائے را

آشفتگی بر اوج فنا بال میزند
اے شعله داغ گردو نگهدار جائے را

واماندگیست اے سپر وادیٔ خیال
شوقِ تو جاده کرد رگِ خواب پائے را

سر منزل رسای اندیشهٔ خودیم
در ما گمست جلوهٔ بے رهنمائے را

از پیچ و تاب آز ستوهند سرکشان
انگشت زینهار شمر هر لوائے را

حسن بتان ز جلوهٔ ناز تو رنگ داشت
بیخود به بوئے باده کشیدیم لائے را

گوید تغافل تو که رد کردهٔ توام
از پشت چشم می نگرم پشت پائے را

یارب به بال تیغ که پرواز می کند
ننگست دوش فرقِ بلندی گرائے را

گر چشم اشک از دست و گر سینه آه از دست
با کیست داوری دل درد آزمائے را

مردم ز فرطِ ذوق و تسلی نمی شوم
یارب کجا برم لبِ خنجر ستائے را

غالب بریدم از همه خواهم که زین سپس
کنجے گزینم و بپرستم خدائے را

تا دوخت چاره گر جگر چاره پاره را
از بخیه خنده بر دمِ تیغ ست چاره را

با اضطراب دل ز هر اندیشه فارغم
آسائشے ست جنبش این گاهواره را

چون شعله هم ز روئے تو پیداست خوئے تو
تا کے بتاب باده فریبے نظاره را

سرگرم مهر شد دل چرخ ستیزه خو
چندان که داغ کرد جبین ستاره را

دانی که ریگ بادیهٔ غم روان چراست
اینجا گسسته اند عنان شماره را

گیتی ز گریه ام تر و بالاست بعد ازین
جویند در میانهٔ دریا کناره را

اے لذتِ جفائے تو در خاک بعد مرگ
با جان سرشته حسرت عمر دوباره را

جوهر دمید ز آئینه دلخسته تا کجا
دزدد بخود ز بیمِ نگاهت اشاره را

خونم ستاده بود بدرد فسردگی
دل داد پایمردیٔ تیغت گزاره را

شمع از فروغ چہرۂ ساقی در انجمن — چون گل بسر زدست ز مستی نظارہ را

بنگر نخست تا ستم از جانب کہ بود — با شیشہ داوری پئے داد دست خارہ را

داغم ز بخت گر ہمہ اوج اثر گرفت — آہ از سپہر ریخت بفرقم شرارہ را

غالب مرا ز گریہ نوید شہادتے ست
کاین سبحہ رنگ داد بخون استخارہ را

قضا آئینہ دار عجز خواہد ناز شاہی را — شکستے در نہاد ہستی ادائے کج کلاہی را

طبیعی نیست ہر جا اختلاط از دے حذر خوشتر — کم از سوزندہ آتش نیست آب گرم ماہی را

ز رخت خوابم آتشپارہ ہا رفتست میداند — تنم در لرزہ انگندست باد صبحگاہی را

نماند از کثرت داغ غمت آسایہ جا باقی — کہ داغے در فضائے سینہ اندازد سیاہی را

شبم تاریک و منزل دور و نقش جادہ ناپیدا — بلا کم جلوۂ برق شراب گاہ گاہی را

چہ دردی می سازی لے آئینہ آہ از سادگی ہایت — بمن بگزار گفتم شیوۂ حیرت نگاہی را

ودیعت بودہ است اندر نہاد عجز ما نازے — جدا از قطرہ نتوان کرد طوفان دستگاہی را

ہمانا کز نو آموزان درس رحمتے زاہد — بذوق دعوئ از بر کردہ بحث بیگناہی را

دلا گر داوری داری بچشم سرمہ آلودش — نختم بے زبانان کن تا بکار آئیم گواہی را

مرو در کنج خشم گر دستے بدامان تو زد غالب
بکیش من نمیداند طریق دادخواہی را

لرزہ دارد خطر از ہیبت ویرانۂ ما — سیل را پائے بہ سنگ آمدہ در خانۂ ما

نفی از برق بلا تعبیہ دارد در خویش — دہن خاک کند آبلہ از دانۂ ما

چشم بر تازگئ شور جنون دوختہ است — در خزان بیش بود مستی دیوانۂ ما

مے باندازہ حرام آمدہ ساقی برخیز — شیشۂ خود بشکن بر سر پیمانۂ ما

تنگیش نام بر آوردہ تماشا دارد — در پئے مور فرو رفتن کاشانۂ ما

به چراغی نرسیدیم درین تیره سرا — شمع خاموش بود طالع پروانهٔ ما

دم تیغت تنک و گردن ما باریک است — آفرین بر تو و بر همت مردانهٔ ما

دود آه از جگر چاک دمیدن دارد — زلف خم بست نهٔ دست گہِ شانهٔ ما

خوش فرو میرود افسون رقیبت در دل — پنبهٔ گوش تو گردد مگر افسانهٔ ما

مو بر آید ز کف دست اگر دہقان را — نیست ممکن کہ کشد ریشه سر از دانهٔ ما

داده بر تشنگیِ خویش گواہی غالب

دہن ما به زبان خط پیمانهٔ ما

اے گل از نقش کف پاے تو دامان ترا — گل فشان کرده قبا سرو خرامان ترا

تازه خون کہ ازین پرده شفق باندھد — رونقِ صبح بہارست گریبان ترا

ہر قدر شکوه کہ در حوصله گرد آمده بود — گوے گردید بمستی خم چوگان ترا

جذبهٔ زخم دلم کارگر افتاد مباد — عطسه غربال کند مغز نمکدان ترا

ندہد بوے کباب از نفس غیر و خوشم — می شناسم اثر گرمیِ پنہان ترا

راحتِ دائمی ذوقِ طلب را نازم — گرد نمناک بود سایه بیابان ترا

چشم آغشته بخون بین و ز خلوت بدر آے — اینک ابر شفق آلوده گلستان ترا

آئی از بزم رقیب و سر راہت میرم — تار باشم دل از نازِ پشیمان ترا

چه غم ار سیلی سنگ ستمش کرد کبود — سبزه زار نیست تنم طرف خیابان ترا

فرصتت باد کہ سر در سر کارت کردیم — آفتاب لب بامیم شبستان ترا

ہر نجایی کہ دہد ردّے بر ہنگامهٔ شوق — پردهٔ ساز بود زمزمه سنجان ترا

فارغش ساخته از حسرت پیکان غالب

حق بود بر جگر ریش تو دندان ترا

غمت در بوتهٔ داغش گداز دمغز خامان را — لبت تنگ شکر سازد دہانِ تلخ کامان را

قضا در کارها اندازهٔ هر کس نگهدارد
بقطعِ وادیٔ غم می گمارد تیزگامان را

ز هستی پاک شو گر مرد راهی کاندرین وادی
گرانیهاست رختِ رهروِ آلوده دامان را

دماغ فتنه می نازد بسامان رسیدنها
طلوعِ نشه گر در راه باشد خوش خرامان را

پے رسوائیٔ ارباب تقویٰ جلوهٔ سرکن
کتانها ماهتابی ساز شاهم نیکنامان را

بعرض ناز خوبان را ز ما بیتاب تر دارد
عنان از برق باشد در رهش نقش سنانان را

خرابیم و رضا نیش در خرابیهاے ما باشد
ز چشم بد نگهدارد خدا ما دوستکامان را

بسا افتاده سرمست و بسا افتاده در طاعت
تو دانی تا به لطف از خاک برداری گدایان را

ز قاتل خردهٔ زخمے گلم در جیب جان ریزد
نشاطِ انگیز باشد بوے خون خونین مشامان را

جهان را خاصی و عامیست آن مغرور و این عاجز
بیا غالبؔ ز خاصان بگزر و بگزار عامان را

نگویم تازه دارم شیوهٔ جادو بیانان را
ولے در خویش بینم کارگر جادوے آنان را

همانا جیش کار بخت ناسازم بتنهائی
ستوه آورده ام از چاره جوئی مهربانان را

ندارد حاجت لعل و گهر حسن خداداد است
عبث در آب و آتش مانده بازارگانان را

چه بی برگیست جان دادن بزخمے زان دهم خنجر
بلا گستم فراخی هاے عیش سخت جانان را

عوض دارد گر آزارِ دلم آزرده می خواهم
بقتل خویش دست و ساعدِ نازک میانان را

سراغ فتنه هاے زهره سوز از خویشتن گیرم
رگِ اندیشه نبض کار باشد کاردانان را

بلفظ عشق صد ره کوه و دریا در میان گفتن
بیاموزید تا پیشش برید افسانه خوانان را

ز نبی برگ رز زر گشت و گل کبریتِ احمر شد
کند پائیز گوئی کیمیا گر باغبانان را

مرنج از ما دوائے بے نیازی عالمے دارد
حکایتها بود با خویشتن بے زبانان را

نگیرد دیگران را حق بجرمے کز کسے بخشد
مسرت گرم دم شفیعے روز محشر دلستانان را

نداند قدر غم تا در نماند کس بدان غالبؔ
مسرت خیزد از تقلید پیران نوجوانان را

ردیف بائے موحدہ

خیز و بے راہ روی را سر راہے دریاب
شورش افزا نگہ حوصلہ گاہے دریاب

عالم آئینۂ راز است چہ پیدا چہ نہان
تاب اندیشہ نداری بہ نگاہے دریاب

گر بہ معنی نرسی جلوۂ صورت چہ کم است
خم زلف و شکنِ طرف کلاہے دریاب

غم افسردگیم سوخت کجائی اے شوق
نفسم را بہ پر افشانیٔ آہے دریاب

بر توانائیٔ ناز تو گواہیم ز عجز
تاب بیجادہ بجذب پر کاہے دریاب

تا چہا آئینۂ حسرت دیدار توایم
جلوہ بر خود کن و ما را بہ نگاہے دریاب

تو در آغوشی و دست و دلم از کار شدہ
تشنہ لبے دلو درسن بر سر چاہے دریاب

داغ ناکامی حسرت بود آئینۂ وصل
شب روشن طلبی روز سیاہے دریاب

فرصت از کف مدہ و وقت غنیمت پندار
نیست گر صبح بہارے شب ماہے دریاب

غالب و کشمکش بیم و امیدش ہیہات
یا بہ تیغے بکش و یا بہ نگاہے دریاب

گر بس از جور بانصاف گراید چہ عجب
از حیا روئے بما گر ننماید چہ عجب

بودش از شکوہ خطر ورنہ سرے داشت بمن
بمزارم اگر از مہر بیاید چہ عجب

رسم پیمان بمیان آمدہ خود را نازم
گفتہ باشد کہ ز بستن چہ کشاید چہ عجب

شیوہ ہا دارد و من معتقدِ خوے ویم
شوقم از رنجش او گر بفزاید چہ عجب

جون گشدم ز رشک کہ در پردۂ جام
از لب خویشش اگر بوسہ رباید چہ عجب

طرّۂ درہم و پیراہن چاکش نگرید
اگر از ناز بخود ہم نگراید چہ عجب

ہرزہ میرم شمرد وز پے تعلیم رقیب
بو خا بشکیم گر بستاید چہ عجب

کار با مطربۂ زہرہ نہادے دارم
گر بہم نالہ بہ ہنجار سراید چہ عجب

آنکہ چون برق بیکجائے نگیرد آرام — گلہ اش در دل اگر دیر نپاید چہ عجب

باچنین شرم کہ از ہستی خویشش باشد
غالب از رخ برہ دوست نساید چہ عجب

جنون محمل بصحرائے تحیر راندہ است امشب — نگہ در چشم و آہم در جگر وا ماندہ است امشب

بذوق وعدۂ سامانِ نشاطے کردہ پندارم — ز فرش گل بروے آتشم بنشاندہ است امشب

خیالِ وحشت از ضعف روان صورت نمی بندد — بیابان بر نگہ دامانِ ناز افشاندہ است امشب

دل از من عاریت جستند اہل لاف و دانستم — سمندر این غریبان را بدعوت خواندہ است امشب

زہے آسایش جاوید ہچون صورت دیبا — نم زخم تن و بستر بہم چپاندہ است امشب

بقدر شام ہجرانش درازی باد عمرش را — فلک نیز از کواکب سبحہ گرداندہ است امشب

بخوابم میرسد بندِ قبا وا کردہ از مستی — ندانم شوق من برد ے چہ افسون خواندہ است امشب

بدست کیست یارب لغت کاین دل شوریدہ مینالد — سر زنجیر مجنون را کہ می جنباندہ است امشب

خوشست افسانۂ درد جدائی مختصر غالب
بحسرت میتوان گفت آنچہ در دل ماندہ است امشب

از اندۂ نایافت قلق میکنم امشب — گر پردۂ ہستی ست کہ شق میکنم امشب

ہان آئینہ بگزار کہ عکسم نفریبد — نظارۂ یکتائی حق میکنم امشب

آتش بہ نہادم شدہ آب از تفِ مغزم — از تب نبود اینکہ عرق میکنم امشب

جان بر لبم اندازۂ دریا کشیم نیست — از نے طلب سدِّ رمق میکنم امشب

از ہر بن مو چشمۂ خون باز کشادم — آرایش بستر ز شفق میکنم امشب

مے میچکد از لعل لبش در طلب نقل — مشتے ز کواکب بہ طبق میکنم امشب

نازم سخنش را و نیابم دہنش را — خوش تفرقہ در باطل و حق میکنم امشب

عمریست کہ قانون طرب رفتہ ز یادم — آموختہ را باز سبق میکنم امشب

غالب نبود شیوهٔ من قافیه بندی
ظلمے ست کہ بر کلک و ورق می کنم امشب

ردیف بائے فارسی

سحر دمیده و گل در دمیدن ست مخسپ
جهان جهان گل نظاره چیدن ست مخسپ

مشام را بہ شمیم گلے نوازش کن
نسیم غالیه سا در وزیدن ست مخسپ

ز خویش حسن طلب بین و در صبوحی کوش
مے شبانه ز لب در چکیدن ست مخسپ

ستارهٔ سحری مژده سنج دیدار یست
ببین کہ چشم فلک در پریدن ست مخسپ

تو محو خواب و سحر در تاسف از انجم
بر پشت دست بدندان گزیدن ست مخسپ

نفس ز ناله به سنبل در دویدن ست بخیز
ز خون دل مژه در لاله چیدن ست مخسپ

نشاط گوش بر آواز قلقل ست بیا
پیاله چشم براه کشیدن ست مخسپ

نشان زندگی دل دویدن ست مایست
جلاے آئینهٔ چشم دیدن ست مخسپ

ز دیده سود حریفان کشودن ست مبند
ز دل مراد عزیزان تپیدن ست مخسپ

بذکر مرگ شبے زنده داشتن ذوقے ست
گرت فسانهٔ غالب شنیدن ست مخسپ

ردیف تائے فوقانی

حق[1] جلوه گر ز طرزِ بیانِ محمد ست
آرے کلام حق بزبانِ محمد ست

---

[1] در نسخه "د" این غزل موجود نیست

آئینه دار پرتو مهرست ماهتاب — شان حق آشکار ز شانِ محمدؐ ست

تیر قضا هر آئینه در ترکش حق ست — اما کشادِ آن ز کمان محمدؐ ست

دانی اگر به معنیٔ لولاک وارسی — خود هر چه از حق ست از آن محمدؐ ست

هر کس قسم بدانچه عزیزست می خورد — سوگند کردگار بجان محمدؐ ست

واعظ حدیثِ سایهٔ طوبیٰ فرو گزار — کاینجا سخن ز سرو روان محمدؐ ست

بنگر دو نیمه گشتن ماه تمام را — کان نیمه جنبشے ز بنان محمدؐ ست

ور خود ز نقش مُهر نبوت سخن رود — آن نیز نامور ز نشان محمدؐ ست

غالب ثنائے خواجه به یزدان گزاشتم
کان ذات پاک مرتبه دان محمدؐ ست

گلشن به فضائے چمن سینهٔ ما نیست — هر دل که نه زخمے خورد از تیغ تو وا نیست

می سوزم و می ترسم از آسیب زبانش — آوخ که در آتش اثر آبِ بقا نیست

عمریست که می میرم و مردن نتوانم — در کشور بیداد تو فرمان قضا نیست

هفت اختر و نه چرخ خود آخر بچه کارند — بر قتل من این عربده با یار روا نیست

عمرے بسر گشت و جهان بر سر جورست — گویند بتان را که وفا نیست چرا نیست

جنت نه کند چارهٔ افسردگیٔ دل — تعمیر باندازهٔ ویرانیٔ ما نیست

با خصم زبون غیر ترحم چه توان کرد — من ضامن تاثیر اگر ناله رسا نیست

فریاد ز زخمے که نمک سود نباشد — هنگامه بیفزاے که پرسش بسزا نیست

گر مهر و گر کین همه از دوست قبولست — اندیشه بجز آئینهٔ تصویر نما نیست

مینائے مے از تندیٔ این مے بگدازد — پیغام محبت در خور تحویل صبا نیست

هر مرحله از دهر سرابست بلے را — کز نقش کف پائے کسے بوسه ربا نیست

از ناز دل بے هوس ما نه پسندید — دل تنگ شد و گفت درین خانه هوا نیست

برگشتنِ مژگان تو از روے عتابیست | کاندر دلم از تنگیٔ جا یک شرہ جانیست

دریوزۂ راحت نتوان کرد ز مرہم
غالبؔ ہمہ تن خستۂ یار ست گدانیست

بسکہ درین داوری بے اثر افتادہ است | اشک تو گوئی مرا از نظر افتادہ است
عکسِ تنش را در آب لرزہ بود ہم ز موج | بیم نگاہ خودش کار گر افتادہ است
نالہ نداند کہ من شعلہ زبان می کنم | ہر چہ ز دل جستہ است در جگر افتادہ است
خاطرِ بلبل بجوئی قطرۂ شبنم نگوئی | کز پسِ گوشِ گل نالہ تر افتادہ است
ہر چہ ز سرمایہ کاست در ہوس افزودہ ایم | ہر چہ ز اندیشہ خاست در خطر افتادہ است
از نگہ سرخوشت کام تمنا کہ جد | آئینہ سادہ دل دیدہ ور افتادہ است
او دے از ما گداخت وین نفست گرم ساخت | نالۂ ما از نگاہ شوخ تر افتادہ است
خونِ ہوس پیشگان خوش نہ بود ریختن | تیغ ادا پارۂ بید گہر افتادہ است
رشکِ دہانت گداشت غنچہ و گل چون شگفت | دید کہ از روے کار پردہ بر افتادہ است
دہ بہ فرو ماندگی دادِ فرو ماندگان | سایہ در افتادگی وقفِ ہر افتادہ است
مستیٔ دل دیدہ را محرمِ اسرار کرد | بیخودیِ پردہ دار پردہ در افتادہ است

آن ہمہ آزادگی دین ہمہ دلدادگی
حیف کہ غالبؔ ز خویش بیخبر افتادہ است

در گریۂ نالہ وادی دل رزمگاہ کیست | خونے کہ میدود بشرائین سپاہ کیست
حسن تو در حجاب ز شرمِ گناہ کیست | جا بر کرشمہ تنگ ز جوشِ نگاہ کیست
مست و رُخ کشادہ بہ گلزار میروند | خون در دل بہار ز تاثیرِ آہ کیست
ما با تو آشنائی تو بیگانۂ ز ما | آخر تو و خدا کہ جہانے گواہ کیست
تو برنتابد این ہمہ پیچ و خم و شکن | زلفِ تو روزنامۂ بختِ سیاہ کیست

زنیسان کہ سر بسر گل و ریحان و سنبل ست | طرفِ چمن نمونۂ طرفِ کلاہ کیست
رشک آیدم بروشنیٔ دیدہ ہائے خلق | دانستہ ام کہ از اثر گرد راہ کیست
با من بخواب نازد و من از رشک بدگمان | تا عرصۂ خیال عدو جلوہ گاہ کیست
بیخود بوقت ذبح تپیدن گناہ من | دانستہ دشنہ تیز نکردن گناہ کیست

غالب حباب زندگی از سر گرفتہ است
جانا بہ من بگو کہ عمت داد خواہ[1] کیست

در تابم از خیال کہ دل جلوہ گاہ کیست | داغم ز انتظار کہ چشمش براہ کیست
از نالہ خیزئے دل سختش در آتشم | کاین سنگ پُر شرر ز ہجوم نگاہ کیست
چشمش پر آب از تف مہر پری وشے ست | من در گمان کہ از اثر دود آہ کیست
ظالم تو و شکایت عشق اینچہ ماجراست | بارے بمن بگو کہ دلت داد خواہ کیست
در خود گم ست جلوۂ برق عتاب تو | این تیرگی بہ طالع مشت گیاہ کیست
نیرنگ عشق شوکتِ رعنائی تو برد | در طالع تو گردشِ چشم سیاہ کیست
گوید ز عجز چو نتو خدا ناشناس حیف | با چون خودی کہ داور گیتی گواہ کیست
با این ہمہ شکست درستی ادائے اوست | رنگ رخت نمونۂ طرف کلاہ کیست
با تو بہ پند حرف بہ تلخی گناہِ من | با من بہ عشق غلبہ بدخوئی گناہِ کیست

غالب کنون کہ قبلۂ او کوے دلبریست
کے میرسد بدین کہ درش سجدہ گاہ کیست

یاد از عدو نیارم وانہم ز دو دبینی ست | کاندر دلم گزشتن یاد دست ہم نشینی ست
در عالم خرابی از غیل منعمانم | سیلم برخت شوئی برقم بخوشہ چینی ست

---

[1] نسخۂ بدن "عمر گاہ" است

پیرم دے بتر سم کز فرطِ بدگمانی   داند کہ جان سپردن از عافیت گزینی ست

در بادہ دیر مستم آرے ز سخت جانیست   در غمزہ زود رنجی آرے ز نازنینی ست

من سوئے او بہ بینم داند ز بے حیائی ست   او سوے من نہ بیند دانم ز شرمگینی ست

ذوقیست در ادایت قاصد تو خدایت   در جیب من بیفشان خلعت گرا ستینی ست

زین خونچکان نواہا در باب ما جراہا   ہنگامہ رام اسیری اندیشہ رام حزینی ست

در دشکست دل را رام صدا نخواہم   ساز شکایت من نازش ز موے چینی ست

نازم بزودیابی نازد بگوشش دگردن   چندان کہ ابر نیسان در گوہر آفرینی ست

سوزم دمے کہ یارم یاد آورد کہ غالب
در خاطرش گزشتن یا غیرہم نشینی ست

لبِ شیرین تو جانِ نمک ست   واین کہ گفتم بزبانِ نمک ست

در نہاد نمک از رشکِ لبت   ہست شورے کہ فغان نمک ست

اے شدہ لطف و عتابت ہمہ ناز   ناز در عہد تو کان نمک ست

ناز سرمایۂ دیگر ز تو یافت   نمکِ خوانِ تو خوانِ نمک ست

شورہا صرف فغانم کردند   نمک از حسرتیان نمک ست

زخم ما پنبۂ مرہم دارد   زین سفیدی کہ نشان نمک ست

گر نمک سود کنے زخم دلم   سود زخم ست و زیان نمک ست

گفتی الماس فشاندم تو و حق   نازش من بہ گمان نمک ست

نطق من مایۂ من بس غالب
خود نمک گوہر کان نمک ست

چہ فتنہ ہا کہ در اندازۂ گمان تو نیست   قیامت ست دل دیر مہربان تو نیست

فریب آشتی دہ ظفر مبارک باد   دل ستم زدہ در بند امتحان تو نیست

نگر زپارهٔ سنگم که ریزدت دمِ تیغ
بکش مترس که در سود من زیان تو نیست

دلم بعهد وفاے فریفت نامه بسپار
خوش ست وعدهٔ تو گرچه از زبان تو نیست

شکسته رنگ تو از عشق خوش تماشائیست
بهار دهر برنگینی خزان تو نیست

شباهتے ست مرآنرا که بر نیامده است
دگر نه موے بباریکی میان تو نیست

زحق مرنج و درابرو ز خشم چین مفگن
خوش ست رسمِ وفا گرچه از زبان تو نیست

عتاب دهر تماشائیان حوصله اند
بهیچ عربده اندیشه راز دان تو نیست

روان فدائے تو نام که برده ناصح
زہے لطافت ذوقیکه در بیان تو نیست

دل از خموشی لعلت امیدوار چراست
چه گفته بزبانے که در دهان تو نیست

گمانِ زیست بود بر منت ز بیدردی
بدست مرگ دلے بدتر از گمان تو نیست

عیار آتش سوزان گرفته ام صد بار
بسینه تابی داغ غم نهان تو نیست

تغافل تو دلیلِ تجاهل افتادست
تو خدای تو غالب ز بندگان تو نیست

اینکه گفتی غم درون سینه جانفرساست هست
خاشم اما اگر دانی که حق باماست هست

این سخن حق بود گاهی بر زبان ما نرفت
چو تو خود گفتی که خوبان را دل از خاراست هست

دیده تا دل خون شدن کز غم روایت می کنی
گر بگویم کاین بخستین موج آن دریاست هست

دیدی آخر کانتقام خستگان چون می کشند
آنکه می گفتیم ما کامروز را فرداست هست

هم وفا هم خواهش ما هیچ پرسش عیب نیست
آنکه میگفتی که خواهش در وفا بیجاست هست

بارے از خود گو که چونی در زمن پرسی بپرس
بخت ناساز ست آرے یار بے پرواست هست

خوے یارت را تو دانی ورنه از حسن و جمال
زلف عنبر بوست دارد عارض زیباست هست

صبر و آنگاه از تو پندارم نه حد آدمیست
وانکه میگوئی بظاهر گرم استغناست هست

با چنین عشقے که طوفان بلا انگیزدش
چون ببینی کان شکوه دلبری برخاست هست

رہگزارت اے ادائے جان ہمہ چنان فرش ست ہائین ۔ جلوہ گاہت از جان بازان ہمان غم خانہ ست

نظم و نثر شورش انگیزی کہ میباید بخواہ

اینکہ می پرسی کہ غالب در سخن یکتاست ہست

سینہ بکشودیم و خلقے دید کانیجا آتش ست ۔ بعد ازین گویند آتش را کہ گویا آتش ست

انتظار جلوۂ ساقی کبابم می کند ۔ مے بساغر آب حیوان و بہ مینا آتش ست

گریہ ات در عشق از تاثیر دود آہ ماست ۔ اشک در چشم تو آب و در دل ما آتش ست

اے کہ می گوئی تجلی گاہ نازش دور نیست ۔ صبر مشتے از خس و ذوق تماشا آتش ست

بے تکلف در بلا بودن بہ از بیم بلاست ۔ قعر دریا سلسبیل و روئے دریا آتش ست

پردہ از رخ بر گرفت و بیحجابا سوختیم ۔ بادہ با دست آتش اندر دادہ ما را آتش ست

ہم بدین نسبت ز شوخی در دلت جا کردہ ایم ۔ فاش گوئیم از تو سنگست آنچہ از ما آتش ست

گریۂ دارم کہ تا تحت الثری آبست و بس ۔ نالۂ دارم کہ تا اوج ثریا آتش ست

پاک خور امروز و زنہار از پے فردا منہ ۔ در شریعت بادہ امروز آب و فردا آتش ست

راز بدخویان نہفتن بر نتابد بیش ازین ۔ پردہ دار سوز و ساز ماست ہرجا آتش ست

کشتہ ام غالب طرف با شرب عرفی[1] کہ گفت

روئے دریا سلسبیل و قعر دریا آتش ست

بخود رسیدنش از ناز بسکہ دشوار ست ۔ چو ما بدام تمنائے خود گرفتار ست

تمام زحمتم از ہستیم چہ می پرسی ۔ ز جسم لاغر خویشم بہ پیرہن خار ست

صلائے قتل دہ و جانفشانی ما بین ۔ برائے کشتن عشاق وعدہ بسیار ست

---

[1] جمال الدین عرفی شیرازی شاعر معروف از ایران ہندوستان آمدہ بود بعہد بادشاہ اکبر و جہانگیر خیلے مشہور گشت در قصیدہ و غزل یکتائے روزگار خویش بود در سن ۹۹۹ ہجری در لاہور وفات یافت

ستم کش سر ناموس خوے خویشتنم — کہ تا ز جیب بر آمد بہ بند دستارست
بشب حکایت قتلم ز غیر می شنود — ہنوز فتنہ بذوقِ فسانہ بیدارست
بقامتِ من از آزار گیست پیرہنے — کہ خار رہ گزرش پود و جادہ اش تارست
بیا کہ فصلِ بہارست و گل بہ صحن چمن — کشادہ روے تر از شاہدان بازارست
غم شنیدن و گفتن بخود فرو رفتن — خوشا فریب ترحم چہ سادہ پرکارست
فناست ہستیٔ من در تصور کمرش — چو نغمۂ کہ ہنوزش وجود در تارست
ز آفرینش عالم غرض جز آدم نیست — بگرد نقطۂ ما دور ہفت پرکارست

نگاہ خیرہ شد از پرتوِ رخش غالب
تو گوئی آئینۂ ما سرابِ دیدارست

سموم وادیٔ امکان ز بس جگر تابست — گداز زہرۂ خاکست ہر کجا آبست
مرنج از شب تار و بیا بہ بزم نشاط — کہ پنبۂ سر مینائے بادہ مہتابست
بخوابِ آمدنش جز ستم ظریفی نیست — خدا نہ خواستہ باشد بغیر ہمخوابست
ز وضع روزن دیوار میتوان دانست — کہ چشم غم کدۂ ما براہ سیلابست
ز نالہ کار باشک اوفتادہ دل خون باد — ز شرم بے اثر یہا فغان ما آبست
ز وہم نقش خیالِ کشیدۂ ورنہ — وجود خلق چو عنقا بدہر نایابست
نگہ ز شعلۂ حسنت چہ طرف بر بندد — چنین کہ طاقت ما را بناز سیمابست
بعرض دعوئ ہمطرحیٔ تو خوبان را — نگہ در آئینہ ہا ہمچون خسے بگردابست
زمین ز نقش سُم توسن تو ساغر زار — ہوا ز گرد رہت شیشۂ مے نابست

قوی فتادہ چو نسبت ادب بجو غالب
ندیدۂ کہ سوئے قبلہ پشت محرابست

گردِ رہِ خویش از نفسم باز ندانست — ننگش ز خرام آمد و پروا ز ندانست

زانسان غم ما خورد کہ رسوائی ما را
خصم از اثرِ غمزۂ غمازندانست

فریاد کہ تا این ہمہ خون خوردنم از غم
یکرہ بدلش کرد گزر رازندانست

نازم نگہ شرم کہ دلہا ز میان برد
زانسان کہ خود آن چشم فسونسازندانست

یک چند بہم ساختہ ناکام گزشتیم
من عشوہ نہ پزرفتم و او نازندانست

از شاخ گل افشاند ز خار آگہر انگیخت
آئینۂ ما در خور پردازندانست

گریم کہ برد موجۂ خون خواہمش را
در نالہ مراد دست زآوازندانست

ہمدم کہ ز اقبال نوید اثرم داد
اندوہِ نگاہِ غلط اندازندانست

مخمور مکافات بہ خلد و سقر آویخت
مشتاق عطا شعلہ ز گل بازندانست

غالب سخن از ہند برون برکہ کس اینجا
سنگ از گہر و شعبدہ ز اعجازندانست

ہر ذرہ محو جلوۂ حسنِ یگانہ ایست
گوئی طلسم شش جہت آئینہ خانہ ایست

حیرت بہ ہر بے سرو پاے بردمرا
چون گوہر از وجود خودم آب ودانہ ایست

ناچار با تغافل صیاد ساختم
پنداشتم کہ حلقۂ دام آشیانہ ایست

پابستۂ نوردِ خیالے چو وارسی
ہر عالمے ز عالم دیگر فسانہ ایست

خود داریم بہ فصل بہاران عنان گسیخت
گلگونِ شوق را رگ گل تازیانہ ایست

ہر سنگ عین ثابتۂ آب گینۂ
ہر برگ تاک قفل در شیرہ خانہ ایست

ہر ذرہ در طریق وفائے تو منزلے
ہر قطرہ از محیط خیالت کرانہ ایست

در پردۂ تو چند کرشمہ نازعالمے
داغم ز روزگار و فراقت بہانہ ایست

وحشت چو شاہدان بہ نظر جلوہ می کند
گردرہ و ہوا سر زلفے و شانہ ایست

غالب دگر ز منشاءِ آوارگی مپرس
گفتم کہ جبہہ را ہوس آستانہ ایست

ہر چہ فلک نخواست ست ہیچکس از فلک نخواست
ظرف فقیہ مے نجست بادۂ ما گزک نخواست

غرقہ بموجہ تاب خورد تشنہ ز دجلہ آب خورد
رحمت ہیچیک نداد راحت ہیچیک نخواست

جاہ ز علم بیخبر علم ز جاہ بے نیاز
ہم محک تو زر ندید ہم زر من محک نخواست

شحنۂ دہر برملا ہر چہ گرفت پس نداد
کاتب بخت در خفا ہر چہ نوشت حک نخواست

خون جگر بجائے مے مستی ما قدح نداشت
نالۂ دل نوائے نے رامش ما غنچک نخواست

زاہد ورزشِ سجود آہ ز دعوئ وجود
تا زدہ ہر من رہش بدرقۂ ملک نخواست

بحث و جدل بجائے مان میکدہ جوی کاندران
کس نفس از جمل[۱] نزد کس سخن از فدک[۲] نخواست

گشتہ در انتظار پور[۳] دیدۂ پیرِ رہ سفید
در رہ شوق ہمرہی دیدہ ز مردمک نخواست

حسن چہ کام دل دہد چون طلب از حریف نیست
خست نگاہ گر جگر خستہ ز لب نمک نخواست

زندہ خوش ست در برم پردہ چنین خوش ست
عشق بجار خار غم پیرہنم تنک نخواست

رند ہزار شیوہ را طاعت حق گران نبود
لیک صنم بسجدہ در ناصیہ مشترک نخواست

سہل شمرد و سرسری تا تو ز عجز نشمری
غالب اگر بداوری داد خود از فلک نخواست

ما لاغریم گر کمر یار نازک ست
فرقیست در میانہ کہ بسیار نازک ست

دارم دلے ز آبلہ نازک نہاد تر
آہستہ پا نہم کہ سر خار نازک ست

از جنبش نسیم فرو ریزد ے ز ہم
ما را چو برگ گل در و دیوار نازک ست

با نالہ ام بسنگدلی ہائے خود مناز
غافل تماش طاقت کہسار نازک ست

---

۱ جمل (لمغنی اشتر) جنگے را گویند کہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ و حضرت علیؓ واقع شدہ بود و دریں جنگ حضرت عائشہ بر شتر سوار بودند ازیں سبب جنگ جمل یا مید بند۔ ۲ فدک۔ حضرت فاطمہ زہراؓ باغ فدک را میراث پدر داشتہ ادرا از خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ طلب کرد خلیفہ اول انکار کرد و گفت کہ مشہور کہ پیغمبر را ہیچ وارث نیست زیرا کہ حضرت محمد صلعم فرمودند کہ لا نورث ولا نورث ما ترکنا صدقة (رواہ بخاری)۔ جنگ جمل و واقعہ فدک مابین اہل سنت و فرقہ اثنا عشریہ نزاع بزرگ ظاہر نمود۔ ۳ پور پسر مراد حضرت یوسف دیدہ پیر چشم یعقوب پیغمبر علیہ السلام۔

زحمت کشید و آن مژہ برگشتۂ ہمچنان ‏ ‏ تا سخت جان و لذت آزار نازک ست[۱]

رسوائی مباد خود آرائی ترا ‏ ‏ گل بر مزن کہ گوشۂ دستار نازک ست

ترسم تپش ز بند بروں افگند مرا ‏ ‏ تابِ کمند کاکلِ خمدار نازک ست

از جلوہ تا گداختن درد نساختن ‏ ‏ آئینہ را ببین کہ چہ مقدار نازک ست

میرِ نجدار تجلّی ما بر جفائے خویش ‏ ‏ ہان شکوہ کہ خاطرِ دلدار نازک ست

از ناتوانیٔ جگر و معدہ باک نیست
غالبؔ دل و دماغ تو بسیار نازک ست

امشب آتشین روئے گرم تندخوانی ہاست ‏ ‏ کز تپش نوا ہر دم در شرر فشانی ہاست

تا در آب افتادہ عکس قدِ دلجویش ‏ ‏ چشمہ ہمچو آئینہ فارغ از روانی ہاست

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن ‏ ‏ اینکہ من نمی میرم ہم ز ناتوانی ہاست

از خمیدن پشتم روئے بر قفا باشد ‏ ‏ تا چہا درین پیری حسرت جوانی ہاست

کشتۂ دل خویشم کز ستمگران یکسر ‏ ‏ دید دلفریبیہا گفت مہربانی ہاست

سوی من نگہ دارد چین فگندہ در ابرو ‏ ‏ با گران رکابی ہا خوش سبک عنانی ہاست

دانم از سر خاکم رخ نہفتہ بگذشتن ‏ ‏ ہان و ہان خدا دشمن این چہ بدگمانی ہاست

شوخیش در آئینہ تجو آن دہن دارد ‏ ‏ چشم سحر پردازش باب نکتہ دانی ہاست

با عدو عتابستی و ز منش حجابستی ‏ ‏ دہ چہ دلربائی ہاے چہ جانستانی ہاست

با چنین تہیدستی بہرہ چہ بود از ہستی ‏ ‏ کار ما ز سرمستی آستین فشانی ہاست

ایکہ اندرین وادی مژدہ از ہما دادی ‏ ‏ بر سرم ز آزادی سایہ را گرانی ہاست

ذوق فکر غالبؔ را بردہ ز انجمن بیرون
با ظہوری[۲] و صائب[۳] محو ہمزبانی ہاست

---

۱ در نسخۂ د، سخت جانی۔ ۲ ملا نورالدین ظہوری متوفی ۱۰۲۵ہجری، شاعر بزرگ زبان فارسی کہ بہ دربار ابراہیم عادل شاہ بادشاہ دکن اعزاز بسیاری داشت۔ ۳ محمد علی، صائب تبریزی

جیب مرا مدوز کہ بودش نماندہ ست
تارش ز ہم گسستہ و پودش نماندہ است

سرگرمی خیال تو از نالہ باز داشت
دل پارہ آتشے ست کہ دودش نماندہ است

داد از تظلّمے کہ بگوشت نمی رسد
آہ از توقعے کہ وجودش نماندہ است

چون نقطہ اختر سیہ از سیر باز ماند
گوئی دگر ہبوط و صعودش نماندہ است

مکتوب ما بتار نگاہ تو عقدہ ایست
کز ہیچ رو امید کشودش نماندہ است

دل را بوعدۂ ستمے میتوان فریفت
نازے کہ بر وفاے تو بودش نماندہ است

افتادگی نمازِ دل ناتوان ماست
دردسر قیام و قعودش نماندہ است

دل جلوہ می دہد ہنرِ خود در انجمن
رشکے مگر بجان حسودش نماندہ است

دل در غم تو مایہ برہزن سپردہ ایست
کار از زیان گزشتہ و سودش نماندہ است

غالب زبان بریدہ و آگندہ گوش نیست
امّا دماغ گفت و شنودش نماندہ است

بلبل دلت بنالۂ خونین بہ بندِ نیست
آسودہ زی کہ یار تو مشکل پسند نیست

اندازہ گیرِ ذوقِ غمم در مذاق من
تلخابِ گریہ را نمک زہر خند نیست

عہد وفا ز سوئے تو نا استوار بود
بشکستی و ترا بہ شکستن گزند نیست

از دوست میل قرب بہ کشتن غنیمت ست
گر تیغ در کمان بہ نشاط کمند نیست

بریاد تو کدام بہ نخوان بخور سوخت
گو شرمسارِ دعوتِ ناسودمند نیست

آن لابہ ہائے تیر فزا را محل نماند
برخوانِ خود ان یکاد[ل] کہ ما را سپند نیست

بیخود بزیر سایۂ طوبےٰ غنودہ اند
شبگیرِ رہروان تمنّا بلند نیست

ہنگامہ دلکش ست نویدم بخلد چیست
اندیشہ بے غش ست نیازم بہ بند نیست

ل ان یکادُ الَّذِینَ کَفَرُوا لَیُزلِقُونَکَ بِاَبصَارِھِم (الایہ) آیت قرآن مجید است کہ برائے دفع گزند نظر بد می خوانند۔ (غیاث اللغات)

مے نوش و تکیہ بر کرمِ کردگار کن　　خط پیالہ را رقمِ چون و چند نیست

غالب من و خدا کہ سر انجامِ برشگال
غیر از شراب وانۂ دُر برف آب قند نیست

منع ما از بادہ عرض احتسابے بیش نیست　　محتسب افشردۂ انگور آبے بیش نیست

رنج و راحت بر طرف شاہد پرستانیم ما　　دوزخ از سرگرمی نازش عتابے بیش نیست

خارج از ہنگامہ سرتاسر بہ بیکاری گذشت　　رشتۂ عمر خضر مدِّ حسابے بیش نیست

قطرہ و موج و کف و گرداب جیحونست و بس　　این من و مائی کہ می بالد حجابے بیش نیست

خویش را صورت پرستان ہرزہ رسوا کردہ اند　　جلوہ می نامند و در معنی نقابے بیش نیست

شوخی اندیشہ خویشست سرتا پائے ما　　تار و پود ہستی ما پیچ و تابے بیش نیست

زخم دل لب تشنۂ شور تبسم ہائے تست　　این نمکدانہا بچشم ما سرابے بیش نیست

نامہ بر از پیشگاہِ ناز مکتوبے مرا　　پاسخے آوردہ ست اما جوابے بیش نیست

جلوہ کن منّت منہ از ذرّہ کمتر نیستم　　حسن با این تابناکی آفتابے بیش نیست

چند رنگین نکتۂ دلکش تکلف بر طرف
دیدہ ام دیوان غالب انتخابے بیش نیست

لذتِ عشقم ز فیض بے نوائی حاصل ست　　آنچنان تنگ ست دست من کہ پنداری دل ست

ہم بقدرِ جوشش دریا تنومند ست موج　　تیغ سیراب از روانہای خون بسمل ست

وائے لب گر دل ز تاب تشنگی نگداز دے　　میگساران مست و من مخمور و ساقی غافل ست

درخمِ بندِ تغافل نالم از بیداد عمر　　پردۂ ساز فغانم پشت چشم قاتل ست

بسکہ ضبط مشق غم فرسود اعضائے مرا　　راز دل از ہم نشینانم نہفتن مشکل ست

شہرئی دل نیست گر حسرت مرا ایجاد چہ دد　　چشم اہل دل ز بانداں نگاہِ سائل ست

باہمہ نزدیکی از دے کام دل نتوان گرفت　　تشنۂ ما بر کنار آب جو پا در گل ست

در نوردِ گفتگو از آگہی وامانده ایم — پیچ و تابِ رہ نشانِ دوریِ سرمنزل ست
عقل در اثباتِ وحدت خیره میگردد چرا — ہر چہ جز ہستیست ہیچ و ہر چہ جز حق باطل ست
ما ہمان عینِ خودیم اما خود از وہمِ دوئی
در میانِ ما و غالب ما و غالب حائل ست

ہم وعده و ہم منع ز بخشش چہ حساب ست — جان نیست مگر نتوان داد شراب ست
در مژده ز جوے عسل و کاخِ زمرد — چیزے کہ بدلبستگی ارزد مےِ ناب ست
لہراسپ[1] کجا رفتی و پرویز[2] کجائی — آتش کده ویرانہ و میخانہ خراب ست
از جلوه بہ ہنگامہ شکیبا نتوان شد — لب تشنۂ دیدار ترا خلد سراب ست
با این ہمہ دشوار پسندی چہ کند کس — تا پرده بر انداختہ در بندِ حجاب ست
دوشینہ بہ مستی کہ مکیدست لبش را — کامروز بہ پیمانۂ مے در شکرآب ست
آن قلزمِ داغیم کہ بر ما ز جہنم — چندان کہ فتد صاعقہ باران در آب ست
سرگرمیِ ہنگامۂ طامات ندارم — فیضے کہ من از دل طلبم بوے کباب ست
ہم چشمیِ آئینہ نکند از نظرِ ما — ما را کہ ز بیداریِ دل دیده بخواب ست
تا غالبِ مسکین چہ تمتع برد از تو
برداشتۂ آنچہ خود از چہره نقاب ست

بسکہ از تابِ نگاہِ تو ز آسودن رفت — باده چون رنگ خود از شیشہ بپالودن رفت
این سفال از کفِ خاکِ جگرِ گرم کہ بود — دست شستیم ز صہبا کہ بہ پیمودن رفت
خیز و در دامنِ بادِ سحر آویز بعذر — گر شبت تیره بداغِ مژه نگشودن رفت

---

[1] لہراسپ۔ بضم اوّل و سکون الف و سین نام بادشاه ایران

[2] پرویز۔ نام بادشاہے کہ اورا خسرو گویند و او عاشقِ شیرین بود و نام پدرش ہرمز بن نوشیروان است (غیاث

هر چه از گریه فشاندیم به نشمردن ریخت / هر چه از ناله رساندیم به نشنودن رفت

ریگ در بادیهٔ عشق روان ست هنوز / تا چها پای درین راه بفرسودن رفت

باخت از بسکه زلیخا به تماشای تو رنگ / از حیا بر در زندان به گل اندودن رفت

بر تنک مایگیم رحم که یک عمر گناه / هم بتاراج سبکدستی بخشودن رفت

داغ تر دستی اشکم که ز افسردن دل / هر چه در گریه فزودیم در افزودن رفت

شست شو مشغلهٔ شوخی ابر کرم ست / دزدم آن خرقه که با داغ نیالودن رفت

مدعی خواست رود بر اثر من غالب
هر چه زد بود بسودای چو من بودن رفت

نگه بچشم نهان و ز جبهه چین پیداست / شکر فشانی از انداز مهر و کین پیداست

نظاره عرض جمالت ز نوبهار گرفت / شکوه صاحب خرمن ز خوشه چین پیداست

رسید تیغ توام بر سر و ز سینه گذشت / زهی شگفتگی دل که از جبین پیداست

بجرم دیدهٔ خونبار گشتهٔ ما را / ترا ز دامن و ما را ز آستین پیداست

زهی لطافت پرواز سعی ابر بهار / که هر چه در دل بادست از زمین پیداست

فتیلهٔ رگ جان سر بسر گداخته شد / ز پیچ و تاب نفسهای آتشین پیداست

نفس گداختن جلوه در هوای قدش / ز خوی فشانی آن روی نازنین پیداست

عیار فطرت پیشینیان ز ما خیزد / صفای باده ازین دُرد ته نشین پیداست

زهی شکوه تو کاندر طراز صورت تو / ز خود برآمدن صورت آفرین پیداست

نهاد نرم ز شیرینی سخن غالب
بسان موم ز اجزای انگبین پیداست

گر با زیست سایہ خود از بید بودہ است — یارے بگو کہ از تو چہ امید بودہ است
شادم ز درد دل کہ بمغز شکیب ریخت — نومیدئی کہ راحت جاوید بودہ است
ظالم ہم از نہاد خود آزار میکشد — بر فرق اژدہا زدہ تشدید بودہ است
شبہا کند ز روے تو دریوزۂ ضیا — مہ کاسۂ گدائی خورشید بودہ است
تلخ ست تلخ رشک تمنائے خویشتن — شادم کہ دل ز وصل تو نومید بودہ است
در ماہ روزہ طرّہ پریشان چہ میروی — مے خور کہ در زمانہ شب عید بودہ است
از رشک خوش نوائی ساز خیال من — مضراب بےنئے بناخن ناہید بودہ است
ہر گونہ حسرتے کہ ز ایام می کشیم — دُرد تہ پیالۂ امید بودہ است
حق را ز خلق جو کہ نوآموز دید را — آئینہ خانہ مکتب توحید بودہ است

نادان حریف مستی غالب مشو کہ او
دردی کش پیالۂ جمشید بودہ است

یار در عہد شبابم بکنار آمد و رفت — ہمچو عیدے کہ در ایام بہار آمد و رفت
تا نفس باختۂ پیری شیوۂ کیست — تند بادے کہ بتاراج غبار آمد و رفت
سبحہ گردان اثرہائے وجود ست خیال — ہر چہ گل کرد تو گوئی بہ شمار آمد و رفت
طالع بسمل ما بین کہ کماندار ازلے — بارۂ برا ثر خون شکار آمد و رفت
شادی و غم ہمہ سرگشتۂ تراز یکدگر اند — روز روشن بوداع شب تار آمد و رفت
ہرزہ شتاب و پے جادہ شناسان بردار — اے کہ در راہ سخن چو تو ہزار آمد و رفت
برق تمثال سراپائے تو میخواست کشید — طرز رفتار ترا آئینہ دار آمد و رفت
ہلہ غافل ز بہاران چہ طمع داشتۂ — گیر کامسال بہ نگینئ یار آمد و رفت

بفریب اثر جلوهٔ قاتل صد بار   جان به پروانگیٔ شمع مزار آمد و رفت

غالبا عین حزین ست به هنجار بروز
موج این بحر مکرر بکنار آمد و رفت

اختری خوشتر از نیم بجهان میبایست   خرد پیر مرا بخت جوان میبایست

بزمینی که به آهنگ غزل بنشینیم   خاک گلبوئی و هوا اشک فشان میبایست

پر تتابم سبو باده ز دور آور دن   خانهٔ من بسر کوی مغان میبایست

به گرایش خوشم اما به نمایش خوارم   پرسشی چند ز یارم بزبان میبایست

تاب مهرم بکند خسته دلی در ره شوق   ردی گرمی ز رفیقان بمیان میبایست

نرسد نامه در اندیشه سببهاست بسی   پرس وجوئی ز عزیزان بگمان میبایست

هرزه دل بر در و دیوار نهادن نتوان   سویم از روزنه چشمی نگران میبایست

ساز هستی کنم و دل بفسوسم گیرد   هم در اندیشهٔ خدنگم به نشان میبایست

یا تمنای من از خلد برین نگذشتی   یا خود امید گهی در خور آن میبایست

تا تنک مایه بدریوزه خود آرا نشود   نرخ پیرایهٔ گفتار گران میبایست

قدر انفاس گرم در نظرستی غالب
در غم دهر دریغم به فغان میبایست

از فرنگ آمده در شهر فراوان شده است   جرعه را دین عوض آید می ارزان شده است

چشم بد دور چه خوش می‌پتم امشب که بروز   نفس سوخته در سینه پریشان شده است

درد دیش جوئی و در دیر و حرم نشناسی   تا چه رو داد که در زاویه پنهان شده است

لب گزد بیخود و باخود شکر آبی دارد   تا چه گفت ست که از گفته پشیمان شده است

داغم از مورد نظربازی شوقش به شکر   کشش بود پویه بدان پای که مژگان شده است

گفتم البته ز من شاد به مردن گردی   گفت دشوار که مردن بتو آسان شده است

دُرد روغن بہ چراغ و کدِ رمے بہ ایاغ — تا خود از شب چہ بجا ماند کہ مہمان شدہ است

شاہدے زمیان رفتہ و شادم بہ سخن — کشتہ ام بید درین باغ کہ ویران شدہ است

شہرتم گریہ مثل مائدہ گردد بینی — کہ بر آن مائدہ خورشید نمکدان شدہ است

غالب آزردہ سرو شیست کہ از مستی قرب
ہم بدان وحی کہ آوردہ غزل خوان شدہ است

فغان کہ برق عتاب تو آشیانم سوخت — کہ راز در دل و مغز اندر استخوانم سوخت

بذوق خلوت ناز تو خواب گشت تنم — قضا بعربدہ در چشم پاسبانم سوخت

شنیدہ کہ بآتش نہ سوخت ابراہیمؑ — ببین کہ بے شرر و شعلہ میتوانم سوخت

شرار آتش زردشت[1] درنہادم بود — کہ ہم بداغ مغان شیوہ دلبرانم سوخت

عیار جلوہ بنازش گرفتن ارزانی — ہزار بار بہ تقریب امتحانم سوخت

مراد میدن گل در گمان فگند امروز — کہ باز بر سر شاخ گل آشیانم سوخت

زگل فروش بنالم کز اہل بازار ست — تپاک گرمی رفتار باغبانم سوخت

چہ مایہ گرم بروں آمدی ز خلوت غیر — کہ شکوہ در دل و بیغارہ بر زبانم سوخت

چو وا رسید فلک کاب در متاعم نیست — ز جوش گرمی بازار من دکانم سوخت

نفس گداختگیہاے شوق را نازم — چہ شمعہا بسرا پردۂ بیانم سوخت

نوید آمدنت رشک از تقاضا دارد — شگفتہ روئی گلہاے بوستانم سوخت

کسے درین کف خاکسترم مباد انباز — چہ شد گر آتش ہمسایہ خانمانم سوخت

---

[1] زردشت نام پیغمبر آتش پرستاں کہ بسیار معروف است کہ شش صد سال قبل مسیح درجہاں بود کتاب اوستا از دست کہ او را کتاب آسمانی می گویند زردشت ہفتاد سال زندگانی کرد۔

مگر پیام عتابے رسیدہ است از دوست | شکستہ رنگی یاران راز دانم سوخت
خبر دہید بقاتل کہ ہجر می کشدم | ز ماہتاب چہ منت برم کتانم سوخت

سخن چہ عطر شرر بر دماغ زد غالب
کہ تاب عطسۂ اندیشہ مغز جانم سوخت

گفتم بروزگار سخن ور چو من بسے ست | گفتند اندرین کہ تو گفتی سخن بسے ست
معنی غریب مدعی و خانہ زاد ماست | ہر جا عقیق نادر و اندر یمن بسے ست
مشکین غزالہا کہ نہ بینی بہیچ دشت | در مرغزارہائے ختا و ختن بسے ست
در صفحہ نبودیم ہمہ آنچہ در دلست | در بزم کمتر ست گل و در چمن بسے ست
لیلیٰ بدشت قیس رسیدست ناگہان | در کاروان جمازہ و محمل فگن بسے ست
باید بہ غمزہ زن عاشق معاف داشت | آنرا کہ دل ربودن و نشناختن بسے ست
زور شراب جلوۂ بت کم شمردہ ایم | ما را نظر بحوصلۂ برہمن بسے ست
گرد رہ ہوائے قرب تو بیستم دل مرنج | خود ناکشودہ جائے در آن انجمن بسے ست
تاثیر آہ و نالہ مسلّم ولے مترس | ما را ہنوز عربدہ با خویشتن بسے ست

غالب نہ خورد چرخ فریب از ہزار بار
گفتم بروزگار سخن ور چو من بسے ست

چو صبح من ز سیاہی بشام مانندست | چگویمت کہ ز شب چند رفت یا چندست
برنج از پے راحت نگاشتہ اند | ز حکمت است کہ پائے شکستہ در بندست
درازدستی من چاکے ار فگند چہ عیب | ز پیش دلق ورع با ہزار پیوندست
بگفتۂ کہ بہ تلخی بساز و پند پذیر | برد کہ بادۂ ما تلخ تر ازین پندست
وجود او ہمہ حسن ست و ستم ہمہ عشق | بہ بخت دشمن و اقبال دوست سوگندست
نگاہ مہر بدل سر نداده چشمۂ نوش | ہنوز عیش باندازۂ شکر خندست

زبیم آن کہ مبادا بمیرم از شادی
نگویدار چہ بمرگ من آرزومندست

شمار رخ روی دوست در نظر دارم
درین نورد ندانم کہ آسمان چندست

اگر نہ بہر من از بہر خود عزیزم دار
کہ بندہ خوبی او خوبی خداوندست

نہ آن بود کہ وفا خواہد از جہان غالبؔ
بدین کہ پرسد و گویند ہست خرسندست

ساخت ز راستی بغیر ترک فسونگری گرفت
زہرہ بطالع عدو شیوۂ مشتری گرفت

شہ بگدا کجا رسد زانکہ چو فتنہ روے داد
خاتم دست دیو برد کشور دلبری گرفت

ترک مراز گیرودار شغل غرض بود نہ سود
فربہ اگر نیافت صید خردہ بلاغری گرفت

آمد و از رہ عذر در بوسہ بخلوتم نداد
رفت و در انجمن زغیر مزد نواگری گرفت

ای کہ دلت زغصہ سوخت شکوہ نہ در خور وفاست
در سزد آنکہ سرکشی گیر کہ سرسری گرفت

جادہ شناس کوے خصم بودم و دوست راہ جوے
منکر ذوق ہمرہی خردہ برہبری گرفت

مستی مرغ صبحدم بر رخ گل ببوے تست
ہرزہ ز شرم باغبان جبہۂ گل تری گرفت

رای زدم کہ بار غم نہم بہ رقم ز دل رود
نامہ چو بستمش ببال مرغ سبک پری گرفت

غالبؔ اگر بہ بزم شعر دیر رسید دور نیست
کش بہ فراق حسرتی[1] دل ز سخنوری گرفت

دل بردن ازین شیوہ عیان ست و عیان نیست
دانی کہ مرا بر تو گمان ست و گمان نیست

در عرض غمت پیکر اندیشہ لالم
پا تا سرم انداز بیان ست و بیان نیست

فرمان تو بر جان من و کار من از تو
بے پردہ بہر پردہ روان ست و روان نیست

نازم بفریبے کہ دہی اہل نظر را
کز بوسہ پیامے بدہان ست و دہان نیست

---

[1] حسرتی، تخلص نواب مصطفٰے خان شیفتہ صاحبِ "گلشنِ بے خار"۔

داغیم ز گلشن که بهارست و بقا هیچ | شادیم بگلخن که خزان ست و خزان نیست
سرمایهٔ هر قطره که گم گشت به دریا | سودیست که مانا بزیان ست و زیان نیست
در هر مژه برهم زدن این خلق جدید ست | نظاره سگالد که همان ست و همان نیست
در شاخ بود موج گل از جوش بهاران | چون باده به مینا که نهان ست و نهان نیست
ناکس ز تنومندی ظاهر نشود کس | چون سنگ سرِ ره که گران ست و گران نیست
پهلو بشگافید و ببینید دلم را | تا چند بگویم که چسان ست و چسان نیست

غالب هله نظارگیِ خویش توان بود
زین پرده برون آ که چنان ست و چنان نیست

دل بردو حق آن ست که دلبر نتوان گفت[1] | بیداد توان دید و ستم گر نتوان گفت
در رزم لهش تیغ و خنجر نتوان برد | در بزم لهش باده و ساغر نتوان گفت
رخشندگی ساعد و گردن نتوان جست | زیبندگی یاره و پرگر نتوان گفت
پیوسته دهد باده و ساقی نتوان خواند | همواره تراشد بت و آذر نتوان گفت
از حوصله یاری مطلب صاعقه تیزست | پروانه شو اینجا ز سمندر نتوان گفت
هنگامه سر آمد چه زنی دم ز تظلم | گر خود ستمے رفت به محشر نتوان گفت
در گرم روی سایه و سرچشمه نجوئیم | با ما سخن از طوبی و کوثر نتوان گفت
آن راز که در سینه نهان ست نه وعظ ست | بر دار توان گفت و به منبر نتوان گفت

کارے عجب افتاد بدین شیفته ما را
مومن نبود غالب و کافر نتوان گفت

اندوده بداغی دو سه پرکاله فرو ریخت | چون برگ شقائق جگر از ناله فرو ریخت

---

[1] این غزل در نسخهٔ "د" نیست

آتشکدۂ خوے تو نازم کہ ز طرفش
رفتم شرر و داغ گل و لالہ فرو ریخت

بر سادہ دلانت بوفا جلوہ ہمی داد
بیداد تو آب از رخ و لالہ فرو ریخت

گفتم ز کہ پرسم خبر عمر گزشتہ
ساقی بقدح بادۂ دہ سالہ فرو ریخت

بے سعی نگہ مستیِ آن چشم فسون گر
خونم بسیہ مستی دنبالہ فرو ریخت

مشاطّہ بہ آرایشِ آن حسنِ خدا داد
گل در چمن و قند بہ بنگالہ فرو ریخت

با موج خرامش سخن از بادہ مگوئید
کاب رخِ این جوہر سیالہ فرو ریخت

چون انجم و خورشید ز برق دم گرمم
شیرازۂ جمعیّت بتخالہ فرو ریخت

رشک خط روے تو گر افسرد بدین رنگ
بینی کہ مہ از دائرۂ ہالہ فرو ریخت

در قالبِ گُلّا اثرش پردہ کشا شد
خاکے کہ قضا در تن گوسالہ فرو ریخت

دزدیدہ سرِ اہل سخن از بیم تو غالب
گوئی رگ ابر قلمت ژالہ فرو ریخت

خواست کز مار نجد تقریبِ رنجیدن نداشت
جرم غیر از دوست پرسیدیم پرسیدن نداشت

آمد از تنگی جا جبہہ پرچین گرد و رفت
برخود از ذوق قدم دست بالیدن نداشت

شد فگار از نازکی چندانکہ رفتارش نماند
نازنین پایش بکوے غیر بوسیدن نداشت

گل فراوان بود و مے پر زور و دم بر بساط
خود بخود پیمانہ میگردید و گردیدن نداشت

دیر خواندی سوے خویش و زود فہمیدم دریغ
پیش ازین پایم ز گرد راہ پیچیدن نداشت

جوشِ حسرت بر سرِ خاکم ز بس جا تنگ کرد
ہمچو نبضِ مردہ دودِ شمع جنبیدن نداشت

گر منافق وصل ناخوش ور موافق ہجر تلخ
دیدہ داغم کرد در روے دوستان دیدن نداشت

برد آدم از امانت ہر چہ گردون بر نتافت
ریخت مے بر خاک چون در جام گنجیدن نداشت

گر نیم آزاد خود را در تعلق باختم
سود زیر کوہ دامانے کہ برچیدن نداشت

نامرادی بود نوعے آبروِ غالب دریغ
در ہلاک خویش کوشیدیم و کوشیدن نداشت

ببین که در گل و مل جلوه گر برائے تو کیست
بہوش دیده ز حق طالب صفائے تو کیست

چنانکسی که ز درد فراق مینالی
نمی رسی که درین پرده ہمنوائے تو کیست

کلید بستگی تست غم بجوش اے دل
دگر چنین نگدازی گره کشائے تو کیست

شکایتے نفروشی و عشوهٔ نخری
تو آشنائے که خواجه و آشنائے تو کیست

ترا که موجهٔ گل تا کمر بود دریاب
که غرق خون بدر دوستان سرائے تو کیست

بلا به صورت زلف تو رو بما آورد
به بند خصمی دهریم مبتلائے تو کیست

تراست جلوه فراوان درین بساط و لے
حریف بادهٔ میخواره آزمائے تو کیست

ز وارثان شہیدان ہراس یعنے چه
تو نیست دست قضا کشتهٔ ادائے تو کیست

بانتظار تو در پاس وقت خویشتنم
فریب خوردهٔ نیرنگ وعده ہائے تو کیست

زلال لطف تو سیرابیٔ ہوسناکان
یکے ببین که جگر تشنهٔ جفائے تو کیست

ترا ز اہل ہوس ہر یکے بجائے من ست
تو و خدائے تو شاہم مرا بجائے تو کیست

فرشته را معنی من ربک[1] نمی فہم
ہمن بگوی که غالب بگو خدائے تو کیست

بوادیے که در آن خضر را عصا خفتست
بسینه می سپرم ره اگرچه پا خفت ست

بدین نیاز که با تست ناز میرسدم
گدا بسایهٔ دیوار پادشا خفت ست

به صبح حشر چنین خسته روسیه خیزد
که در شکایت درد و غم دوا خفت ست

خروش حلقهٔ رندان ز نازنین پسرے ست
که سر بزانوے زاہد ببوریا خفت ست

ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز
گسسته لنگر کشتی و ناخدا خفت ست

غمت بشہر شبیخون زنان به بنگه خلق
عسس بخانه و شحنه درحرم سرا خفت ست

---

[1] گویند که بعد از مرگ بحکم خداوند تعالیٰ فرشتے از روحِ مُرده چند سوالات می کند متعلق بعقائدش اوّل آنکه مَن ربُّکَ؟ یعنی پروردگار شما کیست؟

دلم بہ سبحہ و سجادہ و ردا، لرزد — کہ دُزدِ مرحلہ بیدار و پارسا خفتست
درازیٔ شبِ بیداری من این ہمہ نیست — ز بختِ من خبر آرید تا کجا خفتست
ببین ز دور و مجو قرب شہ کہ منظر را — دریچہ باز و بدر وازہ اژدہا خفتست
براہ خفتن من ہر کہ بنگرد داند — کہ میرِ قافلہ در کاروانسرا خفتست
دگر زِ ایمنیِ راہ و قربِ کعبہ چہ حظ — مرا کہ ناقہ ز رفتار ماند و پا خفتست

بخواب چون خودم آسودہ دل مدان غالبؔ
کہ خستہ غرقہ بخون خفتہ است تا خفتست

کشتہ را رشکِ کشتۂ دگرست — من و زخمے کہ بر دل از جگرست
رمد اجزای روزگار ز ہم — روز و شب در قفائے یکدگرست
مستیٔ انداز لغزشے دارد — حیف پائے کہ آفتش ز سرست
نالہ را بالدار کرد اثر — دل سختش دُکان شیشہ گرست
دوستان دشمنند ورنہ مدام — تیغ او تیز تر ز خون ما درست
پردۂ عیب جو دریدۂ او — نوکِ کلکم ز دشنہ تیز ترست
عقل و دینِ بردۂ دل و جان نیز — انچہ از ما نبردۂ خبرست
شہ حریر و گدا پلاس برید — انچہ من قطع کردہ ام نظرست
منت از دل نمیتوان برداشت — شکر ایزد کہ نالہ بے اثرست
قفس و دام را گناہے نیست — ریختن در نہادِ بال و پرست
ریزد آن برگ و این گل افشاند — ہم خزان ہم بہار در گزرست

کم خود گیر و بیش شو غالبؔ
قطرہ از ترکِ خویشتن گہرست

ہندرا رند سخن پیشۂ گمنامے ہست — اندرین دیر کہن میکدہ آشامے ہست

خسروی باده درین دور اگر میخواهی
پیش ما آی که ته جرعه ار جامے هست

نامه از سوز درونم برقم سوخته شد
قاصد ار دم نزند از حوصله پیغامے هست

چُغد و آزادی جا دید هُما را نازم
کش بهر سو گشتے از شکن دامے هست

گفته انداز تو که بساده دلان بخشائی
پخته کاریست که مارا طمع خامے هست

گه رُخ آرائی و گه زلف سیه تاب دهی
یاد ناری که مرا تیره سرانجامے هست

بے تو گر زیسته ام سختی این درد بسنج
بگذر از مرگ که وابسته بهنگامے هست

نیست در کعبه که رطلے زنبیذم بخشد
در گرودگان طلبید جامهٔ احرامے هست

مے صافی ز فرنگ آید و شاهد ز تتار
ماندانیم که بغدادے و بسطامے هست

بر دل نازک دلدار گرانی مکناد
خواهش ما که جگر گوشهٔ ابرامے هست

شعر غالب نبود وحی و نگوئیم ولے
تو و یزدان نتوان گفت که الهامے هست

لعلِ تو خسته اثرِ التماسِ کیست
بخت من از تو شکوه گزارِ سپاسِ کیست

گیرم ز داغ عشق تو طرفے نه بست دل
ایمنه بس بود که جگر روشناس کیست

لرزم بگوے غیر ز بیتابیِ نسیم
کاندر امیدواری بوئے لباس کیست

باد و بساز وصلے و با من بعزمِ قتل
آه از امید غیر که هم چشم یاسِ کیست

از بیکسانِ شهرم و از ناکسانِ دهر
گر گشتهٔ سرِ تو سلامت هراس نیست

از برنیان بعربده راضی نمی شود
خارِ رهِ تو چشم براهِ پلاس کیست

لطفت بشکوه از هوسِ بے شمار من
شوقم بناله از ستم بے قیاس کیست

گیرم که رسمِ عشق من آورده ام بدهر
ظلم آفریدهٔ دلِ حق ناشناس کیست

صحنِ چمن نمونهٔ بزم فراغ تو
بادِ سحر علاقهٔ ربط حواس کیست

غالب هُتِ مرا نگه ناز قحط نیست
تا با منش مضایقه چندین بپاس نیست

آنکه بے پردہ بصد داغ نمایانم سوخت — دیدہ پوشید و گمان کرد کہ پنہانم سوخت

نہ بدر جستہ شرار و نہ بجا ماندہ رماد — سوختم لیک ندانم بچہ عنوانم سوخت

سینہ از اشک جُدا دیدہ جُدا میسوزد — این رگ ابر شرر بار پریشانم سوخت

حاجت افتاد بروزم ز سیاہی بچراغ — دل بہ بیرونقی مہر درخشانم سوخت

سودم از ارزشم افزون بود آن خار و خسم — کز پے پشہ توان در چمنستانم سوخت

کافر عشقم و دوزخ نبود در خور من — غیرت گرمی ہنگامۂ صنعانم[1] سوخت

پائم از گرمی رفتار نمیسوخت براہ — در قدم سوختن خار بیابانم سوخت

تا ندانی بفسونِ تو در آتش رفتم — خود بداغ تو دل دیر پشیمانم سوخت

کردم از سنگ جگر تا نشوم خستۂ عشق — ہم بدان سنگ بہم خوردن پیکانم سوخت

دیگر از خاتمۂ کفر چگویم غالب — من کہ رخشندگی جوہر ایمانم سوخت

در بذلِ لآلی درقم دست کریم ست — نی نی ز نئی کلکم رگ مژگان یتیم ست

رشحِ کفِ جم می چکد از مغز سفالم — سیرابی نطقم اثر فیض حکیم ست

از آتش لہراسپ نشان می دہد امروز — سوزے کہ بجانم ز تو در عظم رمیم ست

از حرف من اندیشہ گلستان خلیل ست — از روے تو آئینہ کفِ دستِ کلیم ست

چشم ز نگہت گردش جامے ز نبیدست — کلک و ورقم تاب سہیلے بر ادیم ست

در جستن مانند تو نظّارہ زبون ست — در زادنِ ہمتاے من اندیشہ عقیم ست

ذوقِ طلبت جنبشِ اجزاے بہارست — شور نفسم رعشۂ اعضاے نسیم ست

در نطقِ مسیحادمم از خصم چہ باکست — در ناز ز خود میرہی از غیر چہ بیم ست

بے پردہ ستم کن رخت از بادہ دو رنگست — بیصرفہ بنالم دلم از غصہ دو نیم ست

بختم ندہد کام دل غم زدہ غالب — گوئی لب یارست کہ در بوسہ لئیم ست

[1] مراد شیخ صنعان عارفی بود کہ در عشق زنی ترسا مرتد شد ولی بس از چند سال تائب شدہ حلقہ بگوش اسلام از معاصر شیخ عبد القادر جیلانی بود

دربند تو چشم از دو جهان دوختهٔ هست — هشدار که شهباز تو آموختهٔ هست

افغان مرا بی‌هشی ساختهٔ نیست — در زمزمه بوے جگر سوخته هست

وز دیده ز رخ پرده بر انداختهٔ نیست — در سینه دو صد عربده اندوختهٔ هست

ز افسون بمیدان وفا تاختهٔ نیست — زین سو هوس جانسپری توختهٔ هست ؟

در راه تو دانش قد افراختهٔ نیست — در بزم عتابش رخ افروختهٔ هست

در تاب مرد غالب اگر بیهده گردد
در کوے تو گوئی سگ پا سوختهٔ هست

با من که عاشقم سخن از ننگ و نام چیست — در امر خاص حجت دستور عام چیست

مستم ز خون دل که دو چشم از آن پُرست — گوئی مخور شراب ندیدی بجام چیست

با دوست هر که باده بخلوت خورد مدام — داند که حور و کوثر و دارالسلام چیست

دل خستهٔ غمیم و بود مے دوائے ما — با خستگاں حدیث حلال و حرام چیست

در روز تیره از شب تارم نماند بیم — چون صبح نیست خود چه شناسم که شام چیست

با خیل مور میرسی از ره خوش ست فال — قاصد بگو کز آن لب نوشین پیام چیست

گفتی قفس خوش ست توان بال پر کشود — بارے علاج خستگی بند دام چیست

از کاسهٔ کرام نصیب ست خاک را — تا از فلک نصیبهٔ کاس کرام چیست

نیکی ز تست از تو نخواهیم مزد کار — در خود بدیم کار تو ایم انتقام چیست

غالب اگر نه خرقه و مصحف بهم فروخت
پرسد چرا که نرخ مے لعل فام چیست

گل را بجرم عربدهٔ رنگ و بو گرفت — راه سخن به عاشق آزرم جو گرفت

لطف خدای ذوق نشاطش نمید هر — کافرے که باستم دوست خو گرفت

چون اصل کار در نظر هم نشین نبود — بیچاره خرده بر روش جستجو گرفت

در خلوتِ کشود خیالم رہِ دعا | کز تنگئ بساط نفس در گلو گرفت
شرمندۂ نوازشِ گردون نماندہ ام | گر چاکِ دوخت جامہ بمزدِ رفو گرفت
با خویشتن چہ مایہ نظر باز بودہ است | کز من، دلِ مرا بہ ہزار آرزو گرفت
گفتم خود از مشاہدہ بخشائشش آورد | خوش باد حالِ دوست کہ حالم نکو گرفت
از یک سبوست بادہ و قسمت جدا جداست | جمشید جام برد و قلندر کدو گرفت
فرمان روا نگشت سلیمان بہ ہیچ قصر | گر رفت مغ ز میکدہ ترسا فرو گرفت
ایمان اگر بخوف و رجا کردم استوار | اخلاص در نمود وفایم دو رو گرفت؟
ہر فتنہ در نشاط و سماع آوردمرا | گوئی فلک بعربدہ ہنجارِ او گرفت

رضوان چو شہد و شیر بہ غالبؔ حوالہ کرد
بیچارہ باز داد و مے مشک بو گرفت

غبارِ طرفِ مزارم بہ پیچ و تابے ہست | ہنوز در رگِ اندیشہ اضطرابے ہست
بہ بانگِ صور سر از خاک بر نمی دارم | ہنوز در نظرم چشمِ نیم خوابے ہست
ز سوئے نفس نامہ بر توان دانست | کہ نارسیدہ پیام مرا جوابے ہست
بہ ہرزہ جان بہ غلط دادم و ندانستم | کہ یارِ دیر پسندے و زود یابے ہست
نظر فروز ادا ہا بدشمن ارزانی | بمن سپار اگر داغِ سینہ تابے ہست
ز شورئ نمک پرسشِ نہانی تست | اگر مرا جگرِ تشنۂ عتابے ہست
خود اوّلین قدحِ مے بنوش و ساقی شو | کہ آخر از طرفِ تست گر حجابے ہست
مگر دہم جگرِ تشنہ را دلے بدروغ | نشان دہید براہش اگر سرابے ہست؟
ز سرد مہرئ ایّام نیستیم نژند | کہ در خرابۂ ما روے آفتابے ہست

بہارِ ہند بود برشگال ہا غالبؔ
درین خزان کدہ ہم موسمِ شرابے ہست

تا بسویم نظر لطف جمس تامسن[1] ست — سبزه ام گلبن و خارم گل و خاکم چمن ست

ایکه تا نام تو آرایش عنوان بخشید — صفحهٔ نامه بشادابی برگ سمن ست

کلکم از تازگی مدح تو در بارهٔ خویش — شارح[2] انبتهُ الله نباتاً حسن ست

گهرافشانی مدح تو بجنبش آورد — خامه ام را که کلید در گنج سخن ست

هر دم از رای منیر تو کند کسب ضیا — مهر تابان که فروزندهٔ این انجمن ست

به خیال تو به مهتاب شکیبم که مگر — عکس روی تو درین آینه پرتوفگن ست

راست گفتارم و یزدان نپسندد جز راست — حرف ناراست سزِ دلِ دشمن اهرمن ست

آنچنان گشته یکی دل بزبانم که مرا — میتوان گفت که لختی ز دل اندر دهن ست

راستی اینکه دم مهر و وفای تو بدل — با هم آمیخته مانند روان با بدن ست

دوری از دیده اگر روی دهد دور نه‌ام — زانکه پیوسته ترا در دلم آرام وطن ست

داد را گرچه همایم بهمایون سخنی — لیک در دهر مرا طایع زاغ و زغن ست

جز باندوه دل و رنج تنم نفزاید — ناله هر چند ز اندوه دل و رنج تن ست

سینه می سوزد از آن اشک که در دامن نیست — بجگر می خلد آن خار که در پیرهن ست

بیکسی هائے من از صورت حالم دریاب — مرده ام بر سر راه و کف خاکم کفن ست

حیف باشد که دلم مرده و پرسش نکنی — بر جهان پرسش ماتم زده رسم کهن ست

چشم دارم که فرستی بجواب غزلم — آن رضا نامه که از لطف تو مطلوب منست

غالب خسته بجان جای بر آن در دارد
گر بتن معتکف گوشهٔ بیت الحزن ست

---

[1] جیمس ٹامسن والی آگرہ کہ غالب را دوست می داشت

[2] انبتهُ الله نباتاً حسناً۔ حق تعالی او را نشوونما خوب تر بکناد۔ این مقوله از آیت قرآنی ماخوذ است که در ذکر حضرت مریم علیها السلام چنان آمده است انبتها الله نباتاً

نہ ہرزہ ہا بجوئے از مغزم استخوان خالی ست
کہ جاے نالۂ زاری درین میاں خالی ست

رودم بہ کعبہ ز کوے تو وز حق بخجلم
ز سجدہ جبہہ و از پوزشم زباں خالی ست

ہجوم گل بگلستان ہلاک شوقم کرد
کہ جا نماندہ و جاے تو ہمچناں خالی ست

گریستنم نگرستی بخون تپم کامروز
ز پارۂ جگرم چشم خونچکاں خالی ست

نہ شاہدے بہ تماشا نہ بیدلے بہ نوا
ز غنچہ گلبن و از بلبل آشیاں خالی ست

کنم بہ جنبش دل شیشہ از پری لبریز
سرم ز باد فسون سنجی زباں خالی ست

گرش بدیدن من گریہ رو نداد چہ جرم
نہاد آتش شوق من از دخاں خالی ست

پر از سپاس اداے تو دفترے دارم
کہ یکسر از رقم پرسش نہاں خالی ست

امام شہر بہ مسجد اگر رہم ندہد
نہ جاے من بہ نیایش کہ مغاں خالی ست

خراب ذوق پریوش کیستم غالب
کہ چون ہلال سراپایم از میاں خالی ست

زمن گسستی و پیوند مشکل افتاد ست
مرا بگیر بخونے کہ در دل افتاد ست

رسد دمے کہ خجالت کشم ز گرمی دوست
ز خصم داغم و اندیشہ باطل افتاد ست

بہ قدر ذوق تپیدن بکشتہ جا بخشند
سخن بہ محکمہ در کیش قاتل افتاد ست

شگافے از جگر ذرہ ام بردن ندہد
بوادی کہ مرا بار در گل افتاد ست

درین روش بچہ امید دل توان بستن
میانہ من و او شوق حائل افتاد ست

بہ ترک گریہ برم دہشت اثر زدلش
کہ خود ز شبروی نالہ غافل افتاد ست

بہ صبر کم نیم اما عیار ایوبی
بقدر آنکہ گرفتند کامل افتاد ست

چو نہنگ و سمندر در آب و آتش من
تنم بہ قلزم و کشتی بساحل افتاد ست

بردے صید تو از ذوق استخوان تنش
ہما ز تیزی پرواز بسمل افتاد ست

چو اندر آئینہ با خویش لابہ ساز شوی
ز خود بجوی کہ مارا چہ در دل افتاد ست

حریف ما ہمہ بے بذلہ مے بخورد غالب
مگر ز خلوت واعظ بہ محفل افتادست

ایمنیم از مرگ تا تیغت جراحت بار ہست — روزیِ ناخوردۂ ما در جہان بسیار ہست
باد خاکِ رہگذر بر فرقِ عریان ریختن — گل کسی جوید کہ اورا گوشۂ دستار ہست
یارۂ امیدوار ستم تکلف برطرف — با ہمہ بے التفاتی دردمند آزار ہست
بر سرِ کوے تو با جہرم بجنگ آرد ہمی — این ہجومِ ذرہ کاندر روزنِ دیوار ہست
در خموشی تابشِ روے عرقناکش نگر — تا چہا ہنگامۂ سرگرمیِ گفتار ہست
بینوائی بین کہ گر در کلبہ ام باشد چراغ — بخت را نازم کہ با من دولتِ بیدار ہست
در پرستش سستم در کامجوئی استوار — بادشہ را بندۂ کم خدمت پُرخوار ہست
رازِ دیدنہا مجوی و از شنیدنہا مگوئی — نقشہا در خامہ و آہنگہا در تار ہست
گر نمودار یست نقشِ سجدہ بر سیما دریغ — در نشانمندیست دوشِ خستۂ زنّار ہست
دور باش از ریزہ ہاے استخوانم اے ہما — کاین بساطِ دعوتِ مرغانِ آتش خوار ہست
کہنہ نخلِ تازہ از صرصر زپا افتادہ ام — خاکم ارکاوی ہنوزم ریشہ در گلزار ہست

باد برد آن گنج بادآورد[1] و غالب را ہنوز
نالۂ الماس پاش و چشمِ گوہربار ہست

چشمم از ابرِ اشکبار ترست — از عرقِ جبہۂ بہار ترست
گریہ گرد از فریبِ زارم کشت — نگہ از تیغِ آبدار ترست
می برانگیزدش بکشتنِ من — دشمن از دوستِ غمگسار ترست
دی نگر مست بودۂ کامروز — شکرم از شکوہ ناگوار ترست

---

[1] گنج بادآورد "بفتح دال" گنج دوم از ہشت گنج خسرو پرویز، و وجہ تسمیہ اش اینکہ قیصر روم از خوف پرویز چند کشتی از زرِ سرخ پُر کردہ بجزیرہ می فرستاد و بادِ مخالف آن کشتیہا را بملک پرویز بآورد، پرویز آن مال را گرفت لہٰذا آن مال را گنجِ بادآورد نام کردند (غیاث اللغات)

اے کہ خوے تو، بجور دے تو نیست　　دیدہ از دل امیدوار تر ست
نو بدولت رسیدہ را نگرید　　خطش از زلف مشکبار تر ست
طفلی و پر دلیر می شکنی　　آہ عہدے کہ استوار تر ست
ہمہ عجز و نیاز مے خواہند　　زار تر ہر کہ حق گزار تر ست
خستہ از راہ دور می آیم　　پا ز تن پارۂ فگار تر ست
شکوہ از خوے دوست نتوان کرد　　بادۂ تند سازگار تر ست

میر سد گر بخویشتن نازد
غالب از خویش خاکسار تر ست

ظہور بخشش حق را ذریعہ بے سببی ست　　دگرنہ شرم گنہ در شمار بے ادبی ست
زگیر و دار چہ غم چون بعالمے کہ منم　　ہنوز قصۂ حلاج حرف زیر لبی ست
رموز دین نشناسم درست معذورم　　نہاد من عجمی، و طریق من عربی ست
نشاط جم طلب از آسمان نہ شوکت جم　　قدح مباش ز یاقوت بادہ گر عنبی ست
بالتفات نیرزم در آرزو چہ نزاع　　نشاط خاطر مفلس ز کیمیا طلبی ست
بود بہ طالع ما آفتاب تحت الارض　　فروغ صبح ازل در شراب نیم شبی ست
نہ ہم بپایگی زاہدان بلائے بود　　خوشست گرمی بغش خلاف شرع نبی ست
ہر آنچہ در نگری جز بہ جنس مائل نیست　　عیار بیکسئی[1] ما شرافت نسبی ست
کسیکہ از تو فریب وفا خورد داند　　کہ بیوفائی گل در شمار بوالعجبی ست

میان غالب و واعظ نزاع شد ساقی
بیا بہ لابہ کہ ہیجان قوت غضبی ست

نشاط[2] معنویان از شرابخانۂ تست　　فسون بابلیان فصلے از فسانۂ تست

---

[1] در نسخہ یادگار غالب بجائے ما من است
[2] این غزل در نسخہ «د» نیست

بجام و آئینہ حرف جم و سکندر چیست
کہ ہر چہ رفت بہر عہد در زمانۂ تست

فریب حسن بتان پیشکش اسیر تو ایم
اگر خطست و گر خال دام و دانۂ تست

ہم از احاطۂ تست اینکہ در جہان ما را
قدم بہ بتکدہ و سر بر آستانۂ تست

سپہر را تو بتاراج ما گماشتۂ
نہ ہر چہ دزد ز ما برد در خزانۂ تست

مرا چہ جرم گر اندیشہ آسمان پیماست
نہ تیزگامی توسن ز تازیانۂ تست؟

کمان ز چرخ و خدنگ از بلا و پر ز قضا
خدنگ خوردۂ این صید گہ نشانۂ تست

سپاس جود تو فرض ست آفرینش را
درین فریضہ دو گیتی ہمان دوگانۂ تست

تو اے کہ محو سخن گسترانِ پیشینی
مباش منکر غالب کہ در زمانۂ تست

ردیف ثای مثلثہ

محو خودست لیک نہ چون من درین چہ بحث
او چون خودی نداشتہ دشمن درین چہ بحث

افسانہ گوست غیر چہ بہر افگنی بر او
غم بر نتابد این ہمہ گفتن درین چہ بحث

جیحون و نیل نیست دل است از خلا بترس
گر نیست خون دیدہ بدامن درین چہ بحث

بیچارہ بین کہ جان بشکر خندہ دادہ است
خویشانش از رو نہ بشیون درین چہ بحث

بی پردہ شو ز غصّہ و الزام دہ مرا
گفتم کہ گل خوش ست بہ گلشن درین چہ بحث

مژگان بدل ز ذوق نگہ میرود فرو
بی رشتہ نیست جنبش سوزن درین چہ بحث

بت را بجلوہ دیدہ و برجای ماندہ است
گر بحث می کنم بہ برہمن درین چہ بحث

ہمسایہ ناخوش ست خوشم ہم نشین خموش
گر نامہ ام نہاد بروزن درین چہ بحث

بعد از حزین کہ رحمت حق بر روانش باد
ما کردہ ایم پرورش فن درین چہ بحث

او جستہ جستہ غالب و من دستہ دستہ ام
عرفی کسے ست لیک بہ چون من درین چہ بحث

ردیف جیم تازی

نقشم گرفتہ دوست نمودن چہ احتیاج — آئینۂ مرا بہ زدودن چہ احتیاج
با پیرہن زناز فرو میرود بدل — بند قبائے دوست کشودن چہ احتیاج
چون میتوان بہ رہ گزر دوست خاک شد — بر خاک راہ ناصیہ سودن چہ احتیاج
ہنگر کہ شعلہ از نفسم بال میزند — دیگر ز من فسانہ شنودن چہ احتیاج
از خود بذوق زمزمۂ میتوان گزشت — چندین ہزار پردہ سرودن چہ احتیاج
در دست دیگرے ست سفید و سیاہ ما — با روز و شب بعربدہ بودن چہ احتیاج
تا لب کشودۂ مزہ در دل و دیدہ است — بوسں لب ترا بر بودن چہ احتیاج
بنگن در آتش و تب و تابم نظارہ کن — غمنامۂ مرا بکشودن چہ احتیاج
آن کن کہ در نگاہ کسان محتشم شوی — بر خویش ہم ز خویش فزودن چہ احتیاج
خواب ست دیدہ ہمت آوارہ بینشان — محو رخ ترا بہ غنودن چہ احتیاج

تاب سموم فتنہ گرا نیست غالبا
کشت امید را بدرودن چہ احتیاج

جلوہ میخواہیم آتش شو ہوائے ما سنج — دستگاہ خویش بین و مدعائے ما سنج
گر خود دت دہرے بجنبد کام مشتاقان بدہ — ورنہ نیروے قضا اندر رضائے ما سنج
ہم نشین داد دہ و دل خندئے پاک بزن — بیروی از کار دربے دولتئے ما سنج
مرگ ما را تا کہ تمہید شکایت کردہ است — رنج داند دہے کہ دارد از برائے ما سنج
ای کہ نعش ما بری پندارم از ما بودہٴ — دستمزد ادچہ داری خونبہائے ما سنج

خویش را شیرین ستمگر دی خصم را پرویزگیر
سرگزشت کوہکن یاماجرائے مامسنج

آہ از شرم تو و ناکامی ما زود باش
در تلافی پایۂ مہر و وفائے مامسنج

زاری ما در غم دل دید و شادی مرگ شد
مردن دشمن ز تاثیر دعائے مامسنج

کاہما محوست عیش بے زوال ما مپرس
دیدہ ہاکورست جنس ناروائے مامسنج

درگزر زین پردہ چون دمساز غالبؔ نیستی
مدعی ہنجار خودگیر دنوائے مامسنج

ردیف جیم فارسی

در پردہ شکایت ز تو دایم دبیان ہیچ
زخم دل ما جملہ دہان ست و زبان ہیچ

اے حسن گر از راست نہ رنجی سخنے ہست
ناز این ہمہ یعنی چہ کمر ہیچ و دہان ہیچ

در راہ تو ہر موج غباریست روانے
دل تنگ نگردم ز ہر افشاندن جان ہیچ

بر گریہ بیفزود ز دل ہر چہ فرو ریخت
در عشق بود تفرقۂ سود و زیان ہیچ

تن پروری خلق فزون شد ز ریاضت
جز گرمیٔ افطار ندارد رمضان ہیچ

دنیا طلبان عربدہ مفت ست بجوشید
آزادی ما ہیچ و گرفتاری تان ہیچ

پیمانۂ رنگیست درین بزم بگردش
ہستی ہمہ طوفان بہارست خزان ہیچ

عالم ہمہ مرآتِ وجودست عدم چیست
تا کار کند چشم محیط ست و کران ہیچ

در پردۂ رسوائی منصور نوائیست
رازت نشنودیم ازین خلوتیان ہیچ

غالبؔ ز گرفتاری اوہام بردن آی
باللہ جہان ہیچ و بد و نیک جہان ہیچ

اے کہ نبوی ہر چہ نبود در تماشایش مپیچ
نیست غیر از سیمیا عالم بسودایش مپیچ

موجہ از دریا شعاع از مہر حیرانی چراست
محو اصل مدعا باش و بر اجزایش مپیچ

آسمان دهست از بر جبین کاوش مگوی | نقش ما هیچ ست بر پنهان و پیدایش مپیچ
آخر از مینا بجاه و پایه افزون نیستی | بندهٔ ساقی شو و گردن ز ایمایش مپیچ
صورتے باید که باشد نغز و زیبا روزگار | گو به اکسونش مپوش و گو بدیبایش مپیچ
نامه عنوانش بنام تست نه از نو تازه است | داغ غم دارد سوادش هر سراپایش مپیچ
دل از آنِ تست و نعمتهای الوانش تراست | سخت در هم چون سماط خوان یغمایش مپیچ
ای هوس کارت ز گستاخی به بیرحمی کشید | نازکیهای میانش بین به بالایش مپیچ
پیش ازین که بود اینهم التفاتے بوده است | اینقدر بر خود ز رنجشهای بیجایش مپیچ
نعش غالب همچنین بر جا گزار آخر نه ست | خیز و در گلے به بند گوهر آمایش مپیچ

ردیف حای حطی

بادهٔ پرتو خورشید و ایاغ دم صبح | مفت آنان که در آیند بباغ دم صبح
آفتابیم بهم دشمن و همدرد ای شمع | ما هلاک سر شامیم و تو داغ دم صبح
بعد آنانکه قریب اند بما نوبت ماست | آخر کلفت شبهاست فراغ دم صبح
زین سپس جلوهٔ خور جای چراغان گیرد | شب اندیشه ز ما یافت سراغ دم صبح
پیش ازین باد بهار اینهمه سرمست نبود | شبنم ماست که تر کرده دماغ دم صبح
سخن ما ز لطافت همه سرجوش خم است | که فرو ریخته از ظرف ایاغ دم صبح
ذوق مستی ز هم آهنگی بلبل خیزد | مفگن آوازه بر آوازِ کلاغ دم صبح
حق آن گرمی هنگامه که دارم بشناس | ای که در بزم تو ماتم به چراغ دم صبح
بوی گل گر نه نوید کرمت داشت چه داشت | ای بشب کرده فراموش جناغ دم صبح

غالب امروز بوقتے کہ صبوحی زدہ ام
چیدہ ام این گل، اندیشہ زباغ دم صبح

آہے بعشق فاتح خیبر[1] کنیم طرح — در گنبد سپہر مگر در کنیم طرح
در فصل دی کہ گشتہ جہان زمہریر از دو — بنشین کہ آب گردش ساغر کنیم طرح
تا چند نشنوی تو و ما حسب حال خویش — افسانہ ہاے غیر مکرر کنیم طرح
ما را زبون مگیر گر از پا در آمدیم — از ما عجب مدار گرازسر کنیم طرح
ہوے بچرخ دادن گردون بر آوریم — عیشے بداغ کردن اختر کنیم طرح
خود را بشاہدی بپرستیم زین سپس — در راہ عشق جادۂ دیگر کنیم طرح
از داغ شوق پردہ نشینے نشان دہیم — در زخم رشک روزنۂ در کنیم طرح
از تار و پود نالہ نقابے دہیم ساز — ذرّہ ذرّہ زسینہ زلف معنبر کنیم طرح
برگ حلل ز شعلہ و آذر بہم نہیم — پیرایہ از شرارہ و اخگر کنیم طرح
از زخم و داغ لالہ و گل در نظر کشیم — از کوہ و دشت حجلہ و منظر کنیم طرح
از سوز و ساز محرم و مطرب کنیم جمع — از خار و خارہ بالش و بستر کنیم طرح

آئین برہمن بنہایت رسانده ایم
غالب بیا کہ شیوۂ آذر کنیم طرح

ردیف خاے معجمہ

اے جمال تو بتاراج نظرہا گستاخ — دی خرام تو بپامالیٔ سرہا گستاخ

---

[1] فاتح خیبر، لقب حضرت علی بن ابی طالب رضؓ کہ از دست خویش در قلعہ خیبر را از پا در آورد و قلعہ از جرأت و شجاعتش مفتوح شدہ بود (تذکرۃ الکرام تاریخ خلفائے عرب و اسلام) ذکر غزوۂ خیبر

داغ شوق تو بہ آرایش دلہا سرگرم — زخم تیغ تو بہ گلگشت جگرہا گستاخ

مردم از درد تو دور از تو و داغم ز غیر — کہ رساند بتو این گونہ خبرہا گستاخ

باخبر باش کہ دردے کہ ز بیدردی تست — نالہ را کرد در اظہار اثرہا گستاخ

خواہش وصل خود از غیر ز اخلاص مسنج — کاین گدائے ست بدریوزہ درہا گستاخ

شاد گردم کہ بخلوت نرسیدست رقیب — بینمش چون بتو در راہ گذرہا گستاخ

گریہ ارزانی آن دل کہ بہ نیرو باشد — بشنا در زدہ سیلاب خطرہا گستاخ

ہاے این پنجہ کہ با جیب کشاکش دارد — بود با دامن پاکت چہ قدرہا گستاخ

تا ز دلہاے نزارش چہ محابا باشد — سر زلفے کہ بہ پیچد بکمرہا گستاخ

طوطیان در شکر آیند بہ غالب کادرست
لبے از نطق بتاراج شکرہا گستاخ

تا بشوید نہاد ما ز دنخ — گشت گرمابہ ساز از دوزخ

تا چہ بخشند در جہان دگر — کشتگان ترا چمن برزخ

وہ کہ از کشت زار امیدم — بہرۂ مور نیز بر و ملخ

دلم اجزاے نالہ را مدفن — درت اشخاص بقعہ را مسلخ

از دل آرم بساط من آتش — از تو گویم برات من بر یخ

ہوس ما و دانہ از یک دست — نفس ما و دام از یک نخ

برگ در خورد ہمت فلک است — بشکایت چہ میزنیم زنخ

مور چون ساز میزبانی کرد — بہ سلیمان ؑ رسید پاے ملخ

با تو شد ہم سخن پیام گزار — چہ شکیبم بہ از زنش پاسخ

در سخن کار بر قیاس مکن — ترش گردد ترش نہ تلخ تلخ

قاصد من براہ مردہ و من — ہمچنان در شمارۂ فرسخ

مرگ غالبؔ دلت بدرد آورد
خویش را کشت دہر زہ گشت آوخ

ردیف دال مہلہ

دگر فریب بہارم سر جنون ندہد — گل ست و جامۂ آبے کہ بوی خون ندہد
گزشتہ تا ر امیدم دگر بخلوت انس — ز زخمۂ گلہ سازم نوا برون ندہد
ز قاتلے بعذابم کہ تیغ و خنجر را — بحکم وسوسہ زہراب بے شگون ندہد
بدان پری ست نیازم کہ ہر تسخیرش — ز ہر دل بزبان رخصت فسون ندہد
جنون نگو ادبش نیست بلکہ خود داریست — کہ تن بہمدمی عقل ذو فنون ندہد
کفیل ہوش خودم وقت مے ببزم حبیب — بشرط آنکہ زیاب قلزمم فزون ندہد
بہوے گنج گزیدم خرابہ ورنہ جنون — بہرزہ ذوق دلآویزی سکون ندہد
شریک کار نیا در تاب سختی کار — جواب نالۂ ما غیر بے ستون ندہد
بمن گرائی و وفا جو کہ سادہ برہمنم — بسنگ ہر کہ دہد دل بغمزہ چون ندہد

ترا بحر بہ چہ حاجت نہ آن بود غالبؔ
کہ جان بہ لذت آویزش درون ندہد

نگاہش ار بسر نامۂ وفا ریزد — سواد صفحہ ز کاغذ چو توتیا ریزد
بغرق ما اگرش تا گہان گزار افتد — چو گرد سایہ ز بال و پر ہما ریزد
خوشا بریدن راہ وفا کہ در ہر گام — جبین ز پاے باندازِ نقش پا ریزد
ز نالہ ریخت جگر پارہ ہاے داغ آلود — چو برگ لالہ کہ در گلشن از ہوا ریزد
تبسمے است بہ بالین کشتگان خودت — کہ گل بجیب تمنائے خونبہا ریزد
دماغ ما ز بلا میرسد مگر ساقی — گداز زہرۂ ما در ایاغ ما ریزد

خوش آنکه عجز منش بر سر عتاب آرد — خسک به پیرهن شعلهٔ جفا ریزد

بهشت خویش توانی شدن اگر داری — دلے که خون شود و رنگ مدعا ریزد

بروز وصل در آغوشم آنچنان بفشار — که بے من از لب من شکوهٔ تو دا ریزد

بچاره درد تو اکسیر بے نیاز یہاست — که دل گداز دو در قالب دوا ریزد

برے عقدهٔ کارم بشکل برگ خزاں — زلرزه ناخن دست گره کشا ریزد

غبار شوق بخونابهٔ امید سرشت — دمے که خواست قضا طرح این بنا ریزد

شباب و زہد چه ناقدر دانی ہستی ست — بلا بجان جوانان پارسا ریزد

بسجده بر در یار او فتیم تا غالب
خط جبین چو غبار از جبین ما ریزد

بہ بند پرسش حالم نمی توان افتاد — توان شناخت ز بندے که بر زبان افتد

فغان من دل خلق آب کرد و رنه ہنوز — نگفته ام که مرا کار با فلان افتاد

کن آن نیم که بتانم کنند دلجوئی — خوشم ز بخت که دلدار بدگمان افتاد

ز رشک غیر بدل خون فتاد ناگه و من — بخون تپم که چه افتاد تا چنان افتاد

ہم از تصرف بیتابیٔ زلیخا بود — بچاه یوسف اگر راه کاروان افتاد

حدیث مے بدن و جنگ در میان داریم — کنون که کار به شیخ نهفته دان افتاد

فرو نیامدم از بسکه نخودم بطلب — ہزار بار گزارم بر آشیان افتاد

بکوے یار ز پا افتم و کنم فریاد — بدان دریغ که دانند ناگہان افتاد

شب ار چه با تو بدعوی نما نمائی داشت — بروز طشت مه از بام آسمان افتاد

نفس شراره فشانست و نطق شعله درو — ز حرف خوے که باز آفتم بجان افتاد

غریبم و تو زبان دانِ من نهٔ غالب
بہ بند پرسشِ حالم نمی توان افتاد

غم چو بهم در افگند رو که مراد میدهد
دانه ذخیره می کند کاه بباد میدهد

آخر منزل نخست خوے تو راه میزند
اول منزل دگر بوے تو زاد میدهد

اے که بدیده نم ز تست وے که بسینه غم ز تست
نازش غم که هم ز تست خاطر شاد میدهد

شوخی دلکشا تنت برگ نبات می نهد
سختی بیوفا دلت رزق جماد میدهد

مست عطاے خود کند ساقی ما نه مست مے
داده زیاده می برد بسکه زیاد میدهد

دوست ز فتنه بگذرد لیک غبار ما هنوز
در روش از فزودن سری مالش باد میدهد

انچه به من نبشته نیست ز نامه بر نهان
شوخی نامه در کفش نامه کشاد میدهد

میدهیم به خلد جا رحم کجاست اے خدا
آب و هواے این فضا کے که بیاد میدهد

خو بجفا گرفته را تازه کند خراش دل
ورنه بهانه جوے من چیست که داد میدهد

توسن کلک غالبا مصرع فیضش عنان نیست؟
صبح چو ترک مست من شیشه کشاد میدهد

دل اسباب طرب گم کرده در بند غم نان شد
زراعتگاه دهقان میشود چون باغ ویران شد

گرفتم کز تغافل طاقت ما[۱] باج می گیرد
حریف یک نگاه بیمحاباے تو نتوان شد

تو گستردی بصحرا دام و از رشک گرفتاری
کف خاکم برنگ قمری بسمل پر افشان شد

جنون کردیم و مجنون شهره گشتیم از خردمندی
برون دادیم از غم بعنوانے که پنهان شد

بدین رنگست گر کیفیت مردن خوشا حسرت
لب از ذوق کف پاے تو عشرت خانه جان شد

سراپا زحمت خویشیم از هستی چه می پرسی
نفس در دل دم شمشیر و دل در سینه پیکان شد

فراغت بر نتابد همت مشکل پسند من
ز دشواری بجان می افتدم کارے که آسان شد

چه پرسی وجه حیرانی که هنگام تماشایت
نگاه از بیخودی بهادست و پا گم کرد و مژگان شد

زما گر مست این هنگامه بنگر شور هستی را
قیامت میدمد از پرده خاکے که انسان شد

---

۱ نسخه ن، من.

نشاط انگیزی انداز سعی چاک را نازم — بہ پیراہن نمی گنجد گریبانے کہ داماں شد
شب غربت ہمانا شیوۂ غم خواری دارد — کہ ہم در ماتم صبح وطن زلفش پریشان شد
قضا از ذوق معنی شیرۂ بیر بخت در جانہا — نمی از لائے پالایش چکید آب حیوان شد
دلم سوزت نہان دارد دلے در سینہ کو یہا — چراغے جستہ از بیتمش اگر داغے نمایان شد
چو اسکندر زنادانی ہلاک آب حیوانی — خوشا سوہنؔ[1] کہ ہر کس غوطہ زد در وے تنش جان شد

خدارا اے بتان گردش گردیدنی دارد
دریغا آبروئے دیر گر غالب مسلمان شد

داغم از پردۂ دل رو بقفائے آید — تا بہ بینم کہ ازین پردہ چہا می آید
ہمچو رازے کہ بہ مستی ز دل آید بیرون — در بہاران ہمہ بوئیت ز صبا می آید
جلوہ اے داغ کہ ذوقم ز نمک میبخزد — مژدہ اے درد کہ ننگم ز دوا می آید
سود غارت زدگیہائے غمت را نازم — کہ نفس میرود و آہ رسا می آید
زیستم بیتو ، ازین ننگ بکشتم خود را — جان فدائے تو بیا کز تو حیا می آید
دعوی گمشدگی محضر رسوائیہا ست — کز پے مور بویرانہ رسا می آید
راز از سینہ بمضراب نریزم بیرون — ساز عاشق ز شکستن بصدا می آید
برگ گل پردۂ ساز ست تمنائے ترا — بو کہ دریافتہ باشی چہ نوا می آید
در ہم افشردن اندام تو چون بامیخواست — خندد بر تنگی آغوش قبا می آید
رفتہ در حسرت نقش قدمے عمر بسر — جادہ را کہ بسر منزل ما می آید

اتفاق سفر افتاد بہ پیری غالب
انچہ از پائے نیامد ز عصا می آید

خوش ست آنکہ با خویش جز غم ندارد — ولے خوشتر ست آنکہ این ہم ندارد

---

[1] سوہن ۔ نام دریائے است کہ در علاقہ بہار جاری است و نامش سوون زبان زد خاص و عام است یہاں تا مراد غالب ہمیں دریا است زیرا کہ ہیچ دریا کہ "سوہن" نام دارد در ہندوستان نیست

قوی کردہ پیوند ناسور پشتش — گرانمایہ زخمے کہ مرہم ندارد
سرابے کہ رخشد بویرانہ خوشتر — ز چشمے کہ پیرایۂ نم ندارد
بجوشش عرق زنگ در باخت رویت — گل از نازکی تاب شبنم ندارد
گلت را نوا نرگست را تماشا — تو داری بہارے کہ عالم ندارد
چہ ناکس شمرد آنکہ خون ریخت مارا — بہ تیغے کہ ترکیب او خم ندارد
ز ماتم نباشد سیہ پوش زلفت — کہ ہندو بدین گونہ ماتم ندارد
نگہدار خود را و ز آئینہ بگزر — بنگاہ تو پروائے خود ہم ندارد

سخن نیست در لطف این قطعہ غالب
بہشتے بود ہند کادم ندارد

مژدۂ صبح درین تیرہ شبانم دادند — شمع کشتند و ز خورشید نشانم دادند
رخ کشودند و لب ہرزہ سرایم بستند — دل ربودند و دو چشم نگرانم دادند
سوخت آتشکدہ ز آتش نفسم بخشیدند — ریخت بتخانہ ز ناقوس فغانم دادند
گہر از رایت شاہان عجم برچیدند — بعوض خامۂ گنجینہ فشانم دادند
افسر از تارک ترکان پشنگی[۱] بردند — بہ سخن ناصیۂ فر کیانم دادند
گوہر از تاج گسستند و بدانش بستند — ہرچہ بردند بہ پیدا بہ نہانم دادند
ہرچہ در جزیہ ز گبران مے ناب آوردند — بشب جمعۂ ماہ رمضانم دادند
ہرچہ از دستگہ پارس بہ یغما بردند — تا بنالم ہم از ان جملہ زبانم دادند
دل ز غم مردہ و من زندہ ہمانا این مرگ — بود از زندہ بماتم کہ امانم دادند

---

[۱] پشنگ بضم اوّل و فتح ثانی۔ نام پدر افراسیاب اولادش را پشنگی گویند

هم ز آغاز بخوف و خطر ستم غالبؔ
طالع از قوس و شمار از سرطانم دادند

تا کیم دود شکایت ز بیان برخیزد
بزن آتش که شنیدن ز میان برخیزد

می رمی از من و خلقے بگمانست ز تو
بیجا باشد و بنشین که گمان برخیزد

گر دہم شرح عتابے که بدیہا داری
دود از کارگہ شیشه گران برخیزد

با قدرت سر و چو شخصے ست که ناگه یکبار
بیخود از جا ز ہجوم خفقان برخیزد

بچه گیرند عیار ہوس و عشق دگر
رسم بیداد مباد از جہان برخیزد

کشتهٔ دعوی پیدائی خویشیم ہمه
وائے گر پرده ازین راز نہان برخیزد

زینہار از تعب دوزخ جاوید مترس
خوش بہاریست که دیم خزان برخیزد

ناله برخاست دم جستن از آتش ز سپند
گو شگرفے که چو ما از سر جان برخیزد

جز دے از عالم و از ہمه عالم بیشم
ہمچو موئے که بتان را ز میان برخیزد

عمرہا چرخ بگردد که جگر سوختهٔ
چون من از دودهٔ آذر نفسان برخیزد

گر دہم شرح ستمہائے عزیزان غالبؔ
رسم امید ہمانا ز جہان برخیزد

گویم سخنے گرچه شنیدن نشناسد
صبحے ست شمیم را که دمیدن نشناسد

از بند چه بکشاید و از دام چه خیزد
مائیم و غزالے که رمیدن نشناسد

گو ہر چه شکایت کند از بے پروائی[1]
مائیم و سرشکے که چکیدن نشناسد

ساقی چه شگرفی کند و باده چه تندی
خون باد دماغے که رسیدن نشناسد

بالذت دیدار ز پیغام گرفتیم
مشتاق تو دیدن ز شنیدن نشناسد

بے پرده شو از ناز و میندیش که ما را
چون آئینه چشمے است که دیدن نشناسد

---

[1] در نسخهٔ دال "بے سروپائی" است۔

بینم چہ بلا بر سر جیب و کفن آرد　　دستے کہ بجز جامہ دریدن نشناسد

پیوستہ روان از مژہ خون جگرستم　　رنگیست ز زخم را کہ پریدن نشناسد

شوقم مے گلگون بسبو ریز نداشب　　پیمانہ ز ساقی طلبیدن نشناسد

بالذت اندوہ تو در ساختہ غالب
گوئی ہمہ دل گشت و طپیدن نشناسد

ہر دم ز نشاطم دل آزاد بجنبد　　تا کیست درین پردہ کہ بے باد بجنبد

برہم زدن کار من آسان ترا زانست　　کز باد سحر طرۂ شمشاد بجنبد

خواہم ز تو آزردگی غیر و چو بینم　　عرق حسد خاطر ناشاد بجنبد

مردم بہ دم و داغم از آن صید کہ زادم　　لختے پے مشغولئ صیاد بجنبد

ہان شیخ پریخوان مے گلگون بقدح ریز　　تا در نظرت بال پریزاد بجنبد

برقے بفشار آرم و ابرے بتراوش　　زان دشنہ کہ اندر کف جلاد بجنبد

از رشک بجون غلطم و از ذوق برقصم　　زان تیشہ کہ در پنجۂ فرہاد بجنبد

اے آنکہ در اصلاح تو ہرگز ندہد سود　　چون طبع بحجت را رگ بیداد بجنبد

ہر پویہ کہ گرد دل آگاہ بگردد　　ہر چارہ کہ در خاطر استاد بجنبد

وصل تو بہ نیروے دعا نیست ازین بعد　　خون باد زبانے کہ بایراد بجنبد

غالب قلمت پردہ کشاے دم عیسیٰ است
چون بر روش طرز خداداد بجنبد

خوبان[1] نہ آن کنند کہ تمکین بزبان رسد　　دل بردتا دگر چہ از آن دلستان رسد

دارد خبر دریغ و من از سادگی ہنوز　　سنجم ہمی کہ دوست مگر ناگہان رسد

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست　　ہر جا کنیم سجدہ بدان آستان رسد

---

[1] این غزل در نسخہ "د" موجود نیست۔

دُردی کشان بمیکده درهم فتاده اند — نازم به خواریی که بمن زین میان رسد
گم شد نشان من چو رسیدم بکنج دیر — مانند آن صدا که بگوش گران رسد
در دام بهر دانه نیفتم مگر قفس — چندان کنی بلند که تا آشیان رسد
راهی که تا من است همانا نه ایمنست — خون می خورم که چون بخودم مے ز جهان رسد
رفتم بسوے وے مژه اندر جگر خلید — زان بیشتر که سینه بنوک سنان رسد
تیر نخست را غلط انداز گفته ام — اے واے گر نه تیر دگر بر نشان رسد
امید غلبه نیست به کیش مغان درآی — مے گر به جذبه دست نداد ار مغان رسد
خوارم نه آنچنان که دگر خرده وصال — باور کنم اگر همه از آسمان رسد
صاحبقران ثانی اگر در جهان نماند — گفتار من به ثانی صاحبقران رسد

چون نیست تاب برق تجلی کلیم را
کے در سخن به غالب آتش بیان رسد

عاشق چو گفتیش که بروز دمی رود — نازم بخواجگی غضب آلود می رود
امشب بزم دوست که نام ما نبرد — گوئے سخن ز طالع مسعود می رود
از ناله ام مرنج که آخر نرست کار — شمع خموشم و ز سرم دود می رود
شادم به بزم وعظ که رامش اگرچه نیست — بارے حدیث چنگ و نے و عود می رود
فردوس جوی عمر دو ساله باده را — سرمایه نیز در هوس سود می رود
نخوت نگر که تا خلد اندر دلش ز رشک — حرفے که در پرستش معبود می رود
با هم به داغ و لابه[1] تسلی شویم کاش — نادان ز بزم دوست بخشنود می رود
رشک وفا نگر که بدعوی گه وفا — هر کس چگونه در پے مقصود می رود

---

[1] لابه و لاغ، اختلاط و انبساط (فرهنگ غالب)

فرزند[1] زیر تیغ پدر می نہد گلو   گر خود پدر در آتش نمرود می رود

غالب خوش است فرصت موہوم فکر عیش

تارے کہ نیست در سر این پود می رود

دانست کز شہادتم امید حور بود   برگشتنم ز دین دم بسمل ضرور بود

رفت آنکہ ما ز حسن مدارا طمع کنیم   سررشتہ در کف ارنی گوے طور بود

مجرم مسنج رند انا الحق سرائے را   معشوقہ خود نہان ز نگہبان غیور بود

سالک نگفتہ ایم کہ منزل شناس نیست   بیجادہ ماند راہ از آن رو کہ دور بود

نازم بامتیاز کہ بگذشتن از گناہ   با دیگران ز عفو و بما از غرور بود

اے آنکہ از غرور بہیچم نمے خری   زان پایہ باز گوی کہ پیش از ظہور بود

درد دلم بحشر ز شدت نہفتہ ماند   خون باد نالہ کو کہ ہم آہنگ صور بود

دل از تو بود و تو پے الزام ما ز ما   بردی نخست آنچہ ز جنس شعور بود

قطع پیام کردی و دانستم آشتیست   دلالہ خوردے و دلم ناصبور بود

دادی صلاے جلوہ و غالب کنارہ کرد

کو بخشش آن گدا کہ ز غوغا نفور بود

ز گریہ تہمت خون دل بجوش آمد   ز شادی ستمت سینہ در خروش آمد

بجان نوید کہ شرم از میانہ ہم رفت   بہ عیش مژدہ کہ وقت وداع ہوش آمد

خیال یار در آغوشم آنچنان بفشرد   کہ شرم اشکم از شکوہ ہاے دوش آمد

بآستین بنشان دبہ تیغ خویش بردار   کہ جان غبار تن و سر وبال دوشش آمد

ندائے شیوۂ رحمت کہ در لباس بہار   بعذر خواہی رندان بادہ نوش آمد

---

[1] مراد حضرت اسماعیل ذبیح اللہ بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ

[2] مراد منصور حلاج

ز وصل یار قناعت کنون به پیغامیست — خزان چشم رسید و بهار گوش آمد

زمام حوصله نگرفت و کوهکن جان داد — چه نرم شانه گذشت و چه سخت کوش آمد

شهید چشم تو گشتم که خوش سخن گویست — هلاک طرز تبسم شو که پر خموش آمد

ترا جمال و مرا مایهٔ سخن سازیست — بهار زینت دکان گلفروش آمد

بپرس وجه سواد سفینه‌ها غالب

سخن بمرگ سخن رس سیاه پوش آمد

به عشق از دو جهان بی نیاز باید بود — مجاز سوز حقیقت گداز باید بود

عجیب حوصله نقد نشاط باید ریخت — بجان شکوه تغافل طراز باید بود

چو لب زهر زه نوایان شوق نتوان شد — چو دل زپرده سرایان راز باید بود

چو بزم عشرتیان تازه رو نتوان جوشید — چو شمع خلوتیان جان گداز باید بود

کمر بهمت بتاراج خویش باید بست — شریک مصلحت سعی ناز باید بود

چو شوق بال گشاید توان بخود بالید — چو ناز جلوه گراید نیاز باید بود

به صحن میکده سرمست میتوان گردید — به کنج صومعه وقف نماز باید بود

بخون تپیدهٔ ذوق نگاه نتوان زیست — شهید آن مژه های دراز باید بود

نگه ز دیدهٔ بیداد جو که سائل را — گدیه طالب درهای باز باید بود

چه بر زراحت آزادگی خوری غالب

ترا که این همه با برگ و ساز باید بود

نفس از بیم خویت رشتهٔ پیچیده را ماند — نگاه از تاب رویت موی آتش دیده را ماند

ز جوش دل هنوزش ریشه در آبست پنداری — بمژگان قطرهٔ خون غنچهٔ ناچیده را ماند

ز بس کز لاله و گل حسرت نازت نمی جوشد — خیابان محشر داغهای خون گردیده را ماند

خوشا دلدادهٔ چشم خودش بودن در آئینه — ز سر گرمی نگه صیاد آهو دیده را ماند

غبار از جاده تا اوج سپهر ساده میبالد — ز جوش وحشتم صحرا دل رنجیده را ماند

بهر جا میخرامی جلوه ات دامانست پنداری — دل از آئینه داریهای شوقت دیده را ماند

چه غم از افتادگیها چون روان پالاست اندوهت — تن از مستی بکویت جان آرامیده را ماند

بهار از رنگ و بو در پیشگاه جلوهٔ نازش — گدایان نثار از ره گزر برچیده را ماند

رقیبش برده از راه وفا بنگر که در چشمم — غبار راه او مژگان برگردیده را ماند

جهان و دلیست از سودا که بیگرداندش غالب
تو گوئی گنبد گردون سر شوریده را ماند

شادم بخیالت که ز تابم بدر آورد — از کشمکش حسرت خوابم بدر آورد

فریاد که شوق تو بکاشانه زد آتش — وانگاه پے بردن آبم بدر آورد

رسوائی من خواست نگر کان همه سرمست — دور فلک از بزم شرابم بدر آورد

افگنده بچون فلک از وادی شادم — کز پیچ و خم موج سرابم بدر آورد

جان بر سر مکتوب تو از شوق فشاندن — از عهدهٔ تحریر جوابم بدر آورد

نازم به نگاهت که ز سرمستی انداز — از تفرقهٔ مهر و عتابم بدر آورد

ساقی نگهے تا بشناسم ز چه جاست — آن باده که از بند حجابم بدر آورد

نازم به گرانمایگی سعی تحیر — کز سرحد این دیر خرابم بدر آورد

آن کشتی اشکسته ز موجم که تباهی — افگند در آتش که از آبم بدر آورد

غالب ز عزیزان وطن بوده ام اما
آوارگی از فرد حسابم بدر آورد

گرسنه بر که بر آید ز فاقه جانش لرزد — از آنکه در رسد از راه میهمانش دلرزد

نفس بگرد دل از مهر می تپد بفراقت — چو طائرے که بسوزانی آشیانش ولرزد

---

[1] در نسخهٔ د "دودے ست"

ستم بوصل بہ گنجینہ راہ یافتہ دزدے — کہ در ضمیر بود بیم پاسبانش دلرزد

دگر بکام خود اے دل چہ بہرہ بردتوانی — زسادہ کہ زنی بوسہ بر دہانش دلرزد

ترسد از ز گسستن خدا نخواستہ باشد — چرا رسد سر آن طرہ بر میانش دلرزد

زشور نالۂ دل دار و اضطراب روانم — چو رائضے کہ ز گف در رود عنانش دلرزد

زجنبش مژہ مانی دم نگاہ بہ مستی — کہ بے ارادہ جہد تیر از کمانش دلرزد

ز شیخ وجد بذوق نشاط نغمہ نیابی — مگر بدل گزرد مرگ ناگہانش دلرزد

فغاں ز خجلت صراف کم عیار کہ ناگہ — بر آورند ز قلب از دکانش دلرزد

گر از فشاندن جان شور نیست در سر غالب
چرا بہ سجدہ نہد سر بر آستانش دلرزد

آنانکہ وصل یار ہمی آرزو کنند — باید کہ خویش را بگدازند داد کنند

وقتست کز روانی مے ساقیان بزم — پیمانہ را حباب لب آب جو کنند

مینالی از نے کہ بہ ناخن شکستہ اند — اے وائے ناخنے بدلت گر فرو کنند

دیوانہ وجہ رشتہ ندارد مگر ہمان — تارے کشد ز جیب کہ جاے رفو کنند

خون ہزار سادہ بگردن گرفتہ اند — آنانکہ گفتہ اند نکویان نکو کنند

لب تشنہ جوے آب شمارد سراب را — می زیبد ار بہستی اشیا غلو کنند

از بس بشوق روے تو مستست نوبہار — بوے می آید ار دہن غنچہ بو کنند

پیمانہ را بہ ماتم صہبا فشاندنست — اے وائے گر ز خاک وجودم سبو کنند

آلودۂ ریا نتوان بود غالبا
پاکست خرقہ کہ بمے شستشو کنند

چون گویم از تو بر دل شیدا چہ می رود — بنگر بر آبگینہ ز خارا چہ می رود

خوابیدہ است تاکہ بکویت رسیدہ است — گر سر رود براہ تو از پا چہ می رود

گویی مباد در شکن طره خون شود
دل زان تست از گره ما چه می رود

پیداست بے نیازی عشق از فنائے ما
گر زد رے شکست ز دیبا چه می رود

آئینه خانه ایست غبارم ز انتظار
او جانب چمن بتماشا چه می رود

گر جلوهٔ رخ تو بساغر ندیده ایم
چندین بذوق باده دل از جا چه می رود

با ما که محو لذت بیداد گشته ایم
دیگر سخن ز مهر و مدارا چه می رود

یک ره اگر بوادی مجنون کند گذار
از ساربان ناقهٔ لیلا چه می رود

اے شرم باز داشته از جلوه سازیت
از پشت پا بر آئینه آیا چه می رود

هفت آسمان بگردش ما در میانه ایم
غالب دگر مپرس که بر ما چه می رود

نه از شرم ستمگر چشم سوئے آسمان بر نمی آید
نگاهش باورا از پهلوے مژگان بر نمی آید

ازین شرمندگی کز بند سامان بر نمی آید
سر شوریدهٔ ما از گریبان بر نمی آید

گر از رسوائی ناز تو پروا نیست عاشق را
چرا دل خون نمی گردد چرا جان بر نمی آید

بزم سوختن دود از چراغان بر نمی خیزد
بباغ خون شدن بو از گلستان بر نمی آید

بسرت گردم بزن تیغ درے بر روئے دل بکشا
دلم تنگ ست کار از زخم پیکان بر نمی آید

شگفتن عرض بیتابیست هان اے غنچه میدانم
دلت با نالهٔ مرغ سحر خوان بر نمی آید

همان خون کردن از دیده بیرون ریختن دارد
دلے کز عهدهٔ غمهاے پنهان بر نمی آید

نگر آتش نفس دیوانهٔ مرد از اسیران ست
که دود از روزن دیوار زندان بر نمی آید

چه گیرائیست کاین تار ز مو باریکتر دارد
کسے از دام این نازک میانان بر نمی آید

فتد آسودگی گر مرد راهی کاندرین وادی
چو خار از پا بر آمد پا ز دامان بر نمی آید

برم پیش که یارب شکوهٔ اندوه دل تنگی
نفس چندان که میبالم پریشان بر نمی آید

بدوشش خلق نعشم غیرت صاحبدلان باشد
بپائے خود کسے از کوے جانان بر نمی آید

برآر از بزمِ بحث اے جذبۂ توحید غالب را
که ترکِ سادۂ ما با فقیهان بر نمی آید

چه عیش از وعده چون باور ز عنوانم نمی آید
بنوعے گفت می آیم که میدانم نمی آید

ویرانی خوشم لیکن جهان چون بیتو ویران ست
اگر باشم به چشمم یاد از بیابانم نمی آید

گرفتم زانکه بر زخمِ دل صدپاره خون گرید
خود اورا خنده برچاکِ گریبانم نمی آید

ز دشمن نگسسته در سایۂ دیوار تن خسته
بکویش رشک بر مهرِ درخشانم نمی آید

دعاے خیر شد در حقِ من نفرین بجان کردن
ز نفرین بسکه می ترسد به لب جانم نمی آید

از آن بدخو ندانم چون دهد دلاله در پیدا
نویدے کز نوازشهاے پنهانم نمی آید

براه کعبه زادم نیست شادم کز سبکباری
برفتن پاے بر خارِ مغیلانم نمی آید

دلش خواهد که تنها سوے من آید ولیکن
فریبِ همرهان دانم ز تنها دانم نمی آید

دبیرم شاعرم رندم ندیمم شیوه ها دارم
گرفتم رحم بر فریاد و افغانم نمی آید

شود برهم دلے نه ز هر پندارد که در خوابم
شبے کآواز نالیدن ز تندانم نمی آید

ندارم باده غالب گر سحرگاهش سرِ راهے
به بینی مست دانی کز شبستانم نمی آید

چون بپوئی بزمین چرخ زمینِ تو شود
خوش بهشتے ست که کس راه نشینِ تو شود

لبم از نامِ تو آن مایه پرُ ستے که اگر
بوسه بر غنچۂ زنم غنچه نگینِ تو شود

جان به سجده که نه آنست بکاهد از شرم
ماه یک چند ببالد که جبینِ تو شود

صد قیامت بگدازند و بهم آمیزند
تا خمیرِ دلِ هنگامه گزینِ تو شود

تابِ هنگامۂ درد آرم و گویم هیهات
چه کنم تا غمِ هجرِ تو یقینِ تو شود

به سخن پیچم و اندوه گسارش گردم
بهم از خیر دلے را که حزینِ تو شود

جلوه جز در دلِ آگاه سرایت نکند
من در آتش فتم از هر که قرینِ تو شود

چشم و دل باختہ ام داد ہنر خواہد داد
آنکہ چون من ہمہ دان ہمہ بین تو شود

کفر و دین چیست جز آلایش پندار وجود
پاک شو پاک کہ ہم کفر تو دین تو شود

دو زخ تافتہ ہست نہادت غالب
آہ ازان دم کہ دم باز پسین تو شود

دیگر از گریہ بدل رسم فغان یاد آمد
رگ پیمانہ زدم شیشہ بفریاد آمد

دل در افسردنش منّتِ دامن نکشید
شادم از آہ کہ ہم آتش وہم باد آمد

تا ندانی جگرِ سنگ کشودن حدرست
تیشہ داند کہ چہا بر سر فرہاد آمد

داغم از گرمی شوق تو کہ صد رہ بدلم
ہیچنان بر اثر شکوۂ بیداد آمد

خیرہ در ماتم ما سرمہ فروشوی ز چشم
وقتِ مشاطگیٔ حسن خداداد آمد

رفتہ بودی دگر از جا بسخن سازیٔ غیر
منّت از بخت کہ خاموشی ما یاد آمد

خشک و تر سوزی این شعلہ تماشا دارد
عشق یکرنگ کن بندہ و آزاد آمد

دیدہ پر ریختہ و از قفسم کرد آزاد
رحم در طینت ظالم ستم ایجاد آمد

بردر یار چہ غوغاست عزیزان بردید
خونبہا مزد سبکدستی جلّاد آمد

دادہ خونین نفسے درس خیالم غالب
رنگ بر روے من از سیلی استاد آمد

دوش گز گردش بختم بر روے تو بود
چشم سوے فلک و روے سخن سوے تو بود

آنچہ شب شمع گمان کردی و رفتی بعتاب
نفسم پردہ کشاے اثر خوے تو بود

چرخ کج باخت من در خم دام تو فگند
نعلِ وارون بلا حلقۂ گیسوے تو بود

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند
کاین ہمانست کہ پیوستہ در ابروے تو بود

چہ عجب صانع اگر نقش دہانت گم کرد
گو خود از حیرت یان رخ نیکوے تو بود

شب چہ دانی ز تو در بزم بخوبان چہ گزشت
خاصہ بر صدر نشینی کہ بہ پہلوے تو بود

مردن و جان بتمنائے شہادت دادن — ہم ز اندیشۂ آزردن بازوے تو بود
خلد را از نفس شعلہ فشان میسوزم — تا ندانند حریفان کہ سر کوے تو بود
روشن باد بہاری بہ گمانم افگند — کاین گل و غنچہ پے قافلۂ بوے تو بود
بکف باد مبادا اینہمہ رسوائی دل — کاخر از پردگیان شکن موے تو بود
ہم از آن پیش کہ مشاطہ بد آموز شود — نقش ہر شیوہ در آئینۂ زانوے تو بود

لالہ و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ
تا چہا در دل غالب ہوس روے تو بود

گر چنین ناز تو آمادۂ یغما ماند — بہ سکندر نرسد ہر چہ ز دارا ماند
دل و دینے بہ بہاے تو ز ستم حاشا — دام گیر آنچہ ز بیعانۂ سودا ماند
ہم بسودای تو خورشید پرستم آرے — دل ز مجنون برد آہو کہ بہ لیلا ماند
با وجود تو دم از جلوہ گری نتوان زد — در گلستان تو طاؤس بہ عنقا ماند
شکوۂ دوست ز دشمن نتوانم پوشید — گر غم ہجر چنین حوصلہ فرسا ماند
ساز آوازۂ بدنامی رہزن شدن ست — آہ ازان خستہ کہ از پویہ بره وا ماند
بندۂ را کہ بفرمان خدا راہ رود — نگذارند کہ در بند زلیخا ماند
سر بباغ از افق سرو شبے کرد طلوع — سرو گفتند بدان ماہ سراپا ماند
بعد صد شکوہ بیک عذر تسلی نشوم — کاین چنین مہر ز سردے بمدارا ماند

در بغل دشنہ نہان ساختہ غالب امروز
نگذارید کہ ماتم زدہ تنہا ماند

در کلبۂ ما از جگر سوختہ بو برد — با ما گلہ سنجید و شماتت بعدو برد
خواہم کہ برد نالہ غبارم ز دل دوست — چون گریہ تن زار مرا ز ان سر کو برد
ہمرہ رودش کوثر و حوران کہ دم مرگ — ذوق مے ناب و ہوس روے نکو برد

بستند رہ جرعۂ آبے بہ سکندر — دریوزہ گر میکدہ صہبا بہ کدو برد

دی رند بہنگامہ خجل کرد عسس را — می خورد و ہم از میکدہ آبے بسبو برد

بر ما غم تیمار دل زار بسر آمد — دیوانۂ ما را صنم سلسلہ مو برد

ما را نبود ہستئ و او را نبود صبر — دستے کہ ز ما شست بخون کہ فرو برد

دلدار تو ہم چو تو فریبندہ نگاریست — در حلقۂ وفا یک دلم آورد و دو دو برد

یک گریہ پس از ضبط و صد گریہ فشادہ — تا تلخئ آن زہر توانم زگلو برد

نازد بہ نکویان زگرفتاری غالب
گوئی بگرد برد وے را کہ ازو برد

نادان صنم من روشِ کار ندانند — برہم کہ کند رحم سر از بار ندانند

بے دشنہ و خنجر نبود معتقد زخم — دلہاے عزیزان بغم افگار ندانند

بر تشنہ لب بادیہ سوزد دلش از مہر — اندوہ جگر تشنۂ دیدار ندانند

گویم سخن از رنج و براحت کندش طرح — روز سیہ از سایۂ دیوار ندانند

دل را بغم آتشکدۂ راز نسنجد — دم را بہ تف نالہ شرربار ندانند

عنوان ہواداری احباب نہ بینند — پایان ہوسناکی اغیار ندانند

دشوار بود مردن و دشوارتر از مرگ — آنست کہ من میرم و دشوار ندانند

دانم کہ ندانست و ندانم کہ غم من — خود کمتر از آنست کہ بسیار ندانند

از ناکسی خویش چہ مقدار عزیزم — در عربدہ خوارم کند و خوار ندانند

گر دم سر آوازۂ آزادگی خویش — صد رہ بہ ہدم بند و گرفتار ندانند

فصلے ز دل آشوبی درمان بسرائید — تا چند بخود پیچم و غمخوار ندانند

پیمانہ بر آن رند حرام است کہ غالب
در بیخودی اندازۂ گفتار ندانند

خوشا[۱] کہ گنبد چرخ کہن فرو ریزد — اگرچہ خود ہمہ بر فرق من فرو ریزد
بریدہ ام رہ دوری کہ گر بیفشانم — بجائے گرد روان از بدن فرو ریزد
ز جوش شکوۂ بیداد دوست می ترسم — مباد مہر سکوت از دہن فرو ریزد
دہد بہ مجلسیان بادہ و بنوبت من — بمن نماید و در انجمن فرو ریزد
مرا چہ قدر بکوئے کہ نازنینان را — غبار بادیہ از پیرہن فرو ریزد
ز خار خار چنین کس چہ نالمی کہ خسک — برخت خواب گل و یاسمن فرو ریزد
ترا کہ عالم نازے بغمزۂ بستاید — کسی کہ گل بکنار چمن فرو ریزد
مکن بپرسشم از شکوہ منع کاین خونے ست — کہ خود ز زخم دم دوختن فرو ریزد
بمن بساز و بدان غمزہ مے بجام مریز — کہ ہوشم از سر و تابم ز تن فرو ریزد
بذوق بادہ ز بس آب در دہن گردد — مے نخوردہ مرا از دہن فرو ریزد
بترس از آنکہ بہ محشر ز طرۂ طرار — دل شکستہ ام از ہر شکن فرو ریزد

رواست غالب اگر در قائلش گوئی
کہ از لبش ز روانی سخن فرو ریزد

اگر بدل نہ خلد ہر چہ از نظر گزرد — زہے روانی عمرے کہ در سفر گزرد
بہ وصل لطف باندازۂ تحمل کن — کہ مرگ تشنہ بود آب چون ز سر گزرد
ہلاک نالۂ خویشم کہ در دل شبہا — دود بعربدہ چندانکہ از اثر گزرد
ازین اوریب نگاہان حذر کہ ناوک شان — بہر دلے کہ رسد راست از جگر گزرد
نفس ز آبلہ ہائے دلم بر آرد سر — چنانکہ رشتہ در آمودن از گہر گزرد
حریف شوخی اجزائے نالہ نیست شرر — کہ آن بردن جہد و این ز خارہ در گزرد

---

[۱] در نسخہ د "خوشم"

کند خدنگ تو قطع خصومت من و غیر — مرا خود از دل و او را ہم از نظر گذرد
ز شعلہ خیزی دل بر مزار ما چہ عجب — کہ برق مرغ ہوا را ز بال و پر گذرد
شکست ما بعدم نیز ہمچنان پیداست — بصورت سر زلفے کہ از کمر گذرد
خوشا گلے کہ بفرق بلند بالا نیست — دمد ز شاخ و ازین سبز کاخ بر گذرد
دماغ محرمی دل رساندن آسان نیست — چہا کہ بر سر خارا ز شیشہ گر گذرد
حریف منت احباب نیستم غالب
خوشم کہ کار من از سعی چارہ گر گذرد

شوخی چشم حبیب فتنۂ ایام شد — قسمت بخت رقیب گردش صد جام شد
تا تو بعزم حرم ناقہ فگندی براہ — کعبہ ز فرش سیاہ مردمک احرام شد
پیچ و خم دستگاہ کرد فزون حرص جاہ — ریشہ چو آمد برون دانۂ ما دام شد
ہست تفاوت بسی ہم ز طلب تا نبیذ — لذت دیگر دہد بوسہ چو دشنام شد
اے کہ ترا خواستم لب ز مکیدن فگار — خود لبم اندر طلب خستۂ ابرام شد
گر ہمہ مہرے برد در ہمہ خشمی بخسپ — صبح امید مرا روز سیہ شام شد
سادہ دلم در امید خشم تو گیرم بمہر — بوسہ شود در لبم ہر چہ ز پیغام شد
ہمچو خسے کش شرر چہرہ کشائی کند — صورت آغاز ما معنیٔ انجام شد
دیگرم از روزگار شکوہ چہ در خور بود — نالہ شررتاب شد اشک جگر فام شد
اے شدہ غالب ستای دشمنی بخت بین
خو صفت دشمنست انچہ مرا نام شد

نیست دستے کہ بما کاہشے از غم نرسد — نوبت سوختن ما بہ جہنم نرسد
دوری درد ز درمان نشناسی ہشدار — کز تپیدن دل افگار بمرہم نرسد
مے بہ زہاد مکن عرض کہ این جوہر ناب — پیش این قوم بشورابۂ زمزم نرسد

خواجہ فردوس بمیراث تمنّا دارد
وای گر در روشِ نسل بہ آدم نرسد

صلہ و دمزد میندیش کہ در ریزشِ عام
لالہ از داغ و گل از چاک بہ شبنم نرسد

بہرہ از سرخوشیم نیست و ما غم عالیست
بادہ گر خود بود از میکدۂ جم نرسد

ہر چہ بینی بجہان حلقۂ زنجیرے ہست
ہیچ جا نیست کہ این دائرہ باہم نرسد

فرخالذتِ بیداد گزین راہگزر
بجہان میرسد آنکس کہ بخود ہم نرسد

ہر کجا دشنۂ شوق تو جراحت بارد
جز خراشے بجگر گوشۂ ادہم نرسد

طوبیٰ فیض تو ہر جا گل و بار افشاند
جز نسیمے بہ پرستش گہ مریم نرسد

سوزد از تاب سموم دم گرمم غالب
دل گرش تازگی از اشک دما دم نرسد

آزادگی ست سائلے ما صدا ندارد
از ہر چہ در گزشتیم آوازِ پا ندارد

عشق ست و ناتوانی حسن ست و سرگرانی
جور و جفا نتابم مہر و وفا ندارد

فارغ کسے کہ دل را با درد واگزارد
کشت جہاں سراسر دارد گیا ندارد

درہم فشار خود را تا در رسد دماغے
در بزم ماز تنگی پیمانہ جا ندارد

اے سبزۂ سرِ رہ از جور پا چہ نالی
در کیش روزگاراں گل خون بہا ندارد

صد ما درین کشاکش بگزشتہ در ضمیرش
رنجور عشق گوئی آہِ رسا ندارد

ہر مطلبے کہ ریزد از خامہ ام فغانیست
جز نغمۂ محبت سازم نوا ندارد

جان در غمت فشاندن مرگ از قضا ندارد
تن در بلا فگندن بیم بلا ندارد

بر خویشتن بخشائے گفتم دگر تو دانی
دارم دلے کہ دیگر تاب جفا ندارد

گفتن چنانکہ گوئی نشناختست مارا
ہے ناتمام لطفے کز شکوہ وا ندارد

مہرش ز بیدماغی مانا ست با تغافل
یا رب ستم مبادا بر ما دلے ندارد

چشمے سیاہ دارد و بینے بہانہ بنید روئے چو ماہ دارد اما بہا ندارد
چون لعل تست غنچہ اما سخن نداند چون چشم تست نرگس اما حیا ندارد

آبش گداز خاکے بادش تفِ بخارے
دہلی بہ مرگِ غالب آب و ہوا ندارد

شوقم زبند بر در فریاد میزند بر آتش من آب دم از باد میزند
تا افگنی چہ ولولہ اندر نہاد ما کائینہ از تو موج پریزاد میزند
از جوے شیر و عشرت خسرو نشان نماند غیرت ہنوز طعنہ بر فرہاد میزند
ہرگز مذاق درد اسیری نبودہ است با نالہ کہ مرغ قفس زاد میزند
ممنون کاوش مژہ و نیشتر نیم دل موج خون ز درد خداداد میزند
خونے کہ دی بہ جبینم از خار خارہ بود امروز گل بدامن جلاد میزند
اندر ہوائے شمع ہمانا ز بال دیر پروانہ دشنہ در جگر باد میزند
زین بیش نیست قافلۂ رنگ را درنگ گل یک قدح بسایۂ شمشاد میزند
ذوقم بہر شرارہ کہ از داغ می جہد دل را نوائے دیر بماناد میزند
چون دید کز شکایت بیداد فارغم بر زخم سینہ ام نمک داد میزند
تا دست بر د آتش سوزان دہد بباد سنگ از شرار خندہ بہ پولاد میزند

غالب سرشک بچشم تو عالم فرو گرفت
موجے ست دجلہ را کہ بہ بغداد میزند

باید زمے کہ ہر آئینہ پرہیز گفتہ اند آرے دروغ مصلحت آمیز گفتہ اند
فصلے ہم از حکایت شیرین شمردہ ایم آن قصۂ شکر کہ بہ پرویز گفتہ اند
دل رنجش بگوے تو گر دار چشم ماست مردم ترا برائے چہ خونریز گفتہ اند

گویم ز سوز سینه و گوید که این همه — تا خود نگشته آتش دل تیز گفته اند

نشگفت دل ز باد تو گوئی دروغ بود — از نوبهار آنچه به پائیز گفته اند

انداخت خار در ره و انداز خوانده اند — انگیخت گرد فتنه و انگیز گفته اند

گفتا سخن ز بیسر و پایان نه زیرکی ست — با قیس ره نوردی شبدیز گفته اند

نازے بصد مضائقه عجزے بصد خوشی — گر از تو گفته اند ز ما نیز گفته اند

غالب ترا بدیر مسلمان[1] شمرده اند
آری دروغ مصلحت آمیز گفته اند

صبح ست خوش بود قدحے از شراب زد — یاقوت باده پرتوِ آفتاب زد

نشتر به مغز پنبهٔ مینا فرو برید — کافاق امتلا ز هجوم سحاب زد

ذوق نے مغانه ز کردار باز داشت — آه از فسون دیو که راهم به آب زد

تا خاک گشتگان فریب وفائے کیست — کاندر هزار مرحله موج سراب زد

رنگے که در خیال خود اندوختم ز دست — تا جلوه کرد چشمک برق عتاب زد

گفتم گره ز کار دل و دیده باز کن — از جبهه ناگشوده به بند نقاب زد

گر هوشِ ما بساط ادائے خرام نیست — نقشے توان به صفحهٔ دیبائے خواب زد

تا در هجوم ناله نقش پا ختم به کوه — سنگ از گداز خویش بروئیم گلاب زد

اے لاله بر دلے که سیه کردهٔ مناز — داغ تو بر دماغ که بوئے کباب زد

غم شربان به چشمهٔ حیوان نمی دهند — موجے که دشنه در جگر از پیچ و تاب زد

غالب کسان[2] ز جهل حکیمش گرفته اند
بیدانشے که طعنه بر اهل کتاب زد

---

۱ در نسخهٔ "د" "سلیمان" نوشته است۔ ۲ در نسخهٔ "د" "خسان" است

ننگ فرہادم بفرسنگ از وفا دور افگند
عشق کافر شغل جان دادن بمزدور افگند

شادم از دشمن کہ از رشک گدازم در دلش
نیست زخمے کز چکیدن طرحِ ناسور افگند

قربتے خواہم بقاتل کاستخوان سینہ ام
قرعۂ فالے بنام زخم ساطور افگند

از شہیدانِ ویم کز بیم برقِ خنجرش
لرزہ در حور افتد و جام از کف حور افگند

شرم جور خاص اخاصل دست لیکن در جواب
چون فرو ماند سخن در رسم جمہور افگند

چون بجوید کام تا لختے پرستاری کنم
خویش را بر تخت خواب ناز رنجور افگند

وقت کار این جنبش خلخال کاندر ساق تست
حلقۂ در غیبت بگوش خون منصور افگند

گر قضا سازِ تلافی در خور عشرت کند
آہ از آن خونابہ کاندر جام فغفور[1] افگند

گر مسلمانے یکے بین زردہشت است آنکہ او
اختلافے در میانِ ظلمت و نور افگند

آمدم بر راہ و غالب گرد دل میگردم
لغزش پائے کہ باز از جادہ ام دور افگند

بره با نقش پای خویشم از غیرت سرے باشد
کہ ترسم دست جویان را بگوشم ہمبرے باشد

نمی گیری بخون خلق بے پروا نگاہان را
تواند بود یارب بعد محشر محشرے باشد

چہ گویم سوز دل با چون تو غم نادیدہ بد مستی
مثالے وانمایم گر کباب و اخگرے باشد

رسد ہر دو زمم از خلد برین ناخواندہ مہمانے
جحیم من گر از داغ بہشتے پیکرے باشد

نخواہد بود رسم آنجا بدیوان داوری ایزد من
گرم کشور مہر و وفا را داورے باشد

توان صیقل بہائے تیغ قاتل ہم ادا کردن
اگر فصاد را در دہر مزد نشترے باشد

بکیدم آن قدر کز بوسہ و دشنام خالی شد
لب یارست و حرفے چند گو با دیگرے باشد

بذوقِ لذتے کز خارہ و خارست پہلو را
بنالم ہم چنین گر ہم ز نسرین بسترے باشد

---

[1] نام بادشاہ چین اصل فغ بور است اوّل بمعنی بت و دوم بمعنی پسر یعنی پسر بت "چون مادرش و پدرش او را نذر بت کردہ بودند باین اسم مسمّٰی گشت" فرہنگ رشیدی

بجانے گر خود از کوہِ ستو درمے لرزہ اندازد | بچشمے گر خود از سام[1]ست گردی اشکے باشد
ستایم حق شناسیہا لئے محبوبے کہ در محفل | دلش با چشمِ پر خون دلیش با ساغرے باشد
نبود از تیشہ پیدا سر بسنگے میزدم لیکن | ستم باشد کہ در بیہودہ میری ہمسرے باشد

بیاید ہم نہ گر آنچہ از ظہوری یافتم غالب
اگر جادو بیانان را ز من ایں تحفے باشد

دل نہ تنہا ز فراقِ تو فغان ساز دہد | رفتنِ عکسِ تو از آئینہ آواز دہد
مغزِ جان سوخت ز سودا و بکامِ تو ہنوز | زہرِ رسوائیٔ ما چاشنیٔ راز دہد
خاک خون باد کہ در معرضِ آثارِ وجود | زلف و رخ در کشد و سنبل و گل باز دہد
داغم از پرورشِ چرخ کہ در بزمِ امید | سرِ شمعے کہ فرو زد بدمِ گاز دہد
دل چو بشکست ستم از دست نشاط آغازد | شیشہ سازے ست کہ تا بشکنہ آواز دہد
ہائے بیکاریٔ ساقی کہ بہ ارباب نظر | مے باندازہ و پیمانہ بانداز دہد
طرّہ ات مشک بدامانِ نسیم افشاند | جلوہ ات گل بکفِ آئینہ پرداز دہد
سعیٔ زین بال فشانی جگرم سوخت دریغ | کاش آبے ز نمِ خجلتِ پرواز دہد
اے کہ بر خوانِ وصالِ تو قناعت کفر است | ہان صلائے کہ مرا حوصلہ آز دہد
من سر از پا نشناسم بہ رہِ سعی و سپہر | ہر دم انجامِ مرا جلوۂ آغاز دہد
پردہ دارانِ بہ نے و ساز فشارش دادند | نالہ میخواست کہ شرحِ ستمِ ناز دہد
ہر نسیمے کہ ز کوئے تو بخاکم گزرد | یادم از دولتِ عمرِ سبک تاز دہد

چوں نیا زد سخن از مرحمتِ دہر بخویش
کہ بہ عرفی و غالب بعوض باز دہد

کو فنا تا ہمہ آلائشِ پندار برد | از صُوَرِ جلوہ و از آئینہ زنگار برد

---

[1] سام - نام جدّ رستم پہلوان، و نام پسر نوح پیغمبر علیہ السلام - بزبان تازی سام بمعنی ہلاکت

شب ز خود رفتم و بر شعله گشودم آغوش — کو بدآموز که پیغاره بدلدار برد
گفته باشی که بهر حیله در آتش فگنش — غیر میخواست مرا لے تو به گلزار برد
باز چسپیده لب از جوش حلاوت باہم — مرگ مشکل که ز بالذّت گفتار برد
عشوهٔ مرحمت چرخ مخر کاین عیار — یوسف از چاه برآرد که ببازار برد
شوق گستاخ و تو سرمست بدان رسوائی — هان ادائے که دل دوست ز انکار برد
خون چکان ست نسیم از اثر نالهٔ من — کیست کز سعی نظرے بدر یار برد
تو نیائی بلب بام و بکوے تو مدام — دیده ذوق نگه از روزن دیوار برد
ناز را آینه مائیم بفرما تا شوق — بتو از جانب ما مژدهٔ دیدار برد
مژه ات سفت دل و رفت نگاه تو فرو — کز ضمیرم گلهٔ سرزنش خار برد
خاکے از ره گر ز دوست بفرقم ریزید — تا ز دل حسرت آرایش دستار برد

میزندم ز فنا غالب و تسکینش نیست
بو که توفیق ز گفتار به کردار برد

چاک[1] از جیبم بدامان میرود — تا چه بر چاک از گریبان میرود
جوهر طبعم درخشان ست لیک — روزم اندر ابر پنهان میرود
گر بود مشکل مرنج اے دل که کار — چون رود از دست آسان میرود
جز سخن کفرے و ایمانے کجاست — خود سخن در کفر و ایمان میرود
هر شمیمے را نشانے در خورست — بوے پیراهن به کنعان میرود
آید از ذوق نشناسم که کیست — تا رود پنداشتے جان میرود
می برد اما نه یک جا می برد — می رود امّا پریشان میرود

۱؎ این غزل در نسخهٔ د نیست

ہر کہ بیند در رہش گوید ہمی | قبلۂ آتش پرستان میرود
اول ماہست واز شرم تو ماہ | آخرِ شب از شبستان میرود
بگزر از دشمن دلش سختست سخت | آبروے تیر و پیکان میرود

کیست تا گوید بدان ایوان نشین
انچہ بر غالب ز دربان میرود

نومیدیٔ ما گردش ایام ندارد | روزی کہ سیہ شد سحر و شام ندارد
بوسم لب دلدار دگزیدن نتوانم | زمست دلم حوصلۂ کام ندارد
مفرست بطوف حرم و دست نسیمے | کز نکہت گل جامۂ احرام ندارد
ہر ذرۂ خاکم ز تو رقصان بہوائے ست | دیوانگی شوق سرانجام ندارد
رو تن بہ بلا دِہ کہ دگر بیم بلا نیست | مرغ قفسی کشمکشِ دام ندارد
قاصد خبر آورد و ہمان خشک دماغم | ظرف قدحش رشحۂ پیغام ندارد
بے نقش وجود تو سراپائے من از ضعف | چون بستر خوابیست کہ اندام ندارد
گر دیدہ نشانہا ہدف تیر بلا ہا | آسایش عنقا کہ بجز نام ندارد
بلبل بہ چمن بنگر و پروانہ بہ محفل | شوق ست کہ در وصل ہم آرام ندارد
تلخ ست رگ ذوق کبابے کہ بسوزد | زان رشک کہ سوزِ جگر خام ندارد
آیا بدلت ولولۂ کسب ہوا نیست | یا آنکہ سرائے تو لب بام ندارد
بوسے کہ ربایند بمستی ز لب یار | لغزیست ولے لذت دشنام ندارد
ہر رشحہ باندازۂ ہر حوصلہ ریزند | میخانۂ توفیق خم و جام ندارد

غالب کہ بہ استادی زغم ملم مصرع استاد
بادام صفائے گل، بادام ندارد

چہ خیزد از سخنے کز دردنِ جان نبود | بریدہ باد زبانے کہ خونچکان نبود

بحکم ساقی دمے تند و من ز بد خوئی — ز رطل باده بخشم آیم ار گران نبود
نگفته ام ستم از جانبِ خداست ولے — خدا به عهد تو بر خلق مهربان نبود
ز نارکی نتواند نهفت راز مرا — خیال بوسه بران پائے بنیشان نبود
چو عشرتے که کند فاسق تنک مایه — ز زخم خون بزبان لبسیم ار روان نبود
ز خویش رفته ام و فرصتے طمع دارم — که باز گردم و جز دست ارمغان نبود
زمامِ ناقه بدست تصرف شوق ست — بسوے قیس گرایش ز ساربان نبود
فرو برد نفس سردِ من جهنم را — اگر نشاطِ عطائے تو درمیان نبود
مرا که لب به طلب آشنا نخواسته — روا مدار که شاهد ضمیر دان نبود
امید بوالهوس و حسرت من افزون شد — ازین نوید که اندوه جاودان نبود
بالتفات نگارم چه جائے تهنیت ست — دعا کنید که نوعے ز امتحان نبود

عجب بود سرِ بیخوابی کسے غالب
مرا که بالش و بستر ز پرنیان نبود

بتان[۱] شهر ستم پیشه شهریار انند — که در ستم روش آموز روزگار انند
برند دل باداے که کس گمان نبرد — فغان ز پرده نشینان که پرده دار انند
بجنگ تا چه بود خوئے دلبران کاین قوم — در آشتی نمک زخم دل فگار انند
نه زرع و کشت شناسند نے حدیقه و باغ — ز بهر باده هوا خواه باد و بار انند
ز وعده گشته پشیمان و بهر دفع ملال — امیدوار بمرگ امید وار انند
ز روئے خوئے و منش نور دیده آتش — بر تاب و بوئے جگر گوشه بهار انند
تو سرمه بین و ورق در نورد و دم درکش — مبین که سحر نگاهان سیاه کار انند
ز دید و داد مزن حرف خرد سالانند — بگرد راه منه چشم نے سوار انند

---

۱ این غزل در نسخهٔ د نیست

ز چشم زخم بدین حیله کے رہی غالب
دگر مگو که چو من در جہان ہزارانند

دلستانان[۱] بحلند ار چہ جفا نیز کنند — از وفائے که نکردند حیا نیز کنند
چون به بینند بترسند و یزدان گردند — رحم خود نیست که بر حال گدا نیز کنند
خسته تا جان ندہد وعدۂ دیدار دہند — عشوه خواہند که در کار قضا نیز کنند
خون ناکامی سی ساله ہدر خواہد بود — مہر با ما اگر از بہر خدا نیز کنند
اندران روز که پرسش رود از ہرچه گذشت — کاش با ما سخن از حسرت ما نیز کنند
از درختان خزان دیده نباشیم کاینہا — ناز بر تازگی برگ و نوا نیز کنند
گر بود کوتہی از عمر تو دانی و اجل — گفته اند کار به ہنگام روا نیز کنند
فتوی رنجه ز رندان بصبوحی کاین قوم — نفس باد سحر غالیه سا نیز کنند
گفته باشی که زما خواہش دیدار خطاست — این خطائیست که در رد دعا نیز کنند

حلق غالب نگر و دشنۂ سعدی که سرود
خوبرویان جفا پیشه وفا نیز کنند

دماغ اہل فنا نشئۂ بلا دارد — بفرقم انده طلوع پر ہما دارد
بوعده گاه خرام تو گرد دمنت کم — بیا که شوقم از آوارگی حیا دارد
کشاد شست ادائے تو دلنشین من ست — اگر خدنگ تو در دل نشست جا دارد
ز من مترس که تا گه به پیش قاضی حشر — ہجوم ناله بہم راز ناله دا دارد
دلم فسرد بیفزا بوعدۂ ذوق وصال — چراغ کشته ہمان شعله خونبہا دارد
بتم ز رشک ہمانا بجستجوے منست — که خور ز تاب خود آتش بزیر پا دارد
پے عتاب ہمانا بہانه می طلبد — شکایتے که زما نیست ہم بجا دارد

---

[۱] این غزل در نسخهٔ د نیست۔

خوشش ست دعوی آرائش سر ز دستا — ز جلوہ کف خاکی کہ نقش پا دارد
ز جور دست تہی نالہ از نہادم جست — نے کہ برگ ندارد دہان نوا دارد
ز سادگی رمد از حرف عشق دمن بگمان — کہ دوست تجربہ دارد از کجا دارد
بخون تپیدن گلہا نشان یکرنگی ست — چمن عزائے شہیدان کربلا دارد

فغان کہ رحم بد آموز یار شد غالب
روا نداشت کہ بر ما ستم روا دارد

نقاب دار کہ آئین رہزنی دارد — جمال تو شوخی و فرِّ بہمنی دارد
وفائے غیر گرش دلنشین شدست چہ غم — خوشم ز دوست کہ با دوست دشمنی دارد
چہ ذوق رہروی آنرا کہ خار خارے نیست — مرد بہ کعبہ اگر راہ ایمنی دارد
بدلفریبی من گرم بحث و سود منست — نگاہ تو بزبان تو ہمفنی دارد
بیادہ گر بودم میل شاعرم نہ فقیہ — سخن چہ ننگ ز آلودہ دامنی دارد
خوشم ببزم نکوکار خویش و زین غافل — کہ مے نماندہ و ساقی فروتنی دارد
نباشدش سخنے کش توان بکاغذ برد — برو کہ خواجہ گہرہائے معدنی دارد
بیا درید گر اینجا بود زباندانے — غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

مبارک ست رفیق از چنین بود غالب
ضیائے نیّر ما چشم روشنی دارد

زرشک است اینکہ در عشق آرزوئے مردنم باشد — بجان عالمی حیف ست گر جان در تنم باشد
زہے قسمت کہ سازد طالع عیشم کند آنرا — اگر خود جزوی از گردون بکام دشمنم باشد
بیا سا ساعتے تا بر دم تیغت گلو سایم — کہ از خود نیز در کشتن حقے بر گردنم باشد
شناسم سعی بخت خویش در تاراج گلہا — بلرزم بر گلستان گر گلے در دامنم باشد
تو داری دین و ایمانے بترس از دیو و نیرنگش — چو نبود توشہ راہے چہ باک از رہزنم باشد

بذوقِ عافیت یاران نہ اند از خویشتن چون من ہم | خلد در پائے من خارے کہ در پیراہنم باشد
بدان تا با من آویزد چو حرفِ ننگ بو گوید | دلم با اوستے اما زبان با دشمنم باشد
بدین آہنگہائے پست نتوان غم بروں دادن | مگر صورِ قیامت سازِ شورِ شیونم باشد
بسودایت ہمان نہ از از خود رفتنی دارم | اگر چون نالہ ز زنجیر بند از آہنم باشد

بزرہ ہمدوش قلندر دن خفتن از دون ہمتی خیزد
بیا تا در سخن پیچیم کہ غالب ہم فنم باشد

حورِ بہشتی زیاد آن بتِ کشمیر برد | بیمِ صراط از نہاد آن دمِ شمشیر برد
شبرِ وی غمزۂ صبر و دل و دین ربود | جان کہ از دبا زماند شحنۂ تقدیر برد
نالہ در ایوار شوق توشۂ راہے نداشت | بست بغارت کمر فرصتِ شبگیر برد
شوقِ بلندی گرائے پایۂ منصور جست | حوصلۂ ناز ساپے بسرِ تیر برد
زد نگہت بر دلم مخزنِ اسرار دید | خواست کلیدش برد طاقتِ تقریر برد
جنبشِ ابرو بود از پے قتلم ضرور | غمزہ زبے طاقتی دست بشمشیر برد
ردِ فیضی داشت عشق چاشنی داشت مہر | آن خس از آتش گرفت این شکر از شیر برد
خانۂ زنبور شد کلبہ ام از دستِ جرخ | بسکہ ز آب و گلم رغبتِ تعمیر برد
سردیِ مہرِ کسے آب ز رخ شعلہ ریخت | گرمیِ نبضِ دلم عرضِ تبا خیر برد
عشق ز خاکِ درت سرمۂ بینش گرفت | بادہ در آمد ہوس نسخۂ اکسیر برد

با خودش ای فتادہ کار باک ز غالب مدار
ذوقِ فغانش ز دل ورزشِ تاثیر برد

تا چند بوالہوس مے و عاشق ستم کشد | گو فتنہ تا بداد رسی ہم علم کشد
دل را بکارِ ناز چہ سرگرم کردۂ | یعنی بجوشش ہم کند و از تو ہم کشد
رشکست و دنع دخل تقد عتاب چیست | بگزار در دلم مژہ چندان کہ نم کشد

صیدت ز بیم جان نزند بلکه میرود
تا دشت را ز شوق در آغوش رم کشد

دشوار نیست چارهٔ عیش گریزپاے
دور قدح چو سلسله گر سر بهم کشد

آنی که تاب جذبهٔ ذوق نگاه تو
رنگ از گل و مے از رز و صید از حرم کشد

شوقم که در ستایش دل نازنین تست
کے منتِ نوشتن و ناز قلم کشد

زشت آنکه تا ز زحمت پشت و شکم رهد
هم رنج کارسازی پشت و شکم کشد

صهبا حلال زاهد شب زنده دار را
اما بشرط آنکه همان صبح دم کشد

از تازگی بدهر مکرر نمی شود
نقشے که کلکِ غالب خونین رقم کشد

دو قش بوصل گرچه زبانم زکار برد
لب در ہجوم بوسه زبانش بکار برد

تا خود بپرده ره ندهد کامجوے را
در پرده رخ نمود و دل از پرده دار برد

گفتند حور و کوثر و دادند ذوق کار
منع ست نام شاهد و مے آشکار برد

نعش مرا بسوز کم از برہمن نیم
ننگِ نسوختن نتوان در مزار برد

گل چهره بر فروخت بدانسان که بادها
پروانه را هوس به بر شاخسار برد

دادم بوسه جان و خوشم کان بهانه جوے
زخش دو چند کرد و شکر نے بکار برد

مے داد و بدله جست مگر ابر و فلز سیم
کاورد قطره و گهر شاهوار برد

تا فتنه را ز گردش چشم سیاه گفت
کینے که داشتم بدل از روزگار برد

پیشم از آن بپرس که پرسی و اہل کوے
گویند خسته زحمت خود زین دیار برد

نازم فریب صلح که غالب زکوے تو
ناکام رفت و خاطر امیدوار برد

اگر داغت وجودم را در اکسیر نظر گیرد
سراپاے من از جوش بهاران پرده برگیرد

بعرض هر گسستن گر نفس بالد زبیتابی
خیالم الفت مرغوله مویان را ز سر گیرد

دل از سودائے مژگانے که خون گردید گز مستی | بذوق رخنه از هر قطره ره بر نیشتر گیرد
بچشم مدعی‌ها همچون چراغ روز بے نورم | چراغم گر بعرض از پرتو خورشید در گیرد
رشش نظاره را از رقص بسمل در چمن پیچد | غمش آئینه را از چهرهٔ عاشق بزر گیرد
گمم در دے ز شکست اینکه غمخواری نمی خواهم | که ترسم یاد او را هر که از حالم خبر گیرد
سرت گردم اگر پائے نزاکت در میان نبود | تنم از لاغری صد خرده بر موئے کمر گیرد
نوردم نامهٔ دل بار بار از بدگمانی ها | نهد نقش تو پیش روئے و خود را نامه بر گیرد
خوشم گر استواری نیست همچون موج کارم را | که هر دم از شکست خود روانی بیشتر گیرد
محبت هر دلے را گر نزاکت سرگران آید | سپاس در دام ذوق نالهٔ مرغ سحر گیرد
خوشا روزیکه چون از مستی آویزم بدامانش | گه از دستم کشد گاهم بروئے چشم تر گیرد

ز فیض نطق خویشم با نظیری همزبان غالب
چراغے را که دودے هست در سر زود در گیرد

تنگ ست دلم حوصلهٔ راز ندارد | آه از نے تیر تو که آواز ندارد
هرچند عدو در غم عشق تو بساز ست | دانی که چو ما طالع ناساز ندارد
دیگر من و اندوه نگاهی که تلف شد | گفتی که عدو حوصلهٔ آز ندارد
در حسن بیک گونه ادا دل نتوان بست | لعلت مزه دارد اگر اعجاز ندارد
گستاخ زند غیر سخن با تو و شادم | تسکین سخنے از تو در آغاز ندارد
تمکین برهمن دلم از کفر بگرداند | بتخانه بتے غمزه بر انداز ندارد
ما ذرهٔ داد مهر جهان جلوه همان دید | آئینهٔ ما حاجت پرداز ندارد
هر دلشده از دوست در انداز سپاسے ست | مانا که نگاه غلط انداز ندارد
بے حیله ز خوبان نتوان چشم ستم داشت | رحم ست بران خسته که غماز ندارد
در عربده چشمک زند و لب گزد از ناز | تا بوسه لبم راز طلب باز ندارد

با خویش بہر شیوہ جداگانہ دوچار است — پروائے حریفان نظر باز ندارد

کیفیت عرفی طلب از طینت غالب

جام دگران بادۂ شیراز ندارد

لبم از زمزمۂ یادِ تو خاموش مباد — غیر تمثال تو نقش ورق ہوش مباد

نگہش بہزار آب نشویند ز اشک — محرم جلوۂ آن صبح بناگوش مباد

ہوسِ جا در گل گرتہ خاکم باشد — خاکم از نقش کف پائے تو گل پوش مباد

وعدہ گر دیدہ وفا طرۂ پریشانی را — یارب امشب بدرازی خجل از دوش مباد

غیر گر دیدہ بدیدار تو محرم دارد — فارغ از اندہِ محرومیِ آغوش مباد

گہرے کش نظر از ہمت پاکان نبود — صرف پیرایۂ آن گردن و آن گوش مباد

ہر گرا رخت نمازے بود از نم مے — جائے در حلقۂ رندان قدح نوش مباد

رہرو بادیۂ شوق سبکسیرانند — بار ہر نیز درین مرحلہ بر دوش مباد

مفتیان بادہ عزیز است مریزید بخاک — جوشد از پردہ دگر خون سیاوش مباد

ہمہ گر میوۂ فردوس بخوانت باشد

غالب آن انبۂ بنگالہ فراموش مباد

ہر ذرہ را فلک بہ زمین بوس میرسد — گر خاک راست دعوی ناموس میرسد

زان مے کہ صاف آن بہ بیان وقف کردہ اند — دُرد تہ پیالہ بطاؤس میرسد

زینسان کہ خو گرفتہ عاشق کشی ست حسن — مر شمع را شکایت فانوس میرسد

خود پیش خود کفیل گرفتاری من ست — ہر دم بہ پرسش دل مایوس میرسد

بیرون میا ز خانہ بہ ہنگام نیمروز — رشک آیدم کہ سایہ بہ پابوس میرسد

ارباب جاہ را ز رعونت گریز نیست — کاین تشنہ از شراب خم کوس میرسد

گفتمہ بوہم پرسش عبرت برائے چہ — گفتا ز طوف دخمۂ کاؤس میرسد

سجّادہ رہن بادہ ز بس رفت مے فروش / کاین را نسب بخرقۂ سالوس میرسد

خون موج زن ز مغز رگ جان ندیدہ / دانی کہ از تراوش کیموس میرسد

خشک ست گر دماغ ورع غالبا چہ بیم

کز ذوق سودن کف افسوس میرسد

دریغا کہ کام دل و لب ز کار ماند / سخن ہائے ناگفتہ بسیار ماند

گدایم بہا نخانہ را کہ در وے / در از بستگی ہا بدیوار ماند

جنون پردہ دار ست ما را کہ ما را / ز آشفتگی سر بدستار ماند

نگہ را سیہ خال طرف عذارش / بہ تمغاچیٔ رہرو آزار ماند

ادائے ست او را کہ از دلربائی / نہفتن ز شوخی بہ اظہار ماند

چہ جویم مراد از شگرفی کہ او را / نشستن ز شنگی برفتار ماند

در آئینۂ ما کہ ناساز بختیم / خط عکس طوطی بزنگار ماند

گرہ ہے ست در دہر ہستی کہ آن را / ز پیچش نفس ہا بزنار ماند

بجز عقدۂ غم چہ بر دل شمارد / زبانے کہ در بند گفتار ماند

ز قحط سخن ماتمم خامۂ غالب

بہ نخلے کز آوردن بار ماند

ترا گویند عاشق دشمنے آرے چنین باشد / ز رشک غیر باید مرد گر مہر تو کین باشد

ازان سرمایۂ خوبی بوصلم کام دل جستن / بدان ماند کہ مورے خرمنے را در کمین باشد

محبت ہر چہ با آن تیشہ زن کرد از ستم نبود / چنین افتد چو عاشق سخت و شاہد نازنین باشد

بروزی کش شبے با مدعی باید بسر بردن / بمن ضائع کند گر صد نگاہ خشمگین باشد

نسوزد بر خودم دل گر بسوزد برق خرمن را / کہ دانم آنچہ از من رفت حق خوشہ چین باشد

بہ پیر خانقہ در روضہ یکجا خوش توان بودن / بشرط آنکہ از ما بادہ و ز شیخ انگبین باشد

جفاهاے ترا آخر وفاے هست پندارم — در این میخانه صاف مے بجام واپسین باشد

بری از شحنۂ دل تا بخون ریزی بے گناهے را — نترسی از خدا آئین بے باکی نه این باشد

چه رفت از زهره با هاروت خاکم در دهن بادا — تو مریم باشی و کار تو با روح الامین باشد

ازان گردے که در راهش نشیند بر رخم غالب
چه خیزد چون هم از من رخ هم از من آستین باشد

از رشک کرد آنچه بمن روزگار کرد[۱] — در خستگی نشاط مرا دید خوار کرد

در دل همی ز بینش من کینه داشت چرخ — چون دیدگان نماند نهان آشکار کرد

بد کرد چون سپهر بمن گرچه من بدم — باید بدین حساب ز نیکان شمار کرد

لنگر گسست صرصر و کشتی شکست موج — دانا خورد دریغ که نادان چه کار کرد

از بسکه در کشاکشم از کار رفت دست — بند مرا گسستن بند استوار کرد

عمرے به تیرگی بسر آورده ام که مرگ — شادم به روشنائی شمع مزار کرد

نامے برغم من قدر از دست من بخاک — افراط ذوق دست مرا رعشه دار کرد

کوته نظر حکیم که گفتے هر آئینه — نتوان فزون ز حوصله جبر اختیار کرد

نومیدی از تو کفر و تو راضی نه بکفر — نومیدیم دگر بتو امیدوار کرد

غالب که چرخ را به نوا داشت در سماع
امشب غزل سرود مرا بیقرار کرد

بذوقے سر زمستی در قفاے رهروان دارد — که پنداری کمند یار همچون مار جان دارد

تنم ساز تمنائیست کز هر زخمه در دے — همار است آواز شکست استخوان دارد

هواے ساقی دارم که تاب ذوق رفتارش — صراحی را چو طاؤسان بسمل پرفشان دارد

بنازم سادگی طفل است خونریزی نمیداند — به گلچیدن همان ذوق شمار کشتگان دارد

---

۱ این غزل در نسخهٔ "د" موجود نیست۔

دل از هم ریزد و حسرت اساس محکمی خواهد — غم آذر بیزد و طاقت قماش پرنیان دارد
بدن بردم گلیم از موج دامن زیر کوه آمد — تنم گرداب طوفان تا چه زخمم را گران دارد
برنجد از دم تیغ تو صید در رمیدنها — به امید تلافی چشم بر پشت کمان دارد
دلم در حلقهٔ دام بلا میرقصد از شادی — همانا خویشتن را در خم زلفش گمان دارد
به گلهای بهشتم مژده نتوان داد در راهش — من و خاکی که از نقش کف پایش نشان دارد
بشرع آویز و حق جو کم ز مجنون نه ای باری — دلش با محمل است اما زبان با ساربان دارد
رمم زان ترک صید افگن که خواهم فتنه من گردد — گسستنهای بی اندازه کاندر عنان دارد

خدا را وقت پرسش نیست گفتم بگذر از غالب
که هم جان بر لب و هم داستانها بر زبان دارد

صاحبدلی ست ناموری عشقم بسامان خوش نکرد — آشوب پیدا ننگرد و اندوه پنهان خوش نکرد
دانست بی حس ناخنم الماس در ریشم کند — سنجید شست خود قوی در تیر پیکان خوش نکرد
آن خود به بازی می‌برد دین را دو جو می نشمرد — هم دوش دین خنده زد و آوردمش جان خوش نکرد
در نامه تا بنوشتمش کز شهر بهمان میروم — دل بست در مضمون دی نامم بعنوان خوش نکرد
دارم هوای آن پری کو بسکه نغز و سرکش ست — ز افسون سحر شد بی زاهد پریخوان خوش نکرد
فریاد زان شرمندگی کارند چون در محشرم — گویند اینک خیره سر کز دست فرمان خوش نکرد
جا مست لطف دلبران جز جام ننهد دل بران — عاشق ز خاصانش بدان گر دل به حرمان خوش نکرد
شرع از سلامت پیشگی عشق مجازی بر نتافت — زاهد بکنج صومعه غوغای سلطان خوش نکرد
با من میاویز ای پدر فرزند آذر[1] را نگر — هر کس که شد صاحب نظر دین بزرگان خوش نکرد

---

[1] نام پدر ابراہیم علیہ السلام کہ در بت تراشی یگانۂ روزگار خویش بود و پسرش ابراہیم علیہ السلام توحید پرست و بت شکن بود کہ حق تعالیٰ از خلعت پیغمبری سرفراز نمود، و بنیاد تعمیر کعبہ ہم از دست اوست

گویند صنعان[1] توبہ کرد از کفر تا دانی بندۂ — کز خود فروشیہای دین بخشش یزدان خوش نکرد

غالب بہ فن گفتگو نازد بدین ارزش کہ او
ننوشت در دیوان غزل تا مصطفیٰ خان[2] خوش نکرد

قدر مشتاقان چہ داند درد با چندش بود — آنکہ دائم کار با دلہای خرسندش بود

شاہد ما ہمنشین آرای در نگین محفل ست — لاجرم در بند خویش ست آنکہ در بندش بود

در نگارین روضۂ فردوس نگشاید دلش — آنکہ در بند دروغ راست مانندش بود

آنکہ از تشنگی بخاموشی دل از ما می برد — وای گر چون ما زبان نکتہ پیوندش بود

درستم حق ناشناسش گفتن از انصاف نیست — آنکہ چندین تکیہ بر حلم خداوندش بود

ہیچ دانی اینہمہ شور عتاب از بہر چیست — تا جگر ہا تشنۂ موج شکر خندش بود

نازم آن خود بین کہ ناید غیر خویشش در نظر — گر بخاک رہگزار دوست سوگندش بود

آنکہ خواہد در صف مردان بقای نام خویش — خون دشمن سرخ تر از خون فرزندش بود

با خرد گفتم نشان اہل معنی باز گوی — گفت گفتاری کہ با کردار پیوندش بود

غالبا زنہار بعد از ما بخون ما مگیر
قاتل ما را کہ حاکم آرزومندش بود

بہر خواری بسکہ سرگرم تلاشم کردہ اند — پارہ نزدیک در ہر دور باشم کردہ اند

ترسم از رسوائیم آخر پشیمانی کشید — رازم و این شاہدان مست فاشم کردہ اند

چرخ ہر روزم غم فردا بخوردن میدہد — تا قیامت فارغ از فکر معاشم کردہ اند

---

[1] مراد شیخ صنعان، درویشے بود معروف کہ ہفت صد مرید داشت، شیخ فریدالدین عطار ہم از مریدان اوست گویند از بدعای غوث الاعظم بر دختر ترسا عاشق شدہ از اسلام درگذشت مگر باخر ہدایت غیبی دستش گرفت (ماخوذ از غیاث اللغات)

[2] مراد نواب مصطفیٰ خاں متخلص بہ شیفتہ معاصر و دوست مرزا غالب

غیر گفتی روشناس چشم گوهر بار هست
راز دان نالهٔ الماس پاشم کرده اند

هرچه از بیطاقتی مزد ثباتم داده اند
هرچه از اندوه صرف انتعاشم کرده اند

از تف داغ غمت بدل دوزخ سرشتم خوانده اند
دز دم تیغت بتن مینو قماشم کرده اند

هم بصحرای جنون مجنون خطابم داده اند
هم بکوه بیستون خارا تراشم کرده اند

چشم بوم از چه در خارم بجیب افشانده اند
دل نباشم تا چرا رزق خراشم کرده اند

از چه غالب خواجگیهای جهان ننگ منست
گر نه با سلمان[1] و بوذر[2] خواجه تاشم کرده اند

کسی با من چه در صورت پرستی حرف دین گوید
ز آزر گفت دانم گر ز صورت آفرین گوید

دلم در کعبه از تنگی گرفت آوارهٔ خواهم
که با من وسعت بتخانهای هند و چین گوید

بخشم ناسزا میگوید از لطف گفتارش
گمان دارم که حرف دل نشینی بعد ازین گوید

شناسد جای غم دل را و خود را دلربا داند
عجب دارد اگر دلدادهٔ خود را غمین گوید

چو خواهم داد از غم در جوابم لب فرو بندد
دگر گویم که جان خواهم بغم داد آفرین گوید

رهم افتاده بهر دانه سوی دام صیادی
که حرف ذبح با همراز خویش اندر کمین گوید

ز بیتابی برون انداز داز خویش آستین درش
گریبان آنچه دید از دست گر با آستین گوید

دل از پهلو برون آرم جنبش جام خود انگارد
دگر نخجنی برافشانم سلیمانش نگین گوید

گزارد آنچه برق از خرمن اندر دست بگزارم
که ترسم چون بچینم کس بطرز خوشه چین گوید

چرا راند نه غالب را از آن در رهروی باید
که راز خلوت شه با گدای ره نشین گوید

من بوفا مردم و رقیب بدر زد
نیم لبش انگبین و نیمه نشتر زد

---

[1] حضرت سلمان فارسی، از اصحاب حضرت محمد صلعم، که اول آتش پرست بود و تا مدتی رونه بهن بود بعد قبول اسلام در اصحاب کبار شامل شدند۔ حضرت علی او را بسیار دوست می داشت

[2] حضرت ابوذر غفاری، یکے از اصحاب حضرت محمد صلعم که در اصحاب مرتبه اش بسیار بلند است دوست و معاون حضرت علی بودند

در نگہش بین د اعتماد نفوذش
گر بے افگند ہم بزخم جگر زد

کیست درین خانہ کز خطوط شعاعی
مہر نفس ریزہ ہا بروزن در زد

دعوی او را بود دلیل بدیہے
خندۂ دندان نما بہ حسن گہر زد

غیرت پروانہ ہم بروز مبارک
نالہ چہ آتش ببال مرغ سحر زد

لشکرِ ہوشم بزور مے نہ شکستی
غمزۂ ساقی نخست راہ نظر زد

زان بتِ نازک چہ جای دعوی خونست
دست وی و دامنے کہ او بہ کمر زد

برگ طرب ساختیم و بادہ گرنیستم
ہرچہ ز طبع زمانہ بیہدہ سر زد

شاخ چہ بالد گر ارمغان گل آورد
تاک چہ نازد اگر صلائے ثمر زد

کام نہ بخشیدہ گنہ چہ شماری
غالب مسکین بالتفات نیر زد

غم من از نفس پند گو چہ کم گردد
بر آتشم چو گل و لالہ باد دم گردد

بدان معاملہ او بید ماغ دمن بیدل
خوش آنکہ معذرتے صرف ہر ستم گردد

ترا تنیست کہ بر وے سمن خسک باشد
مرا دلے ست کہ در وے نشاط غم گردد

نماندہ تاب غمش خاطر رقیب بجوے
کمے چہ در پئے صید گرسنہ رم گردد

ز ذوق گریہ پرستم دل و تو می نگری
نگہ مباد ز بار سرشک خم گردد

بدین قدر کہ لبے ترکنی دمن ابسکم
ترا ز بادۂ نوشین چہ مایہ کم گردد

بغصہ ہا راضیم اما بدشنہ دریابی
دمے کہ سینہ و ناخن ہلاک ہم گردد

رسیدہ ایم بکوے تو جائے آن دارد
کہ عمر صرف زمین بوسئ قدم گردد

تو پا بپرسشِ من کردہ خاکے و ترسم
کہ خاک پائے تو تاج سر قسم گردد

سبک سرے ست بدریوزۂ طرب رفتن
خوشا دلے کہ باندوہ محتشم گردد

رخے کہ در نظر ستم بجلوہ گل باشد
تفے کہ در جگر ستم بدیدہ نم گردد

گرفته خاطر غالب ز هند و اعیانش
بر آن سر است که آوازهٔ عجم گردد

بیدل نشد از دل به بت غالیه مو داد
گوئی مگر آن دل که ز من[1] برد به او داد

سخت است دل غیر دگر از ننگ نگوئی
برگشتن مژگان تو گوید که چه رو داد

شائسته همین ما و تو بودیم که تقدیر
ما را سخن نغز و ترا روی نکو داد

ساقی دگرم برد به میخانه ز مسجد
می یک دو قدح بود و فریبم به سبو داد

برخیز که دلجوئی من بر تو حرام است
ای آنکه ندانی خبرم ز آن سر کو داد

زین ساده دلی دار که چون دید بخواهم
ترسید خود و مژدهٔ مرگم به عدو داد

حسن تو بساقی گری آئین نشناسد
مست آمد و یکبار دو ساغر زد و سو داد

در گلشنم آرم از آن روی نکو یاد
در دو زخم و خواهم از آن تندی خو داد

گفتن سخن از پایهٔ غالب نه ز هوشست
امروز که مستم خبری خواهم از او داد

نهم جبین به درش آستان بگرداند
نشیمنش به سر ره عنان بگرداند

اگر شفاعت من در تصورش گذرد
به بزم انس رخ از همدمان بگرداند

به بزم باده بساقی گری از آن چه عجب
که پیر صومعه را در میان بگرداند

اگر نه مائل بوس لب خود است چرا
به لب چو تشنه دمادم زبان بگرداند

به بند دام بلای تو عصفوره را گر دون
هما بگرد سر آشیان بگرداند

چو غمزهٔ تو فسون اثر فرد خواند
بلای راهزن از کاروان بگرداند

بهار را ز رخت تا چه رنگ در نظر است
که دم بدم ورق ارغوان بگرداند

---

[1] در نسخهٔ د "ما" است.

توئی آن کہ از خلۂ خاروننگری کہ سپہر
سرِ حسین[1] علی[2] برسنان بگرداند

بر دیشادی و اندوہ دل منہ کہ قضا
چو قرعہ بر نمط امتحان بگرداند

یزید[3] را بہ بساط خلیفہ بنشاند
کلیم[4] را بہ لباس شبان بگرداند

اگر بباغ زکلکم سخن رود غالب
نسیم روئے گل از باغبان بگرداند

چو زہ بقصدِ نشان، بر کمان بجنباند
تپد ز رشک دلم تا نشان بجنباند

دعا کدام و چہ دشنام تشنہ سخنیم
بکام ماست زبان چون زبان بجنباند

ز قتل غیر چہ خواہد گرش غرض شغلست
بگو بلہو سرم بر سنان بجنباند

ز غیر نیست ز حسن ست کش مجال نداد
کہ لب بزمزمۂ الاامان بجنباند

بنالہ ذوقِ سماع از تو چشم نتوان داشت
اگر بہ جنبش مہر آسمان بجنباند

کہ رفتہ از در زندان کہ بیقراری من
کلید در بہ کف پاسبان بجنباند

بخا نقہ چہ کند تا پر توے کہ بباغ
ز غمزہ خون برگ ارغوان بجنباند

سپہر از رخ ناشستۂ تو شرمش باد
کہ عکس ماہ در آب روان بجنباند

ہنوز بیخبری زانکہ جبہہ بر در تو
نسودہ ایم چنان کا سمان بجنباند

نشستہ ام بر ہ دوست پر ز دوست مباد
کہ کس بمن رسد و ناگہان بجنباند

خبر ز حال اسیران باغ چون بنود
صبا کہ چیدن دام آشیان بجنباند

---

[1] مراد امام حسین بن علی مرتضیٰ، شہید کربلا۔

[2] حضرت علی ابن ابی طالب خلیفہ و ابن عم حضرت محمد صلعم۔

[3] یزید بن معاویہ کہ در عہد خلافتش حادثہ شہادت امام حسین رض روئے نمود۔

[4] کلیم۔ لقب حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کہ بر کوہ طور از دیدار انوار الٰہی مشرف شدہ شرف تکلم حاصل نمود۔

جنون ساختہ دارم چہ خوش بود غالب
کہ در دست سلسلہ امتحان بجنبانند

تیغت ز فرق تا بگلویم رسیدہ باد / شوخی ز حد گذشت زبانم بریدہ باد

گر رفتہ ام ز کوے تو آسان نرفتہ ام / این قصہ از زبان عزیزان شنیدہ باد

نغزے و خود پسند بہ بینم چہ میکنی / یارب بدہر ہمچو توئی آفریدہ باد

مردن[1] ز راز داری شوقم نجات داد / صد رنگ نالہ زار ز خاکم دمیدہ باد

بر روے دم بہ پرتو بینش نتافت ست / در عرض شوق دیدہ طلبگار دیدہ باد

آتش بخانمان زدہ خواست صرصرے / گفتم نسیم گفت بہ گلشن وزیدہ باد

مرگم امان دہاد کہ از شوق برخورم / این شعلہ ہمچو خون برگ خس دویدہ باد

ذوقیست ہمدمے بفغان بگزرم ز رشک / خار رہت بپاے عزیزان خلیدہ باد

چون دیدہ پاے تا بسرم تشنہ کسے ست / دل خون شواد و از بن ہر مو چکیدہ باد

غالب شراب تندی ہندم کباب کرد
زین بعد بادہ ہاے گوارا کشیدہ باد

پروا گر از عربدۂ دوشش نکردند / امشب چہ خطر بود کہ مے نوشش نکردند

در تیغ زدن منت بسیار نہادند / بردند سر از دوش و سبکدوش نکردند

از تیرگی طرۂ شب رنگ نظر ہا / پرواز دران صبح بناگوش نکردند

داغ دلی ما شعلہ فشان ماند بہ پیری / این شمع شب آخر شد و خاموش نکردند

روزے کہ بمے زور دہے شور نہفتند / اندیشہ بکار خرد و ہوش نکردند

گر داغ نہادند و گر درد فزودند / نازم کہ بہ ہنگامہ فراموش نکردند

خون میخورم از حسن کہ این گنج روان را / در کار تہی دستی آغوش نکردند

---

[1] در نسخہ د این شعر نیست۔

اکنون خطرے نیست کہ تا بر نشد از دل خود چاہ زنخدان تو خس پوش نگردند
گر خود بغلامی نہ پذیرند گدا ہاش بر در بزن آن حلقہ کہ در گوش نگردند
غالب ز تو آن بادہ کہ خود گفت نظیری[1]
در کاسۂ ما بادۂ سر جوش نگردند

تاجر شوق بدان رہ بتجارت نزود کہ رہ انجا بدد سرمایہ بغارت نزود
چہ نویسم بتو در نامہ کز انبوہِ غم نیست ممکن کہ روانی ز عبارت نزود
از حیا گیر نہ از جور گران مایۂ ناز کشتۂ تیغ ستم را بزیارت نزود
وصل دلدار نہ خلدست ہمان بہ ہمدم کہ نہ گوئی سخن د عرض بشارت نزود
دل بدان گو نہ بیالاے کہ در خواہش دید دیدہ خون گردد از دیدہ بصارت نزود
قصر و ہمانکدہ حاتم[2] و کسری[3] بگذار نام از رفتن آثار عمارت نزود
ہیچ درویش طمع پیشہ نیرزد بقبول تا کہ اندوختۂ گدیہ بغارت نزود
تو بیک قطرۂ خون ترک وضو گیری وما سیل خون از مژہ رانیم د طہارت نزود
رمز بشناس کہ ہر نکتہ ادائے دارد محرم آنست کہ رہ جز باشارت نزود
زاہد از حور بہشتی بجز این نشناسد کہ شود دست زد شوق و بکارت نزود
غالب خستہ بگوی تو رہین تیشے ست
کہ بہ شاہی نشنید بوزارت نزود

---

[1] مراد محمد حسین نظیری نیشاپوری شاعر بزرگ زبانِ فارسی متوفی ۱۰۲۱ہ ہجری

[2] حاتم طائی، در سخاوت نامش ضرب المثل است، از قبیلۂ بنی طے بود، وطنش سرزمین عرب است، تا چند سال قبل از ظہور حضرت محمد صلعم می زیست۔

[3] کسریٰ نوشیروان بادشاہ ایران۔

ردیف ذال معجمہ

زبس تاب خرام کلکم آذر بیزد از کاغذ
مداد اند درزم از دود کہ ہر دم خیزد از کاغذ

ندانم تا چہ خواہد کرد با چشم و دل دشمن
رم کلکم کہ در جنبش غبار انگیزد از کاغذ

بگزلک از ورق چون بسترم سطر مکرر را
تو گوئی سونش لعل و گہر میریزد از کاغذ

ندانم حسرت روی کہ میخواہم رقم کردن
کہ ہر جا بنگرم ذوق نگاہم خیزد از کاغذ

من ناسازی خوے کہ در تحریر بیدادش
رمد حرف از قلم گر خود قلم نگریزد از کاغذ

چہ باشد نامۂ گل جانب مرغ اسیران نہ
کہ کس گلدستہ پیش قفس ویزد از کاغذ

چو استیلای شوقم دید کرد از نامہ محرومم
نگر بر آتشم بیدرد دامن میزد از کاغذ

زبیتابی رقم سوزیش دود چون نامہ بنویسم
بعنوانے کہ دانی دود دل میخیزد از کاغذ

چگویم از خرام آنکہ در انگارۂ قدش
صریر خامہ شور رستخیز انگیزد از کاغذ

ظہور آمد تنزل ہان بچشم کم مبین غالب
بہ پیدائی زخاکستم چو نام ایزد از کاغذ

ردیف رای مہملہ

بتے دارم ز تنگی روزگاران خوبہاران
بمستی خویش را گر دارد گوی از ہوشیاران بر

خمے از مے بما بفرست دانگہ ہر قدر خواہی
روان کن جوے از شیر دل از پرہیزگاران بر

مرا گوئی کہ تقوی ورز قربانت شوم خود را
بیا رای دبجلوت خانۂ تقوی شعاران بر

چہ پرسی کاین چنین داغ از کدامین تخم می خیزد
دلم از سینہ بیرون آر و پیش لالہ کاران بر

دزین بیہودہ میری آنچہ با من در میان داری
بگو بختے داز من زحمت اندہ گساران بر

ندارد شیر دخرما ذوق صہبا رحم می آید
نشاط عید از ما ہدیہ سوے روزہ داران بر

بیا رضوان مگر تہ جرعۂ بخشدت از ساغر — گل از گلبن بیفشان بزم شادخواران بر
پشیمان میشوی از ناز بگذر زین گرانجانان — دل از دلدادگان جوی و قرار از بیقراران بر
تنک کم نیست ہان ہمت بیاد داد شوخی دہ — غرور رنگ نے بہار از نہاد دلفگاران بر
مپرس ای قاصد اہل وطن از من کہ من چونم — بیا رش نامہ از اغیار گریابی بیاران بر

شکست ما بود آرایش خویشان ما غالب
زنند از شیشۂ ما گل بفرق کوہساران بر

مژدہ ای ذوق خرابی کہ بہارست بہار — خرد آشوب تر از جلوۂ یارست بہار
چہ جنون تازہ ہوای گل و خارست بہار — کاین چنین قطرہ زنی زابر بہارست بہار
ناز ہم آئین کرم را کہ بسر گرمی خویش — دست رد شمع و چراغ شب تارست بہار
شوخی خوی ترا قاعدہ دانست خزان — خوبی روی ترا آئینہ دارست بہار
در غمت غازۂ رخسارۂ ہوشست جنون — در رہت شانۂ گیسوی غبارست بہار
ہم حریفان ترا طرف بساطست چمن — ہم شہیدان ترا شمع مزارست بہار
جعد مشکین ترا غالیہ سائیست نسیم — رخ رنگین ترا غازہ نگارست بہار
وحشتی میدمد از گرد پر افشانی رنگ — از کمین گاہ کہ رم خوردہ شکارست بہار
بجہان گرمی ہنگامۂ حسن ست ز عشق — شور انداز ز غوغای ہزارست بہار
سنبل و گل از گلشنیان است چہ غم — بہر ما گلخنیان دود و شرارست بہار
خارہا در رہ سودازدگان خواہد ریخت — ورنہ در کوہ و بیابان بچہ کارست بہار

می توان یافتن از ریزش شبنم غالب
کہ ز رشک نفسم در چہ فشارست بہار

بیا و جوش تمنائے دیدنم بنگر — چو اشک از سر مژگان چکیدنم بنگر
زمن بجرم تپیدن کنارہ می کردی — بیا بخاک من و آرمیدنم بنگر

گزشته کار من از رشک غیر شرمت باد / بزم وصل تو خود را ندیدنم بنگر

شنیده ام که نه بینی و نا امید نیم / ندیدن تو شنیدم شنیدنم بنگر

دمید دانه و بالید و آشیان گہ شد / در انتظار ہما[1] دام چیدنم بنگر

نیاز مندیٔ حسرت کشان نمیدانی / نگاہ من شو و در دیدہ دیدنم بنگر

اگر ہوائے تماشائے گلستان داری / بیا و عالمی در خون تپیدنم بنگر

جفائے شانہ کر تارے گسستہ زان سر زلف / ز پشت دست بدندان گزیدنم بنگر

بہار من شو و گل گل شگفتنم دریاب / بخلوتم بدر ساغر کشیدنم بنگر

بداد من نرسیدی ز درد جان دادم / بداد طرز تغافل رسیدنم بنگر

تواضعے نکنم بے توا ضنع غالب / بسایۂ خم تیغش خمیدنم بنگر

بمرگ من کہ پس از سخن[2] بمرگ من یاد آر / بکوے خویشتن آن نعش بے کفن یاد آر

من آن نیم کہ ز مرگم جہان بہم نخورد / فغان زاہد و فریاد برہمن یاد آر

بیام و در ز ہجوم جوان و پیر بگوی / بکوے و برزن از اندوہ مرد و زن یاد آر

بساز نالہ گر دہے ز اہل دل دریاب / بہ بند مرثیہ جمعے ز اہل فن یاد آر

ملال خلق و نشاط رقیب در ہر حال / عزیز خویش بہ تحسین تیغ زن یاد آر

بخود شمار وفا ہاے من ز مردم پرس / بمن حساب جفا ہاے خویشتن یاد آر

چہ دید جان من از چشم پرخمار بگوی / چہ رفت بر سرم از زلف پرشکن یاد آر

خروش و زاری من در سیاہی شب زلف / دم فتادن دل در چہ ذقن یاد آر

---

[1] ہما، نام مرغیست کہ استخوان بوسیدہ بخورد (موید الفضلاء)، گویند سایہ او بر ہر کہ بیفتد پادشاہ می شود، بر حقیقت این روایت ہیچ دلیل نیست.

[2] در نسخہ د ز مرگ

بسنج تا ز تو بر من بران محل چه گذشت ‌ ‌ ‌ نخوانده آمدن من در انجمن یاد آر
ز من پس از دو سه تسلیم یک نگه دانگه ‌ ‌ ‌ ز خود پس از دو سه دشنام یک سخن یاد آر

هزار خستهٔ در رنجور در جهان داری
یکے ز غالب رنجور خسته تن یاد آر

بے دوست زبس خاک فشاندیم ابر بر ‌ ‌ ‌ صد چشمه روان ست بدان راهگذر بر
غلطانیٔ اشکم بود از حسرت دیدار ‌ ‌ ‌ آبے ست نگاهم که به پیچد به گهر بر
از گریۂ من تا چه سرایند ظریفان ‌ ‌ ‌ زین خنده که دارم بتمنائے اثر بر
امید که خال رخ شیرین شود آخر ‌ ‌ ‌ چشمے که سیه ساخته خسرو بشکر بر
از خلد و سقر تا چه دهد دست که دارم ‌ ‌ ‌ عیشے بخیال اندر و داغے بجگر بر
بالد بخود آن مایه که در باغ نه گنجد ‌ ‌ ‌ سروے که کشندش به تمنائے تو در بر
عمرے که بسود اے تو گنجینۂ غم بود ‌ ‌ ‌ اینک بتو دادیم تو در عیش بسر بر
جان میدهم از رشک بشمشیر چه حاجت ‌ ‌ ‌ سر پنجه بدامن زن و دامن به کمر بر

مطرب بغزلخوانی و غالب بسماع ست
ساقی مے و آلات مے از حلقه بدر بر

اے دل از گلبن امید نشانے بمن آر ‌ ‌ ‌ نیست گر تازه گلے برگ خزانے بمن آر
تا دگر زخم بناسور توانگر گردد ‌ ‌ ‌ هدیۂ از کف الماس فشانے بمن آر
همدم روز گدائی سبک از جا بر خیز ‌ ‌ ‌ جان گرو جامه گرو رطل گرانے بمن آر
دلم اے شوق ز آشوب غمے نکشاید ‌ ‌ ‌ فتنۂ چند ز هنگامه ستانے بمن آر
گیرم اے بخت هدف نیستم آخر گاهے ‌ ‌ ‌ غلط انداز خدنگے ز کمانے بمن آر
اے نیاورده بکف نامۂ شوقے ز کسے ‌ ‌ ‌ بزبان مژدۂ وصلے ز زبانے بمن آر
اے در اندوه تو جان داده جهانے ز رشک ‌ ‌ ‌ نکشش از رشکم و اندوه جهانے بمن آر

اے زتار دم شمشیر توام بستر خواب | شمع بالین ز درخشندہ سنانے بمن آر
یارب این مایہ وجود از عدم آوردہ تست | بوسۂ چند ہم از گنج دہانے بمن آر

سخن سادہ دلم را نفریبد غالب
نکتۂ چند ز پیچیدہ بیانے بمن آر

بر دل نفس غم سر آور | چون نالہ مرا ز من بر آور
یا پایۂ آرزو بیفزائے | یا خواہش ما ز در در آور
عمرے ز ہلاک تلخ تر رفت | مرگے ز حیات خوشتر آور
درے بشکست ما بر انگیز | نے نے علیؑ بہ خیبر آور
بیکاری ما گذارشش ماست | زخمے بتراوشش اندر آور
وانگاہ ز ما بہ عرصۂ حشر | چسپیدہ تنے بہ بستر آور
ور زان کہ بہیچ می نیرزیم | ما را بر بای و دیگر آور
رنگین چمنے ز شعلہ آرائے | ابراہیمےؑ ز آذر آور
آثار سہیل از یمن جوی | خورشید ز طرف خاور آور
لبہائے بشکر درفشان را | دلہائے بغم توانگر آور
جان ہائے براحت آشنا را | طوبے بنشان و کوثر آور

اے ساختہ غالب از نظیری
با قطرہ ربای گوہر آور

اے ذوق نواسنجی بازم بخروش آور[۲] | غوغائے شبیخونی بر بنگہ ہوش آور

۱ے حضرت ابراہیم پیغمبرؑ پسر آذر بت تراش بود، ابراہیم علیہ بت شکن بود، بادشاہ نمرود او را در آتش انداختہ ولے از رحمتِ خداوندی آتش سوزان مبدل بگلزار شد

۲ے این غزل در نسخۂ د نیست۔

گر خود بجهد از سر از دیدہ فرو بارم — دل خون کن و آن خون را در سینہ بجوش آور

ہان ہمدم فرزانہ دانی رہ ویرانہ — شمعے کہ نخواہد شد از باد خموش آور

شورابۂ این وادی تلخ است اگر رادی — از شہر بسوے من سرچشمۂ نوش آور

دانم کہ زرے داری ہر جا گزرے داری — مے گر ندہد سلطان از بادہ فروش آور

گر مغ بہ کدو ریزد بر کف نہ و راہی شو — ور شحنہ بسبو بخشد بردار و بدوش آور

ریحان دمد از مینا راوش چکد از قلقل — آن در رہ چشم افگن این از پے گوش آور

گاہے بہ سبک دستی از بادہ ز خویشم بر — گاہے بہ سیہ مستی از نغمہ بہوش آور

غالب کہ بقایش باد ہمپاے تو گر ناید
بارے غزلے فردی زان موینہ پوش آور

در گریہ از بس نازکی رخ ماندہ بر خاکش نگر — وان سینہ سودن از تپش بر خاک نمناکش نگر

برقے کہ جانہا سوختے دل از جفا سرش ببین — شوخے کہ خونہا ریختے دست از حنا پاکش نگر

آن کو بخلوت با خدا ہرگز نکردے التجا — نالان بہ پیش ہر کسے از جور افلاکش نگر

تا نام غم بردے زبان می گفتے یا در میان — دریاے خون افگندہ دلش از چشم سفاکش نگر

آن سینہ کز چشم جہان مانند جان بودے نہان — اینک بہ پیراہن عیان از روزن چاکش نگر

بر مقدم صید افگنی گوشے بر آوازش ببین — در باز گشت توسنے چشمے بفتراکش نگر

بر آستان دلبرے در شکر دربانش ببین — در گلہ از خود کمتری در رشک خاشاکش نگر

تا گشتہ خود نفرین شنو تلخ است بر لب خندہ اش — زہرے کہ پنہان می خورد پیدا ز تریاکش نگر

با خوبی چشم و دلش با گرمی آب و گلش — چشم گہربارش ببین آہ شررناکش نگر

خواند بامید اثر اشعار غالب ہر سحر
از نکتہ چینی درگذر فرہنگ و ادراکش نگر

ردیف زای معجمہ

یارب ز جنون طرح غمے در نظرم ریز
صد بادیہ در قالب دیوار و درم ریز

از مہر جہانتاب امید نظرم نیست
این تشت پر از آتش سوزاں بسرم ریز

دل را ز غم گریۂ بے رنگ بجوش آر
اجزاے جگر حل کن و در چشم ترم ریز

ہر برق کہ نظارہ گداز ست نہادش
بگزار و بہ پیمانۂ ذوق نظرم ریز

سرمست مے لذت دردم بخرام آر
وین شیشۂ دل بشکن و در رہگذرم ریز

ہر خون کہ عبث گرم شود در دلم افگن
ہر برق کہ بیصرفہ جہد بر اثرم ریز

ہر جا نم آبے ست بمژگان ترم بخش
از قلزم و جیحون کف خاکے بسرم ریز

از شیشہ گرامی نتوان بست شمیم را
بارے گل پیمانہ بہ جیب سحرم ریز

گیرم کہ بہ افشاندن الماس نیرزم
مشتے نمک سودہ بزخم جگرم ریز

این سوز طبیعی نگدازد تفسم را
صد شعلہ بیفشارد بہ مغز شررم ریز

سکین خبر از لذت آزار ندارد
خارم کن و در رہ گذر چارہ گرم ریز

دبجے کہ بہ پا مزد توان داد ندارم
آبم کن و اندر قدم نامہ برم ریز

دارم سر ہمطرحی غالب چہ جنون ست
یارب ز جنون طرح غمے در نظرم ریز

اے شوق بما عربدہ بسیار میاموز
ابرام بدریوزۂ دیدار میاموز

از نغمۂ مطرب نتوان لخت دل افشاند
اے نالہ پریشان رو و ہنجار میاموز

صورت کدہ شد کلبۂ من سر بسر اے چشم
انگیختن نقش ز دیوار میاموز

ہمت ز دم تیشۂ فرہاد طلب کن
مجنون مشو و مردن دشوار میاموز

اے غمزہ ز ہمطرحی نخچیر چہ خیزد
رم شیوۂ آہوست بدلدار میاموز

منگر بسوی نعش من دلب بگز از ناز
جان دادن بیهوده باغیار میاموز

باغنچه مگردان ورق بحث شگفتن
برداشتن پرده ز رخسار میاموز

طوطی شکرش طعمه و بلبل جگرش قوت
جان تازه کن از ناله و گفتار میاموز

از ذوق میان تو شدن سر بسر آغوش
بیمهر فن ماست بز نّار میاموز

بلبل ز خراشِ رخ گلبرگ بیندیش
شغل نگه شوق به منقار میاموز

سررشتهٔ هر کار نگهدار به مستی
آشفتگی طره بدستار میاموز

غالبؔ همه کردار گزاران به کمینند
گفتم بتو آزاده رو و کار میاموز

خون قطره قطره می چکد از چشم تر هنوز
نگسسته ایم بخیه ز خم جگر هنوز

باآنکه خاک شد بسرِ راه انتظار
پر میزند نفس بهوای اثر هنوز

تا خود پس از رسیدن قاصد چه رو دهد
خوش می کنم دلی بامید خبر هنوز

بختم ز بزم عیش بغربت فگند و من
مستم چنانکه پا نشناسم ز سر هنوز

دیدار جوست دیده و دارد خجل مرا
از جوش دل نه بستنِ راه نظر هنوز

شد روز رستخیز و بیاد شب وصال
محوم همان بلذت بیم سحر هنوز

ای سنگ بر تو دعوی طاقت مسلم ست
خود را ندیده بکف شیشه گر هنوز

پرویز نست تار کم از زخم خار پا
از سر برون نرفته هوای سفر هنوز

بلبل سزد ز غیرت پروانه سوختن
رنگین به شعله نیست ترا بال و پر هنوز

غالبؔ نگشته خاک براهت تو و خدا
گردی ست پرفشان بسرِ ره گزر هنوز

یقین عشق کن و از سر گمان برخیز
به آشتی به نشین یا به امتحان برخیز

گل از ترا وشِ شبنم به تست چشمک زن
ز رختِ خواب بلبهای می چکان برخیز

بزم غیر چہ جوئی لب کرشمہ ستاے | بدور باش تقاضائے الامان برخیز
چرا بسنگ و گیا پیچی اے زبانہ طور | ز راہ دیدہ بدل در رو و ز جان برخیز
تو دودی اے گلہ کام و زبان در خور تست | بدل فرو شو و از مغز استخوان برخیز
گر از کشاکش جا رفتہ خودی باقیست | بذوق آنکہ نباشی ازین میان برخیز
فناست آنکہ بدان کین ز رد نگار کشی | غبار گرد و ازین تیرہ خاکدان برخیز
رقیب یافتہ تقریب رخ بیاسودن | ترا کہ گفت کہ از بزم سرگران برخیز
عیادتست نہ پرخاش تندخوئی چیست | بیا و غمزدہ بہ نشین و لب گزان برخیز

سبوچہ دہمت ہر سحر ز مے غالب
خدائے را ز سر کوچہ مغان برخیز

باہمہ گم گشتگی خالی بود جایم ہنوز | گاہ گاہے در خیال خویش می آیم ہنوز
تا سر خار کد این دشت در جان میخلد | کز ہجوم شوق می خارد کف پایم ہنوز
خشک شد چندانکہ مے جزو بدن شد شیشہ را | ہم چنان گوئی در انگورست صہبایم ہنوز
بعد مردن مشت خاکم در نورد صرصرست | بیقراری می زند موج از سراپایم ہنوز
تازہ در افتادہ طرف بساط عشرتم | میتوان افشرد مے از لاے پالایم ہنوز
چشمم از جوش نگہ خون گشت و از مژگان چکید | ہم چنان در حلقہ دام تماشایم ہنوز
صد قیامت در نورد ہر نفس خون گشتہ است | من ز خامی در فشار بیم فردایم ہنوز
تا کجا یارب فرو شست اشک من ظلمت ز خاک | لالہ بیداغ از زمین روید بصحرایم ہنوز
با تغافل بر نیامد طاقتم لیک از ہوس | در تمنائے نگاہ بے محابایم ہنوز

ہمرہان در منزل آرامیدہ غالب ز ضعف
پا برون نارفتہ از نقش کف پایم ہنوز

ردیف سین مہملہ

داغ تلخ گویانم لذت سم از من پرس — محو تند خویانم حیرت رم از من پرس

موجے از شراب ستم لختے از کباب ستم — شور من ہم از من جوے سوز من ہم از من پرس

نیست باغنود تنہا برگ پر کشود تنہا — از عدم بر دن آمد سعی آدم از من پرس

نفس چون زبون گردد دیو را بفرمان گیر — محرم سلیمانم نقش خاتم از من پرس

اے کہ درد لِ آزاری پیش راکم انگاری — در شمار غمخواری بیشی کم از من پرس

بوسہ از لبانم دہ عمرِ خضر[1] از من خواہ — جام مے بہ چشمم نہ عشرت جم[2] از من پرس

تیغ غمزہ با اغیار آنچہ کردمیدانی — خنجر تغافل را تیزی دم از من پرس

خلد[3] را نہاد من لطف کوثر از من جوے — کعبہ را سواد من شور زمزم از من پرس

ورد من بود غالب یا علیؑ بو طالب
نیست بخل با طالب اسم عظم[4] از من پرس

کاشانہ نشین عشوہ گزلے راچہ کند کس — بے فتنہ سر رہ گزرے راچہ کند کس

---

[1] خضر علیہ السلام، نام پیغمبرے است کہ آب حیات نوشیدہ عمر جاودان حاصل کرد،

[2] جم۔ مراد جمشید، بادشاہ ایران۔

[3] خلد، بہشت، کوثر، نام حوضے است در بہشت، زمزم، چشمہ آب شیرین در شہر مکہ معظمہ، این چشمہ بعد از دعاء ابراہیم علیہ السلام از زیر پائے حضرت اسماعیل جاری شدہ وایں دائمی بے آب و گیاہ را سر سبز و شاداب کردہ بود۔

[4] یکے از اسماء باری تعالیٰ است ہر کہ از و واقف شود و خواندش بہ مقاصد خویش کامران می شود۔

بگداخت دل از نالہ اگر ایں ہمہ بس نیست — بیہودہ امید اثرے را چہ کند کس

کیموس[1] مسیحائے وز اخلاط سفر مائے — تا دشتہ نباشد جگرے را چہ کند کس

در ہدیہ دل و دین بصد ابرام پذیرد — منت نہ سرمایہ برے را چہ کند کس

انصاف دہم چون نگراید بمن از مہر — دلدادۂ آشفتہ سرے را چہ کند کس

با خویشتن از رشک مدارا نتوان کرد — در راہِ محبت خضرے را چہ کند کس

گر سرخوشی از بادہ مرادست بیا شام — واعظ تو دیزدان خبرے را چہ کند کس

تا یافتہ بارم بہ نراندن چہ شتکیم — گیرم کہ خود از قست دمے را چہ کند کس

آن نیست کہ صحرائے سخن جادہ ندارد — واز دل روشِ کج نگرے را چہ کند کس

غالب بجہان بادشہان از پے داد اند
زبان دہ بیدادگرے را چہ کند کس

لطفے بہ تحت ہر نگہ خشمگین شناس — آرائش جبین شکر فان زچین شناس

باز آکہ کار خود بہ نگاہت سپردہ ایم — بارانجل ز تفرقۂ مہر و کین شناس

بے پردہ تاب محرمی راز ما مجوی — خون گشتن دل از قطرۂ آستین شناس

داغم کہ وحشت تو بیفزود انتظار — جز صید دام دیدہ نباشد کمین شناس

میخواہد انتقام ز ہجران کشیدنی — تو گرمی دل از نفس آتشین شناس

آرائش زمانہ ز بیداد کردہ اند — ہر خون کہ ریخت غازۂ روئے زمین شناس

در راہِ عشق شیوۂ دانش قبول نیست — حیف ست سعی رہروِ پا از جبین شناس

از دہر غیر گردش رنگے پدید نیست — این ضرہ اسراب گل و یاسمین شناس

حسرتِ صلائے ربط سر و دست میزند — نقش ضمیر شاہ ز تاج و نگین شناس

---

[1] کیموس، نام صورتِ غذا کہ در طبخ دوم در جگر پختہ شود (غیاث اللغات)

بے غم بہاد مرد گرامی نمی شود — زنہار قدر خاطر اندوہگین شناس

دور قدح بنوبت می خوارگان گردہ — آوخ[1] زساقیان یسار از یمین شناس

غالب مذاق ما نتوان یافتن زما

روشیوۂ نظیری وطرز حزین[2] شناس

تیغ از نیام بیہدہ بیرون نکردہ کس — مارا بہ ہیچ کشتہ وممنون نکردہ کس

فرصت ز دست رفتہ وحسرت نشردہ پاے — کار از دوا گذشتہ افسون نکردہ کس

داغم ز عاشقان کہ ستمہاے دوست را — نسبت بمہربانی گردون نکردہ کس

یا پیش ازین بلاے جگر تشنگی نبود — یا چون من التفات بہ جیحون نکردہ کس

یارب بزاہدان چہ دہی خلد رایگان — جور بتان ندیدہ ودل خون نکردہ کس

جان دادن وبکام رسیدن زما ولے — آہ از بہاے بوسہ کہ افزون نکردہ کس

شرمندۂ دلیم ورضا جوے قاتلیم — ما چون کنیم چارۂ خود چون نکردہ کس

پیچد بخود ز وحشت من پیش بین من — تشبیہ من ہنوز بہ مجنون نکردہ کس

گیرد مرا بپرسش بیرنگی سرشک — گوئی حساب اشک جگرگون نکردہ کس

غالب ز حسرتی[3] چہ سرائی کہ در غزل

چون او تلاش معنی ومضمون نکردہ کس

ہر کرا بینی زمے بیخود ستایش مینویس — ہر دریغ فتنہ خیزے از برایش مینویس

اے رقم سنج یمین دوست بیکاری چرا — خود سپاس دست خنجر آزمایش مینویس

انچہ ہمدم ہر شب غم بر سرم می بگذرد — ہر سحر یکسر بدیوار سرایش مینویس

گر ہمین ریو وغنود ورنگ نیرنگ ست وبس — ہر کجا شیخ ست کافر ماجرایش مینویس

۱؎ بفتح وخاے معجمہ بمعنی آہ وافسوس کلمہ تعجب (غیاث) ۲؎ محمد علی حزین شاعر معروف کہ در بنارس اقامت می داشت ۳؎ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ وحسرتی

خواریی کاندر طریق دوستداری رو دهد
از مداد سایۂ بال همایش مینویس

سیفِ ستی نامہ دین را چشم زخمی در پے است
چشم حاسد کور باد اندر دعایش مینویس

هر که بعد از مرگ عاشق بر مزارش گل برد
فتوی از من در بتان نو و آشنایش مینویس

رحمے از معشوق هر جا در کتابے بنگری
بر کنار آن ورق جا بها فدایش مینویس

اے که با یارم خرامی گر دل و دستت هست
نام من در رهگزر بر خاک پایش مینویس

هر کجا غالبؔ تخلص در غزل بینی مرا
می تراش آنرا و مغلوبے بجایش مینویس

ردیف شین معجمہ

دوشم آهنگ عشا بود که آمد در گوش
نالہ از تار ردائے که مرا بود بدوش

کاے کخس شعلۂ آواز موذن زنهار
از پے گرمی ہنگامہ منہ دل بخروش

تکیہ بر عالم و عابد نتوان کرد که هست
آن یکے بیہدہ گو این دگرے بیہدہ کوش

نیست جز حرف دران فرقۂ اندر سرا
نیست جز رنگ درین طائفۂ ازرق پوش

جادہ بگزار و پریشان رو و در راہ روی
بفریب مے و معشوق مشو رہزن ہوش

بوسه گر خود بود آسان مرا از شاهد مست
بادہ گر خود بود ارزان مخر از بادہ فروش

این نہ شید ست که طاعت مکن و زهد مورز
این نہیب ست که رسوا مشو و بادہ منوش

حاصل آنست ازین جملہ نبودن که مباش
ما نہ افسانہ سرائیم و تو افسانہ نیوش

من که بودے کہ ازم مزد عبادت خالی
چو دلم گشت توانگر بہ رہ آورد سروش

گفتم از رنگ بہ بیرنگی اگر آرم روے
رہ دگر چون بسپرم گفت ز خود دیدہ بپوش

جستم از جاے و دلے ہوش و خرد پیشاپیش
رفتم از خویش و دلے علم و عمل دوشادوش

تا بزمے که بیک وقت در آنجا دیدم
بادہ پیمودن امرد زد و بخون خفتن دوش

خانقاه از روش زہد و ورع قلزم نور ۔۔۔ بزمگاه از اثر بوسه و مے چشمۂ نوش
شاہد بزم در آن بزم که خلوتگہ اوست ۔۔۔ فتنه بر خویش و بر آفاق کشوده آغوش
ہمچو خورشید که ز ذره درخشان گردد ۔۔۔ خورده ساقی مے و گردیده جہانے مدہوش
رنگہا جسته ز بیرنگی و دیدن نه به چشم ۔۔۔ رازہا گفته خموشی و شنیدن نه بگوش
قطره نا ریخته از ظرفِ خم و رنگ ہزار ۔۔۔ یک خم رنگ و سرش بسته و پیوسته بجوش

ہمه محسوس بود این دو عالم معقول
غالب این زمزمه آواز نخواہد خاموش

نیست معبودش حریف تاب ناز آوردنش ۔۔۔ پیش آتش دیده ام وزے نیاز آوردنش
موعظت را سنگسار قلقل مینا کنند ۔۔۔ از ره گوشم بدل یکره فراز آوردنش
تا خود از بہر نثار کیست می میرم ز رشک ۔۔۔ خضر و چندین کوشش و عمر دراز آوردنش
رحمت حق باد بر ہمدم که داند مست مست ۔۔۔ بر سر نعشم به تقریب نماز آوردنش
شوق گستاخست و من در لرزه کاخر سہل نیست ۔۔۔ صبحدم در دل بچشم نیم باز آوردنش
وائے ما گر غیر اندر خاطرش جا کرده است ۔۔۔ رفتن و پیرایه و پیرایه ساز آوردنش
امتحان طاقت خویش ست از بیداد نیست ۔۔۔ خلق را در ناله ہائے جانگداز آوردنش
چون نمیرد قاصد اندر ره که ز تنگم بر نتافت ۔۔۔ از زبانت نکته ہائے دلنواز آوردنش
مفت یاران وطن کز سادگی ہائے من ست ۔۔۔ در غریبی مردن و از جور باز آوردنش

بے زبانی ہائے غالب را چه آسان دیده
اے تو ناسنجیده تاب ضبط راز آوردنش

مپرس حال اسیری که در خم ہوسش ۔۔۔ بقدر کسب ہوا نیست روزن قفسش
بعرض شہرت خود بس احتیاج ما دارد ۔۔۔ چو شعله که نیاز او فتد بخار و خسش
صفا نیافته قلب از غشش مرا عمرے ست ۔۔۔ که غوطه میدہم اندر گداز ہر نفسش

زیاس گشته سگ نفس در تلاش دلیر | گر ز رشتهٔ طول امل کنم مرسش
ز رنگ بوئے گل و غنچہ در نظر دارم | غبار قافلۂ عمر و نالۂ جرسش
مرا بہ غیر ز یک جنس در شمار آورد | فغان کہ نیست زبر دانہ فرق تا مگسش
جگر ز گرمی این جرعہ تشنہ تر گردید | فغان ز طرز فریب نگاہ نیم رسش
خوشم کہ دست خود آشنایہ بیوفا باشد | کہ در گمان نسگالم امید گاہ کسش

بہار پیشہ جوانے کہ غالبش نامند
کنون ببین کہ چہ خون میچکد ز ہر نفسش

خوشا حالم تن آتش بستر آتش | سپندے کو کہ افشانم بر آتش
ز رشک سینہ گرمے کہ دارم | کشد از شعلہ بر خود خنجر آتش
بہ خلد از سردی ہنگامہ خواہم | برافروزم بگرد کوثر آتش
نحک شوقیکہ در دوزخ بغلتد | می آتش شیشہ آتش ساغر آتش
دلے دارم کہ در ہنگامۂ شوق | پرستش دوزخ ست دگوہر آتش
بسان موج میبالم بہ طوفان | برنگ شعلہ میر قصم در آتش
بدان ماند ز شاہد دعوے مہر | کہ ریزد از دم افسون گر آتش
دلم را داغ سوز رشک مپسند | مزن یارب بجان کافر آتش
چہارست آنکہ ہر یک زان چہار | بود از ناخوشی آبشخور آتش
قمر در عقرب[1] و غالب بدہلی
سمندر در شط و ماہی در آتش

ز دو دسودائی رتق بست آسمان نامیدمش | دیدہ بر خواب پریشان زد جہان نامیدمش
دہم خاکے ریخت در چشم بیابان دیدمش | قطرہ بگداخت بحر بیکران نامیدمش

---

[1] نام برجے کہ برج عقرب گویند و این مرکز مہتاب است۔

باد دامن زد بر آتش نوبہاران خواندمش
داغ گشت آن شعلہ از مستی خزان نامیدمش

قطرۂ خونے گرہ گردید دل دانستمش
موج زہر آبے بطوفان زد زبان نامیدمش

غربتم[۱] ناسازگار آمد وطن فہمیدمش
کرد تنگی حلقۂ دام آشیان نامیدمش

بود در پہلو بہ تمکینے کہ دل می گفتمش
رفت از شوخی بہ آئینے کہ جان نامیدمش

ہرچہ از جان کاست در مستی بسود افزودمش
ہرچہ با من ماند از ہستی زیان نامیدمش

تا ز من بگسست عمرے خوش دلش پنداشتم
چون بمن پیوست لختے بدگمان نامیدمش

او بہ فکر کشتن من بود آہ از من کہ من
لاابالی خواندمش نامہربان نامیدمش

تا نہم بر وے سپاس خدمتے از خویشتن
بود صاحب خانہ اما میہمان نامیدمش

دل ز بازار از دان آشنائیہا نخواست
گاہ بہمان گفتمش گاہے فلان نامیدمش

ہم نگہ جان می ستاند ہم تغافل می کشد
آن دم شمشیر و این پشت کمان نامیدمش

در سلوک از ہرچہ پیش آمد گزشتن داشتم
کعبہ دیدم نقش پائے رہروان نامیدمش

بر امید شیوۂ صبر آزمائے زیستم
تو بریدی از من و من امتحان نامیدمش

بود غالب عندلیبے از گلستان عجم
من ز غفلت طوطی ہندوستان نامیدمش

ز لکنت می تپد نبض رگ لعل گہربارش
شہید انتظار جلوۂ خویش ست گفتارش

ادائے لاابالی شیوۂ مستی در نظر دارم
سر پر شورم از آشفتگی ماند بدستارش

ندانم راز دار کیست دل کز ناشکیبائی
کشم تا یک نفس لرزد بخود صد رہ بہ پیغارش

بدین سوزم روا جے نیست ہے فرہاد را نازم
کہ از تاب شرار تیشہ گرم ست بازارش

چو بینم زلف خم در خم بعارض ہشتہ گویم
کہ اینک حلقہ در گوش کمند عنبرین تارش

ز ہم پاشیدن گل افگند در تاب بلبل را
اگر خود پارہ ہائے دل فرو ریزد ز منقارش

---

۱ در نسخۂ د این شعر قبل از اشعار آئندہ (اول و دوم) نوشتہ است۔

بتے دارم که گوئی گر بر دے سبزه بخزامد ‌‌ ‌‌ زمین چون طوطی بسمل تپد از ذوق رفتارش
بدان گرد دست زندان مرا تاریک بگزارد ‌‌ ‌‌ بدین حسنے که در گیرد چراغ از تاب رخسارش
بنائے خانه ام ذوق خرابے داشت پنداری ‌‌ ‌‌ گز آمد آمد سیلاب در رقص ست دیوارش
غم افگنده در دشتے که خورشید درخشان را ‌‌ ‌‌ گدازد زهره وقت جذب شبنم از سر خارش
وکالت کرد خواهم روز محشر کشتگانش را ‌‌ ‌‌ نباشد تا دران هنگامه جز با من سر کارش

نه از جهرست کز غالب بمردن نیستی راضی
سرت گردم تو میدانی که مردن نیست دشوارش

بیا[۱] بباغ و نقاب از رخ چمن برکش ‌‌ ‌‌ دل عدو نه اگر خون شود در آذر کش
بیاد منظر بام فلک نشیمن ساز ‌‌ ‌‌ بیاد شاهد کام دو کون در بر کش
سمن بجیب غنا از نوائے مطرب ریز ‌‌ ‌‌ تتق بروے هوا از بخور مجمر کش
نسیم طرز خرام تو در نظر دارد ‌‌ ‌‌ تو طیلسان ز دوشش را طراز دیگر کش
هزار آئینه ناز در مقابل تو ‌‌ ‌‌ هزار نقش دل افروز در برابر کش
اگر بباده گرائی قدح ز نرگس خواه ‌‌ ‌‌ دگر به سبحه ز شبنم برشته گوهر کش
به لاله گوی که هان بدین قدح در ده ‌‌ ‌‌ بمرغ گوی که هین خسروی نوا برکش
بدان ترانه که ممنوع نیست مستی کن ‌‌ ‌‌ ازان شراب که نبود حرام ساغر کش
مذاق مشرب فقر محمدی داری ‌‌ ‌‌ مے مشاهده حق نیوش و دم در کش
سرفرازی بخت جوان بخویش بنال ‌‌ ‌‌ بروے چرخ ز طرف کلاه خنجر کش
نشاط ورز و گهی باش شادمانی کن ‌‌ ‌‌ جهان ستان و قلمرو کشای و لشکر کش
ترا که گفت که منت کشی ز چرخ کبود ‌‌ ‌‌ بقهر کام دل خویشتن ز اختر کش
ز نقش بندگی خویشتن در خردمندی ‌‌ ‌‌ رقم به ناصیهٔ دارے دو پیکر کش

---

[۱] این غزل در نسخهٔ د موجود نیست۔

ز فرّ فرخی بخت در جهانداری — علم بسرحد فرمانروای خاور کش

سپس به تیغ تو خونم هدر که خواهم گفت
بگیر غالب دل خسته را و در برکش

من و نظارهٔ روے که وقت جلوه ز تابش — همی بر خویشتن لرزد بسان آئینه سیمابش

بذوق باده داغ آن حریف دوزخ آشامم — که هر جا بنگرد آتش بگردد در دهن آبش

زلیخا چهره با یعقوب شد نازم محبت را — بوے پیرهن ماند قماش پردهٔ خوابش

بگیتی ترک ذوق کامجوئی مشکلست اما — نوید خرمی آنرا که گیرد دل ز اسبابش

بفیض شرع بر نفس مزوّر یافتم دستے — چو آن دزدے که گیرد شحنهٔ ناگاهان پایش

بمستی چتر بستن ها طاؤس ست پنداری — نشست ساقی و انگیز مینائے مے نابش

خرابی چون پدید آمد بطاعت دادتن زاهد — خمیدنهاے دیوار سرا گردید محرابش

بساطے نیست بزم عشرت فقر باقی مارا — مگر بافند از تار دم ساطور قصابش

ز تار شمع تیز آهنگ ذوق نازکی باید — بشرط آنکه سازی از پر پروانه مضرابش

منازاے منعم و دی ماه گلخن تاب را بنگر — که خوابش مخمل و خاکستر گرمست سنجابش

ازین رخت شراب آلوده ات ننگ آیدم غالب
خدارا یا بشو یا بفگن اندر راه سیلابش

خوشا روز و شب کلکته و عیش مقیمانش[1] — گورنر مهر و مکناٹن بهادر ماه تابانش

سکندر با همه گردنکشی چاوش درگاهش — ارسطو با همه دانشوری طفل دبستانش

---

[1] یاد ایامے که غالب در کلکته مقیم بود (در سن ۱۸۲۸ء تا ۱۸۲۹ء)

کمند گردن شیران رم جولان شبدیزیش
جواهر سرمهٔ چشم غزالان گرد میدانش

باندازِ تمنا غائبان را دل گرفتارش
به هنگام تماشا حاضران را دیده حیرانش

تن سهراب و رستم رعشه دار از بیم شمشیرش
سر اسکندر و دارا فگار از چوب دربانش

زبانها ساتگین گردان پر شعلهٔ پیدائش[له]
نفسها باده پیمائے نواز شعلهٔ پنهانش

بذوق لطف عاجز پروری دلها نکو خواهش
بشکر فیض نصفت گستری لبها ثنا خوانش

شمار جوهر اسرار دانائی ز ایمائش
فروغ جبههٔ منشور خاقانی ز عنوانش

هم از خوبی ببزم اندر دل افروزست گفتارش
هم از مردی برزم اندر جگر دوزست پیکانش

اگر گوئی مروت گویم آن رنگے ز گلزارش
اگر گوئی فتوت گویم آن بوئے ز بستانش

بمدحش گرچه کم گفتم ولے زان گو نه در سفتم
که در سلک غزل جا داده ام غالب بدیوانش

ردیف صاد مهمله

چون عکس پل بسیل بذوق بلا برقص
جا را نگاه دار و هم از خود جدا برقص

نبود وفائے عهد دمے خوش غنیمت ست
از شاهدان بنازش عهد وفا برقص

ذوقے ست جستجو چه زنی دم ز قطع راه
رفتار گم کن و بصدائے درا برقص

سرسبزه بوده و به چمنها چمیده ایم
اے شعله در گداز خس و خارها برقص

هم بر نوائے چغد طریق سماع گیر
هم در هوائے جنبش بال هما برقص

در عشق انبساط بپایان نمی رسد
چون گرد باد خاک شود در هوا برقص

له در نسخه د - این شعر بعد از شعر آئنده درج است۔

فرسودہ رسمہاے عزیزان فرد گزار — درگور نوحہ خوان و بزمِ عزا برقص

چون خشمِ صالحان و ولاے منافقان — در نفسِ خود مباش ولے بر ملا برقص

از سوختن الم ز شگفتن طرب مجوے — بیہودہ در کنار سموم و صبا برقص

غالب بدین نشاط کہ وابستۂ کہ
بر خویشتن ببال و بہ بند بلا برقص

ردیف ضاد معجمہ

دل در غمش بسوز کہ جان میدہد عوض — در جان دہی غمے بہ ازان میدہد عوض

فارغ مشو ز دوست بہ مے در ریاض خلد — از ما گرفت آنچہ ہمان میدہد عوض

داغم ازان حریف کہ چون خانمان بسوخت — چشمی بسوے در نگران میدہد عوض

سرمایۂ خرد بجنون دہ کہ این کریم — یک سود را ہزار زیان میدہد عوض

نبود سخن سرائی ما رائگان کہ دوست — دل میبرد ز ما و زبان میدہد عوض

از ہر چہ نقشِ وہم و گمانست درگزر — گو خود بردن ز وہم و گمان میدہد عوض

آن را کہ نیستی نظر از ماہ و مشتری — چشمِ سہیل و زہرہ نشان میدہد عوض

نازم بدست سبحہ شماری کہ عاقبت — شوقش کفِ پیالہ ستان میدہد عوض

آہ از غمش کہ چون ز دل آرام می برد — ناسازیٔ ز ہم نفسان میدہد عوض

پاداش ہر وفا بہ جفاے دگر کند
غالب ببین کہ دوست چسان میدہد عوض

---

[1] سہیل نام ستارۂ معروف

[2] نام ستارۂ معروف کہ دو خانہ دارد یکے ثور دوم میزان و جاے او بفلک سوم است و رنگ او سپید

ردیف طای مطبقه

گوئی کہ ہان وفا کہ وفا بودہ است شرط / آری ہمیں ز جانب ما بودہ است شرط

ہے ہے نہ یاد داشتِ نخستینہ شرط بود / گفتی ز یاد رفت چہا بودہ است شرط

بس نیست اینکہ می گزرد در خیال ما / گفتی بہ عشق آہ رسا بودہ است شرط

لب بر لبت نہادن و جان دادن آرزوست / در عرض شوق حسن ادا بودہ است شرط

میرم ز رشک گر ہمہ بویت بمن رسد / کامیزشِ شمال و صبا بودہ است شرط

گو درمیان نیامدہ باشد ولے بدہر / اندازۂ ز بہر جفا بودہ است شرط

گر مست دم بنالہ سرشکے فرو ببار / پاکی پے بساط دعا بودہ است شرط

ہمدم نمک بزخم دلم مشت مشت ریز / آخر نہ پرسشی بسزا بودہ است شرط

تا نگزرم ز کعبہ چہ بینم کہ خود ز دیر / رفتن بہ کعبہ رد بقفا بودہ است شرط

غالب بعالمے کہ توئی خون دل بنوش
از بہر بادہ برگ و نوا بودہ است شرط

تکیہ بر عہد زبان تو غلط بود غلط / کاین خود از طرز بیان تو غلط بود غلط

آنکہ گفت از من دلخستہ بہ پیش تو رقیب / کہ غلط بود بجان تو غلط بود غلط

غنچہ را نیک نظر کردم ادائے دارد / دہن کہ مانند بدہان تو غلط بود غلط

دل نہادن بہ پیام تو خطا بود خطا / کام جستن ز لبانِ تو غلط بود غلط

این مسلّم کہ لب ہیچ مگوئی داری / خاطر ہیچمدانِ تو غلط بود غلط

ہر جفائے تو بپاداش وفائیست ہنوز / دعوئی ما بہ گمان تو غلط بود غلط

آخر اے بو قلمون جلوہ کجائی کاینجا / ہرچہ دادند نشان تو غلط بود غلط

شوق میتافت سر رشتۂ وہمے ورنہ / ہستی ما و میان تو غلط بود غلط

آن تو باشی که نظیر تو عدم بود عدم
سایه در سیر دوان تو غلط بود غلط

می پسندی که بدین زمزمه میرد غالب
تکیه بر عهد زبان تو غلط بود غلط

ردیف ظاے معجمہ

مرا که باده ندارم ز روزگار چه حظ
ترا که هست و نیاشامی از بهار چه حظ

خوش ست کوثر و پاکست باده که در دست
ازان رحیق مقدس درین خمار چه حظ

چمن پر از گل و نسرین و دلربائی نے
بدشت فتنه ازین گرد بی سوار چه حظ

بذوق بی خبر از در در آمدن محروم
بوعده ام چه نیاز و ز انتظار چه حظ

دران چه من نتوانم ز احتیاط چه سود
بدانچه دوست نخواهد ز اختیار چه حظ

چنین که نخل بلندست و سنگ ناپیدا
زمیوه تا نفتد خود ز شاخسار چه حظ

نه هر که خونی و رهزن بپایه منصورست
بدین تخفیض طبیعی ز اوج دار چه حظ

به بند زحمت فرزند و زن چه می گشتیم
ازین نخواسته غمهای ناگوار چه حظ

تو آنی آنکه نشانی بجای رضوانم
مرا که محو خیالم ز کار و بار چه حظ

بعرض غصه نظیری وکیل غالب بس
اگر تو نشنوی از ناله های زار چه حظ

تا رغبت وطن نبود از سفر چه حظ
آنرا که نیست خانه به شهر از خبر چه حظ

از ناله مست زمزمه ام همنشین برو
چون نیست مطلبی ز نوید اثر چه حظ

درهم فگنده ایم دل و دیده را ز رشک
چون جنگ با خودست ز فتح و ظفر چه حظ

دلهای مرده را به نشاط نفس چه کار
گلهای چیده را ز نسیم سحر چه حظ

تا فتنه در نظر نهی از نظر چه سود
تا دشنه بر جگر نخوری از جگر چه حظ

زانسوئے کاخ روزن دیوار بستہ اند
بے دوست از مشاہدۂ بام و در چہ حظ

لرزد بجان دوست دل سادہ ام زمہر
بیچارہ را ز غمزۂ تاب کمر چہ حظ

چون پردۂ محافہ ببالا نمی زند
از دے بداعیان سر رہگزر چہ حظ

باید نبشت نکتۂ غالب بہ آب زر
بے آنکہ وجہ می شود از سیم و زر چہ حظ

ردیف عین مہملہ

تا تف شوق تو انداختہ جان در تن شمع
شرر از رشتۂ خویش ست بہ پیراہن شمع

جان بناموس زہی چند فراہم شدہ اند
در نہ خود با تو چہ بود ست رگ گردن شمع

مجمعے از دل و جان ست بگر دد و دست
تودۂ از پر و بال ست بہ پیرامن شمع

رو زم از تیرگی آن وسوسہ ریزد بہ نظر
کہ شب تار بہ ہنگام فرد مردن شمع

بے تو از خویش چگویم کہ ببزم طرب
پردۂ گوش گل افگار شد از شیون شمع

نازم آن حسن کہ در جلوہ ز شہرت باشد
خاطر آشوب گل و قاعدہ برہم زن شمع

برنتابد ز بتان جلوہ گرفتار کسے
صبح را کردہ ہوا داری گل دشمن شمع

می گدازم نفسے بے شرر و شعلہ و دود
داغ آن سوز نہانم کہ نباشد فن شمع

وقت آرائش ایوان بہار ست کہ باز
کوہ از جوش گل و لالہ بود معدن شمع

غالب از ہستی خویش ست عذابے کہ مراست
ہم ز خود خار غم آویختہ در دامن شمع

شادم کہ بر انکار من شیخ و برہمن گشتہ جمع
کز اختلاف کفر و دین خود خاطر من گشتہ جمع

مقتول خویشانم خودم گویید خون ریز مرا
زینان کہ بر نعش منند از بہر شیون گشتہ جمع

در گریہ تار نعم ز خود دانند و ہم از سر تازہ شد
بر ہیئت دل لخت دل بازم بدامن گشتہ جمع

رقصم بذوق بوی او چون بینم اندر کوی او
هم رفته نفت و بوریا هم سنگ و آهن گشته جمع

ای آنکه بر خاک درش تنهای بیجان دیده
بر گوشهٔ بامش نگر جانهای بی تن گشته جمع

نازم ادای پرفنش کز کشتگان در مخزنش
گنجے ز مغفر گشته پر گنجے ز جوشن گشته جمع

خطش بتاراج دلم کار تبسم می کند
بر برق چشمک میزنم مورم بخرمن گشته جمع

ای عاشق بیچاره را در کوه و صحرا داده سر
فوجے ز خویشانش نگر در کوی و برزن گشته جمع

هے هے چه خوش باشد بدی آتش به پیش مرغ دے
از بدلهٔ سنجان چند کس در یک نشیمن گشته جمع

صبح ست و گوناگون اثر غالب چه خسپی بے خبر
نیکان بمسجد رفته و رندان به گلشن گشته جمع

ردیف غین معجمه

بخون تپم بسر ره گزر دروغ دروغ
نشان دهم برهت صد خطر دروغ دروغ

مرد نگفت بدآموز بیم ناک مباش
من و ز ناله تلاش اثر دروغ دروغ

فریب وعدهٔ بوس و کنار یعنے چه
دهن دروغ دروغ و کمر دروغ دروغ

طراوت شکن جیب و آستینت کو
ز نامه دم مزن ای نامه بر دروغ دروغ

من و بذوق قدم ترک سر درست درست
تو و ز مهر بجا کم گزر دروغ دروغ

تو و ز بیکسیم اینهمه شگفت شگفت
من و به بندگیت، اینقدر دروغ دروغ

اگر به مهر نخواندی بناز خواهی کشت
نه مهر چه وعده کنی سربسر دروغ دروغ

دگر کرشمه درایجاد شیوهٔ نگهی ست
تو و ز عربده قطع نظر دروغ دروغ

درین ستیزه ظهوری گواه غالب بس
من و ز کوی تو عزم سفر دروغ دروغ

له در نسخهٔ ن گنجے است و در نسخهٔ او گنجی ۔

ہنگام بوسہ بر لب جانان خورم دریغ
در تشنگی بہ چشمۂ حیوان خورم دریغ

آن سادہ روستائی شہر محتشم
کز پیچ و خم بزلف پریشان خورم دریغ

در شکم از صلا و لولم ز دورباش
بر خوان وصل و نعمت الوان خورم دریغ

خواہم ز بہر لذت آزار زندگی
بر دل بلا فشانم و بر جان خورم دریغ

رفتار گرم و تیشۂ تیزم سپردہ اند
از خویشتن بکوہ و بیابان خورم دریغ

از خود برون نرفتہ و درہم فتادہ تنگ
در راہ حق بگبر و مسلمان خورم دریغ

زین دود و زین شرارہ کہ در سینۂ من است
سازم سپہر گر نہ بسامان خورم دریغ

دل زان تست ہدیۂ تن کن کنار و بوس
چند از تو بر نوازش پنہان خورم دریغ

کارے ندید آنکہ توان در من آفرید
در شورہ زار خویش بباران خورم دریغ

غالب شنیدہ ام ز نظیری کہ گفتہ است
نالم ز چرخ گر نہ بہ افغان خورم دریغ

ردیف فا

گل و شمع بمزار شہدا گشت تلف
نشدی راضی و عمرم بدعا گشت تلف

سعی در مرگ رقیبان گرانجان کردی
میشناسم کہ چہ از ناز و ادا گشت تلف

باغنمت مرگ پدر سنجم و گویم ہیہات
نالۂ چند کہ در کار قضا گشت تلف

آمدی دیر بہ پرسش چہ نثارت آرم
من و عمرے کہ باندوہ وفا گشت تلف

ننگ بو بود ترا برگ و نوا بود مرا
رنگ و بو گشت کہن برگ و نوا گشت تلف

گل و مل باید و داغم کہ درین گنج درانہ
ہرچہ بود از زر و سیم بہدا گشت تلف

بال و پر شاید و میرم کہ درین بند گران
تاب و طاقت بخم دام بلا گشت تلف

لطف یک روزہ تلافی نکند عمرے را
کہ بدریوزۂ اقبال جفا گشت تلف

گیرم امروز دہی کام دل آن حسن کجا ۔ اجر ناکامی سنی سالہ ناگشت تلف

کاش پائے فلک از سیر بماندے غالب
روزگارے کہ تلف گشت چرا گشت تلف

اے کردہ غرقم ہیچجز شوزین نشانہا یک طرف ۔ زختم بساحل یک طرف شستم بدریا یک طرف
از عشق و حسن ما و تو با ہمد گر در گفتگو ۔ خسرو مجنون یک طرف شیرین بہ لیلے یک طرف
تا دل بدنیا دادہ ام در کشمکش افتادہ ام ۔ اندوہ فرصت یک طرف ذوق تماشا یک طرف
اے بستہ در بزم اثر بر غارت ہوشم کمر ۔ مطرب بالحان یک طرف ساقی بہ صہبا یک طرف
خار افگنان در راہ من ترسانم برق رہ من ۔ طفلان نادان یک طرف پیران دانا یک طرف
واماندہ در راہ وفا از بیخودی ہا جا بجا ۔ نقدم بہ منزل یک طرف زختم بہ صحرا یک طرف
با دیدہ و دل از دو سو ماندم بہ بند غم فرد ۔ اندوہ پنہان یک طرف آشوب پیدا یک طرف
ہم مہر دارد ہم حیا بر نعشم آرید ش چرا ۔ خویشان بشیون یک طرف خصمان بغوغا یک طرف
اے آئینہ پیش نظر مستانہ بر خود جلوہ گر ۔ رحمے بجان خویش کن غم خواری ما یک طرف

غالب چہ تسکینم دہی در ہجران سرو سہی
رشک از نسیم میکشد فرط تمنا یک طرف

ردیف قاف

بگو نہ مے نہ پذیرد ز ہمد گر تفریق ۔ تجلی تو بہ دل ہیچو مے بجام عقیق
براہ شوق بران آب خون ہامی گریم ۔ کہ قطرہ قطرہ چو ابرم چکیدہ از ابریق
بجز دمی نکند خستہ ام چو سنگ در آب ۔ ہجوم ریزش غمہا سخت قلب رقیق
بہ ہیچ پایہ نگشت اضطراب ما زائل ۔ بود ستارہ عاشق درا درج دست غریق

بہانہ جوست کرم زان کہ در گزارش کار — نبودہ حسن عمل بے علاقۂ توفیق
مرا کہ ذرّہ لقب دادۂ ہمی رقصم — کہ نسبتے بزبان تو کردہ ام تحقیق
حدیثِ تشنگی لب بہ پیرِ رہ گفتم — ز پارۂ جگرم در دہن نہاد عقیق
براہ کعبہ ہلاکم نمی کنی باور — تو اے کہ بیہدہ باز آمدی ز بیت عتیق
ندیدۂ بہ بیابان بزیرِ خارِ بنے — شکستہ نشتر بہ زہرآب دپارۂ زسویق

ترا بہ پہلوے میخانہ جاد ہم غالب
بشرط آنکہ قناعت کنی ببوئے رحیق

شدم سپاس گزار خود از شکایت شوق — نہے ز من بدلِ بے غمش سرایتِ شوق
ببزم بادہ گریبان کشودنش نگرید — خوشا بہانۂ مستی خوشا رعایت شوق
ہر آن غزل کہ مرا خود بخاطر ست ہنوز — بہ بانگ چنگ ادا می کنند ز غایت شوق
دخان ز آتش یاقوت گردد عجب ست — عجب تر ست ازین پرسش حکایت شوق
غلط کند رہ و آید بہ کلبہ ام ناگاہ — صنم فریب بود شیوۂ ہدایت شوق
متاع کاسدِ اہل ہوس ہم برزن — کنون کہ خود شدہ شحنۂ ولایت شوق
بخود مناز و بہ آموزگار ہم بپذیر — من و نہایت عشق و تو و بدایت شوق
مکن بورزش این شغل جہد می ترسم — کہ چون رسی بخط خطوہ گہ نہایتِ شوق
ترا ز پرسش احباب بے نیاز کند — غرور یکدلی و نازشِ حمایت شوق

بہر تو سبز ترا از حرف غالب ست ابد
خجستہ باد بفرق تو ظل رایت شوق

ردیف کاف عربی

مرد آنکہ در ہجوم تمنا شود ہلاک — از رشک تشنہ کہ بدریا شود ہلاک

گردم ہلاک ذرہ ز فرجام رہروے — کاندر تلاش منزل عنقا شود ہلاک
نازم بہ کشتۂ کہ چو یابد دوبارہ عمر — در عذر التفات مسیحا شود ہلاک
دارم بہ کنج غم کدہ رشک کسیکہ او — در جلوہ گاہ دوست بغوغا شود ہلاک
منمائے رخ بما کہ بدعوی نشستہ ایم — در خلوتے کہ ذوق تماشا شود ہلاک
با عاشق امتیاز تغافل نشان دہد — تا خود ز شرم شکوۂ بیجا شود ہلاک
نامرد را بلخلخہ آسایش مشام — مرد از تف سموم بہ صحرا شود ہلاک
باخضر گرنمی روم از بیم ناکسی ست — ترسم ز ننگ ہمرہی ما شود ہلاک
غم لذتے ست خاص کہ طالب بذوق آن — پنہان نشاط ورزد و پیدا شود ہلاک

غالب ستم نگر کہ چو ولیم فریزرے[له]
زینسان بہ چیرہ دستی اعدا شود ہلاک

بحر اگر موج زن ست از خس و خاشاک چہ باک — با تو ز اندیشہ چہ اندیشہ داز باک چہ باک
فیض سرگرمی دور قدح مے دریاب — بر گریز ست بہ دی ماہ اگر تاک چہ باک
وحشتے نیست اگر خانہ چراغے دارد — با دل از تیرگی زاویۂ خاک چہ باک
حاش للہ کہ درین معرکہ رسوا گردی — با چنین خستگیم از جگر چاک چہ باک
غافل این برق بر اجزائے وجودم زدہ است — مر ترا از نفس گرم اثرناک چہ باک
با رضائے تو ز ناسازی ایام چہ بیم — با وفائے تو ز بے مہری افلاک چہ باک
ہان بگو تا خم زلفت بہ فشارد دل را — خون صیاد ار چکد از حلقۂ فتراک چہ باک
دردم از چارہ گری ہا نہ پذیرد تسکین — با چنین زہر ز دم سردی تریاک چہ باک
کلک ما تا بہ کف ماست ز دشمن چہ ہراس — چون فریدون علم آراست ز ضحاک چہ باک

[له] ولیم فریزر ریزیڈنٹ دہلی مقتول ۲۲ مارچ ۱۸۳۵ء

طبعم از دخل خسان باز نہ ایستد ز سخن
شعلہ را غالب از آویزشِ خاشاک چہ باک

سبک رو چم بود بار من اندک — چرا انشماری آزار من اندک
تنم فرسودہ در بند تو بسیار — دلت بخشودہ بر کار من اندک
ازین پرسش کہ بسیارست از تو — شد اندوہ دل زار من اندک
ہمانا زان حکایت ہا کہ دارم — شنید ستی زغم خوار من اندک
زخاصانت گرامی گوہرے ہست — کہ میداند ز اسرار من اندک
سر کو چاک دیہاے تو گردم — کہ آسان کردہ دشوار من اندک
برآئی از نورد موج تشویر[1] — نہی گر دل بہ گفتار من اندک
مدان کز دستبرد قست گر ہست — متاع صبر در بار من اندک
وجودم خوان یغما بود غم را — تو ہم بردی ز بسیار من اندک

نگویم تا نباشد نغز غالب
چہ غم گر ہست اشعار من اندک

ردیف کاف

پارسی

اے ترا و مرا درین نیرنگ — دہن و چشم و دست و دل ہمہ تنگ
ہم تو خود در کمین خویشتنی — اے برخ ماہ و ای بخوے پلنگ
ہان مغنی کہ در ہوائے شراب — می سرائی غزل بنالہ چنگ
زخمہ می ریز ہم بدین انداز — نغمہ می سنج ہم بدین آہنگ
فرصتت باد ساقی چالاک — اے بدفع غم ایزدی سرہنگ

---

[1] اشارت کردن و خجلت و شرمساری

شیشہ بشکن قدح بہ خم در زن — تا نگنجد درین میانہ درنگ
شود انبان ادیم، گو آن فیض — گر دہ اندوہ نشاط کو آن ہنگ
پرتو خاص در نہاد سہیل — بادۂ ناب در دیار فرنگ
شکوہ و شکر ہرزہ و باطل
غالب و دوست آبگینہ و سنگ

ردیف لام

نہ مراد دولت دنیا نہ مرا اجر جمیل — نہ چو نمرود توانا نہ شکیبا چو خلیل
با رقیبان کف ساقی بہ مے ناب کریم — با غریبان لب جیحون بدمے آب بخیل
مژدہ دبار بہ شب گیر در انگشت براہ — آنکہ دانست سراسیمگی صبح رحیل
ہان دہان اے گہرین پارۂ سیمین ساعد — کز دم تیغ بہ لیسے بزبان خون قتیل
بس کن از عربدہ تا چند ربائی بفسوس — از گدایان سر و از تارک شاہان اکلیل
تو نباشی دگرے کوے تو نبود چمنے — کے شد ستیم بہ دل تنگی جاوید کفیل
ترس مو تو ن چہ شد رشک نہ بینی کہ دگر — دارم آہنگ نیایش گری رب جلیل
اے بہ مسمار قضا دوختہ چشم ابلیس — بدم گرم بردان سوختہ بال جبریل
با قوام خرمی خاطر تو سوئے بر طور — با خودم خستگی لشکر فرعون بہ نیل
بر کمال تو در اندازہ کمال تو محیط — بر وجود تو در اندیشہ وجود تو دلیل
نہ کنی چارہ لب خشک مسلمانے را — اے بہ ترسا بچگان کردہ مے ناب سبیل

غالب سوخته جان را چه بگفتار آری
بدیارے که ندانند نظیری ز قتیل[۱]

راهیست که در دل فتد از خون رود از دل
ناید بزبان شکوه و بیرون رود از دل

آتش بدم آب تسلّی شود در من
خون گردم از آن تف که به جیحون رود از دل

خواهم که غم از کلبهٔ من گرد برآرد
تا خواهش پیمودن هامون رود از دل

سیل آمد و جوشے زد و در بحر فرو شد
نیرنگ نگاهش چه بافسون رود از دل

با من سخن از سستی اوهام سراید
کم خرّمی فال همایون رود از دل

شخصش بخیالم نزند پا بجهه بالا
هر چند ز جوش هوسم خون رود از دل

در طبع دگر ره ندهم هیچ هوس را
گر حسرت اشراق فلاطون رود از دل

گیرم ز تو شرمندهٔ آزرم نباشم
تا رفتن مهر تو ز دل بچون رود از دل

زان شعر که در شکوهٔ خوے تو سرایم
لفظم بزبان ماند و مضمون رود از دل

غالب نبود کشت مرا پاره ابرے
جز دود فغانے که بگردون رود از دل

گفتم ز شادی نبودم گنجیدن آسان در بغل
تنگم کشید از سادگی در وصل جانان در بغل

نازم خطر در زیدنش دان هرزه دل لرزیدنش
چینے ببازی بر جبین دستے بدستان در بغل

آه از تنک پیراهنی کافزودن شد شرم دامنی
تا خوی برون داد از حیا گردید عریان در بغل

دانش به مے در باخته خود را ز من نشناخته
رخ در کنارم ساخته از شرم پنهان در بغل

تا پاس دارد خویش را مے در گریبان ریختی
خستی چو رفتی زان میش گل از گریبان در بغل

گاهم به پهلو خفته خوش بستی لب از حرف و سخن
گاهم بباز و مانده سر سودی ز نخدان در بغل

ناخوانده آمد صبح گه بند قبایش بے گره
واندر طلب منشور شه نکشوده عنوان در بغل

---

[۱] محمد حسن قتیل۔ فاضلے هندی که در ادبیات فارسی مهارتی داشت اوّل نامش دیوانی سنگھ بود وطنش فرید آباد که در نواح دهلی واقع است در اوائل شباب حلقه بگوش اسلام شده در لکھنؤ اقامت ورزید شاگردانش بسیار بودند و چند کتب بزبان فارسی تصنیف نمود

بازخش سرہنگی رودان کش خنجر زدپیں[1] بکف | درپس جلوداری دودان کش گوی چوگان دربغل
مے خورہ دربستان سرا ستانہ گشتی سو بسو | خود سایۂ او را از وصد باغ وبستان دربغل
چون غنچہ دیدی درچمن گفتی بہ گلبن کت زمن | چون رفتہ ناوک از جگر چون ماند پیکان دربغل

بان غالب خلوت نشین بیمے چنان عیشے چنین
جاسوس سلطان درکمین مطلوب سلطان دربغل

داریم در ہوائے تو مستی بہ بوئے گل | ماراست بادہ کہ تو نوشی بہ روئے گل
اندازہ سنج رشکم و ترسم ز انتقام | پوشم ز شمع چشم و نہ بینم بسوئے گل
برگوشۂ بساط غریب ست و آشناست | گلچین دیار گل بود و شاخ کوئے گل
اندیشہ را بہ نیم اداہی توان فریفت | خون کن دلے کہ از تو کند آرزوئے گل
تا گل برنگ و بوئے کہ باند کہ درچمن | گل در پس گل آمدہ در جستجوئے گل
جوش بہار بسکہ بہارش گسستہ است | تا زد بدشت ناقۂ بیراہہ بوئے گل
ہے زود گیر زود گسل ہے بجگے بجگے | در خشم خوئے شعلہ و در مہر خوئے گل
زانگہ کہ عندلیب لقب دادہ مرا | افزودہ امید من و آبروئے گل
در موسم تموز گلابی بہ تن برتر | تا آب رفتہ باز بیاید بجوئے گل

غالب ز وضع طالبم آید حیا کہ داشت
چشمے بسوئے بلبل و چشمے بسوئے گل

تن بر کرانہ ضایع دل در میانہ غافل | چون غرقہ کہ ماند نقش بسوئے ساحل
داغم بہ شعلہ زائے انداز برق غالطہ | سیم بنا رسائی پرواز مرغ بسمل

---

[1] زدپین، بواو مجہول و بائے فارسی و یائے معروف نسیمے از نیزہ کوچک اہل ہند آنرا سیل بابائے مجہول گویند "فرہنگ جہانگیری"

ذوق شہادتم را دست قضا بہ حنا | سیر سعادتم را پاے ستارہ در گل
اندیشہ را سراسر حشرے ست در برابر | نظارہ را دمادم برقیست در مقابل
فرسودہ گشت پایم از پویہ ہاے ہرزہ | آشفتہ شد دماغم ز اندیشہ ہاے باطل
ہم در خمار دوشین حالم تبہ بہ صحرا | ہم در بہاے صہبا رختم گرو بہ منزل
شمعم ز زرد سیاہی داغ جبین خلوت | چنگم ز بینوائی ننگ بساط محفل
راز تو در نہفتن بتخالہ ریخت بر لب | تیر تو در گذشتن پیکان گداخت در دل
نظارہ با ادایت موسیٰ و طور سینا | اندیشہ با بلایت ہاروت[1] و چاہ بابل
با من نمودہ مجنون بیعت بہ فن سودا | بر تو فشاندہ لیلیٰ زیور ز طرف محمل

غالب بغصہ شادم مرگم بخواہش آسان
در چارہ نامرادم کارم ز دست مشکل

ردیف میم

رفتم کہ کہنگی ز تماشا بر افگنم | در بزم رنگ و بو نمطے دیگر افگنم
در دیدہ اہل صومعہ ذوق نظارہ نیست | ناہید را بہ زمزمہ از منظر افگنم
معشوقہ را ز نالہ بدانسان کنم حزین | کز لاغری ز ساعد او زیور افگنم
ہنگامہ را جحیم جنون بر جگر زنم | اندیشہ را ہواے فسون در سر افگنم
نخلم کہ ہم بجاے رطب طوطی آورم | ابرم کہ ہم بروے زمین گوہر افگنم

---

[1] نام یکے از آں دو فرشتہ کہ در چاہ بابل آویختہ شدہ اند اگر کسے بر سر آں چاہ بطلب جادو رود او را تعلیم کنند
غیاث اللغات"۔ ذکر ہاروت و ماروت در قرآن مجید موجود است کہ بجاے آزمائش و امتحان بر زمین آمدہ بودند۔ و دیگر افسانہا کہ بہ ایشاں منسوب می کنند اکثر از پایۂ اعتبار ساقط اند۔

باغازیان زشرح غم کارزار نفس | شمشیر را برعشه زتن جوہر افگنم
بادیریان زشکوہ بیداد اہل دین | تہرے زخویشتن بدل کافر افگنم
ضعفم بہ کعبہ مرتبۂ قرب خاص داد | سجادہ گستری تو و من بستر افگنم
تا بادہ تلخ تر شود وسینہ ریش تر | بگدازم آبگینہ و در ساغر افگنم
راہے زکنج دیر بہ مینو کشودہ ام | ازخُم گسستم پیالہ و در کوثر افگنم
منصورِ فرقۂ علی اللّٰہیان منم | آوازۂ انا اسداللّٰہ[1] در افگنم
ارزندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست | خود را بخاک رہ گزر حیدر افگنم

غالبؔ بہ طرح منقبت عاشقانہ
رفتم کہ کہنگی زتماشا بر افگنم

بسکہ بہ پیچید بخویش جادہ زگمراہیم | رہ بدرازی دہد عشوۂ کوتاہیم
شعلہ چکد غم کرا گل شگفد مزدگو | شمع شبستانیم باد سحرگاہیم
جور بتان دلکش ست محو بداندیشیم | چند کسان آتشیں ست داغ نکوخواہیم
گوشۂ ویرانہ را آفت ہر روزہ ام | منزل جانانہ را فتنۂ ناگاہیم
دور فتادم زیار ماہی بے دجلہ ام | نیست دلم در کنار دجلۂ بے ماہیم
بندۂ دیوانہ ام مخطے و ساہی خوشم | حکم ترا محظیم تہر ترا ساہیم
آن تن چون سیم خام دانمہ انگیز تن | تا چہ فراہم شد ست اجرت جانکاہیم

---

[1] انا اسداللّٰہ "من شیر ہستم" (ناصر مرزا غالب)

از صف طفلان و سنگ ره شده بر خلق تنگ | زود ز کو نگذرد کوکبهٔ[1] شاهیم
جذب تو باید قوی کان ببر دباک نیست | گر نتواند رسید بخت به همراهیم

غالب نام آورم نام و نشانم مپرس
هم اسداللهم و هم اسداللهیم

بر لب یا علی سرائی باده روانه کرده ایم | مشرب حق گزیده ایم عیش مغانه کرده ایم
در رهت از نگه روان پیشتریم یک قدم | حکم دوگانه دادهٔ ساز سه گانه کرده ایم
بوکه به حشو بشنوی قصهٔ ما و مدعی | تازه ز رویداد شهر طرح فسانه کرده ایم
زعم رقیب یک طرف کوری چشم خویشتن | ناوک غمزهٔ ترا دیده نشانه کرده ایم
باده بوام خورده و زر بقمار باخته | وه که ز هرچه ناسزاست هم بسزانه کرده ایم
ناله به لب شکسته ایم داغ بدل نهفته ایم | دولتیان ممسکیم زر بخزانه کرده ایم
تا بچه مایه سر کنیم ناله بعذر بی غمی | از نفس آنچه داشتیم صرف ترانه کرده ایم
خار ز جاده باز چین سنگ بگوشه در فگن | در سر ره گرفتنش ترک بهانه کرده ایم
ناخن غصه تیز شد دل بستیزه خو گرفت | تا بخود اوفتاده ایم از تو کرانه کرده ایم

غالب از آنکه خیر و شر جز بقضا نبوده است
کار جهان ز پُر دلی بی خبرانه کرده ایم

ز گرفتار تو و دیرینه آزاد خودم | وه چه خوش بودے که بودے ذوق بیداد خودم
معنی بیگانهٔ خویشم تکلف برطرف | چون مه نو مصرع تاریخ ایجاد خودم
جوهر اندیشه دل خون گشتنی در کار داشت | غازهٔ رخسارهٔ حسن خداداد خودم
از بهار رفته در پس رنگ و بو دارم هنوز | در غمت خاطر فریب جان ناشاد خودم

---

[1] کوکبه چوبے بلند دریچ که از سر آن گوئی فولادی مصیقل آویزند و پیش سواری ملوک می برند و آن از لوازم پادشاهی است (برهان قاطع)

گر فراموشی بفریادم رسد وقتست وقت — رفته‌ام از خویشتن چندانکه در یاد خودم
گرم سنگین است با من گرچه مهرش در دلست — تا نباشد دعوی تاثیر فریاد خودم
هر قدم بختے ز در رفتن بود در بار من — همچو شمع بزم در راهِ فنازاد خودم
تا چه خونها خورده ام شرمنده از روے دلم — غنچه آسا پیچش طومار بیداد خودم
میدهم دل را ز بیدادت فریب التفات — سادگی بنگر که در دام تو صیاد خودم

عالم توفیق را غالب سواد اعظم
مهر حیدر پیشه دارم حیدرآباد خودم

یاد باد آن روزگار آنگه عیارے داشتم — آه آتشناک و چشم اشکبارے داشتم
آفتاب روز رستاخیز یادم میدهد — کاندران عالم نظر بر تابناکے داشتم
تا گدائی جلوه زان کافر ادائی خواستم — کز هجوم شوق در وصل انتظارے داشتم
ترکتاز صرصر شوق توام از جا ربود — ورنه با خود پاس ناموس غبارے داشتم
خون شد اجزاے زمانے در فشار بیخودی — رفت ایامے که من امسال و پارے داشتم
چون سر آمد پاره از عمر قامت خم گرفت — این منم کز خویشتن بر خویش بارے داشتم
آنهم اندر کار دل کردم فراغت آن نیست — برق پیما نالهٔ الماس کارے داشتم
خوے تو دانستم اکنون بهر من زحمت مکش — رام بودم تا دل امیدوارے داشتم

دیگر از خویشم خبر نبود تکلف برطرف
اینقدر دانم که غالب نام یارے داشتم

دیدم آن هنگامه بیجا خوف محشر داشتم — خود جهان شورست کاندر زیست در سر داشتم
طول روز حشر و تاب مهر ذوقے بوده بس — جلوهٔ برقے و ابر دامن تر داشتم
تا چه سنجم دوزخ دیگر که من نیز این چنین — آتشے در سینه و آبے بساغر داشتم

دوش بر من عرض کردند آنچہ در کونین بود
زان ہمہ کالائے رنگارنگ دل برداشتم

از خرابی شد فنا حاصل خوشم زین اتفاق
بود مقصودم محیط و سیل رہبر داشتم

یاد ایامے کہ در کویش ز بیم پاسبان
بستر از خاک رہ و بالش ز بستر داشتم

بر سر راہش نشستم بر درش راہم نبود
خویش را از خویشتن بخشے نکوتر داشتم

نامہ شاہد دگر عنوان شاہی دیگرست
آنچہ ناید از ہما چشم از کبوتر داشتم

کور بودم کز حرم راندند رفتم سوئے دیر
از جمال بت سخن میرفت باور داشتم

سوزم از حرمان مے با آنکہ آبم در سبوست
تا چہ می کردم اگر بخت سکندر داشتم

ہیچ میدانی کہ غالب چون بسر بردم بدہر
منکہ طبع بلبل و شغل سمندر داشتم

اینچہ شورست کہ از شوق تو در سر دارم
دل پروانہ و تمکین سمندر دارم

آہم از پردۂ دل بیتو شرر می بیزد
شیشہ لبریز مے و سینہ پر آذر دارم

اے متاع دو جہان رنگ بعرض آوردہ
ہان صلائے کہ ازین جملہ دلے بردارم

من و پشتے کہ بخورشید قیامت گرم ست
تکیہ بر دادرسی عرصۂ محشر دارم

آن چرا در طرب و این ز چہ رہ در تعب ست
خندہ بر غفلت درویش و توانگر دارم

کیست تا خار و خس از رہگزرش برچیند
دگر امشب سر آرائش بستر دارم

پرتو مہر سیاہے ز گلیمم نبرد
سایہ ام سایہ شب و روز برابر دارم

سوخت دل بیتو ز صلحم چہ گشاید اکنون
حسرتت بیشتر و ذوق تو کمتر دارم

کہنہ تاریخی داغم نفسم شعلہ وراست
شرح کشاف صد آتشکدہ از بر دارم

ہم ز شادابی ناز تو بخود می بالم
ریشہ در آب ز تار دم خنجر دارم

راز دار تو و بدنام کن گردش چرخ
ہم سپاس از تو و ہم شکوہ ز اختر دارم

مرحبا سوہن[1] و جان بخشی آبش غالب
خندہ بر گمرہی خضر و سکندر دارم

شبہائے غم کہ چہرہ بخوناب شستہ ایم — از دیدہ نقش وسوسۂ خواب شستہ ایم
افسونِ گریہ بر دو زخویت عتاب را — از شعلۂ تو دود بہفت آب شستہ ایم
زاہد خوش ست صحبت از آلودگی مترس — کاین خرقہ بارہا بہ مے ناب شستہ ایم
اے در عتاب رفتہ ز بیرنگی سرشک — غافل کہ امشب از مژہ خوناب شستہ ایم
پیمانہ را ز بادہ بخون پاک کردہ ایم — کاشانہ را ز رختِ بہ سیلاب شستہ ایم
غرقِ محیط وحدت صرفیم و در نظر — از روئے بحر موجہ و گرداب شستہ ایم
بیدست و پا بہ بحر توکل فتادہ ایم — از خویش گرد زحمت اسباب شستہ ایم
در مسلخ وفا ز حیا آب گشتہ ایم — خون از جبین و دست ز قصاب شستہ ایم

غالب رسیدہ ایم بہ کلکتہ[2] و بہ مے
از سینہ داغ دوری احباب شستہ ایم

بخت در خواب ست میخواہم کہ بیدارش کنم — پارۂ غوغائے محشر کو کہ در کارش کنم
با تو عرضِ وعدہ ات حاشا کہ از ابرام نیست — ہر چہ میگوئی ہمی خواہم کہ تکرارش کنم
جان بہایش گفتم و اندر ادایش کاہلم — تا دگر دلسرد زین سستے خریدارش کنم
بر لب جویش خرامان کردہ شوقم در نسیت — کز ہنر چون خود اسیرِ دام رفتارش کنم
مردم و بر من نہ بخشود و کنون باز از ہوس — امتحانِ تازہ می خواہم کہ در کارش کنم
راحت خود جستم و رنج فراوان یافتم — مژدہ دشمن را اگر جہدے در آزارش کنم
در غمش عمرے بسر بردم ز دعوی شرم نیست — فرصتے کو کز وفائے خود خبردارش کنم

---

[1] مراد دریائے سوہن کہ در صوبہ بہار (ہند) است۔

[2] مرزا غالب در سن ۱۸۲۹ء کلکتہ رفتہ بود

اختلاطِ شبنم و خورشید تابان دیده ام　　جرأتے باید کہ عرضِ شوق دیدارش کنم
تا بیاگاہمت از ناتوانیہائے خویش　　طاقت یک خلق باید صرف اظہارش کنم

نکتہ ہایش بے دہن میریزد از لب غالبا
بے زبان گردم کہ شرحِ لطف گفتارش کنم

بے خویشتن عنان نگاہش گرفتہ ایم　　از خود گذشتۂ و سرِ راہش گرفتہ ایم
دل با حریف ساختۂ دمازسادگی　　بر مدعائے خویش گواہش گرفتہ ایم
آوارگی سپردہ بما قہرمان شوق　　ما ہمتے ز گرد سپاہش گرفتہ ایم
از چشم ما خیال تو بیرون نمیرود　　گوئی بدام تار نگاہش گرفتہ ایم
در ہر نوردش از دل اعدا محضرے ست　　صد خردہ بر دو زلف سیاہش گرفتہ ایم
در عرض شوق صرفہ نبردیم در وصال　　در شکوہ ہائے خواہ نخواہش گرفتہ ایم
با حسن خویش راچہ قدر میتوان شکست　　عبرت ز حال طرف کلاہش گرفتہ ایم
دیگر ندام ذوق تماشا نمی رود　　در حلقۂ کشاکش آہش گرفتہ ایم
دل تنگئ بہی رخِ کنعان[1] ز رشکِ دوست　　دانیم ما کہ در بنِ چاہش گرفتہ ایم

حرفے مزن ز غالب و رنجِ گران او
کوہے معارض پر کاہش گرفتہ ایم

تا فصلے از حقیقت اشیا نوشتہ ایم　　آفاق را مرادفِ عنقا نوشتہ ایم
ایمان بغیب تفرقہ ہا رفت از ضمیر　　ز اسما گزشتہ ایم و مسمےٰ نوشتہ ایم
عنوان راز نامۂ اندوہ سادہ بود　　سطر شکست رنگ بسیما نوشتہ ایم
قلزم فشانی مژہ از پہلوے دلست　　این ابر را برات بدریا نوشتہ ایم
خاکے بروے نامہ نیفشاندہ ایم ما　　رخصت بدان حریف خود آرا نوشتہ ایم

---

[1] مراد حضرت یوسف پیغمبر علیہ السلام

در هیچ نسخه معنی لفظ امید نیست | فرهنگ نامه های تمنّا نوشته ایم

آینده و گذشته تمنّا و حسرت ست | یک کاشکے بود که بصد جا نوشته ایم

دارد رُخت بجون تماشا خطے ز حسن | روشن سواد این ورقِ نا نوشته ایم

رنگِ شکسته عرض سپاس بلائے تُست | پنهان سپردهٔ غم و پیدا نوشته ایم

آغشته ایم هر سرِ خارے بجون دل | قانونِ باغبانی صحرا نوشته ایم

کویت ز نقش جبههٔ ما یک قلم پُرست | لختے سپاسِ همدمیٔ پا نوشته ایم

غالب الف همان علم وحدت خود ست
بر لا چه بر فزود گر اِلّا نوشته ایم

صبح ست خیز تا نفسے درهم افگنم | از ناله لرزه در فلکِ اعظم افگنم

آتش فرو نشاند نمِ دامنم بیا | کاین دلق نیم سوخته در زمزم افگنم

با من ز سرکشی نرود راست لاجرم | دل را به طرّه های خم اندر خم افگنم

بر تر همی پرد ز ملک بهر کسر نفس | خود را به بند سلسلهٔ آدم افگنم

پرسد ز ذوق گرم رویها و خامشم | دوزخ کجاست تا بره همدم افگنم

خواهم ز شرحِ لذت بیداد پرده دار | خونابهٔ حسد بدل محرم افگنم

خوشنودم از تو و ز پئے دورباشِ خلق | آوازهٔ جفائے تو در عالم افگنم

از ذوقِ نامهٔ تو رود چون ز کار دست | از بال هدهدش به کبوتر دم افگنم

دوزند گر به فرض زمین را با آسمان | حاشا کزین فشار در ابرو خم افگنم

سلطانیٔ قلمرو عنقا به من رسید | کو نقش ناپدید که بر خاتم افگنم

غالب ز کلک تست که یابم همی بدهر
مشکے که بر جراحت بندِ غم افگنم

بے پردگی محشر رسوائی خویشم | در پردهٔ یک خلق تماشائی خویشم

نقش به ضمیر آمدهٔ نقش طرازم — حاشا که بود دعوی پیدائی خویشم
نے جلوهٔ نازے نه تف برق عتابے — او فارغ و من داغ شکیبائی خویشم
از کشمکش گریه زهم ریخت وجودم — هر قطره فرد خوانده بهمتائی خویشم
ذوق لب نوشین که آمیخته با جان — کاین مایه در انداز جگر خائی خویشم
آسودگی از خس که به تابے زمیان رفت — چون شمع در آتش ز توانائی خویشم
تارے شده از ضعف سراپایم و اکنون — از گریه به بند گهر آمائی خویشم
با بوے تو جولان سبک خیزی شوقم — در کوے تو مهمان گرانپائی خویشم
عرض هنرم زرد کند روے حریفان — مهتاب کف دست تماشائی خویشم

غالب ز جفاے نفس گرم چه نالی
پندار که شمع شب تنهائی خویشم

گم گشته بکوئے تو نه دل بلکه خبر هم — در لرزه ز خوے تو نه دم بلکه اثر هم
یارب چه بلاے که دم عرض تمنا — اجزاے نفس میخزد از بیم تو در هم
در آئینه با خویش طرف گشتهٔ امروز — هان تیغ نگهدار و ببند از سپر هم
دیدیم که مے مستی اسرار ندارد — رفتیم و به پیمانه فشردیم جگر هم
اے ناله نه تنها شب غم گرد ره تست — شبگیر ترا مشعله دار ست سحر هم
با گرمی داغ دل ما چاره زبون ست — پروانهٔ این شمع بود پنبهٔ مرهم
تا حسن به بے پردگی جلوه صلا زد — دیدیم که تارے ز نقاب ست نظر هم
چون ست که در عرصهٔ دهر اهل دلے نیست — در بحر کف و موج حباب ست و گهر هم
اسکندر و سرچشمهٔ آبے که زلال ست — ما و لب لعل که شراب ست و شکر هم
تنها نه من از شوق تو در خاک تپانم — نشتر برگِ سنگ مزار ست شرر هم
آن خانه برانداز بدل پرده نشین ست — اے دیده تو نا محرمے و حلقهٔ در هم

تا بندِ نقاب کہ کشو دست کہ غالبؔ
رخسارہ بناخن صلہ دادیم و جگر ہم

جلوۂ معنی بجیبِ وہم پنہان کردہ ایم
یوسفے در چار سوے دہر نقصان کردہ ایم

پشت بر کوہ ہست طاقت تکیہ تا بر رحمت ست
کار دشوار ست ما بر خویش آسان کردہ ایم

رنگہا چون شد فراہم مصرفے دیگر نداشت
خلد را نقش و نگار طاق نسیان کردہ ایم

نالہ را از شعلہ آئین چراغان بستہ ایم
گریہ را از جوش خون تسبیح مرجان کردہ ایم

از سرِ گل در گریبان نشاط افگندہ اند
خندہ ہا بر فرصت عشرت پرستان کردہ ایم

میگساران قحط و ما بے صبر عشرت مفت کیست
بادۂ ما تا کہن گردید ارزان کردہ ایم

زاہد از ما خوشۂ تاکے بہ چشم کم مبین
ہے نمی دانی کہ یک پیمانہ نقصان کردہ ایم

رازہا از پردۂ چاک گریبان بازجوے
نامۂ شوق تو یا نار ظرف عنوان کردہ ایم

حیف باشد خارہا در راہ مہمان ریختن
با خیالش شکوہ از بیداد مژگان کردہ ایم

حق شناس صحبت بیتابیٔ پروانہ ایم
گرچہ مشق نالہ با مرغ سحر خوان کردہ ایم

می دہد چشمش بیک پیمانہ ہر میخوار را
عشوۂ ساقی بکار کفر و ایمان کردہ ایم

غالبؔ از جوشش دم ما ترتبش گل پوش باد
پردۂ ساز ظہوری را گل افشان کردہ ایم

ہم بعالم ز اہل عالم بر کنار افتادہ ام
چون امام سبحہ بیرون از شمار افتادہ ام

ریزم از وصف رخت گل را شرر در پیرہن
آتش رشکم بجان نوبہار افتادہ ام

میفشانم بال و در بند رہائی نیستم
طائر شوقم بدام انتظار افتادہ ام

کاروبار موج با بحر ست خودداری مجوے
در شکست خویشتن بے اختیار افتادہ ام

سر بسر میناست اجزایم چو کوہ اما ہنوز
بر نمی خیزم ز بس سنگین خمار افتادہ ام

ہر شکست استخوانم خندۂ دندان نماست
راز غم را بخیۂ بر روے کار افتادہ ام

هم ز من طرز آشنای عشقبازان گشته‌ ‌ هم ز تو عاشق کشان را ارز دار افتاده ام
تا ز مستی میزنی بر تربت اغیار گل ‌ خویشتن را همچو آتش در مزار افتاده ام
یک جهان معنی تنومند ست از پهلوی من ‌ چون قلم هر چند در ظاهر نزار افتاده ام
جان بغم می بازم و مینالم از جور سپهر ‌ وه که هم بد نقشم و هم بد قمار افتاده ام
کشتی بی ناخدایم سرگذشت من مپرس ‌ از شکست خویشتن بر دریا کنار افتاده ام
ناتوانی محو غم کرد ست اجزای مرا ‌ در پرند ناله نقش زر نگار افتاده ام
رفته از خمیازه ام بر باد ناموس چمن ‌ خاک اندر خرقهٔ صبح بهار افتاده ام
از روانیهای طبعم تشنهٔ خون ست دهر ‌ آیم آب اما تو گوئی خوش گوار افتاده ام

این جواب آن غزل غالب که صائب[1] گفته است

در نمودِ نقشها بی اختیار افتاده ام

سوخت جگر تا کجا رنج چکیدن دهیم ‌ رنگ شو ای خون گرم تا به پریدن دهیم
عرصهٔ شوق ترا مشت غباریم ما ‌ تن چو ن به ریزد ز هم هم به تپیدن دهیم
جلوه غلط کرده اندر رخ بگشا تا ز مهر ‌ ذره و پروانه را مژدهٔ دیدن دهیم
سبزهٔ ما در عدم تشنهٔ برق بلاست ‌ در ره سیل بهار شرح دمیدن دهیم
بو که به مستی زنیم بر سرِ دستار گل ‌ تا می گلفام را مژدهٔ رسیدن دهیم
بر اثر کوهکن ناله فرستاده ایم ‌ تا جگر سنگ را ذوق دریدن دهیم
شیوهٔ تسلیم ما بوده تو اضع طلب ‌ در خم محراب تیغ تن به خمیدن دهیم
دامن از آلودگی سخت گران گشته است ‌ وه که در آرزو زیا به که به چیدن دهیم
خیز که راز درون در جگر نی دمیم ‌ نالهٔ خود را ز خویش داد شنیدن دهیم

---

[1] مرزا محمد علی صائب تبریزی متوفی ۱۰۸۱ھ ہجری

غالب از اوراق ما نقش ظہوری دمید
سرمۂ حیرت کشیم دیده بدیدن دہیم

بود بدگو ساده با خود ہم زبانش کرده ام | از وفا آزردنت خاطر نشانش کرده ام
بر امید آنکہ اختر در گزر باشد مگر | ہرزه میگویم کہ بر خود مہربانش کرده ام
گوشۂ چشمش ببزم دلربایان با منست | وقت من خوش باد کز خود بدگمانش کرده ام
جان بتاراج نگاہے دادن از عجزم شمرد | آنکہ ہیچ ربط دامن با میانش کرده ام
دل ز جوش گریہ گر بر خویشتن بالد رواست | قطرۂ بود ست و بحر بیکرانش کرده ام
در حقیقت نالۂ از مغز جان بوئیده ایست | کز برای عذر بیتابی زبانش کرده ام
بدگمان و نکتہ چین و عیب جویش دیده ام | امتحانے چند صرف امتحانش کرده ام
در تلاش منصب گل چینیم دارد ہنوز | آنکہ ساقی را بہ مستی باغبانش کرده ام
جوہر ہر ذرّه از خاکم شہید شیوه ایست | وای من کز خود شمار کشتگانش کرده ام
تا نیارد خورده بر بدمستی و دشنام گرفت | بوسہ را در گفتگو مہر دہانش کرده ام
در طلب دارم تقاضائے کہ گوئی در خیال | بوسہ تحویل لب شکر فشانش کرده ام

غالب از من شیوۂ نطق ظہوری زنده گشت
از نوا جان در تن ساز بیانش کرده ام

میربایم بوسہ و عرض ندامت میکنم | اختراعے چند در آداب صحبت میکنم
ناتوانم برنتابم صدمہ لیکے از فرط آز | تا در آویزد بمن اظہار طاقت میکنم
گوئی از دشواری غم اندکے دانستہ است | میکشد بیجرم و میداند مروّت میکنم
در تپش ہر ذرّه از خاکم سویدائے دل ست | ہر چہ از من رفت ہم بر خویش قسمت میکنم
غافلم زان پیچ و تاب غصہ کز غم در دل ست | دل شگاف آہے بامید فراغت میکنم
سنگ و خشت از مسجد ویرانہ می آرم بشہر | خانۂ در کوی ترسایان عمارت میکنم

کرده ام ایمان خود را دستمزدِ خویشتن
می تراشم پیکر از سنگ و عبادت میکنم

چشم بد دور التفاتے در خیال آورده ام
هرچه دشمن میکند با دوست نسبت میکنم

دستگاهِ گلفشانیهاے رحمت دیده ام
خنده بر بے برگیٔ توفیق طاعت میکنم

زنگِ غم ز آئینهٔ دل جز بہ مے نتوان زدود
در دم از دہر ست و با ساقی شکایت میکنم

غالبم غالب ہم آئین برنتابم درِ سخن
بزم برہم میزنم چندانکه خلوت میکنم

صبح شد خیز که روداد اثر بنمائیم
چهره آغشته بخوناب جگر بنمائیم

پنبه یکسو نهم از داغ که رخشد چون روز
آخرے نیست شبم را که سحر بنمائیم

خویشتن را دگر از گریه نگهداشت بزور
جگر خسته خود آن به که دگر بنمائیم

حدِ من نیست که بنمایمش آری از دور
با من آ تا سرِ آن راهگذر بنمائیم

نی کند تا زگمان کرده که خط دیر دمد
خیز تا شعبدهٔ جذب نظر بنمائیم

آتش افروخته و خلق بحیرت نگران
رخصتے ده که به هنگامه هنر بنمائیم

چون به محشر اثر سجده ز سیما جویند
داغ سودائے تو ناچار ز سر بنمائیم

دل ربایانه بزندان همه روزم گذرد
بسکه خود را بتو از روزن در بنمائیم

بر رقم سنج یسار تو زنم بانگ به حشر
کش رضا نامهٔ خونهائے هدر بنمائیم

غالب این لعب بگل مهره رضاجوئی تست
تو خریدار گهر باش گهر بنمائیم

تا بکے صرفِ رضاجوئیٔ دلها باشم
فرصتم باد کزین پس همه خود را باشم

گاه گاه از نظرم مست و غزلخوان بگذر
ورنه بر عهدهٔ من نیست که رسوا باشم

سخت جانان تو در پاسِ غمِ استاد خودند
شرر از من بجهد گر رگِ خارا باشم

با دل چون تو ستم پیشهٔ داور نشناس
چکنم گر همه اندیشهٔ فردا باشم

حسرت روے ترا حور تلافی نه کند — از تو آخر بچه امید شکیبا باشم
هوش پرکار کشاے ورق بیخبری ست — گم شوم در خود و در نقش تو پیدا باشم
با چنین طاقتم آیا که برین داشت که من — طرف فتنهٔ دلهاے توانا باشم
در کنارم خزد از الایش دامن صحراس — تاب آن کو که ترا با هم و خود را باشم
همچو آن قطره که بر خاک فشاند ساقی — دورم از گنج لبت گر همه صهبا باشم

قبلهٔ گم شدگان ره شوقم غالب
لاجرم منصب من نیست که یکجا باشم

دگر نگاه ترامست ناز می خواهم — حساب فتنه ز ایّام باز میخواهم
وفا خوش ست اگر داغ همنفسی نبود — زبانه هاے سمندر گداز میخواهم
گزشتم از گله در وصل فرصتم بادا — زبان کوته و دست دراز میخواهم
گرفته خاطر از اسباب سرخوشی تا چیست — ترانهٔ که نه گنجد بساز میخواهم
دوئی نمانده و من شکوه سنجم اینت شگفت — میانهٔ تو و خویش امتیاز میخواهم
برون میا که هم از منظر کنارهٔ بام — نظارهٔ ز در نیم باز میخواهم
چو نیست گوش حریفان سزاے آویزه — همان نسفته گهرهاے راز میخواهم
زمانه خاک مرا در نظر نمی آرد — ز نقش پاے تواش سرفراز میخواهم
همین بس ست که میرم ز رشک خواهش غیر — زعرض ناز ترا بے نیاز میخواهم

وکیل غالب خونین دلم سفارش نیست
بشکوهٔ تو زبان را مجاز میخواهم

زمن حذر نه کنی گر لباس دین دارم — نهفته کافرم و بت در آستین دارم
زمردین نبود خاتم گدا دریاب — که خود به زهر بود کان تنگین دارم

اگر بہ طالع من سوخت خرمنم چہ عجب — عجب ز قسمت یک شہر خوشہ چیں دارم

نشستہ ام بگدائی بشاہراہ و ہنوز — ہزار دزد بہر گوشہ در کمیں دارم

ز وعدہ دوزخیاں را فزوں نیاز ارند — توقع عجب از آہ آتشیں دارم

ترانہ گفتم اگر جان و عمر معذورم — کہ من وفائے تو با خویشتن یقیں دارم

بمطلعم بود آہنگ زلہ بندی مدح — ز قحط ذوق غزل خویش را بریں دارم

طلوع قافیہ در مطلع از جبین دارم — بذکر سجدۂ شہ حرف دلنشیں دارم

علیؑ عالی اعلیٰ کہ در طواف درش — خرام بر فلک و پائے بر زمیں دارم

از انچہ برلب او رفتہ در شفاعت من — فسانۂ بلب جوئے انگبیں دارم

بدشمنان ز خلاف و بدوستان ز حسد — بحکم مہر تو با روزگار کیں دارم

بکوثر از تو گر از ظرف بیش قسمت بیش — بیادہ خوے کنم عقل دوربیں دارم

جواب خواجہ نظیری نوشتہ ام غالبؔ

خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم

بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم — قضا بہ گردش رطل گران بگردانیم

ز چشم و دل بتماشا تمتع اندوزیم — ز جان و تن بمدارا زیان بگردانیم

بگوشۂ بنشینیم و در فراز کنیم — بہ کوچہ بر سر رہ پاسبان بگردانیم

اگر ز شحنہ بود گیر و دار نندیشیم — دگر ز شاہ رسد ارمغان بگردانیم

اگر کلیم[۱] شود ہمزبان سخن نہ کنیم — دگر خلیل[۲] شود میہمان بگردانیم

گل افگنیم و گلابی برہ گزر پاشیم — مے آوریم و قدح در میان بگردانیم

ندیم و مطرب و ساقی ز انجمن رانیم — بکار و بار زنی کاردان بگردانیم

---

۱ لقب حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

۲ لقب حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

گہی بہ لابہ سخن با ادا بیامیزیم — گہی بہ بوسہ زبان در دہان بگردانیم
نہیم شرم بیک سوے و با ہم آویزیم — بشوخی کہ رخ اختران بگردانیم
ز جوش سینہ سحر را نفس فرو بندیم — بلاے گرمی روز از جہان بگردانیم
بوہم شب ہمہ را در غلط بیندازیم — ز نیمہ رہ رمہ را با شبان بگردانیم
بہ جنگ باج ستانان شاخسارے را — تہی سبد ز در گلستان بگردانیم
بہ صلح بال فشانان صبح گاہی را — ز شاخسار سوے آشیان بگردانیم
ز حیدریم[1] من و تو ز ما عجب نبود — گر آفتاب سوے خاوران بگردانیم

بمن وصال تو باور نمی کند غالب
بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم

رفت بر ما آنچہ خود ما خواستیم — دایہ از سلطان بغوغا خواستیم
دیگران شستند رخت خویش و ما — تری دامن ز دریا خواستیم
دانش و گنجینہ پنداری یکیست — حق نہان داد آنچہ پیدا خواستیم
چون بہ خواہش کارہا کردند راست — خویش را سرمست و رسوا خواستیم
غافل از توفیق طاعت کان عطاست — مُزد کار از کارفرما خواستیم
گر گنہگاریم واعظ گو مرنج — خواجہ را در روضہ تنہا خواستیم
سینہ چون تنگست پر خون بود دل — دیدۂ خونابہ پالا خواستیم
رفت و باز آمد ہما در دام ما — باز سر دادیم و عنقا خواستیم
ہم بہ خواہش قطع خواہش خواستند — عذر خواہش ہاے بیجا خواستیم

قطع خواہشہا ز ما صورت نداشت
ہمت از غالب ہمانا خواستیم

---

[1] حیدر کرار، لقب حضرت علی رضی اللہ عنہ ۔

اگر بر خود نمی بالد ز غارت کردن ہوشم — مراد را از چہ دشوارست گنجیدن در آغوشم

نیم در بند آزادی ملامت شیوہ ہا دارد — شنیدم جامۂ رندان ترا عیبست میپوشم

نیرزم ہیچ چون لفظ مکرر ضائعم ضائع — مگر کز کلک کشد دست نوازش بر سر دوشم

خدایا زندگی تلخ ست گر خود نقل و مے نبود — ولے دہ کز گداز خویش گردد چشمۂ نوشم

مرنج از وعدۂ وصلے کہ با من در میان آید — کہ خواہد شد بذوق وعدۂ دیگر فراموشم

گر امشب میرم و در ہفت دوزخ سرنگون غلتم — ہمان دانم کہ غرق لذت بیتابی دوشم

بخندم بر بہار و ردستائی شیوۂ شمشادش — ز گل چینان طرز جلوۂ سرو قباپوشم

بہار گلشن کوے توام سیپارہ در خاکم — چراغ بزم نیرنگ توام نپسند خاموشم

ادائے مے بساغر کردنت نازم زہے ساقی — بیفشان جرعہ بر خاک و ز من بگذر کہ مدہوشم

مرنج از من اگر بود کلامم را صفا غالب
خمستان غبارم سربسر در دست سرجوشم

وحشتے در سفر از برگ سفر داشتہ ایم — توشۂ راہ دلے بود کہ بر داشتہ ایم

لغزد از تاب بناگوش تو مستانہ دما — تکیہ بر پاکی دامان گہر داشتہ ایم

زخم ناخوردۂ ما دزدیٔ اغیار مکن — کان بآرائش دامان نظر داشتہ ایم

نالہ تا گم نکند راہ لب از ظلمت غم — جاں چراغیست کہ بر رہگذر داشتہ ایم

تو دماغ از مے پرزور رسانیدہ و ما — بر در خمکدہ خشتے تہ سر داشتہ ایم

جا گرفتن بدل دوست نہ اندازۂ ماست — تو ہمان گیر کہ آہیم و اثر داشتہ ایم

مژہ تا خون دل افشاند ز ریزش استاد — ماتم طالع اجزاے جگر داشتہ ایم

داغ احسان قبولے ز لیخا نکشش نیست — ناز بر خرمی بخت ہنر داشتہ ایم

پیش ازین مشرب ما نیز سخن سازی بود — بختے از خوش دلی غیر خبر داشتہ ایم

دار سیدیم کہ غالب بمیان بود نقاب
کاش دانیم کہ از روے کہ برداشتہ ایم

خود را ہمی بہ نقش طرازی علم کنم — تا با تو خوش نشینم و نظارہ ہم کنم
خواہی فراغ خویش بیفزاے بر ستم — تا در عوض ہمان قدر از شکوہ کم کنم
قاتل بہانہ جوے و دعاے اثر بیا — کز گریہ آبگیری تیغ ستم کنم
طفل ست و تند خوے بہ بینم چہ می کند — رامم دلے بعربدہ دانستہ رم کنم
گردون وبال گردن من ساخت مے ست — کو دست تا بہ گردن دلدار خم کنم
یارب بشہوت و غضبم اختیار بخش — چند آنکہ دفع لذّت و جذب الم کنم
تا دخل من بہ عشق فزون تر بود ز خرج — خواہم کہ از تو بیش کشم تا ز دکم کنم
غلتد دمم بمشک ز فیض ہواے زلف — قانون فن غالیہ سائی رقم کنم
خشک ست کشت شیوۂ تحریر رفتگان — سیرابش از نم رگِ ابر قلم کنم

غالب بہ اختیار سیاحت زمن مخواہ
کو فتنۂ کہ سیر بلادِ عجم کنم

نشاط آرد بآزادی ز آداکش بریدن ہم — گلم بر گوشۂ دستار زد دامن زچیدن ہم
بیا لطفِ ہوا بنگر کہ چون موج صبا از مینا — گل از شاخ گل استی جلوہ گر پیش از دمیدن ہم
دلا خون گشتی و گفتی کہ ہے گردید کار آخر — مشو افسردہ غافل عالمے دارد چکیدن ہم
نہ از جہر ست گر بر داستانم می نہد گوشے — ہمان از نکتہ چینی خیزدش ذوق شنیدن ہم
چہ پرسی کز لبِ وقت قدح نوشی چہ می خواہم — ہمین بوسیدنی چون ست تر گردی مکیدن ہم
بیا لیتم رسیدستی زہے بیکس نوازی ہا — فدایت[1] یکدو دم عمرِ گرامی دار سیدن ہم
بسر بت گرد دم شکار تازہ گر ہر دم ہوس داری — بہر بندم رہا می کن بقدر یک رمیدن ہم

---

[1] در نسخۂ د "فدا ایت"۔

ز تیغت منت زخمے ندارم خویش را نازم ‏ — ‏ که حسرت غرق لذت داردم از لب گزیدن هم

ادب آموزیش در پردهٔ محراب می بینم ‏ — ‏ نخست از جانب حق بوده انداز خمیدن هم

چه خیزد گر نقابے از میان برخاست تسکین کو ‏ — ‏ که می بینم نقاب عارض یار است دیدن هم

نخواهد روز محشر داد خواه خویش عالم را ‏ — ‏ بتو بخشید ایزد شیوهٔ ناز آفریدن هم

دل از تمکین گرفت تا ز وحشت نبودم غالب

نگنجد در گریبان من از تنگی وزیدن هم

آنم که لب زمزمه فرسائے ندارم ‏ — ‏ در حلقهٔ سوہان نفسان جائے ندارم

خاموشم و در دل ز ملالم اثرے نیست ‏ — ‏ سر جوش گداز نفسم لائے ندارم

خود رشته زند موج گهر گرچه من اکنون ‏ — ‏ جز رعشه بدست گهر آمائے ندارم

لرزد ز فرو ریختنش خامه در انشا ‏ — ‏ آن نیست که حرفے جگر آلائے ندارم

ناز تو فراوان بود و صبر من اندک ‏ — ‏ تو دست و دلے داری و من پائے ندارم

بگزار که از راهِ نشینان تو باشم ‏ — ‏ پائے که شود مرحله پیمائے ندارم

خاشاک مرا تابِ شررِ چهره فروزیست ‏ — ‏ در جلوه سپاس از چمن آرائے ندارم

بے باده خجالت کشم از بادِ بهاری ‏ — ‏ صبح ست و دم غالیه اندائے ندارم

واعظ دم گیرای خود آرد بمصافم ‏ — ‏ گوئی دل خود کامهٔ خود رائے ندارم

غالب سرِ کارم بگدائی به کریم ست

گر دایهٔ من دیر رسد دائے ندارم

در وصل دل آزاری اغیار ندانم ‏ — ‏ دانند که من دیده ز دیدار ندانم

طعنم نسزد مرگ ز هجران نشناسم ‏ — ‏ رشکم نگزد خویشتن از یار ندانم

پرسد سبب بیخودی از مهر و من از بیم ‏ — ‏ در عذرِ بجز غلتم و گفتار ندانم

بوسم به خیالش لب و چون تازه کند جور ‏ — ‏ از سادگیش بے سبب آزار ندانم

ہر خون کہ فشاند مژہ در دل فتدم باز   خود را بغم دوست زیان کار ندانم

آویزش جعد از تہ چادر بردم دل   آشفتگی طرّہ بدستار ندانم

بوے جگرم میدہد از خون سر ہر خار   شد پاے کہ در راہے انگار ندانم

زخم جگرم بخیۂ و مرہم نپسندم   موج گہرم جنبش رفتار ندانم

نقد خردم سکۂ سلطان نپذیرم   جنس ہنرم گرمی بازار ندانم

غالبؔ نبود کو تہی از دوست ہمانا

ز انسان دہدم کام کہ بسیار ندانم

در ہر انجام محبت طرح آغاز افگنم   مہر بردارم از و تا ہم براو باز افگنم

در ہواے قتل سر بر آستانش می نہم   تا بلوح مدّعا نقش خدا ساز افگنم

لاف پرکاریست صبر روستائی شیوہ را   خواہمش کاندر سواد اعظم ناز افگنم

صعوۂ[1] من ہرزہ پرداز ست کو گر فرط مہر   بیخودش در آشیان چنگل باز[2] افگنم

بے زبانم کردہ ذوق التفاتِ ازہ   لاجرم شغل وکالت را بہ غماز افگنم

ہر قدر کز حسرت آبم در دہن گردد ہمی   ہم ز استغنا بروے بختِ ناساز افگنم

مردم از افسردگی ہنگام آں آمد کہ باز   رستخیزے در دل از خون گرد گداز افگنم

ہمزبانم با ظہوری مطلعے کو تا ز شوق   با جرس در نالہ آوازے بر آواز افگنم

نامہ بر گم شد در آتش نامہ را باز افگنم   چون کبوتر نیست طاؤسے بپرواز افگنم

از نمک جان در تن طرز نکویاں کردہ ام   زین سپس در مغز دعوی شور اعجاز افگنم

رنجہ دارد صورت اندیشۂ یاران مرا   مفت من کآئینہ خود را ز پرواز افگنم

ترک صحبت کردم و در بند تکمیل خودم   نغمۂ ام جان گشت خواہم در تن ساز افگنم

۱؎ صعوہ ۔ نوعے از مرغان کوچک کہ بہ ہندی ممولا می گویند

۲؎ باز ۔ نام مرغے بزرگ مانند کرگس کہ مرغان کوچک را صید می کند

تا زدود اہل نظر چشمے تو مانند آب داد — رخنہ در دیوار آتشخانۂ راز افگنم
بجسلم بندد وہم اوراق دیوان را بباد — خیل طوطی اندرین گلشن بہ پرواز افگنم

غالب از آب و ہوائے ہند بسمل گشت نطق
خیز تا خود را بہ اصفاہان و شیراز افگنم

ردیف نون

اے بساز زنجیرم در جنون نواگر کن — بند گردیدن ذوق ست پارہ گران تر کن
فیض عیش نور وزے جاودانہ خوش باشد — روز من ز تاریکی با شبم برابر کن
زانچہ دل زہم پاشد لب چہ طرف بربندد — یا مجال گفتن دِہ یا نہ گفتہ باور کن
در رسائی سعیم عقدہا بپا پے زن — در روانی کارم فتنہ ہا شنا ور کن
اے کہ از تو می آید خس شرر فشان کردن — زخم را ز خونابش بخیہ را[1] پر آذر کن
خوے سرکشم دادی عجز رشک پندم — سینۂ من از گرمی تابۂ سمندر کن
کن بپارسی گفتی ساز مدعا کردم — ہم بخویشش در تازی گفتہ را مکرر کن
زین درونہ کاویہا گوہرم بکف نامد — خدمتے معین شد اجرتے مقرر کن
از درون روانم را در سپاس خویش آمد — وز برون زبانم را شکوہ سنج اختر کن
بخشش خداوندی گر فراخورِ ظرف ست — ہم بہوش بیشے دہ ہم بہ مے توانگر کن

بہر خویشتن غالب ہستی تراشیدست
تہرمان وحدت را در میانہ داور کن

ہا پری شیوہ غزالان دز مردم رم شان — دلِ مردم بخمِ طرہ خم در خم شان
کا فرانند جہان جوے کہ ہرگز نبود — طرۂ حور دلآویز تر از پرچم شان

---

[1] در نسخۂ 'د' بخیہ ہا بر آذر کن ۔

آشکارا کُش و بدنام و نکونامی جوئے
آہ ازین طائفہ وانکس کہ بود محرمِ شاں

رشک بر تشنہ تنہا رو وادی دارم
نہ بر آسودہ دلان حرم و زمزمِ شاں

بگزر از خستہ دلانے کہ ندانی ہشدار
خستگانند کہ دارند و نداری غمِ شاں

داغِ خون گرمیٔ ایں چارہ گرانم گوئی
آتش ست آتش اگر پنبہ و گر مرہمِ شاں

اے کہ راندی سخن از نکتہ سرایانِ عجم
چہ بما منت بسیار نہی از کمِ شاں

ہند را خوش نفسانند سخن ور کہ بود
باد در خلوت شاں مشک فشان از دمِ شاں

مومن[۱] و نیر و صہبائیؔ و علوی وانگاہ
حسرتیؔ اشرف و آزردہ بود اعظمِ شاں

غالبِ سوختہ جاں گرچہ نیرزد بہ شمار
ہست در بزمِ سخن ہم نفس و ہمدمِ شاں

جنوں مستم بہ فصلِ نو بہارم میتواں کشتن
صراحی بر کف و گل در کنارم میتواں کشتن

گرفتم کے بشرعِ ناز زارم میتواں کشتن
بہ فتوائے دلِ امید وارم میتواں کشتن

بجرمِ اینکہ در مستی بپایاں بردہ ام عمرے
بکوئے مے فروشاں در خمارم میتواں کشتن

بہ ہجراں زیستن کفرست خونم را دیت نبود
چراغِ صبح گاہم آشکارم میتواں کشتن

تغافل ہائے یارم زندہ دارد ورنہ در بزمش
بہ جرمِ گریۂ بے اختیارم میتواں کشتن

جفا بر چوں منے کم کن کہ گر کشتن ہوس باشد
بذوقِ مژدۂ بوس و کنارم میتواں کشتن

بیا بر خاکِ من گر خود گل افشانی روا نبود
بیاد دامنے شمعِ مزارم میتواں کشتن

منت معذور دارم لیکن اے نامہرباں آخر
بدیں جان و دل امید وارم میتواں کشتن

بخونِ من اگر ننگست دست و خنجر آلودن
نوید وعدہ کز انتظارم میتواں کشتن

خدایا از عزیزاں منت شیون کہ برتابد
جدا از خانماں دور از دیارم میتواں کشتن

پس از مردن اگر بہر منِ آسائش گماں داری
سرت گردم بتصدیعِ خمارم میتواں کشتن

۱؎ حکیم مومن خاں، مومن دہلوی متوفی ۱۸۵۱ء صہبائی، مولانا امام بخش صہبائی۔

حسرتی۔ نواب مصطفیٰ خاں۔ نیر نواب ضیاء الدین احمد خان۔ آزردہ مفتی صدرالدین علوی۔ مولوی حبیب اللہ خاں

گر نتم یار باشد بے نیاز از کشتنم غالبؔ
بدرد بے نیازیہائے یارم میتواں کشتن

زہے باغ و بہار جاں نشاناں   غمت چشم و چراغ راز داناں
بہ صورت اوستاد دل فریباں   بہ معنی قبلۂ نا مہرباناں
ہمن کوے ترا از رہ نشیناں   ختن موے ترا از باد خواناں
بلایت چہرہ با مشکینہ مویاں   ادایت چیرہ بر نازک میاناں
غمت را بختیاں زنار بنداں   گلت را عندلیباں بید خواناں
وصالت جاں توانا ساز پیراں   خیالت خاطر آشوب جواناں
دل دانش فریبت را بگردن   وبال رونق جادو بیاناں
غم دوزخ نہیبت را بدامن   گداز زہرۂ آتش زباناں
میانت پاے لغز موشگافاں   دہانت چشم بند نکتہ داناں
دل از داغت بساط گل فروشاں   تن از زخمت ردائے باغباناں
سگ کوے ترا در کاسہ لیسی   لب پر دعوے شیریں دہاناں
سر راہ ترا در خاک روبے   نسیم پرچم گیتی ستاناں
بہ پشتی بانیٔ لطف تو امید   قوی ہم چوں نہاد سخت جاناں
بہ بالا دستی عفو تو عصیاں   زبوں ہم چوں نشست ناتواناں

زنا حق کشتگاں راضی بجانت
کہ غالبؔ ہم یکے باشد از آناں

طاق شد طاقت ز عشقت بر گماں خواہم شدن   مہرباں شو ورنہ بر خود مہرباں خواہم شدن
خار و خس ہر گہ در آتش سوخت آتش می شود   مردم از ذوق لبت چنداں کہ جاں خواہم شدن
در تب اندازتاب رشک طاقت نظارہ ام   خوش بیا کامشب بہشت دشمناں خواہم شدن

محو گشتم در تغافل بر نتابم التفات — گر بہ چشمم جا دہی خواب گراں خواہم شدن

آبلم ز شرمِ وفا داز خودم پا در گِل ست — تا نہ پنداری کہ از کویت رواں خواہم شدن

پیش خود بسیارم و بسیار مشتاقِ توام — تا کجا صرفِ گداز امتحاں خواہم شدن

گرم باد از نغمہ بزمِ دعوتِ بالِ ہُما — سازِ آوازِ شکستِ اُستخواں خواہم شدن

باہوس خویش ست حسن از وفا بیگانہ است — مہر کم کن ورنہ بر خود بدگماں خواہم شدن

بسکہ فکرِ معنیِ نازک ہمی کاہد مرا — شاہدِ اندیشہ را موے میاں خواہم شدن

لذتِ زخمم چو خونِ غالبؔ در اعضا می دود
رنج اگر اینست راحت را ضماں خواہم شدن

دل زاں مژۂ تیز بیک بار کشیدن — دامن بدرشتی بود از خار کشیدن

دارم سرِ این رشتہ بدانساں کہ ز دیرم — تا کعبہ تواں برد بزنّار کشیدن

در خلد ز شادی چہ رود بر سرم آیا — چون کم نہ شود بادہ ز بسیار کشیدن

حق گویم و ناداں بزبانم دہد آزار — یارب چہ شد آں فتوے بردار کشیدن

گنجینۂ حسن ست طلسمے کہ کس از وے — چون عقدہ نیارد گہر از تار کشیدن

ز آسائشِ دل گرچہ مرادے دگرم نیست — بارے نفس چند بہ ہنجار کشیدن

از بس کہ دل آویز بود جادۂ راہش — زحمت دہدم پائے ز رفتار کشیدن

از مطلعِ تابندہ نہم پارۂ لعلے — در رشتۂ دم گوہرِ شہوار کشیدن

دریاب کہ با ایں ہمہ آزار کشیدن — لب میگزم از کار بزنہار کشیدن

جاں دادم و داغم کہ پس ازین ز کہ خواہی — خجلت ز گراں جانیِ اغیار کشیدن

مشتاق قبولم من و دل تاب نیارد — آرے ز لبِ نازکِ دلدار کشیدن

من کافرِ زنہاریِ شاہم من ارزد — مے در رمضاں بر سرِ بازار کشیدن

فرجامِ سخن گوئی غالب بتو گویم
خون جگرست از رگِ گفتار کشیدن

رشک سخنم چیست نہ شہد و مگس ست ایں | تلخابۂ سر جوش گداز نفس ست ایں
اے نالہ جگر در شکن دام میفشاں | سرمایۂ آرائش چاک قفس ست ایں
مستم بکنارم خزو تن زن کہ دریں وقت | ہرگز نشناسم کہ چہ بود و چہ کس ست ایں
واعظ سخن از توبہ مگو اینکہ پس از مے | دست و دہنے آب کشیدیم بس ست ایں
تقویٰ اثرے چند بعمر دگر ستش | نازم مے رنگینش چہ بلا زود رس ست ایں
با غیر نشاقی و بمانیز نیرزی | لیک آں گل و خار آمد و نسرین و خس ست ایں
لب بر لب دلبر نہم و جاں بسپارم | ترکیب یکے کردن صد ملتمس ست ایں
شور ست ز خوابانِ جمازہ بہ منزل | اما نہ بہ دم سازی بانگ جرس ست ایں

داغ دل غالب بدوا چارہ پذیر ست
ایں را بچہ نم چارہ کہ مشکیں نفس ست ایں

بسکہ لبریز ست ز اندوہ تو سرتاپائے من | نالہ میروید چو خار ماہی از اعضائے من
مست در دم ساز و برگ انتعاشم نالہ ست | بے شکستن بر نیاید بادہ از مینائے من
فصلے از بابِ شکست رنگ انشا کردہ ام | میتوان راز درونم خواند از سیمائے من
رفتم از کار و ہماں در فکر صحرا گردیم | جوہر آئینۂ زانو ست خار پائے من
دانش در انتظار غیر و نالم زار زار | وائے من گر رفتہ باشد خواہش از غوغائے من
بسکہ ہامون از تب و تابم سراسر آتش ست | بر ہوا چون دود لرزد سایہ در صحرائے من
زلف می آراید و از ناز یادم می کند | در خم آں طرّہ خالی دیدہ باشد جائے من
خاطر منت پذیر خوئے نازک دادہ | گر بہ بخشی شرمسارم ور نہ بخشی وائے من
مدتے ضبط شرر کردم بپاس غم ولے | خون چکیدن دارد اکنوں از رگ خارائے من

در ہجوم ظلمت از بس خویش را گم می کند   قطره در دریاست گوئی سایه در شبہائے من

حسن لفظ و معنیم غالب گواه ناطق ست
بر عیار کامل نفس من و آبائے من

خوش بود فارغ ز بند کفر و ایماں زیستن   حیف کافر مردن و آوخ مسلماں زیستن
شیوهٔ رندان بے پروا خرام از من مپرس   این قدر دانم که دشوارست آساں زیستن
بردگوے خرمی از ہرد و عالم ہر که یافت   در بیاباں مردن و در قصر و ایواں زیستن
راحت جاوید ترک اختلاط مردم ست   چون خضر باید ز چشم خلق پنہاں زیستن
تا چه راز اندر ته این پرده پنہاں کرده اند   مرگ مکتوبی بود کو راست عنواں زیستن
روز وصل یار جاں ده ورنه عمرے بعد ازین   ہمچو ما از زیستن خواہی پشیماں زیستن
با رقیباں ہمعنیم اما بدعوی گاه شوق   مردن ست از ما و زین مشتے گرانجاں زیستن
بر نوید مقدمت صد بار جاں باید فشاند   بر امید وعده ات زنہار نتواں زیستن
دیده گر روشن سواد ظلمت و نورست چیست   فارغ از اہرمن و غافل ز یزداں زیستن
ابتذالے دارد این مضمون توارد عیب نیست   نگزرد در خاطر نازک خیالاں زیستن

غالب از ہندوستاں بگریز فرصت مغتنمست
در نجف مردن خوش ست و در صفاہاں زیستن

چیست بلب خنده از عتاب شکستن   رونق پروین ز آفتاب شکستن
گر نه ورق راست زانتخاب شکستن   چیست برخ طرف آں نقاب شکستن
غازه بران روے تابناک فزودن   رونق بازار آفتاب شکستن
شانه بران طرهٔ سیاه کشیدن   قیمت کالائے مشک ناب شکستن
جوشش نشر مستیم ز برق پسندد   نشتر اندر رگ سحاب شکستن
نیک بود گر بحکم حوصله باشد   جام بپاے خم شراب شکستن

شغل ندارد فراق ساقی و مطرب
جز قدحِ و بربط و رباب شکستن

قحطِ مے ست امشب از کجا کہ نخواہم
شیشۂ خاکی بہ رخت خواب شکستن

تیغ تو نازد بسر نشانی عاشق
موج ہمی بالد از حباب شکستن

از گل روے تو باغ باغ شگفتن
در خم موے تو فتح یاب شکستن

طرّہ میارا برعم خواہش[1] غالب
چیست دلش را ز پیچ و تاب شکستن

خیرہ کند مرد را بہ مہرِ درم داشتن
حیف ز ہیچوں خودے چشم کرم داشتن

واے ز دل مردگی خوے بد انگیختن
آہ ز افسردگی روے دژم داشتن

راز برانداختن از روش ساختن
دیدہ و دل باختن پشت و شکم داشتن

جوہر ایماں ز دل پاک فرا رفتن
گردے ازاں در خیال بہر قسم داشتن

تازگی شوق چیست رنگ طرب ریختن
چہرہ ز خوناب چشم رشکِ ارم داشتن

باہمہ آشفتگی دم ز درستی زدن
باہمہ دل خستگی تابِ ستم داشتن

در خمِ دامِ بلا بال فشاں زیستن
با سرِ زلفِ دوتا عربدہ ہم داشتن

دل چو بجوش آیدے عذر بلا خواستن
جاں چو بیاسایدے شکوہ ز غم داشتن

بہر فریب از ریا دامِ تواضع مچیں
دل نرباید ہمی تیغ ز خشم داشتن

نقش پے رفتگاں جادہ بود در جہاں
ہر کہ رود بایدش پاس قدم داشتن

بانگہ خویشتن چہرہ نیارست شد
عشوہ دہر گر حیاست ز آئنہ رم داشتن

اشک چناں بے اثر نالہ چنیں نارسا
دیدہ و دل را سزد ماتم ہم داشتن

خجلت کردارِ زشت گشتہ بعاصی بہشت
باج ز کوثر گرفت جبہہ ز نم داشتن

---

[1] در نسخہ د 'بود' است۔

گریه‌[له]ام از بیکسی ست ور نه دریں پیچ و تاب ‏ ‏ ‏ تن بروانی دهد نامه ز نم داشتن

غالب آواره نیست گرچه به بخشش سزا
خوش بود از چوں توئی چشم کرم داشتن

چه غم ار به جد گرفتی ز من احتراز کردن ‏ ‏ ‏ نتوان گرفت از من بگذشته ناز کردن

نگهت بموشگافی ز فریب رم نخوردن ‏ ‏ ‏ نفسم بدام بافی ز سخن دراز کردن

تو و در کنار شوقم گره از جبیں گشودن ‏ ‏ ‏ من و بر رخ دو عالم در دل فراز کردن

مژه را ز خونفشانی بدلست همزبانی ‏ ‏ ‏ که شمار دم بدامن ستم گداز کردن

بنورد پاس رازت خجل از غبار خویشم ‏ ‏ ‏ که ز پرده ریخت بیرون دل غم ناله ساز کردن

ز غم تو باد شرمم که چه مایه شوخ چشمی ست ‏ ‏ ‏ ز شکست رنگ بر رخ در خلد باز کردن

نفسم گداخت شوقت ستم ست گر تو دانی ‏ ‏ ‏ که ز تاب ناله خوں شد نه ز پاس راز کردن

بفشار رشک بزمت پخناں گداخت گلشن ‏ ‏ ‏ که میانهٔ گل و مل نرسد امتیاز کردن

رخ گل ز غازه کاری به نگاه بند آئیں ‏ ‏ ‏ نرسد به خس شکایت ز چمن طراز کردن

همه تن ز شوق چشمم که چو دل فشانده گردد ‏ ‏ ‏ بسرشک مایه بخشم ز جگر گداز کردن

هله تازه کشته غالب روش نظیری از تو
سزد ایں چنیں غزل را به سفینه ناز کردن

چوں شمع رود شب همه شب دود ز سرما ‏ ‏ ‏ زیں گونه گذارد ز بسر رفت بگرماں

آذر بپرستیم و رخ از شعله بتابیم ‏ ‏ ‏ اے خوانده بسوئے خود ازیں راگزماں

در عشق تو ضرب المثل راهروانیم ‏ ‏ ‏ بگذار بره خفته و از پیش مبرماں

از بیخبری کوے ترا خلد شمردیم ‏ ‏ ‏ چون ست که در کوے تو ره نیست دگرماں

مستیم بیا تن زن و لب بر لب ما نه ‏ ‏ ‏ حاشا که بود تفرقه لب ز شکرماں

له این شعر در نسخهٔ د، شعر یازدهم است.

طول شب ہجراں بود اندر حق ما خاص | از ہم نفساں کس نشناسد به سحرہاں
بے وجہ می آشفته دخواریم بدا ما | در میکدہ از ما نشناسند اگرہاں
از ارزش ما بے ہنراں ماندہ شگفتے | در سینہ غم انداختہ گردوں بہنرہاں
چوں تازگی[1] حوصلۂ خویش نداند | داند کہ بود نالہ با مید اثرہاں

غالب چه زیاں نالہ اگر گرم روی کرد
سوزے بدل اندر نہ و داغے بہ جگرہاں

خجل ز راستی خویش میتواں کردن | ستم بجان کج اندیش میتواں کردن
چو مزد سعی دہم مژدۂ سکوں خواہد | ز بوسہ یا بدرت ریش میتواں کردن
دگر بہ پیش وے اے گل چہ ہدیہ خواہی برد | مگر بہ گدیہ کفے پیش میتواں کردن
تو جمع[2] باش کہ ما را درین پریشانی | شکایتے ست کہ با خویش میتواں کردن
سر از حجاب تعلق اگر بروں آید | چہ جلوہ ہا کہ بہر کیش میتواں کردن
بہر کہ نوبت ساغر نمیرسد ساقی | خراب گردش چشمیش میتواں کردن
خرام ناز تو با صحن گلستاں دارد | رعایتے کہ بدرویش میتواں کردن
اگر بقدر وفا میکنی جفا حیف ست | بمرگ من کہ ازیں بیش میتواں کردن

کسے بجو کہ مرا درین سفر غالب
گواہ بیکسی خویش میتواں کردن

حیف ست قتل گہ ز گلستاں شناختن | شاخ از خدنگ و غنچہ ز پیکاں شناختن
لب دوختم ز شکوہ ز خود فارغم شمرد | نشناخت قدر پرسش پنہاں شناختن
از شیوہ ہائے خاطر مشکل پسند کیست | کشتن بجرم درد ز درماں شناختن

---

[1] در نسخہ د ـ نازکی' است ـ

[2] در نسخہ د، ترتیب اشعار قدرے مختلف است ـ

از بیکرت بساطِ صفائے خیال یافت　　وصل تو از فراق تو نتواں شناختن

نازم دماغ نازندانی زسادگی ست　　کشتن بہ ظلم و کشتۂ احساں شناختن

یاد آیدم بوصل تو در صحن گلستاں　　آں جلوہ گل آتش سوزاں شناختن

خاکے بروئے نامہ فشاندیم مفت تست　　ناخواندہ صفحہ حال زعنواں شناختن

مائیم و ذوق سجدہ چہ مسجد چہ بتکدہ　　در عشق نیست کفر ز ایماں شناختن

مینا شکستہ و مے گلفام ریختہ　　محوم ہنوز در گل و ریحاں شناختن

لخت دلم بدامن و چاک غم بجیب　　اینک سزائے جیب ز داماں شناختن

بگداخت بسکہ از اثر تاب روئے تو　　مہر از شفق بجوئے تو نتواں شناختن

غالبؔ بقدر حوصلہ باشد کلام مرد

باید ز حرف نبض حریفاں شناختن

بخونم دست و تیغ آلود جاناں　　بد آموزاں دکیل بیزباناں

چگویم در سپاس بے کسی ہا　　زہے نامہربانان مہرباناں

گر از خود خوشترے سنجیدہ باشد　　نواز شہاست با این بدگماناں

فغانا میگساران دجلہ نوشاں　　دریغا ساقیان اندازہ داناں

بہار آید بجیر نگاہ نازش　　ز بوئے گل نفس بر رہ فشاناں

دم مردن بر شکم تنگ گیرد　　فراخیہائے عیش سخت جاناں

گلے بر گوشۂ دستار داری　　خوشا بخت بلند باغباناں

غمت خونخوار و دلہائے بضاعت　　دریغا آبروئے میزباناں

گزشت از دل وے نگزشت از دل　　خدنگ غمزۂ زریں کماناں

نوائے شوق خواہ از بے نوایاں　　نشان دوست جوی از بے نشانان

بر غمم تا فرد و آرد بہ من سر　　بخواری بنگرم در ناتوانان

سبک بر خیز زین ہنگامہ غالب
چہ آویزی بدین مشتے گرانان

تا ز دیوانم کہ سرمست سخن خواہد شدن — ایں مے از قحط خریداری کہن خواہد شدن
کوکبم را در عدم اوج قبولے بودہ است — شہرت شعرم بگیتی بعد من خواہد شدن
ہم سواد صفحہ مشک سودہ خواہد بیختن — ہم دواتم نافہ آہوے ختن خواہد شدن
مطرب از شعرم بہر بزمے کہ خواہد زد نوا — چاکہا ایثار جیب پیرہن خواہد شدن
حرف حرفم در مذاق فتنہ جا خواہد گرفت — دستگاہ ناز شیخ و برہمن خواہد شدن
ہے چہ می گویم اگر این ست وضع روزگار — دفتر اشعار باب سوختن خواہد شدن
آنکہ صور نالہ از شور نفس موزون دمید — کاش دیدے کایں نشید شوق فن خواہد شدن
کاش سنجیدے کہ ہر قتیل معنی یک قلم — جلوۂ کلک رقم دار و رسن خواہد شدن
چشم کور آئینہ دعوی بکف خواہد گرفت — دست شل مشاطۂ زلف سخن خواہد شدن
شاہد مضمون کہ اینک شہری جان و دلست — روستا آوارۂ کام و دہن خواہد شدن
زاغ زاغ اندر ہواے نغمہ بال و پر زنان — ہمنواے پردہ سنجان چمن خواہد شدن
شادباش اے دل درین محفل کہ ہر جا نغمہ ایست — شیون رنج فراق جان و تن خواہد شدن
ہم فروغ شمع ہستی تیرگی خواہد گزید — ہم بساط بزم مستی پرشکن خواہد شدن
از تب و تاب فنا یکبارہ چوں مشتے سپند — ہر یکے گرم وداع خویشتن خواہد شدن
حسن را از جلوۂ نازش نفس خواہد گداخت — نغمہ را از پردۂ سازش کفن خواہد شدن
دہر بے پروا عیار شیوہ ہا خواہد گرفت — داد رے خون در نہاد ما دمن خواہد شدن
پردہ ہا از روے کار رہمد گر خواہد فتاد — خلوت گبر و مسلماں انجمن خواہد شدن
ہم بفرقش خاک حرمان ابد خواہند ریخت — مرگ عام ایں بیستون[1] را کوہکن خواہد شدن

---

[1] کوہے ست در ایران میان ہمدان و حلوان

گرد پندار وجود از رہگزر خواہد نشست   بحر توحید عیانی موجزن خواہد شدن

در تہ ہر حرف غالبؔ چیدہ ام میخانۂ
تا ز دیوانم کہ سرمست سخن خواہد شدن

سرشک افشانی چشم ترش بیں[۱]   شہ خوبان و گنج گوہرش بیں

ادائے دلستانی رفتہ از یاد   ہوائے جانفشانی در سرش بیں

بدشت آوردہ رو سیلے ست گوئی   رو اردو در گدایان درش بیں

صفائے تن فزودن ترکردہ رسوا   دل از اندیشہ لرزان در برش بیں

بجا ماندہ عتاب و غمزہ و ناز   متاع نارواے کشورش بیں

رقیب از کوچہ گردی آبرو یافت   بکوے دوست دشمن راہبرش بیں

ز من آئین غم خواری پسندید   بشبہا جاے من بر بسترش بیں

گزشت آں کز غم ما بیخبر بود   بکویش از خویش بے پروا ترش بیں

نہ تنگ کردہ کاہش پیکرش را   بچشم کم ہمان سرپیکرش بیں

چکد در سجدہ خوں از چشم مستش   گداز شبہاے نفس کافرش بیں

گر از غم بر لبش جا کرد غم نیست   زجاں تن زن لب جاں پرورش بیں

خداوندش بجزن ما مگیر او   بہ بیتابی نگہ بر خنجرش بیں

برسم چارہ جوئی پیش غالبؔ
شکایت سنج چرخ و اخترش بیں

ردیف واؤ

حق ملک کہ حق ست سمیع ست فلانی بشنو   بشنو گر تو خداوند جہانی بشنو

---

[۱] این غزل در نسخہ د، نیست۔

لن ترانی بجوابِ ارنی چند و چرا
من نہ اینم بشناس و تو نہ آنی بشنو

سوے خود خوان و بخلوتگہِ خاصم جا دہ
آنچہ دانی بہ شمار آنچہ ندانی بشنو

پردہ چند بہ آہنگ نکیسا بسراے
غزل چند بہ ہنجار نغانی[1] بشنو

تختۂ آئینہ برابر نہ و صورت بنگر
پارہ گوش بہ من دار و معانی بشنو

ہرچہ سنجم بتو ز اندیشۂ پیری بپذیر
ہرچہ گویم بتو از عیش جوانی بشنو

داستان من و بیداری شبہاے فراق
تا نہ خسپی و بپاسم ننشانی بشنو

چارہ جو نیستم و نیز فضولی نکنم
من داندہ تو چند آنچہ توانی بشنو

زینکہ دیدی بجحیم طلب رحم خطاست
سخنے چند زغم ہاے نہانی بشنو

نامہ در نیمۂ رہ بود کہ غالب جان داد
ورق از ہم در و این مژدہ زبانی بشنو

عرض خود برد کہ رسوائیِ ما خیزد ازو
فتنہ خوے ست ندانم چہ بلا خیزد ازو

تا ازین بے ادبی قہرِ تو افزون گردد
گلہ سازیست کہ آہنگِ دعا خیزد ازو

نم اشکے چو بخاکم بفشانی از مہر
خاک بالد بخود و مہر گیا خیزد ازو

پیش ما دوزخ جاوید بہشت ست بہشت
باد آباد دیارے کہ وفا خیزد ازو

بینوایان تو دردِ سرِ دعوے ندہند
بشکند ساز و نواے کہ صدا خیزد ازو

دل بیاران چہ رہ آورد سفر عرض کند
مگر آہے کہ ز جور رفقا خیزد ازو

بجہد زیر سر انگشت تو نبضم کہ مرا
نیست دردے کہ تمنّاے دوا خیزد ازو

بمشامم کہ رسد نکہتِ زلف کسیے
کہ ہمہ بے خودی باد صبا خیزد ازو

بوسہ بعد از طلب بوسہ نہ بخشد لذت
چوں جوابے کہ باندازِ حیا خیزد ازو

محوِ افسونِ گرِہ نازیم کہ ادا با ما
دور باشے ست کہ آہنگ حیا خیزد ازو

---

[1] در نسخۂ د فغانی است۔

دگر امروز تو بما بر سر جنگ آمدہ ست — یا دائے کہ ہمہ صلح و صفا خیزد ازو

بلبل گلشن عشق آمدہ غالب زازل

حیف گر زمزمۂ مدح و ثنا خیزد ازو

گوئی بہ من کسیکہ ز دشمن رسیدہ گو — آں پیر زال سست پے قد خمیدہ گو

یادت نکردہ خصم بعنوان بلفظ دوست — آں نامۂ نخواندہ ز صد جا دریدہ گو

رعنا دلت بہ دختر ہمسایہ بند نیست — آں مہ رخ بگوشۂ ایوان خزیدہ گو

دوشینہ گل بہ بستر و بالین نداشتے — آں برگ گل کہ در تن نازک خلیدہ گو

کس داوری نبردہ ز جورت بداد گاہ — آں بے گنہ کہ شاہ زبانش بریدہ گو

گوئی بہ شحنہ گوئی کہ کس را نکشتہ ایم — آں نعش نیم سوختہ ز آتش کشیدہ گو

گوئی غمش شبے چو زکویم بدر روی — آں دل کہ جز بنالہ بہ ہیچ آرمیدہ گو

گوئی دمے زگریۂ خونین بما بر آر — آں مایہ خوں کہ سر دہم از دل بدیدہ گو

بشنو کہ غالب از تو رمید و بہ کعبہ رفت

گفتی شگفتے کہ بود ناشنیدہ گو

بالم بہ خویش بسکہ بہ بند کمند تو — مردم گمان کنند کہ تنگم بہ بند تو

آزادیم نخواہی و ترسم گزین نشاط — بالم بخود چنانکہ بگنجم بہ بند تو

ترخویش ناسپاسی و غاز سایہ در ہراس — گوئی رسیدہ ام بدل دردمند تو

رنج قضا ست ہمت آساں گزار ما — قہر خدا ست خاطر مشکل پسند تو

از ما چہ دیدہ کہ بما از گداز دل — ہم چوں شکر در آب بود نوش خند تو

اے مرگ مرحبا چہ گرانمایہ دل بری — چشم بد از تو دور نکویان سپند تو

اے کعبہ چوں من از دل یار او فتادہ ایست — این بت کہ اوفتادہ ز طاق بلند تو

در رہگزر بہ پرسش ما گر کشی چہ باک — آخر شراب نیست عنان سمند تو

آن کز تو دل ربوده ندانم که بوده است
یارب که دور باد ز جانش گزند تو

ہر گونہ رنج کز تو در اندیشہ داشتم
ہم با تو در مباحثہ گفتم بہ پند تو

غالب سپاس گوی کہ ما از زبانِ دوست
مے بشنویم شکوۂ بخت نژند تو

گستاخ گشتہ ایم غرورِ جمال کو
پیچیدہ ایم سر ز وفا گوشمال کو

تا کے فریبِ حلم خدا را خدانۂ
آن خوے خشمگین و دلے سوال کو

برگشتہ ام ز مہر و نمے گیریم بہ قہر
دارم دو صد جواب، ہمے یک سوال کو

یا می گریست صحبت و یا می فزود ربط
لیکن مرا ملال و ترا انفعال کو

خواہی کہ بر فروزی و سوزی درنگ چیست
خواہم کہ تیز سوے تو بینم مجال کو

گر گفتہ ایم کشتن و بستن بما مخند
ما را تدارکی بسزا در خیال کو

داغم ز رشک شوکت صنعان و لے چہ سود
آں دستگاہ طاعت ہفتاد سال کو

من بوسہ جوے و تو بہ سخن داریم نگاہ
لب تشنہ با گہر چہ شکیبد زلال کو

دل فتنہ جوے و فرصت تکمیل عشق نیست
ہنگامہ سازی ہوسِ زود بال کو

لب تا جگر ز تشنگیم سوخت در تموز
صاف شراب غورہ و جام سفال کو

در بادۂ طہور غم محتسب کجا
در عیش خلد لذت بیم زوال کو

غالب بہ شعر کم ز ظہوری نیم ولے
عادل شہ سخن رس دریا نوال کو

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیماں شو
کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو

از ہرزہ رواں گشتن قلزم نتوان گشتن
جوئے بہ خیاباں رو سیلے بہ بیاباں شو

ہم خانہ بساماں بہ ہم جلوہ فراواں بہ
در کعبہ اقامت کن در بتکدہ مہماں شو

آوازۂ معنی را بر ساز دبستاں زن
ہنگامۂ صورت را بازیچۂ طفلاں شو

افسانۂ شادی رایکسر خط بطلان کش — غمنامۂ ماتم را آرایش عنواں شو
گر چرخ فلک گردی سر بر خط فرمان نہ — در کوے زمین باشی وقت خم چوگاں شو
آوردہ غم عشقم در بندگی ایزد — اے داغ بدل در رو وز جبہہ نمایاں شو
دربند شکیبائیٔ مردم زجگر خائیٔ — اے حوصلہ تنگی کن اے غصہ فراواں شو
سرمایہ کرامت کن وانگاہ بغارت بر — بر خرمن ما برقے بر مزرعہ باراں شو

جان داد بغم غالبؔ خشنودی روحش را
در بزم عزا مے کش در نوحہ غزل خواں شو

ردیف ہائے ہوز

میرد خندہ بساماں بہاراں زدہٗ — خون گل ریختہ وے بہ گلستاں زدہٗ
شور سودائے تو نازم کہ بہ گل می بخشد — چاکے از پردۂ دل سر بگریباں زدہٗ
آہ از بزم وصال تو کہ ہر سو دارد — نشتر از ریزۂ مینا برگ جاں زدہٗ
شور اشکے بہ فشارِ بُنِ مژگاں دارم — طعنہ بر بے سر و سامانیٔ طوفاں زدہٗ
اندریں تیرہ شب از پردہ بر دل تاختہ است — مے روشن بطرب گاہ حریفاں زدہٗ
فرصتم باد کہ مرہم نہ زخم جگرست — خندہ بر بے اثری ہائے نمکداں زدہٗ
خوش بسر میدرد از ضربت آہم ہر سو — چرخ سرگشتہ تر از گوے بچوگاں زدہٗ
خوش نوا بلبل پروانہ نژادے دارم — شعلہ در خویش زگلبانگ پریشاں زدہٗ
آہ ازاں نالہ کہ تا شب اثرے باز نداد — ہم آہنگیٔ مرغان سحر خواں زدہٗ
بہ چمن از حسرتیانِ اثر جلوۂ تست — گل شبنم زدہ باشد لب دنداں زدہٗ
خاک در چشم ہوس ریز چہ جوئی از دہر — بارگاہے بفراز سر کیواں زدہٗ

بنگر موج غبارے وز غالب بگزر

اینک آن دم زہواداری خوبان زدہ

بتے دارم از اہل دل رم گرفتہ ۔۔۔ بشوخی دل از خویشتن ہم گرفتہ

ز سفاکی گفتن چو گل بر شگفتہ ۔۔۔ درین شیوہ خود را مسلم گرفتہ

رگ غمزہ از نیش مژگان کشودہ ۔۔۔ سر فتنہ در زلف پر خم گرفتہ

برخسارہ عرض گلستان ربودہ ۔۔۔ بہ ہنگامہ عرض جہنم گرفتہ

فسون خواندہ و کار عیسے نمودہ ۔۔۔ پری بودہ و خاتم از جم گرفتہ

ز ناز داد تن بہ معجز ندادہ ۔۔۔ بہ شرم و حیا رخ ز محرم گرفتہ

دلش رخنہ در زہد یوسف فگندہ ۔۔۔ غمش گندم از دست آدم گرفتہ

گہے طعنہ بر لحن مطرب سرودہ ۔۔۔ گہے خردہ بر نطق ہمدم گرفتہ

بر بیداد صد کشتہ برہم نہادہ ۔۔۔ بیا زیچہ صد گونہ ماتم گرفتہ

بر دیش ز گرمی نگہ تاب خوردہ ۔۔۔ بکویش برفتن صبا دم گرفتہ

نیارد، زمن ہیچ گہ یاد ہرگز ۔۔۔ مگر خوے خاقان اعظم گرفتہ

ظفر[1] کز دم اوست در نکتہ سنجی

کہ غالب با آوازہ عالم گرفتہ

گاہے بہ چشم دشمن و گاہے در آئینہ ۔۔۔ پرکار عیب جوئی خویشم ہر آئینہ

حیرت نصیب دیدہ ز بیتابی دل ست ۔۔۔ سیماب را حقے ست ہمانا بر آئینہ

تا خود دل کہ جلوہ گہ روے یار شد ۔۔۔ خنجر بخویش می کشد از جوہر آئینہ

باشد کہ خاکساری ما بر دہد فروغ ۔۔۔ گوئی سپردہ ایم بہ روشن گر آئینہ

محو خودی و داد رقیبان نمی دہی ۔۔۔ اے بر رخت ز چشم تو حیران تر آئینہ

---

[1] مراد، بہادر شاہ ظفر، آخرین تاجدار سلطنت مغلیہ ہند

دورت ربودہ ناز بجز وہم نمی رسی
تا چند در ہوائے تو ریزد پر آئینہ

دردا کہ دیدہ را ز نم اشکے نماندہ است
کاندر وداع دل زند آبے بر آئینہ

در ہر نظر برنگِ دگر جلوہ می کنی
حسنت طلسم فتنہ و افسون گر آئینہ

ہر یک گدائے بوسۂ نظارۂ کسے ست
از جم پیالہ بین و ز اسکندر آئینہ

آہن چہ داد غمزہ سحر آفریں دہد
غالب بجز دلش نبود در خور آئینہ

شاہا بہ بزم جشن چو شاہاں شراب خواہ
زر بے حساب بخش و قدح بے حساب خواہ

بزمت بہشت و بادہ حلال ست در بہشت
گر باز پرس رو دہد از من جواب خواہ

تو پادشاہ عہدے و بخت تو نوجوان
برخور ز عمر و باج نشاط از شباب خواہ

در روزہائے فرخ و شبہائے دل فروز
صہبا بروز ابر و شب ماہتاب خواہ

در خور بنا شد ار مے گلگون بہ ہیچ رد
شربتِ بجام لعل ز قند و گلاب خواہ

خون حسود در دم شادی شراب گیر
چون بادہ این بود دلِ دشمن کباب خواہ

گل بوے و شعر گوئی دگر باش و شاد باش
مستی ز بانگ بربط و چنگ و رباب خواہ

خون سیاہ نافۂ آہو چہ بو دہد
از حلقہائے زلف بتان مشک ناب خواہ

خواہش از ین گردہ پری چہرہ ننگ نیست
از چشم غمزہ و ز شکن طرہ تاب خواہ

از راز ہا حکایتِ ذوق نگاہ گوے
از کارہا کشایش بند نقاب خواہ

ہر چند خواستن نہ سزاوار شان تست
قوت ز طالع و نظر از آفتاب خواہ

در تنگنائے غنچہ کشاکش ز باد جوے
در جوئے بار باغ روانی ز آب خواہ

در برگ و ساز گوے نشاط از بہار بر
در بذل و جود بیعت خویش از سحاب خواہ

از شمع طور خلوت خود را چراغ نہ
از زلف حور خیمۂ خود را طناب خواہ

از آسمان نشیمن خود را بساط ساز
از ماہ نو جنیبت خود را رکاب خواہ

در حق خود دعاے مرا مستجاب دان
در بارۂ من از کفِ خود فتح باب خواہ

غالب قصیدہ را بہ شمارِ غزل در آر
وز شہ[1] برین غزل رقمِ انتخاب خواہ

دارم دلے ز غصہ گرانبار بودۂ
بر خویشتن ز آبلہ چیزے فزودۂ

دل زان بلا کزو نفسے برق خرمنے
بخت آنچنان کزو از مرگ دودۂ

از بہر خویش ننگم و دارم ز بخت چشم
خود را در آب و آئینہ رخ نا نمودۂ

گمنام وز ہدیۂ کیشم و خواہم بہ من رسد
در رخت خواب شاہ بہ مستی غنودۂ

خواہم ز خواب بر رخ لیلے اکشا یمش
چشمے نگہ بہ پردۂ محمل نسودۂ

خواہم شود بہ شکوہ و پیغارہ رام من
در گونہ گون ادا بزبانہا ستودۂ

با دین و دانشے چو منے تا چہا کند
سجادہ و عمامہ ز صنعان ربودۂ

با دوستان مباحثہ دارم ز سادگی
در باب آشناے نا آزمودۂ

خجلت نگر کہ در حسناتم نیافتند
جز روزۂ درست بہ صہبا کشودۂ

در بزمِ غالب آی و بہ شعر و سخن گرای
خواہی کہ بشنوی سخنِ ناشنودہ

چون زبانہا لال و جانہا پر ز غوغا کردۂ
بایدت از خویش پرسید آنچہ با ما کردۂ

گر نہ مشتاقِ عرضِ دستگاہِ حسنِ خویش
جان فدایت دیدہ را بہر چہ بینا کردۂ

ہفت دوزخ در نہادِ شرمساری مضمرست
انتقام ست اینکہ با مجرم مدارا کردۂ

صد کشاد آنرا کہ ہم امروز رخ بنمودۂ
مژدہ باد آنرا کہ محوِ ذوقِ فردا کردۂ

خوبرویاں چون مذاق خوے ترکان داشتند
آفرینش را بر ایشاں خوانِ یغما کردۂ

خستگاں را دل بہ پرسش ہاے پنہاں بردۂ
با دلہستاں گر نوازش ہاے پیدا کردۂ

---

[1] مراد، بہادر شاہ ظفر۔

چشمهٔ نوشست از زہر عتابت کام جان — تلخی مے در مذاق ما گوارہ کردهٔ
ذرہ را روشناس صد بیاباں گفتهٔ — قطرہ را آشنائے ہفت دریا کردهٔ
دجلہ می جوشد ہمانا دیدہ ہا جویائے تست — شعلہ میبالد مگر در سینہ ہا جا کردهٔ
جلوہ و نظارہ پنداری کہ از یک گوہر ست — خویش را در پردہ خلقے تماشا کردهٔ
چارہ در سنگ و گیاہ و رنج با جاندار بود — پیش ازاں کایں در رسد آنرا مہیا کردهٔ

دیدہ میگرید زباں مینالد و دل می تپد
عقدہ ہا از کارِ غالب سر بسر وا کردهٔ

در زمہریر سینهٔ آسودگاں نۂ[1] — اے دل بدیں کہ غم زدهٔ شادماں نۂ
اے دیدہ اشک ریختن آئین تازہ نیست — خود را از ما مگیر اگر خون فشاں نۂ
بلبل بہ گوشهٔ قفس از خستگی منال — چون من بہ بند خار و خس آشیاں نۂ
دانم زنا کسی کہ بہ تمہید آشتی — رنجیدهٔ ز غیر و بہ من مہرباں نۂ
گوئی یکیست پیشِ تو بود و نبود من — با من نشستهٔ و ز من سرگراں نۂ
آخر نبودہ ایم در اول خدا پرست — با ما ز سادگیست اگر بدگماں نۂ
با خویش در شمار جفا ہمدم منی — با غیر در حساب وفا ہم زباں نۂ
دانستهٔ کہ عاشق زارم گدا نیم — دانم کہ شاہدے شہ گیتی ستاں نۂ
نازم تلون تو بہ بخت خود و رقیب — با او چنیں نبودے و با ما چناں نۂ
یا دیدہ چیست کار تو لخت جگر نۂ — در دل چراست جائے تو سوز نہاں نۂ

غالب ربود تست کہ تنگ ست بر تو دہر
بر خویشتن ببال اگر درمیاں نۂ

مرز فنا فراغ را مژدهٔ برگ و ساز دہ — سایہ بہ مہر وا گزار قطرہ بہ بحر باز دہ

---

[1] ایں غزل در نسخهٔ "د" نیست۔

طرۂ جیب را ز چاکِ شانۂ التفات کش — عارضِ خویش را ز اشکِ غازۂ امتیاز دہ

داغ بہ سینہ زیور ست دل بہ جفا حوالہ کن — مے ز شررِ گران تر ست سنگ بہ شیشہ ساز دہ

از نمِ دیدہ دیدہ را رونقِ جویبار بخش — وز تفِ نالہ نالہ را چاشنیِ گداز دہ

شرم کن آخر اے حیا اینہمہ گیر و دار چیست — خاطرِ غمزہ باز جو رخصتِ ترکتاز دہ

اے گلِ تر برنگ و بو اینہمہ نازش از چہ رو — منتِ ابر یک طرف مزدِ چمن طراز دہ

یا بہ بساطِ دلبری عام مکن ادائے لطف — یا ز نگاہِ خشمگیں مژدۂ امتیاز دہ

اے تو کہ غنچہ را ترا بحثِ شگفتن از بر ست — سرو دگر شمر بار را درسِ خرامِ ناز دہ

گر بہ غمے کہ خوردہ ام رخصتِ اشک و آہ نیست — ہم بدلے کہ بردۂ طاقتِ ضبطِ راز دہ

ایکہ بحکمِ ناکسے تیرہ ز عیشِ غالبے

خیز و ز راہِ داوری بالِ ہما بہ گاز دہ

گیستم دست بہ مشاطگیِ جاں زدۂ — گوہر آمائے نفس از دلِ دنداں زدۂ

پاسِ رسوائیِ معشوق ہمین ست اگر — وائے ناکامیِ دست بہ گریباں زدۂ

شوق را عربدہ با حسنِ خود آرائی ست — من و صد پارہ دلے بر صفِ مژگاں زدۂ

دلِ صد چاک نگہدار بجائش بفرست — شانۂ در خمِ آں زلفِ پریشاں زدۂ

بو کہ در خواب خود آئیِ و سحر بر خیزی — ساغر از بادۂ نظارۂ پنہاں زدۂ

بہر سرگرمیِ ما خانۂ خرابان باید — حسنے از تابِ خود آتش بہ شبستاں زدۂ

فارغ از کشمکشِ عشوہ جنونے دارم — پشتِ پائے بسرِ کوہ و بیاباں زدۂ

حسن در جلوہ گری بانگِ شد منتِ غیر — ہر گل از خویشتن ست آتش داماں زدۂ

تا چہا مژدۂ خوں گرمیِ قاتل دارد — ناوک در رہِ دل قطرہ ز پیکاں زدۂ

خواستم شکوۂ بیدادِ تو انشا کردن — قلم از جوشِ رقم شد خسِ طوفاں زدۂ

وائے بر من کہ رقیب از تو بہ من بنماید — نامۂ واشدۂ مہر بہ عنواں زدۂ

ہدیہ آوردۂ از بزم حریفان را | رخ خوے کردہ ز شرم ولب دندان زدہٗ
بردورانجمن شعلہ رخانم غالب
ذوق پروانہ بردے چراغان زدہٗ

بر دست و پاے بند گرانے نہادہٗ | نازم بہ بندگی کہ نشانے نہادہٗ
ایمن نیم ز مرگ اگر رستہ ام ز بند | دلدوز ناوکے بہ کمانے نہادہٗ
گوہر ز بحر خیزد و معنی ز فکر ژرف | بر ما خراج طبع روانے نہادہٗ
تا در امید عمر بہ پندار بگزرد | از لطف در حیات نشانے نہادہٗ
تا خستۂ بلا نبود بے گریز گاہ | در مرگ احتمال امانے نہادہٗ
را از دست گر دلے بہ جفائے شکستۂ | داد دست گر سرے بسنانے نہادہٗ
دوزخ بہ داغ سینہ گدازے نہفتۂ | قلزم بہ چشم اشک فشانے نہادہٗ
بر ہر دلے فسون نشاطے دمیدہٗ | بر ہر تنے سپاس روانے نہادہٗ
ہر دیدہ را درے بہ خیالے کشودہٗ | ہر فرقہ را دلے بہ گمانے نہادہٗ
غالب ز غصہ مرد ہمانا خبر نداشت
کاندر خرابہ گنج نہانے نہادہٗ

ردیف یای تحتانی

نفس را بر در ایں خانہ صد غوغاست پنداری | دلے دارم کہ سر کار تمنا ہاست پنداری
حباب از ذوق عشاق ست موج از تیغ خوبانش | شہادت گاہ ارباب فنا دریاست پنداری
بگوشم میرسد از دور آواز درا امشب | دلے گم گشتۂ دارم کہ در صحراست پنداری
از و باور ندارد دعوے ذوق شہادت را | نگاہش با رقیب و خاطرش با ماست پنداری
در و دیوار را در زر گرفت آہ شرر بارم | شب آتش نوایاں آفتاب اندا است پنداری

فدایش جان کہ بہر کشتنم تدبیرہا دارد — عتاب من بہ بخت خویشتن بیجاست پنداری
گر سیتم آن قدر کز خون بیاباں لالہ زارے شد — خزان ما بہار دامن صحراست پنداری
جنون الفت بیچون خودے دارد تماشا کن — شکست صد دل از رنگ رخش پیداست پنداری

نوید وعدۂ قتلے بگوشم میرسد غالب
لب لعلش بکام بیدلان گویاست پنداری

گر ز نواہا سرودے چہ غمستی — سنکہ نیم گر نبودے چہ غمستی
رنگ زدودن نبرد ز آئینہ کلفت — گر ہمہ صورت زدودے چہ غمستی
گر غم دل بودے کہ تا دم مردن — ہم بخود از خود فزودے چہ غمستی
بخت خود ار بودے کہ تا بہ قیامت — بے خبر از خود غنودے چہ غمستی
نے بہ سخن مزدنے ستایش اگر من — کشت کدیور[1] دِرَودے چہ غمستی
نیست مشامے شمیم جوے اگر من — غالیہ چندین نسودے چہ غمستی
چون در دعوی تواں بہ لغو کشودن — من بہ ہنر گر کشودے چہ غمستی
چون دل یاراں تواں بہزل ربودن — من بہ سخن گر ربودے چہ غمستی
گر بہ مثل لال کشتمے کہ سخن ہا — گفتمے و خود شنودے چہ غمستی
گر بہ سخن مست گشتمے کہ بہ مستی — گفتہ خود راستودے چہ غمستی
حیف ز عیسے کہ در رفت و گرنہ — معجزۂ دم[2] نمودے چہ غمستی
آہ ز داؤد[3] کان نماند و گرنہ — نالہ بہ لحن آزمودے چہ غمستی

---

[1] کدیور (بہ یائے مجہول) کسان ۔ مالی۔ (لغات کشوری)

[2] دم عیسیٰ۔ یک معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام،

[3] داؤد نام پیغمبرے کہ پدر سلیمان علیہ السلام بود، در لحن او بسیار اثر آفریں بود۔

قافیہ غالب چو نیست پرس ز عرفی
گر من فرہنگ بودمے چہ غمستی

در بستن تمثال تو حیرت رقمستی
بینش کہ بہ پرکار کشائے علمستی

غم را بہ تنومندی سہراب گرفتم
خود موجہ از دشنہ رستم چہ کمستی

بیداد بود یکسرہ ہشتن بہ کمر بر
زلفے کہ زا بنوہے دل خم بہ خمستی

خرسندی دل پردہ کشائے اثرے ہست
شادم کہ مرا اینہمہ شادی بغمستی

گفتن ز میان رفتہ و دانم کہ ندانی
با من کہ بہ مرگم ز تو پرسش ستمستی

این ابر کہ شوید رخ گلہائے بہاری
از دامن ما پرورش آموز نمستی

در بادیہ از ریزش خونابہ مژگان
رو داد مرا ہر رگ خارے قلمستی

زان سان کہ نظر خیرہ کند برق جہانسوز
با حسرت تمنائے تو گفتن ز دو مستی

در عہد تو ہنگام تماشائے گل از شرم
نظارہ و گل غرقہ بخوناب ہمستی

زین نقش نو آئیں کہ بر انگیختہ غالب
کاغذ ہمہ تن وقف سپاس قلمستی

اے بہ صدمہ آہے بردلت ز ما بارے
این قدر گران نبود نالۂ ز بیمارے

دہ کہ با چنین طاقت راہ بردم تیغ ست
پائے بر نمی تابد رنج کاوش خارے

در جنون بمن ماناست گرز عجز خون گردد
نالۂ کہ برخیزد از دل گرفتارے

غم چہ در ربود از ما اینک انچہ بود از ما
سینہ داند وہے خاطرے و آزارے

اے فنا درے بکشا تو کہ در تو بہ گریزد
ہم ز خلق نومیدے ہم ز خویش بیزارے

بہرہ از وجودم نیست زین کشش کشودم نیست
یاد داغ رفتارے دست حسرت کارے

ناز مومن و کافر بر چہ دستگاہ آخر
سبحۂ و مسواکے قشقۂ و زنارے

ہر جنون صلائے زن عقل را قفائے زن
دادہ زنامردی سر بہ بند دستارے

شوخیِ شمیمش بین جنبشِ نسیمش بین غنچہ راست آہنگے سرو راست رفتارے

کاش کان بتِ کاشی[1] در پذیردم غالب
بندۂ توام گویم گویدم زناز آرے

بدین خوبی خرد گوید کہ کام دل مخواہ از وے نکورو وے نکو کار و نکو نام ست آہ از وے
نگارم سادہ و من رند رنگ آمیز رسوایم چہ نقشِ مدعا بندم بدین روئے سیاہ از وے
بموج نالہ میر و یم غبار از دامن زینش کمین ہا دیدہ ام غافل نیم در صیدگاہ از وے
جنونِ رشک را نازم کہ چوں قاصد رواں گردد دو دم بیخودیش گیرم نامہ اندر نیمہ راہ از وے
چہ سنجم داوری با سامری سرمایہ محبوبے کہ باشد چوں دلِ داور زبان ادخواہ از وے
زہم دوریم با اینمایہ نسبت نامرادی بین شب تاریک از ما باشد و روئے چو ماہ از وے
شکستن را خدایا ہم بدیں اندازہ قسمت کن دلے از ما و عہدِ طرۂ طرفِ کلاہ از وے
بتاں را جلوۂ نازش بوجد آرد شگرفے بیں برہمن باشد از ما دیر گرد و خانقاہ از وے
شدم غرق نشاطِ نظارۂ و با غیر در تابم کہ دانم می تراود دعوی ذوق نگاہ از وے
نگاہش تیز تمکیں باشد و چو مژگاں سرکش ست آرے فرو ماند سپہ دارے کہ برگرد سپاہ از وے

بہ غالب آشتی کردیم دیگر داوری نبود
گزافِ دامی از ما شراب گاہ گاہ از وے

نخواہم از صفِ حوراں صد ہزار یکے مرا بس ست ز خوبان روزگار یکے
سراغِ وحدت ِ اتش تواں ز کثرتِ جست کہ سائر ست در اعداد بیشمار یکے
کسے کہ مدعی سستی اساس فاست نشان دہد ز بناہاے استوار یکے
چگویم از دل و جانے کہ در بساط منست ستم رسیدہ یکے نا امیدوار یکے

---

[1] مراد از کاشی، شہر بنارس، است، شہرے ست مشہور در خطۂ شمالی ہند، کہ دران معابدہ و منادر اہل ہنود بسیار اند از یں سبب ایں شہر را مقدس شمارند۔

دو برق فتنہ نہفتند در کفِ خاکے بلاے جبر یکے رنجِ اختیار یکے

دلا منال کہ گویند در صفِ عشاق ستوہ آمدہ از جورِ خوے یار یکے

ز نالہ ام بدلت میرسد ہزار آسیب نہ شد کہ سنگ تو بیرون دہد شرار یکے

مرو ز آئینہ خانہ کہ خوش تماشائے ست یکے ز محو خودی و چو تو ہزار یکے

زہے نگاہ سبک سیر و شرم دور اندیش یکے بدزدی دل رفتہ پردہ دار یکے

قماشِ ہستی من یکسر آتش ست آتش مرا چو شعلہ بود پشت و روے کار یکے

چہ شد کہ ریختۂ ز بال تنگ صد ہزار سخن بخون سرشتہ نواے ز دل بر آر یکے

دم از ریاستِ دہلی نمی زنم غالب
منم ز خاک نشینان آن دیار یکے

اندوہ بر افشانے از چہرہ عیانستے خوں ناشدہ رنگ اکنوں از دیدہ روانستے

غم راست بدل سوزی سعی ادب آموزی انداخنگانش را اندازہ نشانستے

صد رہ بہوس خود را با وصل تو سنجیدم یک مرحلہ تن وانگہ صد قافلہ جانستے

ذوق دل خود کامش دریاب ز فرجامش ہر حلقۂ گلدامش چشمے نگرانستے

رد تن بخرابی دہ تا کار رواں گردد طوفاں زدہ زورق را ہر موج عیانستے

چشمے کہ بما دارد ہم رو بقفا دارد خود نیز رخ خود را از حیرتیانستے

جاں باغ و بہار ما در پیش تو خاکستے تن مشت غبار ما در کوے تو جانستے

راز تو شہیداں را در سینہ نمی گنجد ہر سبزہ دریں مشہد ما نا بزبانستے

ساقی بزر افشانے دانم ز کریمانے پیمانہ گراں تر ہست گر بادہ گرانستے

فیض ازلے نبود مخصوص گروہے را حرفے ست کہ مے خوردن آئین مغانستے

ہم جلوہ دیدارخش در دیدہ نگاہستے ہم لذت آزارش در سینہ روانستے

غالب سر خم بکشا پیمانہ بمے در زن
آخر نہ شب ماہست گیرم رمضانستے

تا بم زِ دلِ برد کا فرادائے
بالا بلندے کوتہ قبائے

از خوے ناخوش دوزخ نہیبے
وز روے دلکش مینو لقائے

در دیر گیرے غافل نوازے
در زود میرے عاشق ستائے

زردُشت کیشے آتش پرستے
برسم گزارے زمزم سرائے

چون مرگ ناگہ بسیار تلخے
چون جان شیرین اندک وفائے

درکام بخشے ممسک امیرے
در دستانے میرم گدائے

گستاخ سازے پورش پسندے
طاقت گدازے صبر آزمائے

درکینہ ورزے تفسیدہ دشتے
در مہربانی بستان سرائے

از زلف پرخم مشکین نقابے
از تابش تن زرین ردائے

در عرض دعوے لیلے نکوہے
برزعم غالب مجنوں ستائے

بدل زعربدہ جانے کہ داشتی داری
شمار عہد وفائے کہ داشتی داری

بلب چہ خیزد از انگیز وعدہ ہاے وفا
بدل نشست جفائے کہ داشتی داری

تو کے ز جور پشیمان شدی چہ میگوئی
در دروغ راست نمائے کہ داشتی داری

بسینہ چون دلِ در دل چو جان خزیدی دباز
نگاہِ مہر فزائے کہ داشتی داری

عتابِ مہرِ تو از ہم شناختن نتوان
خرد فریب ادائے کہ داشتی داری

خراب بادۂ دوشینۂ مسرت گردم
ادائے لغزش پائے کہ داشتی داری

بہ کردگار نگر دیدی وہمان بفسوس
حدیث روز جزائے کہ داشتی داری

کرشمہ بار نہالے کہ بودۂ ہستی
بسرز فتنہ ہوائے کہ داشتی داری

ہنوز نارپے غمزہ گم نداند کرد
ادائے پردہ کشائے کہ داشتی داری

جہانیان ز تو برگشتہ اند گر غالب
ترا چہ باگ خدائے کہ داشتی داری

اگر بشرح سخن در بیاں بگردانی
زسوے کعبہ رخ کارداں بگردانی

بہ بیم ناز کہ طرح جہان نو فگنی
زمین بجترے د آسماں بگردانی

بیک کرشمہ کہ بر گلبن خزاں ریزی
بہار را بدر بوستاں بگردانی

بخاطرے کہ در آئی بجلوہ آرائی
بلاے ظلمت مرگ از رداں بگردانی

بہ گلشنے کہ خرامی بہ بادہ آشامی
قدح ز جوشش گل دارغواں بگردانی

بکوے غیر روے چون مرا بہ رہ نگری
بجبہہ چین فگنی و عناں بگردانی

دفا ستاے شوی چون مرا بیاد آری
بہ خویش طعنہ زنی وزباں بگردانی

بہ بیم خوئے خودم در عدم بہ خوابانی
بہ ذوق روے خودم در جہاں بگردانی

بہ بذلہ خاطر اسلامیاں بیازاری
بہ جلوہ قبلۂ زردشتیاں بگردانی

اجازتے کہ کنم نالہ تا کجا غالب
زلب بہ سینۂ تنگم نغان بگردانی

اے موج گل نوید تماشاے کیستی
انگارۂ مثال سراپاے کیستی

یہودہ نیست سعی صبا در دیار ما
اے بوے گل پیام تمنائے کیستی

خوں گشتم از تو باغ و بہار کہ بودۂ
کشتی مرا بہ غمزہ مسیحائے کیستی

یادش بہ خیر تا چہ قدر سبز بودۂ
اے طرف جوئبار چمن جائے کیستی

از خاک عزقۂ کف خونے دمیدۂ
اے داغ لالہ نقش سویدائے کیستی

نشنیدہ لذت تو فرد میرود بدل
اے حرف محو لعل شکر خائے کیستی

با نوبہار ایں ہمہ سامان ناز نیست
فہرست کارخانۂ یغمائے کیستی

در شوخی تو چاشنی پر نشا نیست
بے پردہ صید دام تپشہائے کیستی

از ہیچ نقش غیر نکوئی ندیدۂ
اے دیدہ محو چہرۂ زیبائے کیستی

با ہیچ کافر اینہمہ سختی نمی رود
اے شب بمرگ من کہ تو فردائے کشتی

غالبؔ نوائے کلک تو دل می برد ز دست
تا پردہ سنج شیوۂ انشائے کیستی

کافرم گر از تو باور باشدم غم خوارئی
آز مند التفاتم کردہ ذوق خوارئی

از کنار دجلہ آتش خانہ چندان دور نیست
کشتی ما بر شکستن زد در ستان یارئی

شاد باش اے غم ز بیم مرگم ایمن ساختی
گشت صرف زندگانی بود گرد شوارئی

رشک بنود گر خدنگت جانب دشمن گرفت
در دم ساطور پنہان ست زخم کارئی

برق از تہمت کباب بے محابا سوزئی
مرگ از لطفت ہلاک درد منّد آزارئی

باخرد گفتم چہ باشد مرگ بعد از زندگی
گفت بے خواب گرانے از پس بیدارئی

اے دل از مطلب گزشتم دستگاہت راچہ شد
شیوۂ شورے نغانے اضطرابے زارئی

دارد انداز تسلسل در ضمیرم شوق دوست
ہمچو رقص نالہ در کام ولب زنہارئی

دل نفس دزدید وخوں گردید بخت چشم ہیں
کش بہ لعل و دُر توانگر کردہ دُزد انشارئی

زلّہ بردار ظہوری باش غالبؔ بخت چیست
در سخن درویشی باید نہ دکّان دارئی

رفت آنکہ کسب بوے تو از باد کردمے
گل دیدمے و ردے ترا یاد کردمے

رفت آنکہ گر براہ تو جان دادمے ز ذوق
از موج گرد رہ نفس ایجاد کردمے

رفت آنکہ گر لبت نہ بنفرین نواختے
رنجیدمے و عربدہ بنیاد کردمے

رفت آنکہ تیس را بستگی ستودمے
در چابکے ستائش فرہاد کردمے

رفت آنکہ جانب رخ و قدت گرفتمے
در جلوہ بحث با گل و شمشاد کردمے

رفت آنکہ در ادائے سپاس پیام تو
ہر گونہ مرغ صد قفس آزاد کردمے

اکنون خود از وفائے تو آزار می کشم
رفت آنکہ از جفائے تو فریاد کردمے

بندم مسنہ ز طرہ کہ تابم نماندہ است
رفت آنکہ خویش را ببلا شاد کردمے

آخر بداد گاہِ دگر اوفتاد کار
رفت آنکہ از تو شکوۂ بیداد کردمے

غالب ہوائے کعبہ بسر جا گرفتہ است
رفت آنکہ عزم خلّخ و نوشاد کردمے

مژدۂ خرمی دبے غللی را مانی
ابدی جنت و فیض ازلی را مانی

بسکہ ہموارہ دلاویزی و شیریں حرکات
سایۂ طوبے و جوے عسلی را مانی

جلوہ فرمائی و جاوید نمائی بہ کسے
سیمیائی و بہشت عملی را مانی

بستم معنے پیچیدۂ نازک باشی
اے کہ در لطف رقمہاے جلی را مانی

بہ توانائی کوشش نتواں یافت ترا
سرخوشیہاے قبول ازلی را مانی

جز بہ چشم و دل دلاگہراں جانہ کنی
جلوۂ نقش کف پاے علی را مانی

بدل ہر کہ بہ چشم تو در آید ناگاہ
داری آں مایہ تصرف کہ ولے را مانی

اے کہ در طالع ما نقش تو ہرگز نہ نشست
زہرۂ حوتی[1] و شمس حملی را مانی

اندریں شیوۂ گفتار کہ داری غالب
گر ترنّج نکنم شیخ علی را مانی

اے کہ گفتی ندہی داد دل آرے ندہی
تا چو من دل بہ جفا شیوہ نگارے ندہی

چشمۂ نوش ہما نا نترا ود ز دلے
کش نگیری و در اندیشۂ خارے ندہی

ماہ و خورشید دریں دائرہ بیکار نیند
تو کہ باشی کہ بہ خود زحمت کارے ندہی

پاے را خضر قدم سنجی کوئے نشوی
دوش را قدر گرانستگی بارے ندہی

سر براہ دم شمشیر جوانے نہ نہی
تن بہ بند خم فتراک سوارے ندہی

سینہ را ختۂ انداز فغانے نہ کنی
دیدہ را مالش بیداد غبارے ندہی

---

[1] مراد برج حوت و برج حمل

بخون بذوق غم یزدان نشناسی نخوری — دین به مهر حق الفت مگزارے ندہی
آخر کار نہ پیداست کہ در تن فسرد — کفِ خونے کہ بدان زینت دارے ندہی
حیف گر تن بہ سگان سر کوئے نرسد — وائے گر جان بسر راہگزارے ندہی
رہزناں اجل از دست تو ناگاہ برند — نقد ہوشے کہ بسودائے بہارے ندہی
بخم طرۂ حوران بہشت آویزند — نازِ پر دردہ دلے راکہ بیارے ندہی

گر تنزل بنود ابر بہاری غالب
کہ در افشانی وزر افشاندہ شمارے ندہی

ہمنشین جان من وجان تواین انگیز ہے — سینۂ از ذوق آزار منش لبریز ہے
غیر دانم لذت ذوق نگہ دانستہ است — کز پے قتلم بدستش داد تیغ تیز ہے
میچکد خونم رگ ابر ست آن فتراک ہائے — می تپد خاکم رم بادست آن شبدیز ہے
بر سر کوے تو بیخود گشتنم از ضعف نیست — کشتۂ رشکم نیارم دید خود را نیز ہے
ننگ باشد چشم بر ساطور و خنجر دوختن — غنچہ آسا سینۂ خواہم جراحت خیز ہے
تیشہ را نازم کہ بر فرہاد آسان کرد مرگ — خنجر شیر دیۂ جاں دادن پر ویز ہے
غمزہ را زان گوشۂ ابرو کشادِ دیگرست — آں خرام توسن وایں جنبش مہمیز ہے
ریزش خشتے زدر و دیوار برگ راحت ست — خاک را کاشانۂ ما کردہ بالیں خیز ہے
گفتم آرے رونق بازار کسری بشکنے[۱] — گرم کردی درجہاں ہنگامۂ چنگیز ہے[۱]

غالب از خاک کدورت خیز ہندم دل گرفت
اصفہان ہے یزد ہے شیراز ہے تبریز ہے

خشنود شوی چون دل خشنود نیابی — ترسم کہ زیا نکار کسے سود نیابی

---

[۱] چنگیز خاں شہنشاہ منگول کہ لرزندۂ جہان تا مند، در ظلم وستم و غارت گری یگانۂ عہد خویش بود۔

از قافلۂ گرم روان تو نباشد　　رختے کہ بہ سیلش شرر اندود نیابی
فرقیست نہ اندک ز دلم تا بدل تو　　معذوری اگر حسن مرا زود نیابی
بر ذوق خداداد نظر دوختگانیم　　در سینۂ ما زخم نمک سود نیابی
در وجد بہ ہنجار نفس دست نشانیم　　در حلقۂ ما رقص دف و عود نیابی
در مشرب ما خواہش فردوس بجوئی　　در مجمع ما طالع مسعود نیابی
در بادۂ اندیشۂ ما دُرد نہ بینی　　در آتش ہنگامۂ ما دود نیابی
چوں آخر حسنت بما ساز کہ دیگر　　باہم کششے مانع مقصود نیابی
آں شرم کہ در پردہ گری بود نداری　　آن شوق کہ در پردہ دری بود نیابی

غالب بہ دکانے کہ بامید کشودیم
سرمایۂ ما جز ہوس سود نیابی

سرچشمۂ خون ست ز دل تا بزبان ہاے　　دارم سخنے با تو و گفتن نتوان ہاے
سیرم نتوان کرد ز دیدار نکویاں　　نظارہ بود شبنم و دل ریگ روان ہاے
ذوقیست دریں مویہ کہ بر نعش منتش　　ہا دل شدۂ ہیچ مگوے ہمہ داں ہاے
در خلوت تابوت ز نقست زیادم　　بر تختۂ درد و ختہ چشم نگراں ہاے
اے فتوی ناکامی مستاں کہ تو باشی　　مہتاب شب جمعۂ ماہ رمضاں ہاے
باد اور ناگفتہ شنو رفت حوالت　　دردی کہ بہ گفتن نہ پزیرفت گراں ہاے
از جنت و سرچشمۂ کوثر چہ کشاید　　خوں گشتہ دل و دیدہ خونابہ فشاں ہاے
در زمزمہ از پردہ و ہنجار گزشتیم　　رامشگری شوق بآہنگ فغاں ہاے
سیماب تنے کز رم برق ست نہادش　　گر دیدہ مرا مایۂ آرامش جاں ہاے

غالب بدل آویز کہ در کار کہ شوق
نقشے ست دریں پردہ بصد پردہ نہاں ہاے

زاہد کہ و مسجد چہ و محراب کجائی — عیدست و دم صبح مے ناب کجائی

دریا ز حباب آبلہ پائی طلب تست — نور نظر اے گوہر نایاب کجائی

بوے گل و شبنم نسزد کلبۂ مارا — صرصر تو کجا رفتی و سیلاب کجائی

حشرست و خدا داور و ہنگامہ بپایاں — اے شکوۂ بے مہری احباب کجائی

آں شور کہ گرداب جگر داشت ندارد — اے لخت دل غرقہ بخوناب کجائی

با گرمی ہنگامۂ خواہش نہ شکیبم — آتش بہ شبستان زدم اے آب کجائی

چون نیست نمکسائی اشکم بفغانم — کاے روشنی دیدۂ بیخواب کجائی

غواصی اجزاے نفس دیر ندارد — از دل ندمے داغ جگرتاب کجائی

شوریست فواریزی تارِ نفسم را — پیدا نۂ اے جنبش مضراب کجائی

بنمائی بہ گوسالہ پرستان ید بیضا
غالب بسخن صاحب فرتاب کجائی

دل کہ از من مر ترا فرجام ننگ آرد ہمی — بر سر راہ تو با خویشم بہ جنگ آرد ہمی

پنجۂ نازک ادائیش را نگارے دیگرست — خون کند دل را نخست آنگہ بچنگ آرد ہمی

بوسہ گر خواہی بدین تنگی بہ پیچید تنگ تنگ — عذر اگر باید بمستی رنگ رنگ آرد ہمی

آنکہ جوید از تو شرم و آنکہ خواہد از تو مہر — تقوے از میخانہ و داد از فرنگ آرد ہمی

بازوے تیغ آزماے داشتی انصاف نیست — کز تو بختم مژدۂ زخم خدنگ آرد ہمی

گر نہ در تنگی دہانِ دوست چشم دشمن ست — از چہ رو بر کام جویاں کار تنگ آرد ہمی

تا دراں گیتی شوم پیشِ شہیداں شرمسار — رنجد و بیہودہ در قتلم درنگ آرد ہمی

خواہدم در بندِ خویش اما بغز جامِ بلا — حلقۂ دام من از کام نہنگ آرد ہمی

ہمچناں در بندِ سامانِ مرادش سخنے — گر بجاے شیشہ بخت از دست سنگ آرد ہمی

چشمِ خلقے سرمہ جوئے رہِ غالب درمیاں
در روشِ اندیشہ با با دمِ بجنگ آورد ہمی

دیدہ ورے کہ تا نہد دل بشمارِ دلبری — در دلِ سنگ بنگرد رقصِ بتانِ آذری
فیضِ نتیجۂ ورع از مئے و نغمہ یافتیم — زہرۂ ما بریں افق دادہ فروغِ مشتری
تا نبود بہ لطف و قہر ہیچ بہانہ درمیاں — شکر گرفت نارسا شکوہ شمرد سرسری
اے تو کہ ہیچ ذرّہ را جز بہ رہِ تو روئے نیست — در طلبت تواں گرفت بادیہ را بہ رہبری
ہر کہ دل است در برش داغِ تو در رہش ز دل — تا چو بدیگرے دہد باز بہے بداوری
بسکہ بہ فنِّ عاشقی غیرتِ غیر جاں گزاشت — با تو خوشم کہ جز تو نیست بدے بہر کہ آوری
رشکِ ملک بچہ رو دہد چوں بتو رہ نمی برد — بیہدہ در ہوائے تو می پرد از سبک سری
حیف کہ من بجنوں تہم دز تو سخن رود کہ تو — اشک بدیدہ بشمری نالہ بسینہ بنگری
کوثر اگر بمن رسد خاک خورم زبے نمی — طوبیٰ اگر زمن شود ہیمہ کشم زبے بری
دردِ ترا بوقتِ جنگ قاعدۂ نہفتنی — فکرِ مرا بزیرِ زنگ آئینۂ سکندری

بینی ام از گدازِ دل در جگر آتشے چو سیل
غالب اگر دمِ سخن رہ بہ ضمیرِ من بری

زبسکہ با تو بہر شیوہ آشنا ستے — بہ عشق مرکزِ پرکارِ فتنہ ہاستے
امیدگاہِ من و ہچو من ہزار یکے ست — ز رشک در صددِ ترکِ مدعاستے
سخن ز دشمن و غمہائے ناگوارش نیست — ز دوست داغِ ستمہائے ناروا ستے
دیت مگوئے و ملامت مسنج و فتنہ مگیر — چہ شد کہ ہیچ کسم بندۂ خداستے
بہ سرمہ غوطہ وہیدم کہ در سیہ مستی — ز شرمگینیٔ چشمِ سخن سراستے
ستم نگر کہ بدیں بختِ تیرہ کہ مراست — ز بہرِ فرقِ عدو سایۂ ہماستے
چگونہ تنگ توانم کشیدنت بہ کنار — کہ با تو در گلہ از تنگیٔ قباستے

نکردہ وعدہ کہ بر عاجزاں ببخشاید   امید سنجِ فغانہاے نارسا ستے

بہ بادہ داغِ خودی از رواں فرو شستہ   ہلاکِ مشربِ رندانِ پارسا ستے

بہ نزہ ذوقِ طلب می فزایدم غالب

کہ باد درکف و آتش بہ زیرِ پا ستے

دلم در نالہ از پہلوے داغِ سینہ تاب ستے   بر آتش پارہ پیچیدہ لختے از کباب ستے

بہارم دیدن و رازم شنیدن بر نمی تابد   نگہ تا دیدہ خونستے و دل تا زہرہ آب ستے

ہجومِ جلوۂ گل کاروانم را غبار ستے   طلوعِ نشۂ مے مشرقم را آفتاب ستے

فغانم را نواے صورِ محشر ہم عنانستے   بیانم را رواجِ شورِ طوفاں در رکاب ستے

زغالم نالہ می روید ز داغم شعلہ می بالد   رسیدے گرد را ہستے و دیدے اضطراب ستے

خطاے سر زد از بے صبریٔ و شرمندۂ نازم   بحسرت مردن استغناے قاتل را جواب ستے

دلم صبحِ شبِ وصلِ تو بر کاشانہ می لرزد   در و بامم بوجد از ذوقِ بوئے رختِ خواب ستے

نہ بے جان و دلم کز ہفت دوزخ یادگار ستے   خوشا پا تا سرت کز ہشت گلشن انتخاب ستے

دلم می جوئی و از رشک می میرم کہ در ہستی   چہ انداں گوشۂ ابروے ارشادت کامیاب ستے

محبت در بلا اندازہ می جوید مقابل را   کتانِ ہوش را ہر جلوۂ گل ماہتاب ستے

گلویم تشنہ و جان و دلم افسردہ بے ساقی   بدہ نوشینہ دارو ئے کہ ہم آتش ہم آب ستے

سپاس از جامِ مے خوارانِ استغنا سنا ستے   شکایت از دعا گویانِ اندازِ عتاب ستے

نگویم خالی از نامِ تو در دل بودہ داں گہ   دلے دارم کہ ہمچوں خانۂ ظالم خراب ستے

منال از عمر و سازِ عیش کن کز یادِ نوروزی   بہ گلخن جلوۂ رنگینیٔ عہدِ شباب ستے

طفیلِ دستِ عالم غالبا دیگر نمی دانم

گر از خاک ستے آدم پاے نامِ بو تراب[1] ستے

---

[1] بو تراب کنیت حضرت علی رض

متفرق غزلیات[۱]

اے خداوندِ خردمند جہان داورِ دانا
وے بہ نیروے خرد بر ہمہ کردار توانا

اے برفتار و بدیدار، ز زیبائی و خوبی
سروِ نوخاستہ، آسامہِ ناکاستہ مانا

بہ ادا، پایہ فزایا، بنظر عقدہ کشایا
بکرم ابر عطایا، بغضب برق سنانا

بہ نگہ خستہ نوازا، بہ سخن بذلہ طرازا
بہ قلم غالیہ سایا، بہ نفس عطر فشانا

شہ نشان کلب علی خان کہ توئی یوسفِ ثانی
نبود ثانی و ہمتاے تو در دہر ہمانا

دانم از حال و مآلم خبرے داشتہ باشی
سرنوشتِ ازلی گرچہ ندار خط خوانا

دشمنم چرخ تو بینی و نسوزی بعتابش
بہ حسد صاعقہ ریزا، بہ محب فیض رسانا

جانشینِ تو کند نام ترا زندہ بہ گیتی
باد فردوسِ برین جائے تو فردوسِ مکانا

غالب از غم چہ خروشی بتو زیباست خموشی
با کریمِ ہمہ دان، ہیچ مگو ہیچمدانا

۲

بجز دفعِ غم ز بادہ نبود دست کامِ ما
گوئی چراغِ روزِ سیاہ است جامِ ما

در خلوتش گزر نبود باد را مگر
صرصر بخاکِ راہ رساند پیامِ ما

اے بادِ صبح عطرے ازان پیراہن بیار
تسکین ز بوے گل نپزیرد مشامِ ما

ہر بار دانہ بہرِ ہما افگنیم و مور[۲]
آید بدام و دانہ رباید ز دامِ ما

گفتی چو حال دل شنود مہربان شود
مشکل کہ پیشِ او دست توان برد نامِ ما

۱؎ این ۹ غزلیات و اشعارِ متفرق از "سبدِ چین" ماخوذ اند و در ہیچ نسخہ مطبوعہ کلیات شامل نیستند۔ و ہمین ۹ غزلیات در "باغ دو در" موجود اند۔ "باغ دو در" مطبوعہ اردو مجلس کالج لاہور، ماہ نومبر ۱۹۶۹ء مرتبہ ڈاکٹر وزیر حسن عابدی

۲؎ در باغ دو در "مرغ" است

از ما بما پیام دہیم از ما بما سلام | رنج دلی مباد، پیام و سلام ما
مقصود ما ز دہر ہر آئینہ نیستی ست | یارب کہ ہیچ دوست مبادا کلام ما

غالب بقول حضرت حافظ ز فیض عشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

منع ز صہبا چرا، بادہ ز دان پرورست | خوف ز عصیان عبث، خواجہ شفاعت گر است
پرتو مہر و مہ ست نور بچشم اندرون | گرچہ بود در قدح اصل مے از کوثر است
عہد جوانی گزشت توبہ نکردم ہنوز | بادہ بہ پیران سری نیک بمن درخور است
اے بمن آویختہ پارۂ از جا بگرد | تا نہ فتد بر زمین بادہ کہ در ساغر است
پند بہ ہنگام دی خوش بود آب و ہواش | ورنہ بود گل زگل محمل گل خوشتر است
ایکہ ز نظارہ حسن بتان مانعی | چشم تو گر بستہ اندر و کہ دو گوشم کر است
خستۂ یار خودم، باغ و بہار خودم | ہر مژہ خونفشان شاخ گل احمر است
صبح رسید از ہوا، مرغ ہمایون ہما | گفت کہ مکتوب تو در خور این شہپر است
گفتم اگر خوش کنی در نگنی حرف من | بال تو از بہر دست مرد حرا در خور است
در لبوئے جادہ میردی البتہ رو | سایہ بفرق تش فگن آنکہ ہمایون فر ست
نامۂ من سوئے دوست خان جہانخان ببر[1] | آنکہ ز پہلوئے دوست نامی و نام آور ست
خود ز کف نامہ بر نامہ ستاند بہ سر | آنکہ جہان را مہ ست آنکہ سران را سر است
ابر بہارش مخوان بحر و دانش مدان | محتشم الدولہ را دست و دلے دیگر ست
آن شہ خوبان چرا ناز ز افسر کشد | خود کلہ از فرخی بر سر او افسر ست
نامہ کہ بے نام اوست طائر بے بال و پر | شعر کہ بے مدح اوست شاہد بے زیور ست

---

[1] در سبد چین مرتبہ مالک رام "ببرد" است و در باغ دو در "ببر" صحیح است

مدحِ چنین شہ فشان سہل شمارد ہمی
غالبِ وحشی نگر کش چہ ہوا در سر ست

ہم انا اللہ خوان درختے را بگفتار آورد
ہم انا الحق گوی مردے را بدار آورد

ایکہ پنداری کہ ناچار است گردون در روش
نیست ناچار آنکہ گردون را برفتار آورد

نکتہ داریم و بایاران ہمی گوئیم فاش
طالبِ دیدار باید تاب دیدار آورد

دانہ ہا چون رہ نزد از تسبیح تارے بیش نیست
این مشعبد دیرگاہ از سبحہ زنار آورد

جذبِ شوقش بین کہ در ہنگام برگشتن ز دیر
در قفائے خویشتن بت را برفتار آورد

آن کند قطعِ بیابان این شگافد مغزِ کوہ
عشق ہر یک را بطرزِ خاص در کار آورد

آہِ ما را بین کہ نارد از دلِ سختش خبر
باد را نازم کہ بو از سوئے کہسار آورد

زدما حیف ست گو نزدِ زلیخا میل باش
جذبہ کز چاہ یوسف را بہ بازار آورد

ہر انارے را کہ افشاریم از وے خون چکد
ہر نہالے را کہ بنشانیم دل بار آورد[۳]

نیست چون در منطقش جز ذکرِ شاہد حرف و صوت
شاہدے باید کہ غالب را بگفتار آورد

درد[۱] ناساز است و درمان نیز ہم
دہر بے پروا و یزدان نیز ہم

اجرِ ایمان سود دانش گو مدہ
آنکہ دانش داد و ایمان نیز ہم

شہ ز بزمم گر براند غم کراست
فارغم از بنگِ حرمان نیز ہم

طاعتم می نگذرد اندر ضمیر[۲]
نیست باقی ذوقِ عصیان نیز ہم

۱؎ در باغ دودر مرتبہ ڈاکٹر سید وزیر حسن "در ناساز است" و در سبدِ چین مرتبہ مالک رام دردِ ناساز است

۲؎ در باغ دودر مرتبہ سید وزیر حسن عابدی "ضمیر است" و در سبدِ چین "ضمیر"

۳؎ این شعر در باغ دودر نیست

عشق و آنگہ استعاراتِ دروغ　　　اے دَرِم زخم و نمکدان نیز ہم

منکہ ہر دم بے اجل میرم ہمی　　　میتوانم زیست بیجان نیز ہم

رفتہ است از دل نشاطِ بزم و باغ　　　وان ہوائے ابر و باران نیز ہم

خامشی تنہا نہ جان را می گزد　　　این نواہائے پریشان نیز ہم

آنکہ پندارند حافظ بودہ است

غالب آشفتہ بود آن نیز ہم

ہاں من عاشقِ ذاتم تنہ ناہا یاہو　　　ناظرِ حسن صفاتم تنہ ناہا یاہو

موسیٰ و خضرِ تماشائے تجلی بہ طور　　　من نہ در بندِ جہاتم تنہ ناہا یاہو

شررِ آتشِ رخشندہ عشقم کہ یکے ست　　　دمِ میلاد و وفاتم تنہ ناہا یاہو

ظلمتِ کفر مبین روشنیِ طبع نگر　　　چشمۂ آبِ حیاتم تنہ ناہا یاہو

فنِ تحریر بمن نازد و من فارغ ازان　　　مرجعِ کلک و دواتم تنہ ناہا یاہو

بردرِ دوست ہمی بیہدہ نالم کہ مباد　　　رنجہ از صبر و ثباتم تنہ ناہا یاہو

پرورشش جز بخورش نیست ہمانا رازق　　　بر جگر دادہ براتم تنہ ناہا یاہو

بجرمِ عالم ارواح بپاداشِ عمل　　　خستۂ قیدِ حیاتم تنہ ناہا یاہو

تکیہ بر مغفرتِ اوست نہ بر طاعتِ خویش　　　تارکِ صوم و صلاتم تنہ ناہا یاہو

چشم دارم کہ برہ ردی دہد بیخودی　　　جز بدین نیست نجاتم تنہ ناہا یاہو

غالبم تشنۂ مہتاب نہ ہم چون حافظ

مایلِ شاخِ نباتم تنہ ناہا یاہو

از جسم بجان نقاب تا کے　　　این گنج درین خراب تا کے

این گوہرِ پر فروغ یارب — آلودۂ خاک و آب تا کے
این راہ روِ مسالکِ قدس — واماندۂ خورد و خواب تا کے
بیتابیِ برق جز دمے نیست — ما و این ہمہ اضطراب تا کے
جان در طلبِ نجات تا چند — دل در تعبِ عتاب تا کے
پرسش ز تو بیحساب باید — غمہائے مرا حساب تا کے

غالب بچنین کشاکش اندر
یا حضرتِ بوتراب تا کے

۸

خوشم کہ چرخ بکوے توام زپا انداخت — کہ ہم ز من پے من خلد را بنا انداخت
چو نقشِ پا ہمہ افتادگی ست ہستیٔ من — ز آسمان گلہ نبود اگر مرا انداخت
سوادِ سایہ ہمان صورتِ گلیم گرفت — ہمائے فرخ اگر سایہ بر گدا انداخت
ز رزقِ خویش چسان برخورم کہ دربِ قضا — بکشت خوشہ درود، و درآسیا انداخت
بعزّ و ناز منہ دل کہ افتد آخرِ کار — ز فرقِ مہر کلاہے کہ بر ہوا انداخت
بطعنِ بے اثریہائے نالہ ما را کشت — ز کیشِ ماست خدنگے کہ سوے ما انداخت
صحیفہ پیشِ نگاہ و نگاہ کز کلک تیز — دریغ گر بسرِ حرف مدعا انداخت
اگر نہ لطفِ شبِ وصل کاستن میخواست — زردزِ ہجر سخن درمیان چرا انداخت
ستم کہ با جگرِ تشنہ می نوردم راہ — بوادیے کہ خضر کوزہ و عصا انداخت

فغان ز غفلتِ غالب کہ کارش از مستی
ز دست رفتہ و داند کہ با خدا انداخت

۹

آسمانِ بلند را میسرم — ابر کحلی پرند را میسرم

می زیبد مرا ببازیچہ
دلِ زار و نژند را میرم

شوریِ اشک در نظر خوار ست
تلخیِ زہر خند را میرم

سخنم مدحِ حضرتِ اعلیٰ ست
سخنِ دل پسند را میرم

سرِ راہش نشستنم ہوس است
خاکِ پائے سمند را میرم

رہ نشینِ ویم ز ہے توقیر
طالعِ ارجمند را میرم

جذبِ الفت بسوے وے کشدم
این تو آئین کمند را میرم

میکند رخنہ در جگر غمِ ہجر
این جگر در کلند را میرم

شاعرم منشیم ظریف و شریف
این اضافاتِ چند را میرم

داعیہ جوید ز حضرتِ اعلیٰ
غالبِ مستمند را میرم

۱۰

بمقصدے کہ مر آن رادہِ خدا گویند
برو، برو کہ ازان سو بیا بیا گویند

کسے کہ پائے ندارد چگونہ راہ رود
خود اہلِ شرع درین داوری چہا گویند

ز رمزِ تجلّیِ انا اللہ گوئے ناگاہ
حدیثِ جلوہ گر و موسیٰ و عصا گویند

مگر ز حق نبود شرم حق پرستان را
کہ نامِ حق بزند و ہمین انا گویند

ز قولِ شان نبود، دل نشینِ اہلِ نظر
جز آن صفات کہ از ذاتِ کبریا گویند

نخواندہ در کتب ناشنیدہ از فقہا
بغیرِ بے مزہ واگویہ ہا کہ وا گویند

دم از وجودِ کہ ذنبٔ زدند بے خبران
چسان عطیۂ حق را گناہِ ما گویند

بلے گناہ بود دعویِ وجود از ما
بہ اہلِ راز چنین گوئی تا بجا گویند

ق

دگر ملامتیان را چہ زہرۂ پاسخ
اگر بہ خشم گرایند و ناسزا گویند

نکردہ از مسِ خود را د بہرِ عرض دریغ — بہ پیشِ خلق حکایت ز کیمیا گویند
کسان کہ دعوئ نیکی ہمی کنند مرا — اگر نہ نیک شمارند بد چرا گویند
طمع مدار کہ یابی خطاب مولانا — بس است ہم چو تو ئی را کہ پارسا گویند
بگوی مردہ کہ در دہر کار غالب زار
ازان گذشت کہ درویش بے نوا گویند[1]

متفرق اشعار

نازم آن فتنہ کہ در دشت بغم خواری قیس — لیلیٰ از ناقہ فرود آید و محمل بردد
اینک ہزار و ہشت صد و شست و چار مین — ہنگامۂ ورودِ خداوند گار ہین
نواب نامدار بہ دہلی در آمدہ — فصلِ بہار بین کہ در اکتوبر آمدہ
مرحبا ویسرائے کشورِ ہند — شان و شوکت فزاے کشورِ ہند
بیا کہ دادہ بدہلی نشان شوکت و شان — وزیر اعظمِ شاہ فرنگ و ہندوستان
زہے لارڈ لارنس کز حکمِ شاہ — کند تاجداری بسر زین کلاہ
ملکہ آنکہ برین چرخِ سریرش باشد — لارڈ لارنس گر نایہ وزیرش باشد
زہے ز شملہ بدہلی ورود فرخ او — چو آفتاب سراسر فروغ و فر رخ او
مرحبا لشکرِ نواب گورنر جنرل — کہ شدہ دہلی ازان کوکبہ کوکب بجل
در تنِ مردم این شہر روان باز آمد — می شناسم کہ مگر شاہ جہان باز آمد
عیان بود ز گورنر کرامتِ ملکہ — زبانِ خلق و دعاے سلامتِ ملکہ
دور دور دیر کن اے مرگ خالصاً للہ — مگر تمبن آن دایہ کہ در راہ ہست
عبودیت نکند اقتضاے خواہش کار — دعا بصیغۂ امر ست و امر بے ادبیست

---

[1] یادگار غالب (حالی)

برم چون نامہ یا بو . برج موہن   چکد خونِ دلِ ریش از لبِ من
فرخ آن روز کہ از خانۂ زندان بردم   سوئے شہرِ خود ازین وادیٔ ویران بردم
شاہی و درویشی این جا باہم است   بادشاہِ عہد   قطب عالم است
ہم در قیام زندہ نیم برائے خویش   آن وقت لائے قافیہ ام از دو پائے خویش
روزِ روزہ است درو زنا پیدا است   غلظتِ ابر و شدتِ سرما است
شاہِ[1] عالی گہر و گوہرِ پاکش صد حیف   دیکھہ نا چار سپرد ند بخاکش صد حیف

—— ۰ ۰ ۰ ——

---

[1] در تعزیت بسلسلہ وفات شاہزادۂ انگلستان فی البدیہہ گفتہ۔ شایع شدہ اودھ اخبار ماہ فروری ۱۸۶۲ء۔

قطعات

"بشمول، فاتحہ، نوحہ، ترکیب بند، ترجیع بند، مخمس و متفرق"

مسنج شوکتِ عرفی کہ بود شیرازی | مشو اسیرِ زلالی کہ بود خوانساری
بسومنات خیالم درآئی تا بینی | روان فروز بردوشہاے زناری

غالبؔ

قطعہ ۱

غالب از خاک پاک تورانیم — لاجرم در نسب فرہ مندیم
ترک زادیم و در نژاد ہمی — بسترگان قوم پیوندیم
ایبکیم[1] از جماعۂ اتراک — در تمامے ز ماہ دہ چندیم
فن آبای ما کشاورزیست[2] — مرزبان[3] زادۂ سمرقندیم
ور ز معنی سخن گزاردہ‌ ایم — خود چہ گوئیم تا چہ و چندیم
فیض حق را کمینہ شاگردیم — عقل کل را بہینہ فرزندیم
ہم بتابش بہ برق ہمنفسیم — ہم بہ بخشش با برابر مانندیم
بہ تلاشیکہ ہست فیروزیم — بہ معاشیکہ نیست خرسندیم
ہمہ بر خویشتن ہمیگرییم — ہمہ بر روزگار میخندیم

قطعہ ۲

ساقی چو من پشنگی[4] و افراسیابیم — دانی کہ اصل گوہرم از دودۂ[5] جم ست
میراث جم کہ مے بود اینک بمن سپار — زیں پس رسد بہشت کہ میراث آدم ست

---

[1] ایبک۔ قومے از اقوام ترک۔ [2] کشاورز۔ زمیندار (فرہنگ غالب)
[3] حاکم۔ مالک زمین۔ [4] پشنگ و افراسیاب۔ نام شاہان ایران۔
[5] خاندان۔ ہندی۔ گھرانہ۔

قطعہ ۳

آنم کہ دیں بزم صریرِ قلم من ۔۔۔ در رقص در آوردہ سپہرِ ہمیں را

رضواں کند از ریزۂ کلکم بہ تبرک ۔۔۔ پیوند گری نخلۂ فردوسِ بریں را

ہر ناوکِ اندیشہ کہ از شست کشادم ۔۔۔ بر دہ گزرِ دحی رہ افتاد کمیں را

بر محضرِ استادیِ من لب کہ زند مُہر ۔۔۔ بر خاتمِ جم سودہ شود نقش نگیں را

با اینہمہ آرایشِ گفتار کہ گفتم ۔۔۔ از جبہہ بختم نبود فاصلہ چیں را

بخت صلۂ مدح و قبول غزلم نیست ۔۔۔ تسکیں بچہ بخشم دلِ ہنگامہ گزیں را

در بانگ نئی کاں ہمہ دادند بحافظ[1] ۔۔۔ گویم بجلش باد ولیکن چہ شد ایں را

قطعہ ۴

منکرانِ شعرِ من ہاں تا بگوئی حاسد ند ۔۔۔ کایں قیاس از بہرِ شاں سامانِ نانے بودہ است

رشک از کمال شناسی خیزد آں مایہ الیست ۔۔۔ کاش باشد رشک کاں را ہم جوانے بودہ است

در بگوئی چوں حسد نبود خلاف از بہر چیست ۔۔۔ گویم آرے ایں حقیقت را نجانے بودہ است

خویش را چوں من مرا چوں خویش میدانستہ اند ۔۔۔ چوں ہمی بینند کایں را سوز و سانے بودہ است

لاجرم بر فکر خود ہم اعتمادے کردہ اند ۔۔۔ دیں نمیدانند کا خر امتیازے بودہ است

باغ و زنداں را غناے و عنلے دادہ اند ۔۔۔ کوہ و ہاموں را نشیبے و فرازے بودہ است

بیحیا نبوم معاذ اللہ کہ گویم در جہاں ۔۔۔ تُرّہ و سرو ی و بخشکے و بازے بودہ است

در تمیز ارباب احباب گاہم کافرم ۔۔۔ شیوۂ من الفت و عرضِ نیازے بودہ است

---

[1] خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی متوفی ۷۹۳ھ ہجری (شعر العجم حصہ دوم)

لیک در فطرت نہ ہم بیگانہ ایم و عیب نیست
آفرینش را بہر یک پردہ رازے بودہ است

نالہ ناقوس ما دود دستاں بانگِ نماز
نالہ را ناقوسی و بانگ نمازے بودہ است

اضطرابِ بسمل از ترکتاز از ہمعناں
اضطرابِ بسملے و ترکتازے بودہ است

ما و دردِ و داغ ہمکارانِ ما برگ و ساز
درد و داغے بودہ ہست و برگ و سازے بودہ است

دل اگر خام ست باید کز فشردن نم دہد
ویں بریزش نسبتِ دُزد و درازے بودہ است

نازم آں دل را کہ چوں اجزائے شمع از تاب خویش
سوزد و ریزد فرو کایں اہتزازے بودہ است

اینکہ افشارند و نم گیرند مشقے بیش نیست
وینکہ خود خوں گردد و ریزد گدازے بودہ است

غالبا دم در کشیدم ویں ز عجز نطق نیست
طبع را از خودنمائی احترازے بودہ است

قطعہ ۵

ہزار معنیِ سرجوش خاص نطق من است
کز اہل ذوقِ دل و گوشے از غزل بُردست

ز رفتگان بیکے گر توارد م رُخ داد
مداں کہ خوبیِ آرائشِ غزل بُردست

مراست ننگ ولی فخر اوست کاں سخن
بسعیِ فکرِ رسا جا بداں محل بُردست

مبر گمان توارد یقیں شناس کہ دزد
متاعِ من ز نہانخانۂ ازل بُردست

قطعہ ۶

غالب دریں زمانہ ہر کس کہ دارسی
مضمونِ غیر و لفظِ خودش بر زبانِ اوست

زیں مایہ از کجا کہ بنالد بخویشتن
ہر گنجِ شایگاں کہ بود رائگانِ اوست

کس را ز دست بردِ خیالش نجات نیست
گر پیش از گزشتہ و گر در زمانِ اوست

مضموں ہر کرا خوش ادا میکند بناز ۔ گوئی بہ بزم اہل سخن ترجمان اوست
اما بہ کنہِ حسنِ ادا نارسیدہ است ۔ می لرزد از نہیب دلم راز دان اوست
جز من کسے بدزد سخن وا نمی رسد ۔ گو خوش بخواں کہ انجمنے مدح خوان اوست
آرے نہ چاک بود نہ تمسک زہر کہ ہست ۔ نے دستخط نہ مہر نہ نام و نشان اوست
مضمون شعر نوٹ بود فی زماننا ۔ یعنی بدست ہر کہ بیفتاد آن اوست

قطعہ

اے کہ در بزم شہنشاہ سخن رس گفتۂ ۔ کے بہ پیر گوئی فلاں در شعر ہمسنگ منست
راست گفتی لیک میدانی کہ نبود جائے طعن ۔ کمتر از بانگ دہل گر نغمۂ چنگ منست
نیست نقصاں یکدو جزو است ار سوادِ ریختہ ۔ کاں دُرم برگے ز نخلستان فرہنگ منست
فارسی بیں تا ببینی نقشہائے رنگ رنگ ۔ بگذر از مجموعۂ اردو کہ بیرنگ منست
فارسی بیں تا بدانی کاندر اقلیم خیال ۔ مانی دارژنگم وآں نسخہ ارژنگ منست
کے درخشد جوہرِ آئینہ تا باقیست زنگ ۔ صیقلے آئینہ ام ایں جوہر آں زنگ منست
ہاکن یزداں بنائے شکوہ بر مہر و وفاست ۔ تا نہ پنداری بپیر خاشِ تو آہنگ منست
دوست بودی شکوہ سر کردم ولے جرم تو نیست ۔ کاینہمہ بیداد بر من از دل تنگ منست
بخت من ناساز و خوے دوست زاں ناساز تر ۔ تا چہ پیش آید کنوں با بخت خو در جنگ منست
دشمنی را ہمنفسی شرطست و آں دانی کہ نیست ۔ از تو نبود نغمہ و رسازے کہ در چنگ منست
در سخن چوں ہمزبان و ہمنوائے من نۂ ۔ چوں دلت را پیچ و تابے از رشک آہنگِ منست
راست میگویم من و از راست سر نتواں کشید ۔ ہرچہ در گفتار فخر تست آں ننگ منست
میفرستم تا نظرگاہ جہاندار ایں ورق ۔ نامہ بر باد اگر خود طائرِ رنگ منست

دیدہ در سلطاں سراج الدین بہادر شہ کہ او
آں شہ ربیند کہ پنہاں در رگ سنگ منست

جم حشم شاہے کہ در ہنگامۂ عرض سپاہ
میتواند گفت دارا را کہ سرہنگ منست

انوری[1] و عرفی و خاقانی[2] سلطانِ سخنم
پادشہ طہمورث[3] و جمشید و ہوشنگ منست

شاہ میداند کہ من مداح شاہم باک نیست
گر تو اندیشی کہ ایں دستانِ نیرنگ منست

از ادب دورم ز خاقاں ورنہ در اظہار قرب
خطوہ و گام تو گوئی میل و فرسنگ منست

مقطعِ ایں قطعہ زیں مصرع مصرع باد و بس
ہر چہ در گفتارِ فخرِ تست آں ننگ منست

قطعہ ۸

فرصت اگرت دست دہد مغتنم انگار
ساقی و مغنی و شرابے و سرودے

زنہار ازاں قوم نباشے کہ فریبند
حق را بسجودے و نبی را بدرودے

قطعہ ۹

زاہد ز طعنہ برق فسوسم بجاں مریز
نسبت مکن بزندقہ ای زشت خو مرا

گوئی کہ با کلام مجیدت رجوع نیست
دل تیرہ شد ز کلفت ایں گفتگو مرا

حق ہست مصحف و بود از روے اعتقاد
در عزتِ کلام الٰہی غلو مرا

ہر صفحہ زاں صحیفۂ مشکیں رقم بچشم
باشد نکو ترا ز خط روے نکو مرا

---

[1] انوری متوفی ... شاعر بلند پایہ ایران کہ در قصیدہ گوئی عدیم النظیر بود۔
[2] خاقانی شروانی متوفی ... شاعر و عالم عالی مرتبہ۔ [3] طہمورث و ہوشنگ ہر دو از پیشاہانِ ایران بودند۔

شیطاں عدوست لیک ازاں نامہ ہر ورق — بخشد خطِ اماں ز نہیب عدد مرا
دانم کہ امر و نہی بود در کلامِ حق — سیرابی نمی ست ازآں آبجو مرا
با اینہمہ کہ در خم و پیچ و غم و تعب — سرگشتہ دارد ایں فلک جنگجو مرا
برخاستست گرد ز سرچشمۂ حواس — وز حافظہ نماندہ نمے در سبو مرا
لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ[1] ز نہیم بخاطرست — وز امر یاد ماندہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا[2] مرا

قطعہ

ساقیِ بزمِ آگہی روزے — داد قے ریخت در پیالۂ من
چوں دماغم رسید زاں صہبا — شدم از ترکتاز دہم ایمن
ہمدراں سرخوشی حریفانہ — بیحابا گرفتمش دامن
گفتم اے محرمِ سرائے سرور — از ادب دور نیست پرسیدن
اوّل از دعویٔ وجود بگو — گفت کفرست در طریقتِ من
گفتم آخر نمود اشیا چیست؟ — گفت ہی ہی نمی تواں گفتن
گفتمش با مخالفاں چہ کنم؟ — گفت طرحِ بنائے صلح فگن
گفتم ایں حبِّ جاہ و منصب چیست؟ — گفت دامِ فریبِ اہرمن
گفتمش چیست منشاءِ سفرم؟ — گفت جور و جفائے اہلِ وطن

---

[1] لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی۔ مروید نزد نماز درین حال کہ شما در مستی باشید آیت قرآنِ مجید است کہ غالب یک جز را نوشتہ و دیگر را گذاشتہ از راہ تفنن طبع۔ [2] کُلُوْا وَاشْرَبُوْا جزوِ آیت قرآن است۔ یعنی بخورید و بیاشامید۔

گفتم اکنوں بگو کہ دہلی چیست؟ گفت جانیست و ایں جہانش تن
گفتمش چیست ایں بنارس؟ گفت شاہدے مست محوِ گل چیدن
گفتمش چوں بود عظیم آباد؟ گفت رنگیں تر از فضائے چمن
گفتمش سلسبیل خوشش باشد؟ گفت خوشتر نباشد از سوہن[1]
حال کلکتہ باز جستم گفت باید اقلیم ہشتمش گفتن
گفتم آدم بہم رسد در دے؟ گفت از ہر دیار و از ہر فن
گفتم اینجا چہ شغل سود دہد؟ گفت از ہر کہ ہست ترسیدن
گفتم ایں جا چہ کار باید کرد؟ گفت قطع نظر ز شعر و سخن
گفتم ایں ماہ پیکراں چہ کس اند؟ گفت خوبانِ کشورِ لندن
گفتم ایناں مگر دلے دارند؟ گفت دارند لیکن از آہن
گفتم از بہر داد آمدہ ام؟ گفت بگریز و سر بسنگ مزن
گفتم اکنوں مرا چہ زیبد؟ گفت آستیں بر دو عالم افشاندن
گفتمش باز گو طریقِ نجات؟ گفت غالب بجز بلا رفتن

قطعہ ۱۱

چوں مرا نیست دستگاہِ ستیز چوں مرا نیست رسم و راہ مصاف
میکشایم لبے بہا یا ہاے میکشم خنجر زباں ز غلاف
لیک در ہجو بایدم امساک در شکایت نشایدم اسراف
بندہ را بودہ است از سرکار دست مزدِ مشقتِ اسلاف

---

[1] سوہن دریاے سون را گفتہ کہ در علاقہ بہار است۔

زر سالانہ برائے دوام ‌‌‌‌ وجہ شائستہ بقدر کفاف
ملتزم کردہ اند ہان بہ دروغ ‌‌‌‌ حق من خوردہ اند ہیں بگزاف
آہ از اقربائے بے آزرم ‌‌‌‌ داد از حاکمان ناانصاف

قطعہ ۱۲

ای کہ خواہی کہ بعد ازیں باشم ‌‌‌‌ مخلص صادق الولائے تو من
گر ترا شیوہ شاہدے بودے ‌‌‌‌ کردمے جان و دل فدائے تو من
ور ترا پیشہ شاعرے بودے ‌‌‌‌ سودمے چشم و سر بپائے تو من
ور ترا پایہ خسروی بودے ‌‌‌‌ سفتمے گوہر ثنائے تو من
چوں از ینہا نہ مرا چہ ضرور ‌‌‌‌ کہ شوم ہرزہ مبتلائے تو من
راست گویم بہانہ چند آرم ‌‌‌‌ ناصح مشفقم برائے تو من
بسکہ بر مال و جاہ مغروری ‌‌‌‌ نیستم خوش ازیں ادائے تو من
چہ کنی ایں فساد سیم و زر است ‌‌‌‌ وای من گر بُدم بجائے تو من
بتو ہرگز ندادمے زر و سیم ‌‌‌‌ خواجہ گر بودمے خدائے تو من

قطعہ ۱۳

ایا بے ہنر دشمن دیو سار ‌‌‌‌ چہ نازی بہ ہنگامۂ زور و زر
زما باش فارغ کہ ما فارغیم ‌‌‌‌ نداریم پروائے ایں شور و شر
ترا شیوہ دزدی و ما بینوا ‌‌‌‌ تو بدروی و بدگوی و ما گوژ و گژ

قطعہ ۱۴

دیدی آں بدگہرِ دہر و دلایش بہ یزید — کہ بخشم آید اگر زشت و پلیدش گویند
زانکہ او خود بسرِ ابن علی تیغ نزاند — خواجہ از ننگ نخواہد کہ یزیدش گویند
گفتم البتہ کہ شبیرؑ بداں می ارزد — کہ شہیدش نویسند و سعیدش گویند
گفت زاں رو کہ عزیزاں ہمہ مسلم بودند — نتواں کرد گوارا کہ شہیدش گویند

قطعہ ۱۵

ایا ستم زدہ غالبؔ ہاگنسؔ سگال[1] — منہ بہ سینۂ بے کینہ از شکایت داغ
اگر بصدرِ خلاف تو کردہ است رپوٹ — دگر بخصم بقتلِ تو بستہ است جناغ[2]
قضا بنائے خرابی فگندہ ہم ز نخست — ندیدۂ کہ ہماں عکس غالبست بلاغ

قطعہ ۱۶

کردۂ جہدے کہ در ویرانیٔ کاشانہ ام — چرخ در آرایشِ ہنگامۂ عالم نہ کرد
گر بہ ہجوت راندہ باشم نکتہ ہا بر خود مپیچ — زانکہ حرفے زانچہ گفتم خاطرم خرم نہ کرد
بیتی از استاد دیدم ذوقکے بخشید لیک — ہیچ در تسکینِ نیفر۔ دردوزدو جشمم نہ کرد
ہمچو تو ناقابلے در صلبِ آدم دیدہ بود — زاں سبب ابلیسِ ملعون سجدہ بر آدم نہ کرد
حاشا للہ بودنت در صلبِ آدم تہمت است — پیشِ ہر کس گفتم ایں اندیشہ باور ہم نہ کرد

---

[2] جناغ۔ دامنِ زین۔

[1] نام حاکم فرنگی۔ در نسخۂ نولکشور مطبوعہ ۱۹۲۹ء رہاگنس ہم نوشتہ است

قطعہ ۱۷

ایا زیاں زدہ غالب کہ از حدیقۂ بخت | نمی رسد بتو خار و خسے ز ہیچ سبیل
چو لازم ست کہ پر در دگار تا دم مرگ | بود برزق ضروریۂ عباد کفیل
چہ است اینکہ نداری زر از سیاہ و سپید | چرا ست اینکہ نیابی بر از کثیر و قلیل
فتادہ در سر ایں رشتہ عقدۂ ورنہ | نمردۂ تو و نے رازق العباد بخیل
ز چند سال بمرگ تو د تباہی رزق | شد ست حکم خود از پیشگاہ رب جلیل
فرشتۂ کہ وکیل ست بر خزائن رزق | نکردہ ہیچ توقف برزق در تعطیل
دوم فرشتہ کہ یادش بخیر مقرر دن باد | روا نداشت در اہلاک شیوۂ تعجیل
لطیفۂ کنم از قول شاعرے تضمین | کہ در لطیفہ مرا در اکسے نبود عدیل
اگر خدائے بداند کہ زندۂ تو ہنوز | ہزار مشت زند بر دہان عزرائیل[1]

قطعہ ۱۸

چوں الف بیگ در کہن سالی | پسرے یافت سر بسر غمزہ
نام او ہمزہ بیگ کرد بلے | الف منحنی بود ہمزہ

قطعہ ۱۹

دارم بجہاں گربۂ پاکیزہ نہادے | کز بال پریزاد بود موج رم او

---

[1] نام فرشتہ موت۔

سرمست ادا چوں بزمیں باز خرامد — از خاک دمد غنچہ ز نقشِ قدمِ او

چوں صورتِ آئینہ ز افراطِ لطافت — آید بہ نظر بچّہ اُو از شکمِ او

ہر شیرِ ژیانے کہ بہ بینی بہ نیستاں — دارد سرِ دریوزہ گہ گوشش ز دمِ او

گر جانورے مردہ بہ بیند سرِ راہے — از پاکیِ طینت نخورد غیرِ غمِ او

ہر بچہ کہ گنجشک بوے باز سپارد — در پرورشِ او نخورد جز قسمِ او

آرے بود از غیرتِ اندازِ خرامش — بر کبک و تدرو دست اگر خود ستمِ او

رخشندہ ادیمِ تنش از لطفِ زبانش — گوئی ز بہ اثرِ تابِ سہیل ست نمِ او

جوشِ گل و بالیدگیِ موجۂ رنگ ست — دُم لابہ کناں آمدنِ دم بدمِ او

در عربدہ چوں بند ز دُم باز کشاید — لرزد شکنِ طرّۂ خوبان ز خمِ او

تا چہرہ کشِ صفحۂ افلاک بود مہر — بادا کفِ دستِ منِ دلشیت شکمِ او

قطعہ ۲۰

ایکہ شایستۂ آنی کہ ترا — جم و فغفور و سکندر گویم

چوں نداری سرِ شاہی ناچار — حاکم و والی و داور گویم

گفتہ ام مدحِ تو زیں پیش و کنوں — خواہم از گفتہ نکو تر گویم

باید امسال کہ چوں پار و پرار — سخنِ غیرِ مکرّر گویم

جلوۂ روئے دل افروز ترا — مہر یا ماہ منوّر گویم

لمعۂ قہرِ جہاں سوز ترا — برق یا شعلۂ آذر گویم

لیک غم سخت گرفتست مرا — غم نگویم دمِ اژدر گویم

زاں نیارم کہ باندازۂ شوق — مدحِ نوّاب[1] گورنر گویم

---

[1] مراد جیمس تامسن، والیِ آگرہ

جائے آنست کہ چوں غم زدگاں | غم دل پیش تو یکسر گویم
گہ ز بیمہر گردوں نالم | گہ ز ناسازیِ اختر گویم
چوں تو دانی کہ چہ حالست مرا | از ادب نیست کہ دیگر گویم
گویم ایں سال مبارک بادت | دیں دو صد سال برابر گویم

قطعہ ۲۱

ہوا عبیر فشانست و ابر گوہر بار | جلوسِ گُل بسریرِ چمن مبارک باد
رباب نغمہ نوازست و نے ترانہ فروش | خروشِ زمزمہ در انجمن مبارک باد
بہ بزم نغمۂ چنگ و رباب ارزانی | بباغ جلوۂ سرو و سمن مبارک باد
ز شمعہا کہ بکاشانۂ کمال برلا | فروغِ طالعِ اربابِ فن مبارک باد
ز بادہ ہا کہ بہ میخانۂ خیال کشند | طلوعِ نشۂ اہلِ سخن مبارک باد
فضائے آگرہ جولانگہِ مسیح دمے ست | زمن بہمنفسانِ وطن مبارک باد
چہ حرف ہمنفساں فرخی ز بختِ منست | ز بختِ فرخِ من ہم بمن مبارک باد
بمن کہ خستہ و رنجور بودہ ام عمرے | نشاطِ خاطر و نیروے تن مبارک باد
ہزار بار فزوں گفتم و کم ست ہنوز | گورنری بہ جمس[۱] تامسن مبارک باد

قطعہ ۲۲

ہر کجا منشور اقبالے پدید آوردہ اند | نام نگنا ٹن بہادر زیبِ عنواں دیدہ ام
در شبستانے کہ بزم آرائے عیشش کردہ اند | زُہرہ را رقاص و کیواں را نگہباں دیدہ ام
ہر بساطے کاندراں محفل بشب گستردہ اند | صبح زاں مخمل کلہ بر فرقِ خاقاں دیدہ ام

---

[۱] نام والیٔ آگرہ کہ غالب را دوست می داشت

تا مرا او را در جہاں فرمانروائی دادہ اند — چرخ را از فتنہ انگیزی پشیماں دیدہ ام

ہم بہ بزم شب نشینانِ بساطِ عشرتش — مہر را پروانۂ شمع شبستاں دیدہ ام

ہم بجمع صبح خیزانِ دعاے دولتش — آسماں را از کواکب سبحہ گرداں دیدہ ام

ہم بخلقش پیشواے مہر ورزاں گفتہ ام — ہم بدینش رہنماے حق پرستاں دیدہ ام

کارگاہِ دولتش را عالم آرا خواندہ ام — شاخسار ہمتش را میوہ افشاں دیدہ ام

سایہ اش را طیلسانِ مشتری دانستہ ام — پایہ اش را گوشۂ دیہیم کیواں دیدہ ام

حرف من شیریں کہ بادے در میاں آوردہ ام — چشم من روشن کہ رویش بامداداں دیدہ ام

داد را امید گاہا منکہ اندر عمر خویش — سختی دی بیمہری از گردوں فراواں دیدہ ام

آں اسیر تیرہ روز استم کہ عمرے در جہاں — آفتاب از روزنِ دیوار زنداں دیدہ ام

لاغرم زانساں کہ ہرگہ موج بیتابی زد است — دل ز پہلو چوں مے از مینا نمایاں دیدہ ام

ہر نفس پیچید ز وحشت دودِ سودا در سرم — بسکہ در شبہاے غم خواب پریشاں دیدہ ام

بعد عمرے کایں چنیں بگذشت در پایانِ عمر — از تو نیروے دل و آسایش جاں دیدہ ام

مدتے خوں کردہ ام دل را ز دردِ بیکسی — کز تو چشمِ التفات و روے درماں دیدہ ام

با تو میگویم مثالے زاں کہ در عالم ترا — مدعایاب داد و فہم و سخنداں دیدہ ام

در پریشانی بداں مانم کہ گوئی پیش ازیں — خویش را سرگشتہ در کوہ و بیاباں دیدہ ام

تند بادے میوزید ست اندراں وادی کزو — خویشتن را در میاں چوں بید لرزاں دیدہ ام

واندراں صحرا فرو دیہا بشبہاے سیاہ — رخت خوابِ راحت از خارِ مغیلاں دیدہ ام

با تو پیوستن چناں دانم کہ ناگاہاں براہ — چشمہ سار و سبزہ زار و باغ و بستاں دیدہ ام

با چنیں بختے کہ من دارم عجب دارم کہ من — خویشتن را مستحقِ لطف و احساں دیدہ ام

وہم مستولی ست بر من ویں چرا نبود کہ من — خود چہ نومیدی ز گردشہاے دوراں دیدہ ام

یکدو پرسش دارم از لعلِ گہر بارِ تو — آرزو را تشنہ کامِ پاسخِ آں دیدہ ام

عقدۂ خاطر ہمانا بر تو خواہم عرضہ داد / چوں کشایش ہم ز تو مشکل ز تو آساں دیدہ ام
از لبِ فیضِ دمِ عیسیٰ اگر جویم رواست / زانکہ در رشحِ خامہ ات آبِ حیواں دیدہ ام
ز آستینت گنجِ گوہر گر طمع دارم بجاست / زانکہ دستت را بریزش ابرِ نیساں دیدہ ام
گر نہادم دل بہ بخششہای ظاہر جرم نیست / کز تو گوناگوں نوازشہائے پنہاں دیدہ ام
در نمودم با تو در خواہش فضولے عیب نیست / خویش را بر خوانِ افضالِ تو مہماں دیدہ ام
شادماں باش اے کہ در عہدِ تو دادم دادہ اند / جاوداں زی کز تو کارِ خود بساماں دیدہ ام

قطعہ ۲۳

ایا محیطِ فضائل کہ تا تو در نظرے / نظر بشوکتِ دارا و کیقبادم نیست
بریدہ سرمہ کشم از سوادِ نامۂ تو / اگرچہ دیدہ شناسائے آں سوادم نیست
تو اصلِ دانش و دانستہ گر از نہ سال / ہمی تپم بہ تمنائے داد و دادم نیست
ہزار شیوۂ گفتار و یک قبولم نے / ہزار بستگیِ کار و یک کشادم نیست
بصدر میرود ایں باز پرس بسم اللہ / ہمیں مرادِ من ست و بجز ایں مرادم نیست
ز کردی دو کمی کارم اعتقادا نیست / بکار سازیِ بخت خود اعتقادم نیست
رسید مے و بہائے تو سود مے سرِ عجز / بضاعتِ سفر و دستگاہ زادم نیست
مفید مطلبِ من ہر کتابتے کہ بود / تو جمع کن کہ بسا زاں بجا نہ یادم نیست
امیدِ لطفِ تو دل میدہد بدیں شادم / وگرنہ تابِ صبوری ازیں زیادم نیست
بذوقِ قربِ زمانِ مراد بیتابم / وگرنہ شورشِ تعجیل در نہادم نیست
بہ نیمروز بہ لندن رساندمے زورق / ولی چہ چارہ کہ فرمانِ آب و بادم نیست
بہ التفاتِ تو صد گونہ اعتمادم ہست / ولے شتاب کہ بر عمر اعتمادم نیست

قطعہ ۲۴

ابا[1] خجستہ خصالے کہ رزقِ عالم را
کفِ تو تا بہ قیامت کفیل خواہد بود

بہ پشتگرمیِ لطفِ تو ہر کجا کہ روم
طرب رفیق و سعادت دلیل خواہد بود

بہ خدمتِ تو پئے عرضِ حالِ بیکسیم
خیالِ بیکسیِ من وکیل خواہد بود

قطعہ ۲۵

اے[2] نیلگوں حصارِ فلک بارگاہِ تو
وے بارگاہِ تو ز حوادث حصارِ من

اے نوبہارِ باغِ جہاں گردِ راہِ تو
وے گردِ راہِ تو بہ جہاں نوبہارِ من

اے در ثنائے خاطرِ معنی گزینِ تو
پویاں بفرقِ خامۂ معنی نگارِ من

وے بر توقّعِ نگہِ حق شناسِ تو
نازاں بہ بختِ خویش دلِ حق گزارِ من

اے بردہ گردِ راہِ تو در معرضِ خرام
مشک و عبیر ہدیہ بجیب و کنارِ من

وے دادہ تابِ روئی تو در موقفِ سوال
از ماہ و مہر مژدہ بہ لیل و نہارِ من

اے طرۂ تو ہندوے روے نکوے تو
دی دامنِ تو قبلۂ مشتِ غبارِ من

رویت بیاضِ صفحۂ نگارِ یمینِ تو
مویت سوادِ نامہ نویسِ یسارِ من

مہرِ تو در حیات بہارِ بساطِ من
داغت پس از وفات چراغِ مزارِ من

فصلِ بہار شعلہ ز رویت نہادِ من
لوحِ طلسم دود ز خویت دمارِ من

از تو کہ داد از تو و از روے موے تو
از من کہ وائے بر من و بر روزگارِ من

از دستہ دستہ سنبل و گل رخت خوابِ تو
در پشتہ پشتہ دود و شرر پود و تارِ من

---

[1] [2] این قطعہ در نسخۂ "د" نیست۔

نواب ذوالفقار بہادر کہ بودہ است — یادِ تو در مصافِ فلک ذوالفقارِ من

دانی کہ در فراقِ توای رشکِ مہر و ماہ — روزم سیہ تر است ز شبہائے تارِ من

آلودہ دامنت نکند رد زبازپرس — در خوں تپیدنِ دلِ امیدوارِ من

خُم خُم شرابِ عربدہ داری دگر چرا است — خاطر شکستن و نہ شکستنِ خمارِ من

خود در ہوائے نامۂ نازِ تو بودہ است — گنجینہ پاشیِ کفِ گوہر شمارِ من

اے صد ہزار فصلِ ربیعی نثارِ تو — دے بیشمار مرگِ طبیعی دوچارِ من

اے از خیال و وہم فزوں اختیارِ تو — دے از شمارِ خلق بروں اضطرارِ من

آرم بہ استعارہ دو مصرع زیادِ تو — گرد مہرِ تو زندگیِ مستعارِ من

یادم نمیکنی و زیادم نمیروی — عمرت دراز باد فراموشکارِ من

باید نگاہ داشتن اندازۂ ادب — کوتہ کنم سخن نہ فضولیست کارِ من

قطعہ ۲۶

مرا در بیخودی نظارہ گاہیست[۱] — تعالیٰ شانہٗ اللہ اکبر

نہ باغیستی کہ در پہنائش بینی — گل و ریحان و شمشاد و صنوبر

محبت نام نورانی بنائیست — ز سیمائے نکویاں دلکشا تر

فضائے در دوے از فیضِ اعلیٰ — بساطے در دوے از مہرِ پیمبر

فضائش را صباحے جلوہ بالا — بساطش را نسیمے روح پرور

صباحش چوں دلِ عارف منزّہ — نسیمش چوں دمِ غالب معنبر

نسیمش رنگ و بوئے ہشت گلشن — صباحش آبروئے ہفت کشور

---

[۱] این قطعہ در نسخۂ "د" نیست۔

نسیمش چوں دمِ عیسیٰؑ رواں بخش — صباحش چوں کفِ موسیٰؑ منوّر
صباحش را سرشت از غازۂ حور — نسیمش را نہاد از موجِ کوثر
صباحش را شہودے در مقابل — نسیمش را بہشتے در برابر
دمِ صبحش ز مہر آئینہ در کف — نسیمش از بہاراں حلّہ در بر
دمِ صبحش بفیرِ وزی مشخّص — نسیمش در دل افروزی مصوّر
دمِ صبحش ضیاءالدّین احمد[1] — نسیمش ذوالفقارالدین حیدر

قطعہ ۲۷

آں پسندیدہ خوے عارف[2] نام — کہ رخش شمعِ دودمان منست[3]
از نشاطِ نگارشِ نامش — خامہ رقّاص در بنان منست
آنکہ در بزمِ قرب و خلوتِ اُنس — غمگسار مزاج دان منست
زور بازوے کامرانی من — راحت روح ناتوان منست
ہم نفس گشتہ در ستائش من — بہ مسیحا کہ مدح خوان منست
بتولّا فداے نام علیؓ ست — چوں نباشد چنیں کہ جان منست
ہم بروے تو مائلم مائل — کایں گُل باغ و بوستان منست
ہم ز کلکِ تو خوشدلم خوش دل — کان نہال ثمر فشان منست
سودِ سرمایۂ کمال اینے — سخنت گنج شایگان منست
جاے دارد کہ خویش را نازی — کہ ظہور تو در زمان منست

لہ مراد، نواب ضیاءالدین احمد، نیّر و رخشان، کہ عزیز و دوست غالب بود، و ماہر علوم مشرقیہ
ٹہ زین العابدین خان عارف کہ از اقارب غالب بود و غالب او را بسیار عزیز می داشت
سہ این قطعہ در نسخۂ "د" نیست۔

جاے دارد کہ خویش را نازم | کہ فلانی ز پیروان منست
بہ یقین داں کہ غیر من نبود | گر نظیر تو در گمان منست
جاوداں باش اے کہ در گیتی | سخنت عمر جاودان منست
اے کہ میراث خوار من باشی | اندر اردو کہ آں زبان منست
از معانی ز مبدء فیاض | باد آن تو ہر چہ آن منست

قطعہ ۲۸

اے کلک تو در معرض تحریر گہر پاش | وے تیغ تو در موقف پیکار سر افشان
اے کوے تو چوں عرصۂ گلزار فرح بخش | وے دست تو چوں پنجۂ خورشید زر افشان
اے بوے تو بر مغز صبا غالیہ پیما | وی چشم تو در پیرہن جان شرر افشان
در رزمگہ از بیم تو صفہا متزلزل | در بزمگہ از جود تو کفہا گہر افشان
در محکمہ از عدل تو جاہا طرب آباد | بر مائدہ از فیض تو بہا شکر افشان
در شوق تو با خویش کنم عہد کہ ہاں دل | چندانکہ توانی بہ طلب بال و پر افشان
در ہجر تو بر دیدہ زنم بانگ کہ ہاں چشم | گر خوں نبود از مژہ لخت جگر افشان
آیا چہ شد آں ہدیہ کہ بردے دلم از دست | بارے چہ شد آں نخل کہ بودے ثمر افشان
جاوید بماں تازہ و چوں نخل بہارے | چندانکہ ثمر بیش رسد بیشتر افشان
ہم بوے نشاط از گل ذوق سخن انگیز | ہم گرد کساد از رخ جنس ہنر افشان

قطعہ ۲۹

ای کہ والاے متاع سخن | میتوانی کہ در نظر سنجی

گنجِ قاروں رود بپاسنگے ‏ هر کرا پایهٔ هنر سنجی
پایهٔ فضلِ من گرایش تست ‏ بس بود گر خود اینقدر سنجی
دانیم بیش ازیں گرانمایهٔ ‏ بارِ احسانِ خویش گر سنجی
بو که از سازِ نطق زمزمهٔ ‏ بنوا سازیِ اثر سنجی
ایں نخواهم که در ستایش خویش ‏ پیکرم را بسیم و زر سنجی

بر خریدار عرضه ده گهرم
تا برم سود در گهر سنجی

قطعہ ۳۰

در تهنیت عطای ملک از جانب سرکار انگریزی
به حضرت فلک رفعت نواب یوسف علی خاں بهادر
فرماں روای رام پور[1]

ای آنکه خود به مهر همی پرورے مرا ‏ از غیب مزدِ کار تو اجرِ عظیم باد
رای تو در زمانه بامضای کارها ‏ با اهتمامِ سهم سعادت سهیم باد
در صبحِ دولت تو ز گلهای رنگ رنگ ‏ دائم مشامِ دهر رهینِ شمیم باد
آں دم که مرده را به اثر زنده ساختی ‏ در باغِ طالعِ تو بجای شمیم باد
باشند آب گر برهت بهر دفعِ گرد ‏ هر قطره زاں نمونهٔ درِ یتیم باد
هر صیغه که وضع دی از بهر امر تست ‏ فارغ ز ننگِ زحمتِ تقدیمِ میم باد

---

[1] ایں قطعه در نسخهٔ "د" نیست۔

گر بهرِ خویش نیز دعائے کنم چه باک — این نغمه هم گزیدهٔ طبعِ سلیم باد
آزاده ام خلوصِ وفا شیوهٔ منست — راهم درمائے مسلکِ امید و بیم باد
چون رهروِ دیگر به نمط جاده ره روَد — پیوسته سیرِ من به خطِ مستقیم باد
مانندِ فکرِ من رخِ بختِ تو دلفروز — مانند کلکِ من دلِ دشمن دو نیم باد
پابستهٔ زمان و مکان نیست دمند — گر خود رود به کعبه برین در مقیم باد
شادم به گنجِ امن و نگویم که بنده را — خشتے ز زرِ خالص و خشتے ز سیم باد
مقصود از لباس همان پوششِ تن است — پوشش گر از حریر نباشد گلیم باد
بالجمله این سه بیت که سرجوشِ فکرِ تست — در خوردِ لطفِ خاص و عطائے عمیم باد
نواب مهر چهر منوّر چهر چهره را — حاصل جمالِ یوسف و قربِ کلیم باد
چون غنچه که پهلوِ گل بشگفد بباغ — ملکِ جدید شاملِ ملکِ قدیم باد
هردم ترا بخلوتِ راز و بزمِ انس — روح الامین مصاحب و غالب ندیم باد

قطعه ۳۱

فرزانهٔ یگانه اِدْمِنْسْٹن بهادر[۱] — کاموخت دانش از وے آئینِ کاردانی
در محفلِ نشاطش زهره به نغمه سنجی — بر گوشهٔ رباطش کیوان به پاسبانی
اے شمعِ بزمِ صورت روے تو در فروزش — وے موجِ بحرِ معنی رائے تو در روانی
دانم که مه شناسی کاندر قلمرو دهند — کس در سخن ندارد چون من گهر فشانی
از غم چنان ستوهم کاینک نماند با من — تابِ سخن طرازی نیروے مدح خوانی
اکنون در آتشِ غم با داغ همنشینم — در نطق بود زین پیش با شعله هم زبانی

---

[۱] این قطعه در نسخهٔ "د" نیست۔

سوزاں چو شمع بودن دانی کہ می توانم | داغ از دلم زدودن دانم کہ می توانی
در آتشم بیفگن تا سر بسر بہ سوزم | گر خود نمیگرانی کاین را فزود نشانی
از حضرتِ شہنشہ خاطر نشان من بود | در مزد مدح سنجی صد گونہ کامرانی
ناگہ ز تند بادے کاں خاست در قلمرد | برہم زد آں بنا را نیرنگ آسمانی
در وقت فتنہ بودم غمگین و بود با من | زاری و بینوائی پیری و ناتوانی
حاشا کہ بودہ باشم باغے باآشکارا | حاشا کہ کردہ باشم ترک وفا نہانی
از تہمتے کہ بر من بستند بدسگالاں | حکام راست با من یک گونہ سرگرانی
در پیریم ازیں غم جز مرگ چارہ نبود | خود پیر گشتمے من بودے اگر جوانی
دارم شگرف حالے از مرگ و زیست بیرون | جاں گرچہ ہست شیریں تلخست زندگانی
رونق فزاے ملکے در معدلت طرازی | امیدگاہ خلقے در منفعت رسانی
زاں پس کہ از تو در دل نومید گشتہ باشم | ہیچ آرزو ندارم جز مرگ ناگہانی

قطعہ ۳۲

اے[1] خداوند ہنر مند ہنر در پرور | مہر دیدار فلک مرتبہ سیسل بیڈن
ہر چہ از جاہ فریدوں شمری تا ہوشنگ | ہر چہ از شوکت کسریٰ بگری تا بہمن
شود ایں تذکرہ چوں لفظ مکرر بیکار | رود آنجا کہ ز فرتاب شکوہ تو سخن
بہ امید تو ام از یاری اختر فارغ | در پناہ تو ام از گردش گردوں ایمن
مسکنِ من بہ جہاں صورتِ مدفن دارد | بزمیں بسکہ فرو برد مرا بار محن
آں کرم پیشہ پرنسب و گراں استرلنگ | آں جمس تامسن و ماڈک و بجے ٹمکنا ٹن

---

[1] ایں قطعہ در نسخۂ "د" نیست۔

همه را بود بدین خسته جگر در هر وقت　　خواندن از رافتؔ و از راهِ کرم پرسیدن

حیف باشد که ز الطاف تو ماند محروم　　ہمچو من بندهٔ دیرین و نمک خوار کہن

نالم از غم که نه شایسته و در خور باشد

خاص در عهد تو ناکامی و نومیدی من

قطعہ ۳۳

جان جاکوب بهادر که ز یزداں دارد　　خوبی خوے و فرِ زندگی جوهر راے

طالعش حوت بود تا به نظرگاه کمال　　مشتری سوے سعادت بودش راهنماے

بحمل مهر درخشاں و عطارد باوے　　چوں دبیرے که بود پیش شہنشاہ بپاے

به سوم خانه که ثور است مه و زهرهٔ در راس　　آں یکے در شرفِ خویش و دگر خانه خداے

بنهم خانه ذنب عقده طراز و برجیس　　به قوی پنجگی از کارِ ذنب عقده کشاے

دلو کاں ز ازل ساقط بود از روے حساب　　کرده فرخ و زحل هر دو درآں بادیه جاے

مهر در ساقط مائل شده تمثال طراز　　ماه در زائل ناظر شده آئینه زداے

هر دو نیز ز شرف یافته اقبال قبول　　هر دو کوکب ز خوشی آمده اندوه رباے

زهرهٔ و ماه بهم فرخ و فرخ تر از آں　　که شود راس بدیں فرخی اندازه فزاے

ماه و ناهید تبدیس به طالع نگراں　　زده برجیس به تثلیث دم مهر گراے

نظر کلفتِ نحسین ز طالع ساقط　　چشم بد دور ازیں طالع عالم آراے

آں که ایں اخترِ مسعود نگارد غالبؔ

بهر تحریر مداد آورد از ظلِ هماے

قطعہ ۳۴

ایا بہ کوشش[1] و بخشش رئیس ملّت و ملک
ایا بدانش و بینش مدار دولت و دیں

غبار راہ ترا آفتاب ذرّہ نشاں
لوائے جاہ ترا روزگار سایہ نشیں

بہ داستان تو شہ در سپاس رانده زباں
بر آستان تو مہ در سجود سوده جبیں

ہم از روائی حکم تو در دل اندیشم
کہ خاتم تو ز الماس تیغ داشت نگیں

ہم از بلندی جاہ تو در نظر دارم
کہ منظر تو ز سطح سپہر یافت زمیں

کشادہ لب با ماں چرخ تا کشیدہ کماں
کشیدہ رخت بکوں فتنہ تا کشادہ کمیں

پس از ثنائے تو دارم سر ستایش خویش
سخن شناس چناں و سخن سرائے چنیں

منم بدہر کہ پیش از وجود لوح و قلم
بخامہ شیوۂ تحریر کردہ ام تلقیں

قلم ز نسبت دستم نہال روضۂ خلد
ورق ز صنعت کلکم نگار خانۂ چیں

دلم خزینۂ راز دو عالم ست و لے
ز بیز بانی خویشم بہ گنج راز امیں

بنشتہ ام بہ ثنائے شہ ستارہ سپاہ
قصیدۂ کہ ز خوبی بود بداں آئیں

کہ گر بہ شاہ دہی شہ گماں کند کہ وزیر
بردے تخت فرو ریخت ز آستین پروین

قصیدۂ کہ گرش برگزشتگاں خوانند
زہم فنان تو آئیں ترانۂ پیشیں

کمال[2] را لعناد از نفس چکد زہراب
ظہیر[3] را ز حسد در جگر خلد ژد بیں

چہ خوش بود کہ بری پیش شاہ و عرضہ دہی
کہ اینت پیشکش شاہ سلک در ثمیں

---

[1] این قطعہ در نسخہ "د" نیست۔

[2] کمال اصفہانی شاعر بلند پایہ زبان فارسی۔

[3] ظہیر فاریابی شاعر بزرگ زبان فارسی

حریص بخشش شاہم ولے پس از انصاف
نوازش صلہ خواہم ولے پس از تحسین

امید جائزہ و چشم آفریں دارم
زپادشاہ سخن رس ہم آں خوش است و ہم ایں

سخن دراز شد ایں پردہ تا کجا سنجم
گرفتم آں کہ دل از کف برد نوائے حزیں

دگر ز بہر بقائے تو و سلامت شاہ
زمن نوائے دعائے و ز روزگار آمیں

قطعہ ۳۵

بہار در چمن انداز گلفشانی کرد[1]
بشاخ نخل تمنا ثمر مبارک باد

زمانہ بزم طرب را ز انجم آئیں بست
طلوع مہر و فروغ سحر مبارک باد

عروس ملک بآرائش دوام جمال
بشاہزادۂ فرخ گہر مبارک باد

بپور شاہ جواں بخت در سلامت شاہ
نشاط فتح و نوید ظفر مبارک باد

دگر بشہر جنیبت کشاں موکب خاص
زوند گل بسر رہگزر مبارک باد

شہ فرشتہ سپہ شد سوار نیست عجب
کہ بشنوند ز دیوار و در مبارک باد

غبار راہ گزر سرمۂ سلیمانی ست
صفائے آئینہ ہائے نظر مبارک باد

صلائے جام تماشائے جشن جمشیدی
بہ عہد خسرو جمشید فر مبارک باد

نہ اہل شہر رضا جوئے شہریار خودند
بلے بیکدگر انہ یکدگر مبارک باد

بمن کہ از ستم چرخ تیز گرد مرا
کم ست ساز طرب بیشتر مبارک باد

بردے چتر ز بالا ہمی فشاند مشک
بہ بوئے گل ز ہوا بال و پر مبارک باد

بدیدہ بینش و بینش بجلوہ کام روا ست
بقائے پادشہ دیدہ ور مبارک باد

عطائے شاہ بہ نزدیک و دور یکسانست
ازیں نشاط بدوراں خبر مبارک باد

---

[1] ایں قطعہ در نسخہ "د" نیست.

چو شد نثارِ شہنشہ قبول دیگر یافت
بہ مہر ارزشِ لعل و گہر مبارک باد

بہ پادشہ نظر انجم و بہ انجم چرخ
شمار کثرتِ ذوقِ نظر مبارک باد

ہر آنچہ در دو جہاں دست مایۂ ناز است
بہ قبلۂ دو جہاں بو ظفر مبارک باد

لوائے و پرچم و اورنگ و چار بالش ناز
نگین و تیغ و کلاہ و کمر مبارک باد

دگر خطابِ زمیں بوس بالد از نقشش
شرف بہ غالبِ آشفتہ سر مبارک باد

بلند نام جہاں داورا بہ ہفت اقلیم
طرازِ سکۂ و نامت بہ زر مبارک باد

ترا بقا و بقا را سعادت ارزانی
مرا دعا و دعا را اثر مبارک باد

قطعہ ۳۶

در تہنیت شادی

دیدہ[1] ور یوسف[2] علی خاں کز فروغِ رائے او
مہرِ تاباں بُرد قسطِ فیض و من ہم یافتم

از ولی عہدش سخن رانم کہ چوں ماہِ منیر
طلعتش را دیدہ روشن ساز عالم یافتم

واں دگر فرزانہ فرزندِ فرہمندش کہ ہست
کوکبے کش در دل افروزی مسلّم یافتم

خواست تا سازد بہ آئیں ہمینش کدخدا
شاد گشتم چوں خبر زیں جشنِ اعظم یافتم

بہرہ بردم در تصور زاں ہمایوں انجمن
بسکہ در خود طاقتِ رنجِ سفر کم یافتم

بزمِ طوی فرخِ حیدر علی خاں را بہ ہر
خوشتر و خرم تر از بزمِ کے و جم یافتم

سال ایں دولت فزا شادی بامعانِ نظر
مشتری با زہرہ در طالع فراہم یافتم

---

[1] ایں قطعہ در نسخہ "د" نیست۔
[2] نام والیِ رام پور

قطعہ ۳۷

۱؎ "ہم در تہنیت ایں شادی"

بہار ہند کہ نامند برشگال آں را | پس از دو سال براہل جہاں مبارکباد
بباغ و دشت و بیابان و کوہ سرتاسر | سحاب و سبزہ و آب رواں مبارکباد
گزشت عہد سموم و وزید باد خنک | زجاں بہ تن دگر از تن بجاں مبارکباد
اگرچہ رحمت عام ست لیک با تخصیص | بہ رام پور کراں تا کراں مبارکباد
زبرگ برگ نیستاں کہ گرد آں شہر ست | رسد بگوش چناں کز زباں مبارکباد
ز انبساط پرست آنچناں کہ از رگ ابر | بجائے قطرہ تراود دہماں مبارکباد
سپش بلاد گرامیم کہ اہل دانش را | شود ز ہر آئینہ خاطر نشاں مبارکباد
خود ابر و باد بہ گیتی نہ دیر باز نہ بود | عطیہ ایست کہ بر ہمگناں مبارکباد
معاف باشم اگر خود ز خوشتن پرسم | بہ رام پور خصوصاً چناں مبارکباد
چو رام پور بود وجہ تازہ روئی دہر | ز ہر چہ اینہمہ گل کرد آں مبارکباد
ز فیض ہمت فرمانروائے آں شہر ست | کہ دیدہ خلق بود ہر زماں مبارکباد
ظہور میمنت کتخدائی فرزند | براں رئیس سپہر آستاں مبارکباد
کہ میہمان حق ست آں و ماطفیلی او | نزول مائدہ بر میہماں مبارکباد
بجیب و دامن مردم ز بخشش نواب | متاع خاصہ دریا دکاں مبارکباد
کشایش در گنجینہ دانگہ از در گنج | بدر شتافتن پاسباں مبارکباد
بطالبان زر و سیم و زر فراخ | بسائلاں تہی کاسہ ناں مبارکباد
بمن کہ تشنہ لب بادہ ہائے پرزورم | اناآں میاں دو سہ رطل گراں مبارکباد

۱؎ ایں در نسخہ "د" نیست

بگو ز شادیِ اهلِ زمیں که میگویند — فرشتگانِ بلند آسماں مبارکباد

بدیں ترانه که هاں اے امیرِ شاه نشاں — نویدِ فرّخیِ جاوداں مبارکباد

بشهریارِ ولی عهد و شاهزادهٔ عهد — خوشی و خوبی و امن و اماں مبارکباد

ازاں جهت که ستایش نگارِ نوّابی — ترا هم اے اسد الله خاں مبارکباد

قطعه ۳۰

جم حشم شاهزادهٔ فتح الملک[1] — مرحبا طالعِ مظفّرِ تو

خود ظفر بے تو ناتمام بود — گرچه جزویست از ظفرِ تو

اینکه از روے نسبتِ ازلی — در خورِ افسرست گوهرِ تو

نه ز تقصیر بلکه از ادبست — افسر ار جا نکرد برسرِ تو

نه ز تعطیل بلکه از خوبیست — مملکت گر نشد مسخّرِ تو

پادشاهِ قلمروِ نازے — کلهِ کج خوشست افسرِ تو

مرزبانِ ممالکِ حسنے — ملکِ دلها بس ست کشورِ تو

هم فلک را نباشد ایں رفعت — کش تواں گفت طرفِ منظرِ تو

ایں که پنداشتی فلک نبود — جز غبارِ رمِ تگاورِ تو

ویں که دانستهٔ زمیں نبود — جز فضاے فراخِ بردرِ تو

اے که باشد فروغِ اختر روز — لمعهٔ از فروغِ اخترِ تو

آفتابے و شیر مرکبِ تست — آسمانے و جبهه نیّرِ تو

مهر و مه صرفِ آب و گل کردند — تا بیاراستند پیکرِ تو

---

[1] ایں قطعه در مدحِ مرزا فتح الملک ابن بهادر شاه ظفر نوشته بود

زسد تا ز چشم زخم گزند | گشت انجم سپند مجمرِ تو
رنگ بازو زبس نکو ردے | لاله در پیش دردِ احمرِ تو
بالد از بس بلند بالاے | سرو در سایۂ صنوبرِ تو
بندد از برگ بوے گل احرام | در ہواے طوافِ بسترِ تو
آورد خط بندگی ریحان | پیش گاه خط معنبرِ تو
اے کہ باشد خطِ غلامی من | نام آباے من بدفترِ تو
پیش ازیں گرچہ زاقتضاے قضا | بنده را ره نبود بردرِ تو
می شمردم دلے زروے شمار | خویش را زلّہ خوار وچاکرِ تو
خستۂ دہرم و بود بہ سخن | دہم من تیز تر ز خنجرِ تو
نیست در بذلہ کس قرینہ من | نیست در بذل کس برابرِ تو
ابرے و جوے خضر رشحۂ تو | تیغے و فتح کلک جوہرِ تو
غالب مے کشم نہ گستاخی ست | گر کنم عرضِ مدّعا برِ تو
چشم دارم عطیۂ تحسیں | از لبِ لعلِ روح پرورِ تو
تشنۂ بادہ ام تکلف چیست | بنی تا نغم ز کوثرِ تو
رندِ آزاده ام بحرا نخورم | باده از دستِ فیض گسترِ تو
آں کرم کن کہ در جہانِ خراب | تا زیم مے خورم زساغرِ تو
خوش بود گر بجرعۂ باشم | ہم دعا گوے وہم ثنا گرِ تو

لطف خاصِ تو باد یاد زمین
ایزدِ پاک باد یاورِ تو

قطعہ ۳۹

در ثنائے معظّم الدولہ — عقل فعّال ہمزبانِ منست [1]
منش امیدگاہ خود سنجم — عقل سنجد کہ قدردانِ منست
من خداوندِ خویشتن گویم — عقل گوید خدایگانِ منست
عقل گوید نغم اگر گویم — آستانِ وے آسمانِ منست
گویم آرے اگر خرد گوید — رائے وے شمعِ دودمانِ منست
در ہنر من ثناگرِ عقلم — در سخن عقل مدح خوانِ منست
من ز خود رفتۂ رسائیٔ عقل — عقل دلدادۂ بیانِ منست
ہان وہان گرچہ عقل دور اندیش — در رہِ مدح ہمعنانِ منست
لیکن از روئے رشک ہم سخنی — محوِ سودِ خود و زیانِ منست
من عیارِ خرد ہمی گیرم — عقل در بندِ امتحانِ منست
ہرچہ از غیب در دلم ریزند — عقل گوید کہ ہم از آنِ منست
ہرچہ دانش ز خامہ انگیزد — گویم آوردۂ بنانِ منست
من سخن گوے و عقل گرمِ نزاع — کایں متاعے ست کز دکانِ منست
عقل اندیشہ زائے و من بفغاں — کایں حدیثے ست کز زبانِ منست
غالبا گر بہ حضرتِ نوّاب — گفتمے قطعہ ار معانِ منست
عقل ہر مصرعِ مرا بگزاف — گفتمے ایں ناوک از کمانِ منست
لاجرم مہر بر ورق زدہ ام — خود ہمیں نامِ من نشانِ منست

---

[1] در نسخہ "د" نیست۔

قطعہ ۳۴

در فتح پنجاب

چوں بر ہزار و ہشتصد و چل فزود شش ؎۱ | نو شد شمارِ سال دریں کاخِ ششدری
ناگہ دریں زمانۂ فرخ کہ آفتاب | در دلو جاے داشت بہ تربیع مشتری
روزیکہ بست و ہفتم ماہ گذشتہ بود | واں بود چار شنبۂ آخر ز جنوری
دشتے کہ در کنارۂ دریاے ستلج ست | گردید جلوہ گاہ دو سدِّ سکندری
بستند از دو سو دو سپہ صف بعزم جنگ | بر خویشتن دمیدہ فسونِ دلاوری
زیں سو بہادران جہاں جوے نامدار | استادہ زیر ظلِّ لواے گورنری
دریاکشان میکدۂ علم و آگہی | شایان قاعدۂ جاہ و سروری
از حق امیدوار بفرخندہ طالعی | با خلق سازگار ز پاکیزہ گوہری
زاں سو سپہ دلانِ کج اندیشِ بدنہاد | در سر فگندہ باد خلاف از سبکسری
داغ جبین دہر ز ناپاک مشربی | روز سیاہ خویشتن از تیرہ اختری
از مغرب آں رسیدہ بسانِ سوادِ شام | از مشرق ایں دمیدہ چو خورشید خاوری
دلہا ز تاب کینہ چناں گرم شد کہ گرد | ہر قطرہ خوں بہ مجمرۂ سینہ اخگری
دانا دلانِ دادگرِ انگلنڈ را | بخشیدہ حق زبسکہ بہر شیوہ برتری
دارند ہم بہ تیغ زنی زورِ رستمی | دارند ہم بہ کج کلہی فرِّ قیصری
بستند راہ خصم و شکستند فوج خصم | از روے چیرہ دستی و از در غضنفری
با دشمنانِ دولتِ فرماندہانِ شرق | دولت نکرد ہمرہی و بخت یاوری
لاہوریاں ہرزہ ستیز و گریز پاے | کردند در گریز دخانی و صرصری

؎۱ در نسخہ "د" نیست۔

چل توپ کاں بماند بمیدان کارزار | با جان آں گریختگاں کرد اژدری
سرہائے شاں شکستہ بچوگاں زبی تنی | تنہائی شاں فتادہ بہ میداں زبیسری
عنوانِ فتحنامۂ پنجاب بودہ است | سیمائے ایں فتوح کہ فتحے ست سرسری
ایں قطعہ بیں کہ کرد اسد اللہ خاں رقم | روز دوشنبہ و دوم ماہِ فروری

قطعہ ۱۸

دی بہ ہنگامۂ ہنگام فرو رفتن مہر | روے ابر دے نمود از افق چرخ ہلال
اندریں روز دل افروز بود عیدِ سعید | عید فرخندہ فرخ رُخ ماہ شوال
عید را آئینۂ طلعت سلطاں خواہم | تا بداں آئینہ در بنگرم آثارِ جمال
نہ جمالیکہ بود آئینہ ساز رخ و زلف | نہ جمالیکہ بود نکتہ طراز خط وخال
بے خط وخال جمالیکہ بود در اسلوب | مصدر اسم جمیل و متقابل بہ جلال
مظہرِ کامل آثار جمال آمدہ است | ذات سلطان فرشتہ فر فرخندہ خصال
جامع مرتبۂ علم وعمل فتح الملک | فخر دین عینِ یقیں عزّ شرف حسنِ کمال
گر باندازۂ سرمایہ کند جلوہ گری | اندر آئینہ ہر آئینہ نگنجد تمثال
اے ارم در رہ ہمتائے گلزار تو زار | وے زباں در دم گویائی اجلال الجلال
فتح خود نامزدت ست. بتوقیع ازل | دیگراں راست ز نام تو نوید اقبال
گوی از دد دہ گشتاسپ نبردے شہ ودم | گر نہ در معرکہ نام تو ہمی بردبفال
زاں سیاست کہ بود حدل ترا در ہمہ جاے | زاں حراست کہ بود لطف ترا در ہمہ حال
دُم ضیغم زدہ در کلبۂ ردیہ جاروب | چشم شاہیں شدہ در پاے کبوتر خلخال

ے در نسخہ "د" نیست ۔

نازد بر خود کند ار خست ز تیر تو عقاب — بار بر گردد اگر جست ز دام تو غزال

باور اگر د سپاه تو در آرد از پاے — ابر را برق سنان تو کشاید قیفال

شہ نشانا بتو صد حرف موجّہ دارم — کردہ ام نظم دریں قطعہ بوجہ اجمال

حیلہ بہر طلب دایہ باز عید کجاست — شوق میگویدم امروز کہ ہمچوں اطفال

ہر چہ در دل گذرد خواہ ز یزداں بدعا — ہر چہ ممکن نبود جوے ز سلطاں بسوال

خواہم امّا نہ چو آلودہ دردناں بفریب — کہ نیایند ہمی مشک و فروشند زگال

از تو گیرم بگدائی زر و پاشم بر خلق — گوئی از جود تو آموختہ ام بذل و نوال

فی المثل گر بودم دست بگنجینۂ غیب — چوں شوم تشنہ بخشم بدے آب زلال

ہفت گنجینۂ پُر در یز نہ سنجم بجَو — تشنۂ بادۂ نابم نہ گدا پیشۂ مال

چوں عطاے تو بود پاک ز تحریم چہ باک — مے حرامست ولے میخورم از وجہ حلال

آنچہ میخواہم ازیں توطیہ دانی چہ بود — کنجے از باغ و خُمے از مے و جامے ز سفال

بستہ بر غیر در کلبہ و بر نظم طراز — رفتہ از زاویہ خاشاک و ز دل گرد ملال

گہ دراں گوشہ ز خود رفتہ و گاہے ہشیار — گہ در اندیشۂ غزل سنج و گہے مدح سگال

گہ ز اسرار ازل یافتہ در سینہ نشاں — گہ ز آثار خرد ریختہ بر صفحہ لآل

تا بود روز بہر سو کہ فتد سایہ بخاک — جا گزینم بکنار چمن و پاے نہال

چوں شود شام ہم شمع فروزندہ بہ پیش — از درخشندگی جوہر عقل فعّال

دارم امید کہ غالب اگرش عمر بود — ہم بدیں سال گذاراند شب و روز و مہ و سال

جاوداں شاد نشاں باش کہ اندر کف تست — دولت دین کہ بود ایمن از آسیب زوال

دولت و عمر ازاں بیش کہ گنجد بشمار — شوکت و جاہ فزوں زاں کہ در آید بخیال

قطعہ ۴۲

برگِ شاہ بوسہ زد نشتر | آہنیں دل ادب نگاہ نداشت [۱]
لیک دانم کہ اندریں پرخاش | سرِ آزار جسمِ شاہ نداشت
آرے آہن کہ اصلِ شمشیرست | جز کفِ دستِ شہ پناہ نداشت
جزو آں کل کہ نیشتر باشد | چوں محابا ز عزّ و جاہ نداشت
داشت لیکن ز ردے راے صواب | در دل اندیشۂ زیں گناہ نداشت
در تنِ شاہ تیرہ خونے بود | واں خود از ہیچ سوے راہ نداشت
راہ وا کرد تا فرو ریزد | رہ ہمیں بود و اشتباہ نداشت
در سخن گر سخن بود گو باش | نتواں طعنہ زد کہ آہ نداشت
ہمچو مژگاں کہ دم بدم جنبید | ہرگز آرامِ ہیچ گاہ نداشت
دردِ دل با زمانہ چوں نگفت | لب گویائی عذر خواہ نداشت
در دلم رخ نہفت از تشویر | زیں نکوتر گریزگاہ نداشت
رفت و با خود گرفت غالبؔ را | چہ کند چوں دگر گواہ نداشت
واے کاں خستہ خود ز تنگ ے | راہ در صحنِ بارگاہ نداشت
پا اگر داشت پا نمی جنبید | سر اگر داشت سر کلاہ نداشت
داشت آہنگ پاے بوس ے
طالعِ مہر و بخت ماہ نداشت

لہ در نسخہ "د" نیست۔

قطعہ ۴۳

ایکہ گفتی[1] کہ در سخن باشد | حاصل جنبش زباں گفتن
تا ندانی کہ رازِ دل با دوست | جز بہ گفتن نمیتوان گفتن
خامہ را نیز در گزارشِ شوق | ہست دستے بداستاں گفتن
گر قلم در زباں ترانہ یکیست | ایں نوشتن شمار و آں گفتن
بقلم ساز دمید ہم گفتار | تا نگنجد دریں میاں گفتن
زانکہ دانم کزیں خروشش بیم | ریش گردد زِ الاماں گفتن
مشکل افتادہ است درد فراق | با مظفر حسین خاں گفتن

قطعہ ۴۴

[2]

با آدم زن بہ شیطاں طوق لعنت | سپردند از رہ تکریم و تذلیل
ولیکن در اسیری طوق آدم | گراں تر آمد از طوق عزازیل

قطعہ ۴۵

در وفات مسٹر اسٹرلنگ بہادر

فروغ طالعِ ایام مسٹر اسٹرلنگ | کہ فرخسرویش تافتے چو خور ز جبیں
شگفتہ روے و پسندیدہ خوے و مشکیں بوے | بہ مایۂ نیک دبہ گوہر خوش و بشیوہ گزیں

---

[1] در نسخۂ "د" نیست۔
[2] در نسخۂ "د" نیست۔

بہار خوش نگہاں ز نسیم پردہ کشا — بساطِ گلکہاں را امیرِ صدر نشیں

لطافت از لب و کامش اسیر حرف و سخن — سعادت از سرِ دستش رہینِ تاج و نگیں

سواد ہند ز فیضش شکنج طرّۂ حور — بساط دہر ز لطفش فضائے خلد بریں

بدہر زد سر پائے و جاں بجاناں داد — ز خود گذشت بیال نگاہ باز پسیں

بصد نشاط سی و پنج سالہ از دنیا — جریدہ رفت و جواناں چنیں روند چنیں

بروز بست و سوم از مئے بہ ہنگامے — کہ بود خسرو انجم ببرج ثور مکیں

ہزار و ہشتصد و سی ز عہد عیسیٰ بود — کہ جست برق جہانسوز ایں الم زکمیں

من و خدا کہ دریں پیچ و تاب نیست شگفت — زہم گسستن شیرازۂ شعور و تمکیں

تنے چنانکہ شگفتے بہار از دُ گل گل — سرے چنانکہ فشاندے فلک بر پرویں

چہ او فتادہ کہ از خاک باشدش بستر — چہ رُوئے دادہ کہ از خشت گردش بالیں

ہمیں مراست نہ تنہا زبانِ فغاں پیما — ہمیں مراست نہ تنہا جگر شگاف آگیں

لباس نیلی و رخت سیاہ پوشیدہ — سپہریاں بسپہر و زمینیاں بزمیں

دگر زباں بہ ثنائے کہ جنبدم بدہن؟ — دگر امید وفائے کہ بخشدم تسکیں؟

بشوق کوئے کہ گردم دگر بسر پویاں؟ — بذوق حرف کہ سازم دگر سخن شیریں؟

ز مدح فیض کہ بخشم سفینہ را زیور؟ — ز شکر لطف کہ بندم صحیفہ را آئیں؟

ستم نگر کہ کنوں بایدم بمرثیہ ریخت — ز درج مدح گہرہائے آبدار ثمیں

ز رفتہ نقش خیالِ وے و نخواہد رفت — ز خاطر اسد اللہ داد خواہ حزیں

برائے آنکہ بہشت بریں بود جایش
زمن دعا و ز انصاف پیشگاں آمیں

قطعہ ۴۶

تاریخ وُرُودِ نواب گورنر جنرل بہادر بہ دہلی

داور شاه نشاں لارڈ کونڈس ہنٹنگ   کز نہیبش تپش از شعلہ رمیدن دارد
کوکب از چرخ ز تاثیر نگاه غضبش   متصل چوں عرق از جبہہ چکیدن دارد
ہر کجا برق عتابش علم افراشتہ است   شعلہ را رعشہ بر اندام دویدن دارد
ہر کجا پرتوِ لطفش اثر انباشتہ است   گل شاداب ز ہر خار دمیدن دارد
بسکہ چوں مہر جہانتاب بسر گرمی مہر   خود بحال دل ہر ذره رسیدن دارد
اندریں سال مبارک ز غبار رہ خویش   بر رخ ہند سر غازه کشیدن دارد
خستگان مژده کہ نواب معلی القاب   کردن و گفتن و پرسیدن و دیدن دارد
بارِ خود گفتم اگر سال وُرُودش در ہند   باز جوئی و بگوئی کہ شنیدن دارد
لیک در تعمیہ آویزد ہم از لفظ وُرُود   طرے انداز کہ ایں شیوه گزیدن دارد
گفت نواب ز آغاز و ز انجام وُرُود   از کرم جان بہ تنِ خلق دمیدن دارد
۱۲۳۱

قطعہ ۴۷

در تاریخ طوی کتخدائی شاه سلیمان جاه پادشاه اودھ

خوش اللہ ز جوشش گل کہ دہر   عرض گنجینۂ صبا و شمال
بخت گوید بخرمی کہ نیاز   عیش پیچد بتازگی کہ ببال
رنگ را بو رسد بعذر قدم   لالہ را گل دود باستقبال

ہمہ مے میچکد ز مغز غبار — ہمہ گل میدمد ز شاخ غزال

باغ از نقشہاے رنگا رنگ — نیکواں راست نامۂ اعمال

راغ از لالہ ہاے گونا گوں — عاشقاں راست کارگاہِ خیال

سروہا در ہجوم جنبش شاخ — قمریاں زمردیں پر و بال

شاخہا در نمایش شبنم — حلّہ پوشان گوہرین تمثال

دہر گوئی شدست سرتاسر — بزم طوبی شہ ستودہ خصال

شاہ عالم نصیرِ دیں کہ بود — دولتش ایمن از گزند زوال

بطراز رقم سلیمان جاہ — بہ نشاط اثر ہمایوں فال

بہ اداے ادب سپہر شکوہ — بہ صلاے کرم سحابِ نوال

بزمش از دلکشی بہشت نظیر — قصرش از برتری سپہر مثال

طالعش نقد کیسۂ ایام — دولتش روح قالب اقبال

رزمگاہش خطرگہ ارواح — بزمگاہش نظرگہ آمال

مے بجامش چو نور با نیّر — زر بدستش چو آب در غربال

ہر اداے کہ آیدش بضمیر — ہر نواے کہ پیچیدش بہ خیال

بندد آں باغ خلد را آئیں — گردد ایں ساقِ عرش را خلخال

چوں چنیں شاہ را چنیں جشنے — آمد آرایش دوامِ جمال

اسد اللہ خاں کہ خوانندش — در سخن غالب لطیفہ سگال

بہ اداے گزارشِ تاریخ — ریخت بر گوشۂ بساط لآل

بہر ترتیب ایں ہمایوں جشن — کہ بہ خرد و خجستہ باد بفال

زد رقم بزم عشرت پرویز — دینکہ گفتم بود ز روئے وصال

در تو خواہی کہ آشکار شود — نقش اندازۂ مسیحی سال

شاہد بخت پادشاہ نویس   دانگمش بر فزاے جشن کمال

قطعہ ۴۸

تاریخ اتمام مثنوی

چو از خامۂ فکر فضلِ عظیم   فرو ریخت ایں سلک دُرِّ یتیم
تماشاے ایں عنبر آگیں بساط   ببندد دماغم بہ عطر نشاط
بایجاد تقریب عرض نیاز   شدم فکرِ تاریخ را چارہ ساز
درخشید برقے ز جیبِ خیال   کہ کار عظیم ست تاریخ سال

قطعہ ۴۹

تاریخ تعمیر مسجد و امام باڑہ

صحن امام باڑہ و مسجد ہر آں کہ دید   در کربلا زیارت بیت الحرام کرد
مفتیِ عقل از پئے تاریخ ایں بنا   ایما بسوے من زرہ احترام کرد
گفتم بوے بدیہہ خوشا خانۂ خدا   شد خشمگین دمے کہ نظر بر کلام کرد
خاشاک رفت و پائے ادب در شکنجہ ریخت
ایہام را بتخرجہ معنی تمام کرد ۱۲۴۴ھ

قطعہ ۵۰

تاریخ تعمیر امام باڑہ سراج الدین علی خاں

چوں شد بصحن مدفن خان بزرگوار — طرحِ امام باڑۂ عالی سپہر سا
رضواں ز خلد نور براں بام در فشاند — تا گشت سنگ و خشت چو آئینہ رو نما
رحمت پے بساط دراں بزم تعزیت — آورد اطلس سیہ از سایۂ ہما
رفتم نیاز مند بہ پیش سر و شِ فیض — گفتم کہ پردہ از رخ تاریخ برکشا
در تعزیت سرای بزد نالہ و بگفت — اینست ساز نغمۂ تاریخ ایں بنا

۱۲۴۴ھ

قطعہ ۵۱

تاریخ وفات مولانا فضل امام رح

اے دریغا قدوۂ ارباب فضل — کرد سوے جنّتُ الماویٰ خرام
کار آگاہی ز پر کارِ افتاد — گشت دار الملک معنی بے نظام
چوں ارادت از پے کسب شرف — جست سال فوت آں عالی مقام
چہرۂ ہستی خراشیدم نخست — تا بناے تخرجہ گردد تمام
گفتم اندر سایۂ لطفِ نبی صلعم — باد آرامشگہ فضل امام

قطعہ ۵۲

تاریخ وفات میر فضل علیؒ

چو میر فضل علی را نماندہ ہست وجود — تو روے دل بخراش اے اسیر رنج و محن
چو شد وجود گم و روے دل خراشیدہ — شود ز اسم خودش سال رحلتش روشن

قطعہ ۵۳

تاریخ وفات مرزا سیتا بیگؒ کوتوال لکھنؤ

ز سال واقعۂ میرزا سیتا بیگ — تات راست شمار ائمۂ امجاد
صحیفہ ہاے سماوی مبین از عشرات — حدیقہ ہاے بہشتی مشخص از آحاد

بحرمت دہ و دو ہادی و چہار کتاب
کہ در نشیمنے از ہشت خلد جایش باد
۱۲۴۸ھ

قطعہ ۵۴

تاریخ تعمیر مکان

جان جا کوب آں امیر نامور — دست دے آرایش تیغ و نگیں

ساخت زانساں منظرے کز دیدنش | حور گفت احسنت در رضواں آفریں
در بلندی افسر فرق سپہر | در صفا گلگونۂ روے زمیں
بایدش گفتن گلستانِ ارم | زیبدش خواندن نگارستانِ چیں
خود سہ آشوب وہر اسکوبش در اوج | در نظر باشد سپہر ہفتمیں
غالب جادو دم نازک خیال | کش بود اندیشہ معنی آفریں

گفت تاریخ بنائے آں مکاں
آسمانے پایہ کاخ دل نشیں
۱۲۵۵ھ

قطعہ ۵۵

تاریخ بنائے چاہ

آں میجر فرزانہ کہ موسوم بجان ست | دال راست دم دانش ووالائی دریافت
فرمود پئے کندن چاہے کہ درانسست | آبیکہ سکندر بہوس جست و خضر یافت
خود چشمۂ فیض ابدی گفت بہ غالب | بنوشت چو آں دلشدہ از راز خبر یافت
بستود دریں قطعہ درآورد ہماں وقت | تاریخ دگر نیز با معان نظر یافت

خورشید زمیں گفت دریں زمزمہ دل بست
دیں تعمیہ را خوب تر از گنج گہر یافت
۱۲۵۵ھ

قطعہ ۵۶

تاریخ تفسیر

چشم و چراغ دودۂ مودود آنکہ ہست[۱] — صفدر حسن ع بہ تسمیہ معروف در انام

نازم نژاد دے کہ بہ مودود میرسد — تا حضرت علی نقی ع آں دہم امام

آراست مصحفے و نوشت اندراں بورد — فہرستے از علوم بہر گونہ اہتمام

رسم الخط و قرأت و تجوید و ترجمہ — شان نزول و ناسخ و منسوخ در کلام

علم حدیث و فقہ و سلوک و شمار حرف — ہر یک بشیوۂ کہ پسندند خاص و عام

شرح فوائد و قصص و نکتہ ہاے راز — ہر گونہ دانشے کہ من آنرا نہند نام

علم خدا شناسی اسرار معنوی — تفسیر ہر چہ ہر کہ پژوہد بہر مقام

حسن نگارشے کہ چو بینی گماں بری — گوہر فشاندہ کلک گرانمایہ در خرام

یا خود ز خط و نقطہ پے طائر نگاہ — انگندہ اند دانہ و گستردہ اند دام

از نقطہ خال عارض خوباں شود خجل — وز خط بنفشہ زار برد تازگی بوام

نظارۂ دوائر الفاظ گر کنی — بینی پر از زلال خضر صد ہزار جام

ہر جا کہ گشتہ ترجمۂ و اُتلُوا رقم — گردیدہ نوک خامہ بہ تیزی دم حسام

ہر جا کہ رفتہ معنی لاتقنطوا ابکار — پیچیدہ بوے سنبل فردوس در مشام

گفتم ستایم ایں رقم دل فروز را — امّا نگشت ہمتِ من فائز المرام

در راہ وصف پویہ رود ادا اشتے خرد — بودے کمیت خامہ اگر گوہرین ستام

بالجملہ مصحفے کہ بود جامع این چنیں — نبود بزیر ایں فلک آبگینہ فام

---

۱ این قطعہ در نسخہ "د" نیست۔

چوں سید بزرگ چنیں مصحفِ مجید | ناگاہ پیش غالبِ مسکیں مستہام
آورد و گفت کایں گہر آگیں صحیفہ را | ختم الضحیٰ الف آمدہ تاریخ اختتام
زاں رو کہ در ضوابط فن سخن دری | تاریخ جز بہ نظم نمیپاید انتظام
رفتیم و ساختیم طلسم از برائے گنج | ایں قطعہ را اساس نہادیم والسّلام

قطعہ ۵۷

تاریخ وفات

چوں تفضّل حسین خاں کہ نبود | کس نظیرش بہ شیوہ و ہنجار
آنکہ اورا ہمی تواں گفتن | مردم دیدۂ اُولُوا الاَبصَار
آنکہ اورا روا بود خواندن | گوہرِ بحر حیدرِ کرّار
آنکہ از رائے روشنش در دہر | مہر را بود گرمیٔ بازار
در کرم گستری لطیف نہاد | در وفا پیشگی شگرف آثار
داشت اندر شکنج راحت و رنج | داشت اندر فور دلیل و نہار
تیزیٔ ہوش و موشگافیٔ فکر | خوبیٔ خوے و شوخیٔ گفتار
جاں بجاں آفریں سپرد و گزشت | زیں گزرگاہ تنگ ناہموار
نے غلط گفتہ ام نمی میرد | ایں چنیں مرد زندہ دل زنہار
تا شود محرم سرائے سرور | زیں جہانِ دُژم گرفت کنار
جستم از سال رحلتش اثرے | گفت غالب کہ خود ندیے شمار
از بردیح پسہر جوے آیت | عشرات از کواکب سیّار

گفتم آحاد گفت شرمت باد
از خدا دند واحد القہار
۱۲۷۱ھ

قطعہ ۵۸

تاریخ ولادت

درخشید از سپہر جاہ ماہے
بفرخ طالع و فرخندہ ہنگام

زہے چشم و چراغ دودۂ حسن
کہ افزاید فروغ دین اسلام

سراج الدین احمد خاں بہادر
نہادند اختر رخشندہ را نام

ہمیں نام ست تاریخ ولادت
خوشا نام آورِ شایستہ فرجام

خدایا اندریں گیتی کہ آنرا
نداند جز توکس آغاز و انجام

رسد تا قطرہ زن ابر از پے باد
شود تا جلوہ گر صبح از پس شام

نگہدار ایں ہمایوں نامور را
نشاطمند نشاطِ و عیش و آرام

قطعہ ۵۹

بیان چراغاں کہ در دہلی بباغ بیگم بکمال تجمل و تکلف رونق پذیرفتہ بود

دریں روزگار ہمایوں فرخ
کہ گوئی بود روزگارِ چراغاں

شد گوش پر نور چوں چشم بینا — ز آوازهٔ اشتهارِ چراغاں
مگر شهر دریاے نور ست کاینجا — نگه گشته هر سو دچارِ چراغاں
بسر برده بر چرخ مهرِ منوّر — همه روز در انتظارِ چراغاں
گواه من اینک خطوطِ شعاعی — که دارد دلش خارخارِ چراغاں
دریں شب بدیدا شد از چرخ گرداں — کند گنج انجم نثارِ چراغاں
نبودست در دهر زیں پیش هرگز — بدیں روشنی روے کارِ چراغاں
شد از حکم شاهنشه انگلستان — فزوں رونق کاروبارِ چراغاں
جهاندار دکٹوریه کز فرِ عدلش — ز آتش دمد لاله زارِ چراغاں
ز عدلش چناں گشته پروانه ایمن — که شد دیدبانِ حصارِ چراغاں
به فرمانِ سر جان لارنس صاحب — شد ایں شهر آئینه دارِ چراغاں
به دهلی فلک رتبه سانڈرس صاحب — بر آراست نقش و نگارِ چراغاں
شد از سعیِ هنریِ اجرٹن بهادر — رواں هر طرف جویبارِ چراغاں
سخن سنج غالب ز روے عقیدت — دعا میکند در بهارِ چراغاں
که بادا فزوں سال عمر شهنشه — بروے زمیں از شمارِ چراغاں

قطعه ۶۰

فاتحه

بهر[۱] ترویج جناب والی یوم الحساب — ضامن تعمیر شارستان دلهاے خراب
جرم آمرزے که گر جوشد بهار رحمتش — بر فناے خویش لرزد چوں ز مجرم عذاب
رافتش اعداے ادرادر شمار سال عمر — نعل دارد ز دل بند داز ناخن انگشت حساب
ذرح عمرے ماند طوفانے به بحر سطوتش — تا سر و زانو بموجے باخت مانند حباب

[۱] در نسخه "د" قطعات فاتحه در مثنویات شامل کرده اند

سایہ اش جز در حریم قدس نتواں یافتن ——— کز شکست رنگ امکاں عصمتش دارد نقاب

نغمہ چوں خوں در رگ ابریشم ساز افسرد ——— ہیبت نہیش اگر ریزد نہیب احتساب

بارگاہش را ز خورشید ست خشت آستاں ——— شمع بزمش راست گلگیر از دو لخت ماہتاب

بہر ترویج جنابے کز نہیب عصمتش ——— صیقل آئینہ بر نور نظر ریزد حجاب

آستانش بر فشانگاہ جلالی کز ادب ——— حلقۂ بیرون در گردیدہ چشم آفتاب

بہر ترویج امام رہنمائے انس و جاں ——— عابد اللہ و معبود خلایق بو تراب ع

دلدل برق آفرینش را دمے کاندر خیال ——— میجہد ہمچوں نگاہ از حلقۂ چشم رکاب

ذوالفقارش شاہدے کاندر تماشاگاہ قتل ——— میکشد در شوق دادا ز موج الف بر سینہ آب

در خیال صدمۂ جاں دادگان ضربتش ——— میجہد از دیدۂ عیسیٰ چراغ آفتاب

بہر ترویج حسن ع فرماں دہ اقلیم دیں ——— خسرو عرش آستاں شاہنشہ جنت مآب

توسن قدرش کہ سطح عرش جولانگاہ اوست ——— از خم زانوے جبریل امیں ع دارد رکاب

بہر ترویج شفیع یک جہاں عاصی حسین ع ——— آنکہ مینو راست از گرد قدمگاہش سحاب

درگہش را مخمل خواب زلیخا فرش راہ ——— خیمہ گاہش را نگاہ ماہ کنعانی طناب

عاشق اللہ و معشوق وفادار رسول ص ——— قبلۂ عشق و پناہ حسن و جان بو تراب

بہر ترویج امام ابن امام ابن امام ——— آدم آل عبا شاہنشہ عالی جناب

لالہ را ہمرنگی چشم بخوں آلودہ اش ——— میزند بر فرق از داغ غلامی انتخاب

بہر ترویج محیط فیض باقر ع کز شرف ——— در ہوائے آستاں بوسیش میبالد ثواب

بہر ترویج علی جعفر ع صادق کہ اوست ——— وارث علم رسول و خازن سر کتاب

تکیہ جز بر قول او کردن خطا باشد خطا ——— راہ جز بر جادہ اش رفتن عذاب آمد عذاب

بہر ترویج شہ کاظم ع کہ در بہر عالم ست ——— چوں قضا حکمش روان و چوں قدر رایش صواب

بهر تردیح رضاؑ کز بهر تعمیر جهاں
گشته معمار کرم را جادهٔ راهش طناب

بهر تردیح تقیؑ کاندر تماشاگاه اوست
طاق ایوان آسماں مرأت روزن آفتاب

بهر تردیح نقیؑ کز بهر تقریب نیاز
هدیه آورد دست نرگسدان بزمش ماهتاب

بهر تردیح حسنؑ آں آفرینش را پناه
کز ترفع آستانش عرش را باشد جواب

زیں سپس بهر ظهور مهدیؑ صاحب زماں
ظلمتستان شب کفر و حسد را آفتاب

قول و فعلش بے سخن کردار و گفتار نبیؐ
رسم در راهش بے تکلف رسم و راه بوترابؑ

حبذا معمار گیتی کز پے تعمیر دیں
در کف از سر رشتهٔ شرع نبی دارد طناب

تا بجوید خویش را ز آئینهٔ رخسار او
شاهد دین نبی از چهره بردارد نقاب

ابر لطفش ز آتش دوزخ بیالاید بهشت
برق قهرش ابر رحمت را کند دود کباب

بعد ازیں بهر شهیدانیکه خوش جاں داده اند
در شهادت گاه شاه کربلا را در رکاب

سیما از بهر تردیح علمدار حسینؑ
پیشوائے لشکر شبیرؑ و ابن بوتراب

حضرت عباسؑ عالی رتبه کز ذوق حضور
زخم بر اجزائے تن بیمود بر دل فتح باب

یا علیؑ دانی که ره دیم سوے تست از بهر نورد
هر چه آغازم مخاطب دانمت در هر خطاب

موے آتش دیده را مانم که بهر خویشتن
حلقهٔ دام فنا گردیده ام از پیچ و تاب

غافل از رفتار عمر و فارغ از تکمیل عشق
رفته از غفلت در آغوش وداع دل بخواب

نقد آگاهی بوهم فرصتے در باخته
دست خالی بر سر دل در نورد اضطراب

خود تو میدانی که گم گردیدهٔ دشت امید
تشنه تر میگردد از بے آبی موج سراب

دل ز کار افتاد و پا از زور دست از هم شکست
جاده ناپیدا و منزل دور و در رفتن شتاب

فاش نتواں گفت یعنی شاهد مقصود من
جز بخلوت گاه اسرار تو نگشاید نقاب

شعلهٔ شوقے هوس دارم ز کانون خیال
کآتش افسرده را بخشد نوید التهاب

دین و دنیا را بلاگردان نازت کرده ام
جلوهٔ رنگین تر از جنت که باشم کامیاب

قطعہ ۶۱

فاتحہ

بہر ترویح نبیؐ حاکم ادیان و ملل
کار فرمائے نبوت ابداً ہم ازل

بہر ترویح گل روضۂ عصمت زہراؓ
آں بہ تقدیس چو ذات صمدی عزّ و جل

بہر ترویح علیؑ آں کہ بہ نزد جمہور
قبلۂ آل رسول ست و امام اوّل

بہر ترویح حسنؑ چشم و چراغ آفاق
کہ خیالش دہد آئینۂ جاں را صیقل

بہر ترویح حسینؑ آنکہ دو چشم جبریلؑ
از پئے سرمۂ خاک درش آمد مکحل

بہر ترویح امامؑ ابن امام ابن امام
آدم آل عبا زادم و عالم افضل

بہر ترویح گل باغ محمد باقرؑ
آنکہ جاں دادہ مخالف ز نہیبش چو جُعَل

بہر ترویح بحق ناطق امام صادقؑ
آنکہ دانائے علوم ست و توانائے عمل

بہر ترویح شہ موسیٰ کاظمؑ کہ بود
جلوۂ طور بآرایش بزمش مشعل

بہر ترویح رضاؑ ضامن غربت زدگان
خضر را ناصیہ بر خاک درش مستعل

بہر ترویح تقیؑ وز پے ترویح نقیؑ
ہر دو در دفتر ایجاد دو فرد اکمل

بہر ترویح حسن عسکریؑ دیں را سالار
قبۂ بارگہش گنبد گردوں بمثل

بعد ازیں بہر طلوع مہ اوج عرفاں
مظہر عدل حقیقی و امام اعدل

حضرت مہدیؑ ہادی کہ وجودش باشد
شان ماضی و گرانمایگی مستقبل

بہر ترویح شہیدان گرامی پایہ
با دل و جان رسولؐ عربی ہم مقتل

سیما از پے ترویح علمدار حسینؑ
آنکہ در لشکر اسلام بود میر اجل

بہر جمعیت آنانکہ دریں انجمن اند
بایقینے بری از ریب و مبرا ز خلل

در حق غالبِ بیچاره دعائے کہ دگر | نکشد درد سر تاب و تب طول امل
شادشاداں بنجف باکگشاید کہ شود | گرد آں بادیہ از بہر صداعش صندل
بررود زیں تن خاکی بفضائے ارواح | فارغ از کشمکش سطوتِ مریخ و زحل

قطعہ ۶۲ نوحہ

اے فلک شرم از ستم بر خاندانِ مصطفیٰ | داشتی زیں بیش سر بر آستانِ مصطفیٰ
اے بہ مہر و ماہ نازاں ہیچ میدانی چہ رفت | از تو بر چشم و چراغ دودمانِ مصطفیٰ
سایہ از سرو روانِ مصطفیٰ افتد بخاک | ہاں چہ بر خاک افگنی سرو روانِ مصطفیٰ
گرمیِ بازارِ امکاں خود طفیل مصطفیٰ است | ہین چہ آتش میزنی اندر دکانِ مصطفیٰ
کینہ خواہی ہیں کہ با اولاد امجادش کنی | انچہ با مہ کردہ اعجازِ بنانِ مصطفیٰ
نیک نبود گز تو بر فرزند دلبندش رود | انچہ رفت از مرتضیٰ بر دشمنانِ مصطفیٰ
یا تو دانی مصطفیٰ را فارغ از رنجِ حسینؑ | یا تو خواہی زیں مصیبت امتحانِ مصطفیٰ
یا مگر گاہے ندیدی مصطفیٰ را با حسینؑ | یا مگر ہرگز نبودی در زمانِ مصطفیٰ
آں حسینؑ ست ایں کہ سودی مصطفیٰ چشمش برخ | بوسہ چوں باقی نمانندے در دہانِ مصطفیٰ
آں حسینؑ ست اینکہ گفتی مصطفیٰ روحی فداک | چوں گزشتے نام پاکش بر زبانِ مصطفیٰ
قدسیاں را نطق من آوردہ غالب در سماع | گشتہ ام در نوحہ خوانی مدح خوانِ مصطفیٰ

قطعہ ۶۳ نوحہ

اے کج اندیشہ فلک حرمتِ دیں بایستے | علم شاہ نگوں شد نہ بہ چنیں بایستے
تا چہ افتاد کہ بر نیزہ سرش گردانند | عزتِ شاہ شہیداں بہ ازیں بایستے

حیف باشد کہ فتد خستہ ز توسن بر خاک
آنکہ جولانگہ او عرشِ برین بایستے

حیف باشد کہ ز اعدا دمِ آبے طلبد
آنکہ سائل بدرش روح امیں بایستے

تازیان را بہ جگر گوشۂ احمد چہ نزاع
وطن اصلی ایں قوم ز چیں بایستے

ایُّھا القوم تنزّل بود ار خود گویم
میہماں بے خطر از خنجر کیں بایستے

سخن اینست کہ در راہ حسینؑ ابن علیؑ
بوریہ از روے عقیدت بہ جبیں بایستے

چشم بد دور بہنگام تماشاے رخش
رونما سلطنت روے زمیں بایستے

داشت ناخواستہ در شکر قدومش دادن
اگرش ملک دگر تاج و نگیں بایستے

چوں بہ فرمان خود آرائی و خود بینی و بغض
آں نگر دید کہ از صدق و یقیں بایستے

با اسیرانِ ستمدیدہ پس از قتلِ حسینؑ
دل ز رحم و منش مہر گزیں بایستے

چہ ستیزم بقضا ورنہ بگویم غالب
علم شاہ نگوں شد نہ چنیں بایستے

قطعہ ۶۴ نوحہ

وقتست کہ در پیچ و خمِ نوحہ سرائی
سوزد نفس نوحہ گر از تلخ نوائی

وقتست کہ در سینہ زنی آلِ عبا را
سرِ پنجہ حنائی شود در رنگ ہوائی

وقتست کہ جبرئیل ز بیمایگیِ درد
غم را ز دل فاطمہؑ خواہد بگدائی

وقتست کہ آں پردگیاں کز رہِ تعظیم
بر درگہِ شاں کردہ فلک ناصیہ سائی

از خیمۂ آتش زدہ عریاں بدر آیند
چوں شعلہ دخاں بر سرِ شاں کردہ ردائی

جانہا ہمہ فرسودۂ تشویش اسیری
دلہا ہمہ خوں گشتۂ اندوہ رہائی

اے چرخ چو آں شد دگر از بہر چہ گردی
اے خاک چو ایں شد دگر آسودہ چرائی

خوں گردد فرو ریز اگر صاحب نہرے | برخیزد بخوں غلط گر از اہل وفائی
تنہاست حسینؑ ابن علیؑ در صفِ اعدا | اکبر تو کجا رفتی و عباس کجائی
تو قیع شفاعت کہ پیمبر ز خدا داشت | از خون حسینؑ ابن علیؑ یافت روائی
فریاد ازاں حاملِ منشورِ امامت | فریاد ازآں نسخۂ اسرارِ خدائی
فریاد ازآں زاری و خونابہ فشانی | فریاد ازآں خواری و بے برگ و نوائی
فریاد ز بیچارگی و خستہ دِردنی | فریاد ز آوارگی و بے سرد پائی

غالبِ جگرے خوں کن و از دیدہ فرو بار
گر ردے شناس غم شاہ شہدائی

قطعہ ۶۵ نوحہ

سرو چمن سروری افتاد ز پا ہائے | شد غرقہ بخوں پیکر شاہ شہدا ہائے[1]
بر خاک رہ افتادہ تنے ہست سرش کو | آں ردے فروزندۂ واں زلف دوتا ہائے
عباس دلاور کہ در آں راہ روی داشت | شمشیر بیک دست و بیک دستِ لوا ہائے
آں قاسمِ گلگوں کفن، عرصۂ محشر | واں اکبر خونیں تن میدان دغا، ہائے
آں اصغرِ دلخستۂ پیکانِ جگر دوز | واں عابدؑ غمدیدۂ بے برگ و نوا ہائے
اے قوت بازوئے جگر گوشۂ زہراؑ | دست تو بشمشیر شد از شانہ جدا، ہائے
اے شہرہ بدامادی و شادی کہ نداری | کافور و کفن بگزرم از عطر و قبا ہائے
اے مظہرِ انوار کہ بود اہل نظر را | دیدار تو دیدار شہ ہر دو سرا ہائے
اے گلبن نو رستۂ گلزار سیادت | نایافتہ در باغ جہاں نشو و نما ہائے

---

[1] در نسخہ "د" نیست۔

اے منبعِ آں ہشت کہ آرایشِ خلد اند — داغم کہ رسن شد بگلوئے تو ردا ہائے

بائع نظراں روشِ دیں بنی حیف — قدسی گہراں حرم شیرِ خدا ہائے

ماتم کدہ آں خیمۂ غارت زدگاں حیف — غارت زدہ آں قافلۂ آلِ عبا ہائے

آں طعنۂ خورشید دراں گرم روی حیف — واں طعنۂ کفار دراں شورِ عزا ہائے

غالب بملائک نتواں گشت ہم آواز
اندازۂ آں کو کہ شوم نوحہ سرا ہائے

قطعہ ۶۶ نوحہ

شد صبح بداں شور کہ آفاق بہم زد — ماناکہ[۱] ز خوں ریزِ بنی فاطمہ دم زد

تا تلخ شود خوابِ سحر ریزشِ شبنم — شورابۂ اشکے برخِ اہلِ حرم زد

چوں ست کہ دستش نزند آبلہ کز قہر — گل ز آتشِ سوزاں بسرِ طرفِ خیم زد

حاشا کہ چنیں خیمہ تواں سوخت مگر دہر — برکند ازیں وادی و در دستِ عدم زد

گوئی کہ ایں خنجرِ بیداد فشاں بود — آں سنگ کہ کافر بہ شہنشاہِ امم زد

عباسِ علمدار کجا رفت کہ شبیرؑ — دستے بہ پلا رگ زد و دستے بعلم زد

زیں خوں کہ دود بر رخِ شبیرؑ تواں یافت — کاندر رہِ دیں شاہ چہ مردانہ قدم زد

نشگفت کہ بالد بخود از نازِ شہادت — کش خامۂ تقدیر بنام کہ رقم زد

ہے کاتبِ تقدیر کہ در زمرۂ احیا — چوں نامِ حسینؑ ابنِ علیؑ رفت قلم زد

زیں حیف کہ بر آلِ رسولِ عربیؐ رفت — آمد اجل و دست بدامانِ ستم زد

---

۱ در نسخہ "د" نیست۔

این روز جهانسوز کدام ست که غالب
شد صبح بدان شور که آفاق بهم زد

قطعات سبدِ چین[1]

قطعہ ۱

غالب این رنگین کتاب گلشنِ بیخار نام | رودکش جنّاتِ تجری تحتها الانهار ہست
گر کسے لب تشنۂ تاریخِ اتمامش بود | جو بہائے آب ہم در گلشنِ بیخار ہست

قطعہ ۲

احترام الدّولہ، فرمان داد تا | دل کشا گرمابۂ انجام یافت
با مدادان رفت آنجا بہر غسل | آنکہ در گفتار غالب نام یافت
قطعۂ تاریخِ آن فرّخ بنا | ہم در آنجا صورتِ ارقام یافت
شُست پا چون راحت و آرام جست | ہر دو را در گوشۂ حمام یافت

---

[1] این پنجاہ قطعات در کلیاتِ مطبوعہ ۱۸۴۵ء و ۱۸۶۳ء طبع نشدہ اند و در "سبدِ چین"، شامل اند کہ در ۱۸۶۷ء مرزا غالب خود شایع کردہ بود۔ و باضافۂ کلام متفرق در ۱۹۳۸ء فاضل محترم مالک رام صاحب بترتیب جدید شایع کردہ بود۔

قطعہ ۳

در ہزار و دو صد و شصت و شش از دنیا گزشت
بانوے شاہِ او دھ مریم مکانی نام او

آنکہ چو بالاے بام کاخ شستے روئے خویش
آبِ حیوان ریختے از ناودانِ بام او

مردنش ہم بر کمالِ حسنِ او آمد دلیل
چو مہِ کامل بدہر از نور پُر شد جامِ او

در نوردِ رہروی شد سامرہ منزل گہش
خود اساسِ آن زمین بود از پے آرامِ او

گفت غالب سالِ فوتش لیکن از روے نیاز
باد، با بنتِ رسولِ ہاشمی انجامِ او

قطعہ ۴

سپہر مرتبہ اے وایسرائے کشورِ ہند
کز التفاتِ تو دل بشگفد چو گل ز نسیم

بقدرِ فہمِ من است اینکہ گفتہ ام ورنہ
نوازشِ تو دمد روح در عظامِ رمیم

ز بوے خوے تو ہر دم مدد رسد در بزم
نگاہ را بہ فروغ و مشام را بہ شمیم

شگفت نیست کہ نوشیروان و سنجر را
کنی قواعدِ انصاف گستری تعلیم

تو آن امیر کبیری کہ در جہان داری
خدا کلاہِ ترا، داد، ارزشِ دیہیم

رواست سکۂ بنامِ تو لیک حرف این است
کہ ننگ داشتہ نامِ تو از سبیکہ سیم

زر افتِ تو الف دال یافت بعد از شین
بہر کجا کہ الف نون بود بعد از جیم

پس از خرابیٔ دہلی تو آمدی کہ دگر
کنی فلک زدگان را درین دیار مقیم

سپس بنامِ تو شہرے جدید خواہد بود
نہ آنکہ شاہ جہاں ساخت در دیار قدیم

ترا چنانکہ توئی چون توان ستایش کرد
چہ آید از اسد اللہ خاں بجز تسلیم

قطعہ ۵

بزمِ نواب جم حشم مکلوڈ — بوستانیست پر ز نعمت و ناز
اندران بزمگاہ گسترده — اطلسِ چرخ جائے پا انداز
درِ فیضش بسانِ آئینہ — مانده ہمواره بر رخِ ہمہ باز
سوده از بہرِ سرفرازیِ خویش — سروران، بر درش جبیں نیاز
ما ہمہ بندگانِ فرمان بر — او خداوندگارِ بنده نواز
آمدم تا بہ پیشِ وے نالم — از جفائے زمانۂ ناساز
از ادب دم نمی توانم زد — با چنیں داغہائے سینہ گداز
آه، ساعتم کہ در شب و روز — ندہد جز بوقتِ خویش آواز
چون رسد وقتِ کار سرتاسر — گویم اما بہ شیوۂ ایجاز
مدحِ بانوے انگلستان ست — بر زبانِ من از زمانِ دراز
اندرین پایہ با منِ مسکین — نیست در ہند ہیچ کس انباز

غالبم اسم شعر نامِ من است
اسد اللہ خانِ مدح طراز

قطعہ ۶

فلک مرتبت منٹگمری بہادر — کہ در سروری میکنی بادشاہی
بہ بزمِ طرب ماهِ گیتی فروزی — بہ رزمِ عدو شاہِ انجم سپاہی
بدستِ تو مفتاحِ کشور کشائی — بفرقِ تو دیہیمِ عالم پناہی

فلک از روئے معنی سلیماں شکوہی — ہم از روئے صورت، فلک بارگاہی
تو اے ماہ تاباں بہ پرتو، فشانی — تو اے مہر رخشاں بہ زرّیں کلاہی
بسویم کہ نومیدم از چرخ و انجم — ہر آئینہ بنگر کہ امیدگاہی
عجب نیست پیش از اجل گر بمیرم — کہ پیوستہ غم میکند عمر کاہی
فرد مرد بختم بخواب از گرانی — گرو برد روزم ز شب در سیاہی
نبو دست در ہیچ ہنگام کارم — بہ جز از دعا گوئی و خیر خواہی
در آن دم کہ برگشت ہنجار گردون — خرد را نگہداشتم از تباہی
ہمیں خوبیٔ نظم من در ستائش — دہد بر وفا داریٔ من گواہی
ہمیں داورا غالبِ خستہ دل را — گنہ نیست جز دعویٔ بے گناہی
وگر خود گنہگارم امیدوارم — کہ آمرزشم از گورنمنٹ خواہی

دمادم فزوں باد لطف تو بر من
بدانساں کہ برتست فضلِ الٰہی

قطعہ

در آخرِ دسمبر و آغاز جنوری — سالِ نو ست و روزِ کلاں روزگار را
از من ہزار گونہ بنایش قبول باد — کشورِ خدیو نامورِ نامدار را
یارب ز روے عین عنایت نگاہدار — جم رتبہ منٹگمری والا تبار را
یارب بروزنامۂ عمرِ عزیزِ او — ایں یک ہزار و ہشت صد و شصت و چار را
ہم بہرِ وے خجستگیٔ بے شمار بخش — ہم بر بقائے وے بفزاایں شمار را
نشگفت گر دہند، دبیرانِ دفترش
توقیع لطف غالب امیدوار را

قطعہ ۸

نوروز و مہرگان نبود در طریقِ ما — امّا شگفتہ روی گلہائے تر خوش است
نوروز عید نیست بہارست و در بہار — آئین شادمانی و ذوقِ نظر خوش است
از بادِ زمہریر بہ گیتی نشان نماند — جوشِ گل و نشاطِ نسیمِ سحر خوش است
بویش مشام پرور و رنگش نظر فروز — خوش باد وقتِ گل کہ جہاں سربسر خوش است
از رنگ رنگ ترہ و از گونہ گونہ گل — گلزار و شہر و بیشہ و کوہ و کمر خوش است
دریا خوش و سراب خوش و کوہسار خوش — منزل خوش است و توشہ خوش است و سفر خوش است
اینہا خوش است و بہر تو آوردہ روزگار — ہم بہر تست ہر چہ ازیں بیشتر خوش است
از حسنِ التفاتِ ولی عہد و بادشاہ — با ما جمالِ فتح و کمالِ ظفر خوش است
از بہر آنکہ ظلمتِ بدعت زما برد — سلطانِ حق پرست حقیقت نگر خوش است
امسال و سالِ دیگر و دیگر ہزار سال — در شادی و خوشی ہمہ با ہمدگر خوش است

برخور ز روزگار کہ ما از تو برخوریم
خوش باش کز تو غالبِ آشفتہ سر خوش است

قطعہ ۹

دگر در ستم کہ از روئے مستی — شرابے بہ ساقیِ کوثر فرستم
نہ پہنائے فردوس سنبل نشانم — بہ گردونِ گردندہ اختر فرستم
بہ استاد منشورِ معنی نویسم — بہ جمشید اورنگ و افسر فرستم
بہ رخسارۂ مہر گلگونہ بخشم — بہ گنجینۂ شاہ گوہر فرستم

ہمانا برآنم کہ اشعارِ خود را
بہ مرزا خدا بخش قیصر فرستم

قطعہ ۱۰

جان عزیز است و اہلِ عزت را | عزت از جان عزیز تر باشد
خود بفرما چہ سان تواند زیست | ہر کرا ہردو در خطر باشد

قطعہ ۱۱

ترا اے آفتابِ عالم افروز | پس از نو روز سالِ نو مبارک
گرہ بعد از گرہ در رشتۂ عمر | مسلسل تا ابد بشنو مبارک
نظام الدینِ وقتے در طریقت
بہ غالب پایۂ خسرو مبارک

قطعہ ۱۲

میر سعادت علی کرد در اجمیر طرح | مسجد و چاہے کہ ہست چشمۂ آبِ بقا
آنکہ ز باقر علی تا بہ علی می رسد | حلقہ بہ حلقہ بہم سلسلہ اش مرحبا
ساختہ شد چوں معان گرد بدل اجر آں | از رہِ صدق و صفا نذرِ رسولِ خدا
از پئے ایں سالِ نیک گفت ہمایوں سروش | چشمۂ زمزم صفت مسجد کعبہ بنا

قطعہ ۱۳

با خرد گفتم شہِ فرزانۂ فتح الملک را | خود چگویم گفت فخرِ دودۂ آدم بگو
گفتم اورا، نو نہالے رستہ در باغِ مراد | گفت کش سروِ روانِ گلشنِ عالم بگو
گفتم از خوبی رخش ماتا بہ خورشید ست گفت | سال ایں فرخ ولادت نیرِ اعظم بگو

گفتمش دیگر چہ گوئی زیرِ لب خندید و گفت
بامئے زاہد بایدافگن راز بگو اینہم بگو

قطعہ ۱۴

نہادہ بنا احسن اللہ خاں | سرِ راہ بہ انسان در دلکشا
کہ غالبؔ پے سالِ تعمیر او | رقم زد درِ دلکشا مرحبا

قطعہ ۱۵

تاریخ وفات ذوقؔ و غالبؔ | با خاطرِ دردمند و مایوس
خوں شد دلِ زار تا نوشتم | خاقانیٔ ہند مرد افسوس

قطعہ ۱۶

با خرد گفتم ار تو فرمائی | شویم از دل خیالِ بادۂ ناب

گفت صد آفریں ولے نتواں   شستنِ ایں خیال جز بشراب

قطعہ ۱۷

گیرکہ در روزِ حشر چوں تو بیفتی   بر سرِ دوزخ نہند تیرہ تہبن[1]
داں کہ نباشد دراں مضیق مصیبت   در طلبِ نان و جامہ کشمکشِ اززن
داں کہ نباشد دراں مقام صعوبت   شورِ تقاضائے نار والے مہاجن

قطعہ ۱۸

بمن ز مقدمِ فرزند میرزا باقر   سروش تہنیت زبدۂ مطالب گفت
چو قصد اشد متعلق بہ گفتن تاریخ
طریقِ تعمیہ ورزید و "جانِ غالب گفت"
۱۲۸۱

قطعہ ۱۹

صبح دم با ابوالبشر گفتم   پارۂ زر بدہ کہ زر داری
حیف باشد کہ از چو من پسرے   خاکِ رنگیں عزیز تر داری
گفت حیف است تو خواہش زر   کہ تو گنجینۂ گہر داری
گنجدانِ سخن حوالۂ تست   خود بہ بیں تا چہ بسر داری

---

[1] بمعنی سرپوش۔

پیشِ من زر کجاست جانِ پدر — پسری ہر چہ در نظر داری
گفتم اینک بہ بند پیمانے — زر بمن می دہی اگر داری
سرِ زنبیل آں عمر عیار — کہ زِ عیاریش خبر داری
بگشا زود و زر، بریز و بگوئی — کہ ہمیں مدعا مگر داری
گفت یا بافسانۂ بودہ است — چہ فرو ریزم و چہ بر داری

قطعہ ۲۰

خواندی بہ نو بہار مرا جانبِ چمن — زیں برگ ہائے سبز چہ گرد آورم نوا
گفتی گل است کہ زرِ گل راتوان فروخت — گفتی ہواست گنج نمی بارد از ہوا
گفتی مے است اے نکند جوع را علاج — گفتی غنا غنی نتواں شد بدیں غنا
گفتی بتان سیم تن و گوہرین پرند — طاؤس دار جلوہ طرازند جابجا
آن روئے و موے و سینہ و ساعدازانِ تو
پیرایہ ہرچہ از گہر و زر بود مرا

قطعہ ۲۱

روزے زِ رہ ستم ظریفی — بر لاشۂ جعفرِ چہارم
در خواہش پاسخ سوالات — صد بار فغان زدم کہ قم قم
از زیست نیافتم نشانے — جز یک دو سہ بارہ جنبشِ دم
از دیدنِ ایں شگرف روداد — گشتند بعرصہ جمع مردم

زان زمرہ یکے بمن رخ آورد | کاے کردہ طریقۂ خرد گم
این پیکرِ خاص را بہ طیور | البتہ روا بود ترنّم
جز جنبشِ گوش و دم چہ خواہی | از جعفرِ چار مین تکلّم
در بانگ زند حذر کہ جمہور | دانند سبق را لبشنی شمُ

این گونہ کسان چہ آفرینی
اے خالقِ آسمان و انجم

قطعہ ۲۲

گفتم بخرد بخلوتِ اُنس | کاے شمع و چراغ ہفت ایوان
آیا زچہ رُو بود کہ نواب | ننوشت جواب نامہ ام ہان
آن گونہ عریضۂ کہ دانی | درویش نوشتہ سوے سلطان
آن گونہ قصیدہ کہ گوئی | از صفحۂ دمیدہ سنبلستان
این ہر دو رسید و نیست پیدا | زان سوئے اثرے بہ ہیچ عنوان
رنجید مگر ز مدحِ نواب | اے کاش نگشتمے ثنا خوان
ہیہات چہ گفتہ ام کہ باشم | از گفتۂ خویشتن پشیمان
عقلم بہ جواب گفت غالبؔ | زنہار مخور فریب شیطان
نواب بفکر ارمغان ست | تا نامہ فرستدت بسامان
وآنہا کہ بخاطرش گزشت است | زود آن ہمہ جمع کرد نتوان
زود است کہ جمع تیز گردد | دیر است کہ دادہ است فرمان
تا راہ روانِ بحر و بر گردد | آرند بکوششِ فراوان

دیبا ز دمشق و مخمل، از روم — الماس، ز معدن و زر از کاں
فیل از دکن و زمرد، از کوہ — توسن ز عراق و دُز، ز عماں
فیروزۂ نغز از نشا پور — یاقوتِ گزیدہ از بدخشاں
جمازہ، تیز رو، ز بغداد — شمشیر بُرندہ از صفاہاں
پشمینۂ قیمتی ز کشمیر — زر بفتِ گراں بہا، ز ایران
باجملہ درنگ چوں ازیں دست — بر رنج و ملال نیست برہاں
چوں پیر خرد بدل فریبی — گفت ایں ہمہ راز ہائے پنہاں
گشتم کہ چو با من ایں کرم کرد — آں قبلۂ و قبلہ گاہ اعیاں
ناچار ز راہِ حق گزاری — تا کردہ شود تلافیٔ آں
من تیز طلب کنم بزاش — ایں خواہش اگرچہ نیست آساں
آئینہ و تاج از سکندر — انگشتر و تخت از سلیماں
از عالم غیب جام جمشید — از چشمۂ خضر آب حیواں
عمرِ ابد و نشاطِ جاوید — نیروئے دل و ثباتِ ایماں

توفیقِ جوابِ نامۂ خویش
توقیعِ عطا و بذلِ احساں

قطعہ ۲۳

ہزار و دو صد و ہشتاد و دو شمار کنید — بحسبِ ضابطہ از ہجرت رسول اللہ
چہار شنبۂ آخر بود ز ماہ صفر — کہ می در آورم ایں قطعہ را بہ نظم پگاہ
سفیدۂ سحری کاغذاست و من راقم — سوادِ صفحہ نمط روئے بد سگال سیاہ

همی نویسم و ذوقِ نوشتنم باشد | ولے زبیم لبالب چولب ز عذرِ گناه
خدا کند کہ مشرف شود چو این قرطاس | بہ پیشِ مسند عالی ز بندۂ درگاه
امیر کلب علی خان بہادر از رہِ لطف | بسوئے غالبِ خونین جگر کنند نگاه
کہ این فلک زدہ گر عرض کرد مصلحتے | بزعمِ بندہ ز اخلاص بود در ناگاه
خلافِ طبعِ مبارک فتادہ آن تقریر | بسے خطا رود از بندگانِ دولت خواہ
تو بادشاہ و شہنشاہ تاجدارِ فرنگ | خطاب می طلبد بادشہ ز شاہنشاہ

چو رائے من نہ پذیری ز جرم من بگریز
بحقِ اشہد ان لا الہ الاّ اللہ

قطعہ ۲۴

خجستہ جشنِ دبستان نشینیٔ بیگم | بفیضِ ہمتِ نواب و یُمنِ اقبالش
چو از پئے ادب آموزی است خوش باشد | اگر "خجستہ بہار ادب" بود سالش

قطعہ ۲۵

چو نواب از بہرِ اجلاسِ کونسل | بہ کلکتہ از رامپور آورد رُخ
عدو را بگیر و بکُش زود وے را | بجو سالِ اجلاس از بختِ فرّخ

چو گویند کز گشتنِ وے چہ خواہی
بگو رفعِ اعداد وے اینت پاسخ
۱۸۶۶ع

قطعہ ۲۶

مولوی احمد علی احمدؔ تخلص نسخۂ — درخصوصِ گفتگوئے پارسی انشا کردہ است

کیچ و مکران را کہ در سند ست و از ایران جدا — شاملِ اقلیم ایران بے محابا کردہ است

قوم بلوچ را بہ ایرانی نژادان دادہ خلط — ترک تُرکانِ سمرقند و بخارا را کردہ است

در جہان توام بود رد وے و پشتِ قتیلؔ — پیشوائے خویشتن ہندو زادہ را کردہ است

ہندیان را در زباندانی مسلّم داشتہ — تا چہ اندر خاطرِ والائے او جا کردہ است

خوش ہم آمد با ہمہ ہندوستانیان چہ خوش — تکیہ آرے بر ولایت گاہ آسا کردہ است

ہر کہ بینی با زبانِ مولدِ خود آشنا ست — سازِ نطقِ موطنِ اجداد بیجا کردہ است

خواجہ را از اصفہانی بودنِ آبا چہ سود — خانقش در کشورِ بنگالہ پیدا کردہ است

با قتیل و جامعِ[2] برہان و لالہ ٹیک چند[3] — لا بہ دسوگیری[4] و لطف و مدارا کردہ است

داوری گاہے نبا فرمود در وے ہر سہ را — منصف و صدرِ امین و صدرِ اعلیٰ کردہ است

گرچہ چنین با ہندیانِ دارد تولّا در سخن — من ہم از ہندم چرا از من تبرّا کردہ است

کردہ است از خوبیِ گفتارِ من قطعِ نظر — ظلم زین قطعِ نظر بر چشمِ بینا کردہ است

میلِ او با ہر کسے از ہند و حیفش خاصِ من — حیف و میلے باد و عالم شور و غوغا کردہ است

مطلب از بد گفتنِ من چیست گوئی نیک مرد — مزدِ این کار از حق آمرزش تمنا کردہ است

در چنین نبود چنان باشد کہ در عرضِ کمال — تا برآرد نامِ این ہنگامہ برپا کردہ است

---

[1] بمعنی زہے۔

[2] مؤلف برہان قاطع، مولوی محمد حسین تبریزی۔

[3] مؤلف لغت بہار عجم۔

[4] سوگیری بمعنی طرف داری۔

صاحبِ علم و ادب وانگہ ز افراطِ غضب ۔۔۔ چون سفیہان دفترِ نفرین و ذم وا کردہ است
در جدل دشنام کارِ سوقیان باشد بلے ۔۔۔ ننگ دارد علم از کارے کہ آغا کردہ است
انتقامِ جامعِ "برہانِ قاطع" می کشد ۔۔۔ آنچہ ما کردیم با وے خواجہ با ما کردہ است
من سپاہی زادہ ام گفتارِ من باید درشت ۔۔۔ وائے بر وے گر بہ تقلیدِ من اینہا کردہ است
زشت گفتم لیک دادِ بذلہ سنجی دادہ ام ۔۔۔ شوخیٔ طبعے کہ دارم این تقاضا کردہ است
میکند تائیدِ "برہان" لیک برہان ناپدید ۔۔۔ نیست جز تسلیمِ خوش ہر چہ افشا کردہ است
سستیٔ طرزِ خرامِ خامۂ "برہان" نگار ۔۔۔ یا نمی دانست یا دانستہ اخفا کردہ است
بہرِ من توہین و بہرِ خویش تحسین یا بجا ۔۔۔ ہم مرا ہم خویش را در دہر رسوا کردہ است
آید و بیند ہمان اندر کتابِ مولوی ۔۔۔ ہر چہ از ہنگامہ گیران کس تماشا کردہ است
لغو و حشو و ادعائے محض و اطنابِ مُمل ۔۔۔ مار و موش و سوسمار و گربہ یکجا کردہ است
بگذر از معنی ہمین الفاظِ برہم بستہ بین ۔۔۔ بادہ نبود شیشہ و ساغر مہیا کردہ است
یافتم از دیدنِ تاریخلئے آن کتاب ۔۔۔ خود بدم گفت و بہ احبابِ خود ایما کردہ است
غازیان ہمراہِ خویش آوردہ از بہرِ جہاد ۔۔۔ تا نہ پنداری کہ این پیکار تنہا کردہ است
جوش زد از غایتِ قہر و غضب خون در دلش ۔۔۔ ناز بالش رہ درین گلپترہ[لہ] گویا کردہ است
آتشِ خشمے کہ سوزد صاحبِ خود را نخست ۔۔۔ در دلش ہم چون شرر در سنگ ماوا کردہ است

چون نباشد باعثِ تشنیع جز رشک و حسد
باد غالب خستہ تر گر خستہ پروا کردہ است

قطعہ ۲۷

نمایش گہے درخورِ شانِ خویش ۔۔۔ بر آراست نوابِ عالی جناب

لہ بمعنی احمقانہ کلام۔

یکشب زہرہ و مہ قنادیل نصفت | بود پیشکارش بہ روز آفتاب
زغالب چو پرسیدہ شد سالِ آن | چنیں گفت آن رند خانہ خراب
ازان رو کہ در بزمِ عیش و نشاط | زبخشش جہانے شود کامیاب
چو بینی طرب را نہایت نماند | بود سالِ آن بخششِ بے حساب

۱۲۸۵ - ۲ = ۱۲۸۳

قطعہ ۲۸

بحق بادہ چنیں حکم داد حاکمِ وقت | کہ نے برند ز شہر و نیاورند بشہر
بیا بشام و بیا شام و سوئے خانہ خرام | نقیر لائقِ لطف است نے فرا خورِ قہر

قطعہ ۲۹

امروز شنیدہ ام کہ از مہر | تقصیرِ پسر معاف کردی
در جلد وے چنیں نکوئی | جان نذر بکنم کہ نیک مردی

قطعہ ۳۰

از دوست[1] بہر بندہ ز ہے شیشہائے مے | از بندہ سوئے دوست بہر شیشہ یک سلام

[1] یہ قطعہ ایک منظوم خط ہے مسٹر الگزنڈر اسکنر کے نام کیونکہ مسٹر الگزنڈر کی طرف سے نواب علاء الدین احمد علائی نے ایک منظوم خط اور الولاطنام (شراب) مرزا کو بھیجی تھی اس کے جواب میں مرزا نے یہ قطعہ لکھا تھا۔

مے ہم فزون دہم بہ اثر زندگی فزاے
آن عمرِ جاودان کہ خود اسمش بود مدام

دارم یقین کہ عمرِ من ز این شرابِ ناب
تا روزِ رستخیز نخواہد شدن تمام

مانا ز دوستے کہ فرستادہ آبِ خضر
از بہرِ تفتہ جانِ اسد اللہ تشنہ کام

آن دوست کش بقوتِ اقبالِ بے زوال
از مہر و مہ سلام رسانند صبح شام

آن دوست کش بود بتقاضائے فرِّ بخت
زینت فزائے ناصیۂ آفتاب نام

سلطان شکوہ مسٹر الگزنڈر اسکنر
آن آسمانِ عزّ و شرف را مہِ تمام

از نامہ اوست جانِ ستم دیدہ را نشاط
در مدحِ اوست کلکِ ہنر پیشہ را خرام

از روئے لطف چون دو سہ سطرے رقم زند
دانی کہ ماہتاب درخشید از غمام

در وقتِ قہر از دہنش حرف چون جہد
گوئی کہ تیغِ تیز برون آمد از نیام

جم رتبہ صاحبا نفسے سوئے من گراے
تا یابم از تو دادِ تو آئینِ کلام

مے سازگارِ طبع و مے دستگاہ کو
ہر روز شغلِ بادہ بود عادتِ کرام

خواہم کہ تا ز مرگ امانم بود بدہر
نہ جرعہ نوشِ جامِ تو باشم علی الدوام

از اولڈ ٹام کاس ٹلن را ضمیم بلے
نہ از پورٹ وائن آنکہ شرابیست لعل فام

دیگر بجز دعا چہ بود تا رقم کنم
فرمان پذیر باد سپہر و زمانہ رام

قطعہ ۳۱

پس از ادائے سپاسِ خدائے عزّ و جل
ثنائے حضرتِ نواب میکنم انشا

امیرِ شاہ نشان، بلکہ شاہِ والا جاہ
چنانکہ عزّ و علا را، از وست عزّ و علا

چو خویش را بجہان بادشہ نگویانند
بہ ناگزیر توان گفت اعظم الامرا

نرا خورِ سر زنش نیست این چنین تحسیں — مگر بواسطۂ رحم و علم و حلم و حیا
توان شمرد مرا اوریا زاولیا واللہ — زہے انیس مسیح و زہے ولیِ خدا
خیال مدحت ممدوح دارم و دانم — کہ حقِ مدح نخواہد شدن زبندہ ادا
چو حدِ نطق من اینست در مکارمِ مدح — بہ آنکہ صرف شود حرف در سپاسِ عطا
زہے عطاے گرانمایۂ گرامی قدر — کہ سود تارکِ من از شرف بہ اوجِ سما
توان فگند بہ گیتی بنائے ہشت بہشت — زہفت پارچہ کان ہر یکے ست بیش بہا
زہفت جزو چسان ہشت جز برسازند — مگر بہ میمنتِ فرطِ خوبیِ اجزا
بود مشاہدۂ مہر و ماہ و کاہکشان — شگفت نیست کہ بینند مہر و مہ بیکجا
چو بے طلب بمن اینہا رسیدہ است بود — زبہر مطلب خویشم توقعِ امضا
توقع آنکہ یکے سارٹی فکٹ یابم — زپیشگاہِ عنایاتِ والیِ والا
سپہر مرتبہ دارائے دہلی و پنجاب — کہ پرچمِ علمِ اوست آسمان فرسا
بسر بلندیِ من عالمے نظر دارد — از انکہ ہمرہ سر شد بلند دستِ دعا

حسابِ وسعتِ ملکِ تو باد درافزون
شمارِ مدتِ عمرِ تو باد لا تحصیٰ

قطعہ ۳۲

دلا اے شناسندۂ ہست و بس — نیاید کہ موجود فہمے مرا
وجودیست خارج ز من آنچنان — کہ در جدی طاہست در حوت یا
مہندس بشارات دارد بسے — نہ در حوت پائے و نہ در جدی طا

قطعہ ۳۳

مفلس اگر شش مال نباشد بچه بکمست این   کز ہیچکس اندیشۂ آزار ندارد
بردارد و بدکیسہ برد، دزدِ سیہ دل   با مردِ تہی دست سر و کار ندارد
نقاب چسان عرضہ دہد صنعتِ خود را
در خانۂ شطرنج کہ دیوار ندارد

قطعہ ۳۴[1]

فتح سید غلام بابا خان   خود نشانِ دوامِ اقبال است
ہم ازیں رو بود کہ غالب گفت   کہ ظفر نامۂ ابد سال است

قطعہ ۳۵

حسین[2] ابنِ علی آبروئے علم و عمل   کہ سید العلما نقش خاتمش بودے
نماند و ماندے اگر بودے پنج سال دگر   خمِ حسین علی سالِ ماتمش بودے
۵   ۱۲۷۸   ۱۲۷۳ھ

---

[1] اردوئے معلیٰ ص۵۳ ماخوذ از سبدِ چین

[2] قطعہ تاریخ وفات سید حسین لکھنوی، اردوئے معلیٰ صفحہ ۲۳۲، ماخوذ از سبدِ چین

قطعہ ۳۶

گر دید[1] نہان مہر جہانتاب دریغ | شد تیرہ جہان بچشمِ احباب دریغ
این واقعہ را از روئے زاری غالبؔ | تاریخ رقم کرد کہ "نواب دریغ"

۱۲۷۳ = ۱۲۸۰ھ

قطعہ ۳۷

اعتماد الدولہ[2] کز افراطِ وجود | ہست در پیش کفش قلزم غدیر
دیدہ در حامد[3] علی خان کز صفا | بیند اسرارِ ازل را در ضمیر
ساخت در دہلی ہمایون مسجدے | تا شود طاعت گہ برنا و پیر
غالبؔ طوبیٰ نشین آن عندلیب | زد بہ اندازِ سخن سنجی صفیر
شد نظیر کعبہ در عالم بنا | سالِ تعمیرش "بو کعبہ نظیر"

۱۲۵۷ھ

قطعہ ۳۸

مہر[4] بابا یافت فرزندے کہ ماہِ چاردہ | ہر فرازِ لوحِ گردون گردہ تمثال اوست

---

[1] قطعہ تاریخ وفات نواب میر جعفر علی خاں بہادر، ارددئے معلی صفحہ ۶۔

[2] اعتماد الدولہ میر فضل علی خاں، وزیر شاہ اودھ۔

[3] حامد علی خان اعتماد الدولہ کے داماد تھے لکھنؤ سے دہلی چلے گئے تھے، مرزا کے دوستوں میں تھے۔

[4] قطعہ تاریخ ولادت فرزند ارجمند بخانۂ نواب میر غلام بابا خاں بہادر۔

فرخی بینی و یابی بہرہ از ناز و طرب　　از سرِ ناز و طرب "فرزند فرخ" سال باد[1]

۵۰ + ۹ + ۱۲۲۱ = ۱۲۸۰ھ

قطعہ ۳۹[2]

در گریہ اگر دعویٰ ہم چشمیٔ ما کرد　　بینی کہ شود ابرِ بہاری خجل از ما

ناچار بگریم شب و روز کہ زین سیل　　باشد کہ برد کالبد آب و گِل از ما

گفتی کہ نگہدار دل از کشمکشِ غم　　خود کرد برآورد غمِ جان گسلِ از ما

یکی شد و از شعلۂ سوزِ غمِ ہجرش　　چون شمع دَد و، دود ببر متصلِ از ما

غم دیدہ نسیمی پے تاریخ وفاتش

بنوشت کہ در داغ پسر سوخت دل از ما[3]

قطعہ ۴۰[4]

غالب[5] حالِ سنینِ ہجری　　معلوم کن از خجستہ فرزند

چون یک صد و بست و چار ماند　　این است شمار عمرِ[6] دلبند[7]

---

[1] ناز کے ن کے ۵۰ اور طرب کے ط کے ۹ "فرزند فرخ" کے اعداد بڑھانے ہوں گے خط بنام میاں داد خان سیاح اردوے معلی ۔ ماخوذ از سبد چین مرتبہ مالک رام۔ [2] ما کے عدد ۴۱، دل کے عدد ۳۴، میں سے دل گیا گویا ۴۱ میں سے ۳۴ گئے، باقی رہے ۷ وہ داغ پسر پر بڑھا لیے ۱۲۷۴ ہاتھ آئے۔ (اردوے معلی)۔ [3] قطعہ تاریخ ولادت فرزند۔ [4] غالب در نامۂ خود کہ بنام میر ابراہیم علی خاں بہادر نوشتہ بود درباب این قطعہ چناں نوشتہ است۔ "یہ تو ظاہر ہے کہ ۱۲۸۰ھ ہے جب خجستہ فرزند کے اعداد میں سے ۱۲۸۵ سے لیے تو ایک سو چوبیس بچتے ہیں۔ ان کو میں نے دعاے عمر مولود قرار دیا۔ (اردوے معلی)

[5] تاریخ وفات پسر نواب علاء الدین احمد خان۔ [6] قطعہ تاریخ ولادت۔

قطعہ ۴۱

شیخ نبی بخش کہ با حسنِ خُلق | داشت مذاقِ سخن و فہم تیز
سال وفاتش ز پے یادگار | با دلِ زار و مژۂ دجلہ ریز
خواستم از غالبِ آشفتہ سر | گفت ہمہ طول و بگو رستخیز[1]

قطعہ ۴۲

[2] شکر ایزد کہ ترا با پدرت صلح فتاد | حوریان رقص کنان ساغرِ شکرانہ زدند
قدسیان بہرِ دعائے تو و والا پدرت | "قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند"

قطعہ ۴۳

تو اے کہ شیفتہ و حسرتی لقب داری | ہمی بہ لطف تو خود را امیدوار کنم
چو حالی از منِ آشفتہ بے سبب رنجید | تو گر شفیع نگردی بگو چہ کار کنم
دوبارہ عمر دہندم اگر بفرضِ محال | بر آں سرم کہ دراں عمر این دو کار کنم
یکے ادائے عبادتِ عمرِ پیشینہ | دگر بہ پیشگہِ حالی اعتذار کنم[3]

۱؎ نقل از مکتوبے کہ بنام ہرگوپال تفتہ نوشتہ بود۔

۲؎ نقل از مکتوبے کہ بنام نواب علاؤالدین خاں نوشتہ بود (اردوئے معلی)۔

۳؎ از یادگارِ غالب مرتبہ حالی۔

قطعہ ۴۴

جناب[1] عالیہ از بخشش حق بفردوس بریں چون کرد آرام
سخن پرداز غالب سالِ رحلت "خلودِ خلد" گفت از روئے الہام
۱۲۷۴ + ۱ = ۱۲۷۵ھ

قطعہ ۴۵

دریغا کہ ماند تہی قصرِ دولت[2] ز خاتونِ نامی سکندر زمانی
"چو سیّارِ روضہ" بود سالِ فوتش سپس اسمِ دے بادجنت مکانی
۱۲۸۲ھ

قطعہ ۴۶

نوروز و دو عید از دو جانب امسال خوب ست ز روئے وضع و نیک ست بفال
امید کہ این سہ عید نذرِ نواب
آرند دوام عمر و عزّ و اقبال[3]

---

[1] لقب محترمہ فخر النسا بیگم والدۂ نواب یوسف علی خان فرمانروائے رام پور۔ مکاتیب غالب صفحہ ۶۴ ماخوذ از سبدِ چین

[2] مراد، سکندر زمانی بیگم زوجۂ نواب کلب علی خان، مکاتیب غالب صفحہ ۶۴۔

[3] ماخوذ از مکاتیب غالب صفحہ ۹۱۔

قطعہ ۴۷

خوانی بہ سوئے خویش و ندانی کہ مردہ ام[1] — دانی کہ مردہ بارہ در سہم خرام نیست
نے شیخ سنتہ دام نہ الٰہ بخش مرگِ من — از عالمِ جنابت مرگ حرام نیست

قطعہ ۴۸

داد، ددہش تو روز افزوں بادا — بر دولتِ تو زمانہ مفتون بادا
این عید و دو صد ہزار عیدِ دگر — بر ذاتِ تو فرخ و ہمایون بادا[2]

قطعہ ۴۹

فرزانۂ یگانہ مہاراؤ راجہ را — بادا بقائے دولت و اقبال جاودان
مہرش، یکے ز کار گزارانِ بارگاہ — ماہش، یکے ز ناصیہ سایانِ آستان
فرمود تا طرازِ گلستان کنند نو — زانسان کہ در بہار شود تازہ بوستان
آغا کہ حق سپردہ بدستش کلیدِ گنج — تا کرد خامہ را بنگارش گہر نشان
رخشید حسن جوہر الفاظ از مداد — زانسان کہ در سوادِ شب انجم شود عیان
غالب طرازِ سال بدینگونہ نقش بست — از روئے طرزِ تعمیہ در معرضِ بیان

---

[1] خطاب بنوابِ علاء الدین احمد خان علائی۔

[2] مکاتیب غالب صفحہ ۱۰۱۔

ہرکس کہ خواہد آگہی از سالِ اختتام | باید کہ دل نہد بہ "گلستانِ بے خزان"[1]
۱۳۶۵ھ

قطعہ

بروزِ حشر الٰہی چو نامۂ عَلَم[2] | کنند باز کہ آن روز باز خواہِ من است
بجز مقابلہ آن وا ز سرنوشتِ ازل | اگر زیادہ و کم باشد آن گناہِ من است

نظم[3]

برآنم بہ برّوئے این تیغِ تیز[4] | کہ مغزِ عدو را کنم ریز ریز
عدو آنکہ "برہانِ قاطع" نوشت | بگفتارِ سست و بہنجارِ زشت
اگر گفتہ آید کہ او مرد و رفت | ز مغزِ بشن چہ خواہی ہمی اے شگفت
ز مغزِ بشن خود جستم اما چہ سود | کہ در زندگی نیز مغز بشن نبود

---

[1] قطعۂ تاریخِ نسخۂ خطی گلستانِ سعدی کہ آغا صاحب خوش نویس (شاگردِ میر پنجہ کش) بحکم مہاراجہ الور نوشتہ بود۔ این قطعہ در خاتمۂ دیوانِ اردو "خطی" نوشتہ است کہ مملوکۂ دودمانِ نواب شجاع الدین احمد خان تاباںؔ است۔ مولانا غلام رسول مہر این قطعہ را نقل کردہ مالک رام را رحمت کرد تا در سبد چین شامل کند، من ازان نقل کردہ ام۔

[2] مطبوعہ تذکرۂ غوثیہ صفحہ ۳۵۶۔

[3] این نظم در کلیاتِ غالب مطبوعہ نیست۔

[4] ماخوذ از تیغِ تیز صفحہ ۴۵

امید آنکه گفتارِ آن بے ہنر　　کنم ہم بگفتار زیر و زبر
امید آنکه چون کارسازی کنم　　بدین نامه دشمن گدازی کنم

زہے نامه کز فرِ اقبال او
یکے تیغ تیز آمده سال او
۱۸۶۷ع

مخمّس

در عہد دستبردِ بہ اژدر کند علیؑ　　رفعِ نزاعِ باز و کبوتر کند علیؑ
از جورِ چرخ پرسشِ من گر کند علیؑ　　زور آزمائی که بہ خیبر کند علیؑ
دانم ہماں بہ گنبدِ بیدر کند علیؑ

رسمے ست خسروانه که شاہاں بروز بار　　گیرند کارِ خویش ز دستورِ و پیشکار
دستورِ شه نبی و خداوند دست یار　　میگویم و بہر آئینه گویم ہزار بار
کارِ خدا بعرصهٔ محشر کند علیؑ

گر کار نیست ہرزہ بدو کو بکو بگرد　　چوں سوقیاں بعربدہ در چار سو بگرد
سلطانِ دیں علیست بیا گردِ او بگرد　　جاں رو نما پذیرد دریں جستجو بگرد
گر غرفهٔ خیال تو سر بر کند علیؑ

ایمان و بغضِ خواجه چراغست و تند باد　　یارب کسے اسیرِ ہوا و ہوس مباد
بادی نیارم از ستمِ روزگار یاد　　دیں برخورد ز دانش و دانش رسد بداد
تا کارِ دیں بجاے پیمبر کند علیؑ

روی نکوئے خواجه نہ بینند گر بخواب　　اصحابِ کہف را نبود زینہار تاب
شد کام بخش ہر که ز شاہست کامیاب　　دریوزہ گر فروغ کند از وی آفتاب

گر ماہ را بمایہ توانگر کند علیؑ

یزداں کہ مست کرد روانرا ببوئے او | آویخت ہشت خلد بیک تار موئے او
چشمم مباد گر نگرم جز بسوئے او | جرم ہزار رند بہ بخشم بروئے او

گر خود مرا بہ محکمۂ داور کند علیؑ

گفتم بود فروغِ جمالش نظر فروز | گفتم بود نگاہِ عتابش نظارہ سوز
گویم کہ نطق تشنۂ گفتن بود ہنوز | پیشِ وے آفتاب نماید چراغِ روز

در چاشتگہ چراغ اگر بر کند علیؑ

اینک شیوعِ فتنۂ روزِ قیامت ست | پیدا ز ہر ذرہ ہزاراں علامت ست
اسلام را دگر چہ امید سلامت ست | بر دست آں کہ خاتمِ قوسینِ امامت ست

آرایشِ جہان مگر از سر کند علیؑ

ہرچند چرخ قاعدہ گردانِ عالم ست | بعد از نبی امامِ نگہبانِ عالم ست
اندر کفِ امام رگِ جانِ عالم ست | دل داغ رہ نوردیِ سلطانِ عالم ست

بازش بجائے خویش مقرر کند علیؑ

بر آستانِ سرورِ عالم نشستہ ام | اندوہناک رفتہ و بیغم نشستہ ام
جنگم چرا بخلق چو من ہم نشستہ ام | از خواجہ تاشِ خویش مقدم نشستہ ام

رحمے بحالِ غالب و قنبر کند علیؑ

ترکیب بند

آں سحر خیزم کہ مہ را در شبستاں دیدہ ام | شب نشیناں را دریں گردندہ ایواں دیدہ ام
اینت خلوت خانۂ روحانیاں کز مجاز دور | زہرہ را اندر ردائے نورِ عریاں دیدہ ام

ہر یکے ناسخ ز غیر و ہر یکے نازاں بخویش
طوطیے را در دو عشرت کدہ حیراں دیدہ ام

ہرگز اے ناداں برسوائی نہ بندی دل کہ من
ماہ را در ثور و کیواں را بہ میزاں دیدہ ام

رفتہ ام زاں پیش بسیر باغ و مرغاں زا بباغ
مہر برسم خواب زیر بال پنہاں دیدہ ام

کلکِ موجِ نکہتِ گل دم ز گردش نا زدہ
نامۂ فیض سحر بنوشتہ عنواں دیدہ ام

شانۂ باد سحرگاہے بہ جنبش نا مدہ
طرۂ سنبل ببالیں ہم پریشاں دیدہ ام

باد سرمستانہ می جنبید و شبنم می چکید
غنچہ را در رخت خواب آلودہ داماں دیدہ ام

صبحِ اول گوہری کس نیاورد از حیا
صبح ثانی را بریں ہنگامہ خنداں دیدہ ام

محرم راز نہان روزگارم کردہ اند
تا بحرفم گوش ننہد خلق خوارم کردہ اند

چشمم از انجم بہ بیداری عزیزاں روشن ست
شام پندارم جواہر سرمۂ چشم من ست

تا چہ بنمایند ہاں باید نظر بر پردہ دوخت
ظلمت شام ست جلبابِ ہر اختر زن ست

زآسمانِ چرخ را آماجگہ جز خاک نیست
جان پاک از اختراں ہندا تیر تا در تن ست

اے کہ گفتی ہفت کوکب در شمار آوردہ ام
ز انمیاں بہرام شور انگیز و کیواں پرفن ست

دشمنے دارم بروں زیں ہفت کز غارت گری
ہم بشب دزد متاع و ہم بروز راہزن ست

اہل معنی را نگہدارد ز سختی آسماں
سفلہ را بر گنج زر بینی کہ بند آہن ست

لطف طبع از مبدء فیاض دارم نے ز غیر
دشت را خود رو بود گر سرخ گل در سوسن ست

کار چوں نازک بود علت نگنجد در میاں
غنچہ در تنگی قبایش بے نیاز از سوزن ست

از عطارد نبودم فیض سخن کاں تنگ چشم
خود بنجم ہمفنی از رشک بامن دشمن ست

سنکہ با ساقی زوالائے فرو ناید سرم
آفتاب آسا بہ زور خویش گردد ساغرم

روشناسِ چرخ در جمعِ اسیرانش منم
نورِ چشمِ روزنِ دیوارِ زندانش منم

ثابت و سیّارہ گردوں را ار صد بستم بعلم
رشتۂ تسبیح گوہرہائے غلطانش منم

نے ز دانش کامیاب و نے بسختی تنگ دل
شرمسارِ کوششِ برجیس و کیوانش منم

در تہی شہرۂ دہر از تہی دستی ست چرخ
رفتہ مسکیں را ز یاد و گنجِ پنہانش منم

تیر تا زد گر بہ ادریسے بخاک اندازمش
زہرہ تا زد گر بہ بلقیسے سلیمانش منم

کعبہ با من از مروّت عذر خواہِ پائے ریش
وز ادب شرمندۂ خارِ مغیلانش منم

در غریبی خویش را از غصہ در دل مے خلم
خوردہ ام از شستِ غم تیرے کہ پیکانش منم

نوش با چوں راہ بہم گیر دادا فہمش نیسم
نیش یا چوں مغزِ دلم کاود زباندانش منم

ماندہ ام تنہا بکنج از دورباشِ پاسِ وضع
خانۂ دارم کہ پندارند دربانش منم

پایۂ من جز بچشمِ من نیاید در نظر
از بلندی اخترم روشن نیاید در نظر

خوں گرستم گریہ گلبانگ تماشا زد بمن
چشم آں دارم کہ غم خود زیں سپس سازد بمن

شاہدِ من پایۂ من در وفا داند کہ چیست
می کشد عمداً بنا ز انگاہ می نازد بمن

با من اندر ہم نشیناں روے گرداند ز من
بے من اندر نازنیناں گردن افرازد بمن

ریخت خونم بر سرِ رہ تا حنا بندد بپاے
گرد خاکِ راہ خویشم تا فرس تازد بمن

چوں بغیر از عمر کاں مفت ست ہیچم مایہ نیست
نبودم بیمِ زیاں گر چرخ کج بازد بمن

برمنش دستے تواند بود زاں بالاترم
دل بنازم شیرِ گردوں پنجہ گر یازد بمن

ہر کہ را گردوں بلند آوازہ تر خواہد بدہر
نوبتِ شاہی دہد و انگاہ بنوازد بمن

پادشاہاں را ثنا گفتن نہ کارِ ہر کس ست
دیدہ در شاہے کہ کارِ گفتن اندازد بمن

در تو گوئی پادشہ را مایہ نبود بیم نیست
خود بشاہاں مایہ بخشم گر بپردازد بمن

آنکہ چوں در ملکِ ہستی سکۂ شاہی زند
سکۂ شاہی بطغرائے یداللّٰہی زند

نو بہار آمد کہ رقصد بر سرِ دیوار گل
سرکشد چوں شعلۂ شمع از درونِ خار گل

عاشقاں با عندلیباں دشمن و من در شگفت
کز چہ ماند گرچہ خوش باشد بروی یار گل

ہم بدشت از کوہ تا بنگاہ دہقاں لالہ زار
ہم بشہر از باغ تشنہ تا خانۂ خمار گل

قاتل ما چوں سبک دست است ما ہم سرخوشیم
سر زدش افتادہ و نفتادہ از دستار گل

او پر از لیلے و لیلیٰ نازک و غم جاں گداز
بر سرِ آشفتۂ مجنوں مزن زنہار گل

بستر خارم نسازد رنجہ زاں ترسم کہ دوست
داندم در شب ببالیں دیدۂ خونبار گل

آسماں سرگشتہ بود آسودگی جستم ز خاک
باغباں بیگانہ بود آوردم از بازار گل

جنبد از باد و من انگارم کہ چوں جنبیدہ مہر
گشتہ از فریادِ مرغانِ چمن بیدار گل

چوں نہ لرزد شاخِ گل بر خویش چوں بیند کہ باد
از دے افشاند بپائے حیدرِ کرار گل

آنکہ در معراج از ذوقِ رخِ زیبائے او
خواجہ را در چشمِ حق بیں بود خالی جائے او

صبح سرمستانہ پیرِ خانقہ را در زدم
او سخن سر کرد از حق من دم از حیدر زدم

شیخ حیراں ماند در کار منِ غافل کہ من
بوسہ ہا از ذوق پائے خواجہ بر منبر زدم

کردیادش در صفِ اعدائش دو چشم شرمسار
خشت از خم کندہ را بر شیشہ و ساغر زدم

بزمِ شوقش را تو آئینِ شمع و خوش پروانہ ایست
بسکہ بیتابانہ خود را بردمِ خنجر زدم

یافتم خاکے ز راہش اشکِ شادی ریختم
خواست از من پادشاہش خندہ بر افسر زدم

عذر از حق خواستم تا خواجہ را گفتم ثنا
رشتہ از جاں تا فتم تا صفحہ را مسطر زدم

محضرے آورد قاصد از علی اللٰہیاں
پیش ازاں کز خویش پر مُہر بر محضر زدم

ذوقِ پابوسش جگر را تشنہ تر دارد بوصل
در بہشت از گرمیِ دل غوطہ در کوثر زدم

بر نتابم آرزوے چارہ در دل خستگی
تکیہ کردم بر علیؑ تا تکیہ بر بستر زدم

ناتوانی را کہ لطفش طرحِ نیرو افگند
فربہی را سر ز فسوں سازاں نہ بازو افگند

در عدم پندار پیدائے سلیماں زدستے
آہ ازیں عالم گرش در چشم مورے جاستے

ہستی ایزد را و عالم سیمیائے یزدی ست
لاجرم ہر ذرّہ را آں فرسح در سیماستے

ہر نوا نام دگر دارد ز فرقِ زیر و بم
ورنہ خود یک زخمہ و یک تار و یک آواستے

در تماشا گاہ جمع الجمع بر وفقِ نمود
قطرہ ہا سرچشمہ و سرچشمہ ہا دریاستے

گر صمد گویند در حق کثرت اندر ذات نیست
ما علیؑ گفتیم و آنہم اسمے از اسماستے

جنبشِ ہر شے بہ آئین ست کاں شے در وجود
ہم بداں سازست گر پنہان و گر پیداستے

نطقِ من گر صورتِ شاہد گرفتے فی المثل
جاے گرد از رہگذارش بوے گل برخاستے

دینِ حق دارم معاذ اللہ نصیرے نیستم
گر بداند عیب جو بارے خدا داناستے

با علیؑ دیرست عہد حق پرستی بستہ ام
واں روزے بود کش روز ازل فرداستے

صرفِ حق از خواجہ یادم بود تا گفتم بلے
ذوقِ ایماں در نہادم بود تا گفتم بلے

مرد نبود کز ستم بر خاطرش بارے رسد
ہم ز خود رنجم گرم از دشمن آزارے رسد

در رہ یارم ز رشکِ پاے رہ پیماے خود
خوں فتد در دل ز زخمے کز سرِ خارے رسد

یخ فروشم در تموز و کلبہ در دارِ چارسوست
میرد و سرمایہ از کف تا خریدارے رسد

راحت ما را ز بے رنگی برات آوردہ اند ‏ بت پرستاں را سلام از نقش دیوارے رسد

دانشِ آں باشد کہ چشمِ دل بحق بینا شود ‏ نے گمانِ باطلے کز وہم و پندارے رسد

طورہ دہ تجلی طور نبود گرچہ در خرگاہ خویش ‏ ہر کسے فرزد چراغے چوں شب تارے رسد

از دمِ بادِ سحرگاہی دل آساید، دمے ‏ جاں فزاتر باشد آں کز یاسمن زارے رسد

خوش بود دریوزۂ فیضِ الٰہی از علیؑ ‏ گرچہ از ہر در نصیبِ ہر طلبگارے رسد

کہنہ دانم گر دہندم طیلسانِ مشتری ‏ تازہ گردم از ردائے خواجہ گر تارے رسد

عاشقم لیکن ندانی کز خرد بیگانہ ام

ہوشیارم با خدا و با علیؑ دیوانہ ام

غالبا حسنِ عقیدت بر نتابم بیش ازیں ‏ ہم ز خود بر خویش منّت بر نتابم بیش ازیں

نیست ز اسمائے الٰہی بر زبانم جز علیؑ ‏ بیخودم پاسِ محبّت بر نتابم بیش ازیں

بستہ ام در دل درِ ہوائے ساقی کوثر بخلد ‏ طعنہ از حورانِ جنّت بر نتابم بیش ازیں

خاصہ از بہرِ نثارِ پادشہ خواہم ہمی ‏ آبروئے دین و دولت بر نتابم بیش ازیں

در نجف وقتِ نماز آرم بسوئے کعبہ روے ‏ قیدِ قانونِ شریعت بر نتابم بیش ازیں

بادہ در خلوت بہ عشقِ ساقیِ کوثر خورم ‏ نازشِ ناموسِ نسبت بر نتابم بیش ازیں

عاشقِ شاہم نہ کافر عشقِ شاہاں کفر نیست ‏ از غلط فہماں شماتت بر نتابم بیش ازیں

چوں بخوابم روے ننماید نہم بر مرگِ دل ‏ جاں گداز ہائے حسرت بر نتابم بیش ازیں

بودہ ام رنجور تا ذوقِ سلوکم روے داد ‏ لاجرم رنجِ ریاضت بر نتابم بیش ازیں

از فنا فی الشیخ مشہودم فنا فی اللہ باد

محو گشتم در علیؑ دیگر سخن کوتاہ باد

ترکیب بند

اے دل بہ چشم زخم حوادث فگار شو — اے چشم از تراوشِ دل اشکبار شو

اے خوں بدیدہ در دگداز جگر فرست — اے دم بسینہ دودِ چراغ مزار شو

اے لب بنوحہ نالۂ جانکاہ سازدہ — اے سر بغصہ خاک سر رہگزار شو

اے خاک چرخ گر نتواں زد زجادر آمی — اے چرخ خاک گر نتواں شد غبار شو

اے نوبہار چوں تن بسمل بخوں بغلط — اے روزگار چوں شب بے ماہ تار شو

اے ماہتاب روے بسیلے کبود کن — اے آفتاب داغ دل روزگار شو

اے فتنہ یاد صبح دزیدا نیقدر مخسپ — اے رستخیز وقت رسید آشکار شو

آہ ایں چہ سیل بود کہ مارا از سر گزشت

تنہا ز سر مگو کہ ز دیوار و در گزشت

بگزر کہ بر من و تو جفا کرد روزگار — با پادشاہ عہد چہا کرد روزگار

شاہ سخن سرائے سخنور نواز را — در بزم عیش نوحہ سرا کرد روزگار

شاخیکہ بود موسم آتش کہ بر دہد — از نخلِ عمر شاہ جدا کرد روزگار

مرگ ایں چنیں رخ و تن نازک ندیدہ بود — کام اجل بہدیہ روا کرد روزگار

شہزادہ خرد سال و بود روزگار پیر — شوخی بشاہزادہ چرا کرد روزگار

فرزند بادشہ نشناسد معانقہ — آغوش گور بہر چہ وا کرد روزگار

اے آنکساں کہ خاک رہ شہریار را — توجیہ آبروے شما کرد روزگار

ہر چند بے اجل نتواں ہیچگاہ مرد — آتش بجود زنید کہ فرخندہ شاہ مرد

اے قوم خویش را بشکیب امتحاں کنید
این کار را بشیوۂ کار آگہاں کنید

طفلست شاہزادہ و در رہ خطر بسے ست
منعش ز عزم رہروی آں جہاں کنید

از میوہ و گل انچہ دلش خواہد آں دہید
از حیلہ انچہ رائے شما باشد آں کنید

ہر حرف دل نشیں کہ بگوئید و نشنود
آں گفتہ را بعربدۂ خاطر نشاں کنید

در خود ز رفتنش نتوانید باز داشت
بیخود شوید و جامہ درید و فغاں کنید

گیرید دشنہ در کف و ہم بر جگر زنید
تا سینہ را ز دیدہ و ز دل خونچکاں کنید

زنہار پیش شاہ مگوئید و بے خبر
تابوت را بجانب مرقد رواں کنید

اے اہل شہر مدفن ایں دودماں کجاست
خاکم بہ فرق خوابگہ خسرواں کجاست

زاں سبز خط کہ بر رخ او نادمیدہ ماند
گردے بدل نشست و غبارے بدیدہ ماند

بستانیاں بماتم شہزادہ بیخود اند
زیں رو بود کہ پیرہن گل دریدہ ماند

خوں گشت و در دل و جگر دوستاں فتاد
آں بادہ ہائے ناب کز و نا کشیدہ ماند

در مدح شاہزادہ سخن ہائے دل پذیر
دردا کہ ہم نگفتہ و ہم ناشنیدہ ماند

در وادی عدم نتواں رفت با حشم
ماند انچہ بود و صاحب عالم جریدہ ماند

زاں گلبنے کہ صرصر مرگش ز پا فگند
خارے بیادگار بدلہا خلیدہ ماند

اخلاق شاہزادہ بود دل نشیں خلق
بوے ز آں شگفتہ گل نو رسیدہ ماند

آں سرو سایہ دار کہ بارش نبود کو؟
واں نو گل شگفتہ کہ خارش نبود کو؟

دستے ست اے سپہر ترا در ستم گری
بارے برم ز جور تو پیش کہ داوری

نیرنگ سازِ چرخ کہ بیداد خوے اوست — باگل کند سموم و با شاخ صرصری
داغم ز روزگار کہ شہزادہ برنخورد — از خوبی و جوانی و فرخندہ گوہری
حیف ست مردنش کہ در ایامِ کودکی — بود اوستادِ قاعدۂ بندہ پروری
شہ دردہ و دو سالگیش کردہ کدخدا — با فرِّ خسروانی و فرِ تابِ قیصری
ناگاہ روزنامۂ عمرش دریدہ شد — امضا پذیر نا شدہ توقیعِ شوہری
جز نو عروسِ صاحبِ عالم نیافتند — دوشیزۂ کہ بیوہ کنندش بدختری

زیبائی و جوانیِ فرخندہ شاہ حیف
آں نونہال سرو قدِ کج کلاہ حیف

اے رہ نوردِ عالمِ بالا چگونۂ — ما بی تو در ہمیم تو بی ما چگونۂ
از سایہ در غمِ تو سیہ پوش شد ہُما — اے خفیہ در نشیمنِ عنقا چگونۂ
زاں پس کہ با تو آب و ہوائے جہاں نساخت — در روضۂ جناں بتماشا چگونۂ
با گلرخانِ دہر وفائے نداشتی — با حوریانِ آئینہ سیما چگونۂ
ما بیخوداں بحلقۂ ماتم نشستہ ایم — از خویشتن بگوے کہ تنہا چگونۂ
بے مطرب و ندیم و غلامانِ خرد سال — بے باغ و قلعۂ ولبِ دریا چگونۂ
بعد از تو شاہ خیل ترا برقرار داشت — اینجا عزیز بودۂ آنجا چگونۂ

اے بعدِ مرگ راتبہ خوارِ تو عالمے
پروانۂ چراغِ مزارِ تو عالمے

گفتار را بنوحہ گری چیدہ ام اساس — در نوحہ شاعری بکنند از من التماس
در پردہ سنجی از دمِ خویشم رسد گزند — در رہروی ز سایۂ خویشم بود ہراس

من میهمان و چرخ سیه کاسه میزباں   در وی خورم بلا کم و تلخابه نوشش یاس
باقی نمانده اشک چه گریم بهاے ہاے   از کار رفته دست چه بر تن درم لباس
سر حلقهٔ پلاس نشینان ماتمم   اندوه همدمان شه از خود کنم قیاس
چوں بود بزم ماتم شهزاده بے خروش   من دم زدم ز تلخ نوائی برین پلاس
از نوحه عرض لطف سخن میتواں گرفت   غالبؔ سخن سراے و شهنشه سخن شناس

یا رب جهاں ز فیض تو با برگ و ساز باد
عمر ابوظفرؔ شه غازی دراز باد[1]

ترکیب بند

زیں خرابی که در جهاں اُفتاد   بگزر از خاک کاسماں اُفتاد
چشم و دل غرق خوں یکدگرست   زیں کشاکش که درمیاں اُفتاد
می کُشد بے سنان و دشنه و تیر   غم بر احباب مهرباں اُفتاد
شعله در چرخ ناگرفت گرفت   لرزه بر عرش ناگهاں اُفتاد
جست از سدره طائر قدسی   کش از آں نخل آشیاں اُفتاد
زیں قیامت که نے بهنگام ست   در حرم شور الاماں اُفتاد
آنچناں جوش خورد از تفِ غم   کاب زمزم ز ناوداں اُفتاد
از فرازِ فلک گزارِ مسیح   سوے ایں پست خاکداں اُفتاد
مردن خواجه چوں به کعبه شنید   مرده آسا ز نردباں اُفتاد
خوں ز غم در دل کلیم افسرد   لاجرم عقده بر زباں اُفتاد

---

[1] در نسخهٔ "د" بعد ایں ترکیب بند آغاز قصائد است۔

گر فرود افتد آسمان بر زمیں باقضا در نمیتواں اُفتاد
گشت داغ غم حسینؑ علے
تازہ در ماتم حسین علے

از زبا نہا بمعرض اظہار خوں فرو می چکد دم گفتار
عالمے راست در نہان و عیاں دل غم اندوز و دیدہ دریا بار
درد ایں سوفشردہ پا در دل اشک آں سو دویدہ بر رخسار
ماجرا از خرد پژوہش رفت گفت می بین و دم مزن زنہار
دیدہ باشی کہ خواجہ چوں بزیست لختے آں فرّ و فرّخی یاد آر
رگ برگے از و نیافت گزند دل موری از و ندید آزار
داد تن چوں بخواب با تمکیں با دل شاد و دیدہ بیدار
بُرّد اللہ گرد مضجع او نقش بستند بر در و دیوار
مے نسوزد ز تاب شعلہ شمع بال پروانہ چراغ مزار
مرگ سید حسینؑ آساں نیست دہر آرد چنیں کسے دشوار
از صفر روز رفت چوں دہ و ہفت شب شنبہ بزاد روز شمار
ماہ و تاریخ کز امام رضاست
ماہ و تاریخ سید العلماست

آں امام ہمام یزداں داں قہرمان قلمرو ایمان
آنکہ گر نطق او نشاں ندہد نرسد کس بہ معنے قرآن

آنکہ گردوں بدیں توانائی ‌ ‌ ‌ باشدش گوے در خمِ چوگان
آنکہ بادے بہشت و دوزخ را ‌ ‌ ‌ چارہ نبود ز بردنِ فرمان
صفت ذاتِ وے بشرطِ وجوب ‌ ‌ ‌ در نگنجد بہ حیّزِ امکان
جوہرش را عرض بود اسلام ‌ ‌ ‌ این نپاید اگر نباشد آن
از اولی الامر تا من و ضامن ‌ ‌ ‌ کہ نجات نفوس راست ضمان
حسب دعوت بہ امنِ مامون ‌ ‌ ‌ گشت مہرِ سپہر دیں مہمان
آں ستم پیشہ را ہمی بایست ‌ ‌ ‌ کہ کند خدمت از بنِ دندان
بریا و نفاق و خدعہ و زرق ‌ ‌ ‌ کرد لطف و مروت و احسان
بہ دلی عہدیش فریفت مگر ‌ ‌ ‌ می ندانست پایۂ سلطان

خیرہ سر بیں کہ در حمایت عہد
پادشہ را دہد ولایت عہد

گفت مامون شبے بچند غلام ‌ ‌ ‌ کہ ہمیدوں دریں شبِ ہنگام
بایے از سر کنید و بشتابید ‌ ‌ ‌ سوے بنگاہ قبلہ گاہِ انام
گر بود در فراز زود از در ‌ ‌ ‌ باید آمد فرود از رہِ بام
پس بداں پای کش صدا نبود ‌ ‌ ‌ جانب خوابگہ کنید خرام
یکسرہ بر سرش فرود آرید ‌ ‌ ‌ تیغہاے برآمدہ ز نیام
اہرمن گوہرانِ تیرہ دروں ‌ ‌ ‌ خانہ زادِ سوادِ ظلمتِ شام
شاہ را یافتند تا جستند ‌ ‌ ‌ صحن و ایوان آں خجستہ مقام
بود آں در درونِ حجرۂ خاص ‌ ‌ ‌ بر نہالے برخت خواب امام
او صیا راست از نہایتِ قرب ‌ ‌ ‌ جامۂ خواب جامۂ احرام

تیغها بر سرش فرود آمد — هم چناں کز خدا درود و سلام
همه باز آمدند و دانستند — کار ماهِ تمام گشت تمام

بستر از خون پاک تن نگرفت
بر تنش هیچ موے خم نگرفت

پیکر خواجه بود چشمهٔ نور — چشمِ بد باد از نکویاں دور
نور دیدی شود به تیغ دو نیم — خوں شنیدی چکد ز رخشاں هور
تو و یزداں بود چنیں پیکر — در خور زخم دشنهٔ و ساطور
نه پیمبر گزاشت در گیتی — اهل بیت و کلام ربِّ غفور
پایهٔ اهل بیت تا دانی — هست توام بر ایزدی منشور
گر نه خفاش تیره روز ستی — روز ماندی ازو چرا مستور
کے فروزد ظهورِ نورِ دلش — آنکه دزدد نگه ز نور ظهور
دیده باشی که نور در سر سام — بر نتابد طبیعت رنجور
حاسداں را ازیں مشاهده شد — سینه ها ریش و ریشها ناسور
در خلافت خلافت از رہ کیں — بود چوں کشتنِ امام ضرور
عاقبت میزبان مهماں کش — شاه را زهر داده در انگور

زائراں را کنوں به مشهد طوس
آسماں آید از پے پابوس

قصهٔ سینه سوز و زهره گداز — گفته آمد بشیوهٔ ایجاز
نازپروردهٔ نیازے هست — عجزِ من در گزارش اعجاز

من بداں سوختن نساختہ ام — کہ توانم شناخت سوز از ساز
ز آسمانم شکایتیست عظیم — بر زبانم حکایتیست دراز
اینت آشوب دل ز خوں پُر کن — اینت رنج تن از رواں پرداز
مُرد سیّد حسینؑ و بُرد غمش — از دلم تاب وا ز لبم آواز
تا چہا با رسول بودش روے — تا چہا با خداے بودش راز
خاست در حاملانِ عرش عظیم — شورِ شیون ز شہپرِ پرواز
پایہ عرش ہشتہ اند ز دست — تا گزارند بر جنازہ نماز
در جہان مثالِ دارندش — میہماں بر سماطِ نعمت و ناز
بہر احیاے رسم جہد و جہاد — خواجہ ہمپاے مہدی آید باز

آفریں بر رواں پاکش باد
مہر از ذرّہ ہاے خاکش باد

دگرے دل بخوں شناور باش — آشنا روے دیدۂ تر باش
کمتر از شمع در شمار نۂ — پاے بر جا در آب و آذر باش
خویشتن را فگن در آتش تیز — گر نہ پروانۂ سمندر باش
تا نیائی ز لاغری بہ نظر — تارے از تارہاے بستر باش
گر گریباں ز تُست چاکش کن — در رگ جان ز تُست نشتر باش
واحسینا بگوے و در گفتن — بفغاں آی و شورِ محشر باش
دیدہ را گرد و خار و پیکاں شو — سینہ را تیغ و تیر و خنجر باش
غم میر اجل غم دیں ست — غالب از غصہ خاک بر سر باش
گفتہ باشی کہ زار و غمزدہ ام — لختے از خویشتن فزوں تر باش

خیز و گرد مزار خواجہ بگرد | با سپہر بریں برابر باش
بیتے از خود بسینہ می خلدم | می کنم مویہ گو نکر باش

گشت داغ غمِ حسینؑ علیؑ
تازہ در ماتمِ حسینؑ علیؑ

ترجیع بند

باز برانم کہ نیاز آوردم | رُخ بہ تماشا گہ ناز آوردم
دیدہ و دل راپے رنقل متاع | بر درِ گنجینۂ راز آوردم
ہرچہ نہ نو بودہ فرو دافگنم | ہرچہ نہ فرسودہ فراز آوردم
ساز وہم کہنہ مشو ہیکلے | سیم کواکب بہ گداز آوردم
از پس زر کوبیٔ مہر منیر | آں ورق اندر دم گاز آوردم
وز پے آویختنش، در گلو | سلسلہ از عمر دراز آوردم
ایں گہرِیں ہیکل قدسی طراز | پیشِ شہ بندہ نواز آوردم

تکیہ گہ دولت و دیں بوظفر
خضرِ رہِ علم و یقیں بوظفر

خامہ دگر رہروے از سر گرفت | تیزیٔ گام از دمِ خنجر گرفت
از نے کلکم شجرِ طور رست | بسکہ ز سوز نفسم در گرفت
از چہ سخن میرود از طور و نور | گر نہ جہاں صورتِ دیگر گرفت
جلوہ گر دجبہ طرب گشت دہر | عید مگر پردہ ز رخ برگرفت

بردد گر نام شہنشہ خطیب　　　　عرض سرافرازی منبر گرفت
ترک فلک بیں کہ زبرجیس تیر　　　　بیعتِ خاقانِ سخن در گرفت
آنکہ دریں دائرۂ لاجورد　　　　تاج زر از خسروخاور گرفت

تکیہ گہِ دولت و دیں بوظفر
خضرِ رہِ علم و یقیں بوظفر

کوکبہ بین و علم و کوس و نائے　　　　پرچم رقصندہ بہ فرق لوائے
حاجب و سرہنگ دواں پیش پیش　　　　فوج رواں از پس کشور خدائے
چشم تبسم خوردہ برفتار پیل　　　　گوش زخود رفتہ ببانگ درائے
غرۂ شوال گرفتم کہ ہست　　　　روز دل افروز مسرت فزائے
پیل براہ از چہ دریں روز بست　　　　نقش مہ چاردہ از نقش پائے
ماہ تمامے کہ زبس پوشدن　　　　می نتواند کہ بجنبد زجائے
بوکہ دریں روز گراید بمن　　　　شاہ عدو بند قلمرو کشائے

تکیہ گہ دولت و دیں بوظفر
خضر رہ علم و یقیں بوظفر

در نظرم ردی بہ ازمہ خوش ست　　　　بادہ بدیں دجہ موجہ خوش ست
وقت پئے بادہ چہ جوئی ہمی　　　　ہم بشب و ہم بسحر گہ خوش ست
نغمہ چو می ہوش ز سر می برد　　　　رہ زدن مطرب ازیں رہ خوش ست
بگذر ودم زن کہ زماتابدوست　　　　راہ دراز آمد و کوتہ خوش ست
ہرکہ زچہ آب کشد سودا وست　　　　سبزہ کہ روید بلب چہ خوش ست

خردہ بہ بدمستی غالب مگیر — کاں بفر درد دل آگہ خوش ست
دید کہ گر خستہ دگر بیخودم — روئے سخن سوئے شہنشہ خوش ست

تکیہ گہ دولت و دیں بو ظفر
خضر رہ علم و یقیں بو ظفر

اے بہ ہنر انجمن آرائے ملک — وے بہ اثر رونق سیمائے ملک
عدل تو سرمایۂ آرام خلق — بذل تو پیرایۂ لیلائے ملک
آئینہ زائے تو در دست دیں — سلسلۂ حکم تو بر پائے ملک
میکدۂ راز تو دریائے علم — زمزمۂ ساز تو غوغائے ملک
در عرفا اسم تو ذوالنون وقت — در خلفا نام تو دارائے ملک
مائدہ بخشیدہ با عیان دہر — مائدہ گستردہ بہ پہنائے ملک
سینہ منور بہ تمنائے حق — دیدۂ مکحل بہ تماشائے ملک

تکیہ گہ دولت و دیں بو ظفر
خضر رہ علم و یقیں بو ظفر

نطق من آئینہ زدا آید ہمی — تا چہ دگر روئے نماید ہمی
مائدہ آرائے معانی سخن — از نفسم زلہ رباید ہمی
ناطقہ آں لیلیٔ شیریں ادا — سوئے من از مہر گراید ہمی
تا ز سخن بر گہر من رواست — بر سخنم ناز نشاید ہمی
تا ز شکوہ کہ سخن میرود — چرخ بمہ ناصیہ ساید ہمی
دل ز زباں آمدہ منت پذیر — تا بزباں نام کہ آید ہمی

ہست ز دستوری دل گو زباں — مدحِ شہنشاہ سراید ہمی

تکیہ گہِ دولت و دیں بو ظفر

خضرِ رہِ علم و یقیں بو ظفر

ہمدمِ شہ طالعِ بیدار باد — دولت جاوید پرستار باد

ظلِّ لوائے تو فتد ہر کجا — رایتِ بدخواہ نگونسار باد

مہر ندارد نظرے سوے او — روز عدوے تو شبِ تار باد

کار تو سعی ست در آرام خلق — سعی تو مشکور دریں کار باد

پایۂ والائے تو بالا تر ست — از من و از مدح منت عار باد

ابر فرو بارد و باز ایستد — دست تو پیوستہ گہربار باد

ختم ثنا بہ کہ بود بر دعا — باد دریں عالم و بسیار باد

تکیہ گہِ دولت و دیں بو ظفر

خضرِ رہِ علم و یقیں بو ظفر

ترکیب بند

۱

خواہم از بند بزندان سخن آغاز کنم — غمِ دل پردہ دری کرد فغان ساز کنم

بنوائے کہ ز مضراب چکاند خوناب — خویشتن را بہ سخن زمزمہ پرداز کنم

در خرابی بجہان میکدہ بنیاد نہم — در اسیری بہ سخن دعوئ اعجاز کنم

بے مشقّت نبود قید بشعر آویزم — روز کے چند رسن تابی آواز کنم

چون سرایم سخن انصاف ز محرم[1] خواهم — چون نویسم غزل اندیشهٔ غماز کنم
تا چه افسون بخود از هیبت صیاد دمم — تا چه خون در جگر از حسرت پرواز کنم
یارِ دیرینه قدم رنجه مفرما کاینجا — آن نگنجد که تو در کوبی و من باز کنم
های ناسازی طالع که بمن گردد باز — با خرد شکوه گر از طالعِ ناساز کنم
اهل زندان بسر و چشم خودم جا دادند — تا بدین صدر نشینی ز چه قدر ناز کنم
هله دزدانِ گرفتارِ وفا نیست بشهر — خویشتن را بشما همدم و همراز کنم
من گرفتارم و این دائرهٔ دوزخ تن من — در سخن پیروی شیوهٔ ایجاز کنم

گرچه توقیعِ گرفتاری جاویدم نیست
لیکن از دهر دگر خوشدلی امیدم نیست

۲

شمع هر چند بهر زاویه آسان سوزد — خوشتر آنست که بر نطع در ایوان سوزد
عودِ من هرزه مسوزید و گر سوختنی ست — بگذارید که در مجمرِ سلطان سوزد
خانه‌ام ز آتشِ بیداد عدو سوخت دریغ — سوختن داشت ز شمعی که شبستان سوزد
منم آن خسته که گر زخمِ جگر بنمایم — برمن از مهر دلِ گبر و مسلمان سوزد
منم آن قیس که گر سوی من آید لیلیٰ — محمل از شعلهٔ آوازِ حُدی خوان سوزد
تا چسانم گذرد روز به شبها دریاب — از چراغی که عسس بر درِ زندان سوزد
تنم از بندِ در انبوهِ رقیبان لرزد — دلم از درد بر اندوهِ اسیران سوزد
از نمِ دیدهٔ من فتنهٔ طوفان خیزد — از تفِ نالهٔ من جوهرِ کیوان سوزد

---

[1] ممکن است که "مُحرم" باشد۔

آہ ازیں خانہ کہ روشن شود در شب تار | جز بدان خواب کہ در چشم نگہبان سوزد
آہ ازیں خانہ کہ در روے نتوان یافت ہوا | جز سمومیکہ خس و خارِ بیابان سوزد

اے کہ در زاویہ شبہا بچراغم شمری
دلم از سینہ برون آر کہ داغم شمری

۳

پاسبانان بہم آئید کہ من می آیم | درِ زندان بکشائید کہ من می آیم
ہر کہ دیدے بدرِ خویش سپاسم گفتے | خیر مقدم بسرائید کہ من می آیم
جادہ نشناسم وز انبوہ شما می ترسم | راہم از دور نمائید کہ من می آیم
رہ ہردِ جادۂ تسلیم درشتی نکنند | سخت گیر ندچرائید کہ من می آیم
خستت تن در رہ و تعذیب ضرورست اینجا | نمک آرید بسائید کہ من می آیم
عارضِ خاک بپاشیدن خون تازہ کنید | رونقِ خانہ فزائید کہ من می آیم
چون من آیم بشما شکوہ گر ددلن نہ رواست | زین سپس ثراژ نخائید کہ من می آیم
ہان عزیزان کہ دریں کلبہ اقامت دارید | بخت خود را بستائید کہ من می آیم
تا بدر وازۂ زندان پے آوردن من | قدمے رنجہ نمائید کہ من می آیم
چون سخن سنجی و فرزانگی آئینِ من است | بہرہ از من بربائید کہ من می آیم
بخود از شوق ببالید کہ خود باز روید | بمن از مہر گرائید کہ من می آیم

بسکہ خویشان شدہ بیگانہ زبدنامی من
غیر نشگفت خورد گر غمِ ناکامی من

۴

آنچہ فرداست ہم امروز در آمد گوئی
آفتاب از جہتِ قبلہ بر آمد گوئی

دل و دستے کہ مرا بود فرو ماند ز کار
شب و روزیکہ مرا بود سر آمد گوئی

سرگذشتم ہمہ رنج والم آرد گفتی
سرنوشتم ہمہ خوف و خطر آمد گوئی

بہرۂ اہلِ جہان چون زجہان درد و غم است
بہرۂ من زجہان بیشتر آمد گوئی

خستن و بستن من حدِ عسس نیست برو
بر من اینہا ز قضا و قدر آمد گوئی

ہنرم را نتوان کرد بہ خستن ضائع
خستگی غازۂ روئے ہنر آمد گوئی

غمِ دل داشتم اینک غمِ جانم دادند
زخم را زخمِ دگر بر اثر آمد گوئی

چرخ یک مرد گرانمایہ بزندان خواہد
یوسف از قیدِ زلیخا بدر آمد گوئی

مژہ امشب ز کجا اینہمہ خوناب آورد
این چنین گرم ز زخمِ جگر آمد گوئی

خود چرا خون خورم از غم کہ بغمخواریٔ من
زحمتِ حق بہ لباسِ بشر آمد گوئی

خواجۂ ہست درین شہر کہ از پرسشِ وے
پایۂ خویشتنم در نظر آمد گوئی

مصطفٰے خان کہ درین واقعہ غمخوارِ من است
گر بمیرم چہ غم از مرگ عزادارِ من است

۵

خواجہ دانم کہ بسے روز نمانم در بند
لیک دانی کہ شب از روز ندانم در بند

نہ پسندم کہ کس آید نتوانم کہ روم
جانبِ دریچہ حسرت نگرانم در بند

خستہ ام خستہ من و دعویٔ تمکین حاشا
بند سخت است تپیدن نتوانم در بند

شادم از بند کہ از بندِ معاش آزادم
از کفِ شحنہ رسد جامہ و نانم در بند

آمہ و خامہ بیارید و بجل بنویسید
خواب از بخت ہمی وام ستانم در بند

یارب این گوهرِ معنی که فشانم ز کجاست
بند بر دل بود و نیست زبانم در بند

هر کس از بندِ گران نالد و ناکس که منم
نالم از خویش که بر خویش گرانم در بند

خوئے خوش بهرِ مصیبت زده رنجے دگر است
رنجه از دیدنِ رنجِ دگرانم در بند

رفته در بارهٔ من حکم که با درد و دریغ
شش مه از عمرِ گرامی گذرانم در بند

اگر این است خود آنست که عید اضحیٰ
گذرد نیز چو عیدِ رمضانم در بند

مدتِ قید اگر در نظرم نیست چرا
خونِ دل از مژه بے صرفه چکانم در بند

نیستم طفل که در بندِ رهائی باشم
هم ز ذوق ست که در سلسله خائی باشم

۶

من نه آنم که ازین سلسله ننگم نبود
چکنم چون بقضا زهرهٔ جنگم نبود

زین دو رنگ آمده صد رنگ خرابی بظهور
گله نیست که از بخت دو رنگم نبود

راز دانا، غمِ رسوائیِ جاوید بلاست
بهرِ آزار غم از قیدِ فرنگم نبود

لرزم از خوف درین حجره که از خشت و گِل است
ورنه بر دلِ خطر از کامِ نهنگم نبود

زین دو سرهنگ که بویند همی ترسم
بیمے از شیر و هراسے ز پلنگم نبود

منم آئینه و این حادثه زنگ است ولے
تابِ بدنامیِ آلایشِ زنگم نبود

همدمان دارم و امیدِ رهائی در بند
دامن از بعدِ رهائی ته سنگم نبود

جورِ اعدا ار رود از دل برهائی لیکن
طعنِ احباب کم از زخمِ خدنگم نبود

به شگافِ قلم از سینه بردن میسر نشد
بسکه گنجائیِ غم در دلِ تنگم نبود

حاش لِلّٰه که درین سلسله باشم خوشنود
چکنم چون بسرِ این رشته بچنگم نبود

به صریرِ قلمِ خویش بود مستیِ من
اندرین بندِ گران بین و سبکدستیِ من

۷

همدمان دردِ دلم از دیده نهانید همه — غالبِ غمزده را روح و روانید همه
لله الحمد که در عیش و نشاطید همه — للّٰه الشکر که با شوکت و شانید همه
هم درین آئینِ نظر سحر طرازید همه — هم در اقلیمِ سخن شاه نشانید همه
چشم بد دور که فرخنده لقائید همه — شاد باشید که فرّخ گهرانید همه
سود بینید و فنا دیده و نوزید همه — زنده مانید صفا قالب و جانید همه
من بخون خفته و بینم همه بینید همه — من جگر خسته و دانم همه دانید همه
درمیان ضابطہ "مهرِ وفائے بود ست — من برینم که هر آئینه بر آنید همه
روزے از مهر نگفتید فلائے چون است — بارے از لطف بگوئید چه‌انید همه
گر نباشم بجهان خار و خسے کم گیرید — آنکه سرو و سمنِ باغِ جهانید همه
چاره گر نتوان کرد دعائے کافی ست — دل اگر نیست خداوندِ زبانید همه
سبقت بند است که در بندِ رقم ساخته ام — بنویسید و ببینید و بخوانید همه

آن نباشم که بهرِ بزم زمن یاد آرید
دارم امید که در بزمِ سخن یاد آرید

ترجیع بند

۱

درودِ[1] سرورِ سلطان نشان مبارکباد — به شهرِ مقدمِ نوشیروان مبارکباد
سرورِ خوشدلی و انبساط و آسایش — نشاطِ شادی و امن و امان مبارکباد
ز این دیار که شهرے ست در قلمروِ هند — بملکِ هند گران تا گران مبارکباد

---

[1] این ترجیع بند از "سبدِ چین" است۔

ز طبعِ خلق بدر برد، عدل ناسازی | دوامِ رابطۂ جسم و جان مبارکباد
وفورِ عیش بدارائیٔ خلق ارزانی | ہجومِ خلق براں آستان مبارکباد

ذریعۂ شرف و عز و جاہ شہر آمد
وزیرِ بادشہ و بادشاہِ شہر آمد

۲

بہ اہلِ شہر بگو تا بہ خویشتن نازند | نشاطِ و شادی و سور و سرود را آغازند
بساطہاے گرانمایہ در فضاۓ چمن | بگسترند و بہم طرحِ بزم اندازند
زخیمہ ہا و سراپردہ ہاۓ رنگارنگ | سپہر ہاۓ دگر بر زمیں بیفرازند
دمیکہ این ہمہ آئین بشہر بر بندند | زخانہ بہرِ پذیرہ شدن بدر تازند
چو روۓ دیدہ فروزِ خدایگان نگرند | بدین نواۓ دل آویز نغمہ پردازند

ذریعۂ شرف و عز و جاہِ شہر آمد
وزیرِ بادشہ و بادشاہِ شہر آمد

۳

جمالِ کوکبۂ شہریار می بینم | فروغِ بخت درین روزگار می بینم
ہزار و ہشت صد و شست و شش ز سالِ مسیح | بہارِ تازہ بہ فصلِ بہار می بینم
زمانہ در پۓ قطعِ امید و من بخیال | خوشم کہ روۓ خداوندگار می بینم
ببارگہ چو سکندر رودیست نمی نگرم | بخاکِ رہ چو ارسطو ہزار می بینم
ندیدہ بلبلِ بے بال و پر بجانبِ باغ | بحسرتے کہ سوۓ رہگزار می بینم
ذریعۂ شرف و عز و جاہِ شہر آمد | وزیرِ بادشہ و بادشاہِ شہر آمد

۴

رخِ نکوئے ترا ماہِ آسمان گویم — قدِ بلندِ ترا سروِ بوستان گویم
حدیثِ مدحِ تو برتر بود ز منطقِ من — مگر بہ تہنیتِ طالعِ زبان گویم
گور نزی نہ ز شاہی کم است میدانم — تو ہر چہ نام نہی خویش را چنان گویم
نہ پیرہن اگر افشاندہ غم شررِ گاہ نیست — سخن ز سوختنِ مغزِ استخوان گویم
ز زندگی کہ بسے نیست ہم بدان شادم — کہ دوستان ہمن و من بدوستان گویم

ذریعۂ شرف و عزّ و جاہِ شہر آمد
وزیرِ بادشہ و بادشاہِ شہر آمد

۵

ہمیشہ بر نمطِ داد در جہانبانی — تو آصفی کن و، وکٹوریہ سلیمانی
رخِ تو مہرِ درخشان بعالم افروزی — کفِ تو ابرِ بہاران بگوہر افشانی
نہان بہ طبعِ تو اسرارِ علمِ اشراقی — عیان ز روئے تو انوارِ فرِّ یزدانی
بہ حلم و لطف ترا شیوۂ ملک شاہی — بہ بذل و جود ترا دستگاہِ قاآنی
بہ بیں ہر آئینہ ترجیع بندِ غالبؔ را — کہ آیتے است گرانمایہ در ثنا خوانی

ذریعۂ شرف و عزّ و جاہِ شہر آمد
وزیرِ بادشہ و بادشاہِ شہر آمد

قطعہ ۱

بنام ابوالقاسم خان

اے گرامی نژاد، والا جاه | که درت باب سجدهٔ امراست
دودمانِ تو مفخرِ آفاق | بتو نازد اگر زمانه رواست
فرقِ خورشید را بود افسر | هر غبارے که از درت برخاست
امرازادگانِ هندستان | هم سری با تو گر کنند خطاست
نیست دیگران به شوکتِ تو | ذره با مهر و قطره با دریاست
دال و آچار و سرکه را نازم | که دلِ زار، هر دو را ے خواست
مرحبا مرحبا، تعال تعال | این چه جود، و چه فیض: این چه عطاست
نازم آچار که از ترشی | چین پیشانی بتِ رعناست
آفتابی ز دانه، دانهٔ دال | بر سپهر خیال جلوه نماست
از عطاے تو پیش، هم زین دال | قدرے لطفِ کرده آغاست
اینک آن را بذوق می پختیم | کرده هر گونه از مصالح راست
که نوازش رقم صحیفهٔ تو | بر سید و دلم زجا برخاست
گفتم: اول جواب بنویسم | زانکه مکتوب قبلهٔ حاجاست
سوے دال است این زمان جانم | دیدن قطعه را دماغ کجاست

لہ ماخوذ از متفرقاتِ غالب، مرتبہ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی استاد سابق دانش گاہِ لکھنؤ۔ ابوالقاسم خان یکے از اکابرین دودمان عالی بود در کلکتہ بہ مرزا غالب ملاقات کرد و رشتۂ خلوص و اتحاد درمیان ایشان استحکام گرفتہ بود۔

سرسری چند شعر بنوشتم — تا نگوئی: اسد خموش نواست
تا درین کارگاہِ شام و سحر — شام تاریک و صبح وقفِ ضیاست
شامِ عیشِ تو آن چنان روشن — کہ بگویند: صبحِ عشرتہاست
روزِ خصمِ تو آن چنان تاریک
کہ بدانند: این شبِ یلداست

قطعہ دوم

"در جواب قطعہ قاسم"

قدرِ[1] دانا، لطیفہ دارم — بہزرہی اگر ز بندہ رواست
ملکِ اندیشہ ام ازین تحریر — آب و رنگ نشاطِ طبعِ تو خواست
بندہ را از کرم ستودستی — مشتِ خاشاک را چہ قدر و بہاست
بوعلی و مسیح و افلاطون — ہرچہ گفتی بگو کہ از تو سزاست
بے ادب باشم ار کنم تکذیب — بے خرد باشم ار شمارم راست
نسبتِ من بہ بوعلی سینا — صاف ہم چون سراب با دریاست
بو کہ در چار سوے کلکتہ — کہ چنیں قحطِ حکمت و حکماست
بوعلی گفتنم روا باشد — خرس در کوہ بوعلی سیناست
سپس از شوخیِ ندیمانہ — گویم احوالِ قطعہ کہ تراست
لفظش آئینہ دارِ حسنِ ادا — بود و تارِ فکرِ رساست

---

[1] ماخوذ از متفرقاتِ غالب۔

نقطهٔ حسنِ حسنِ اشعارش — مردمِ چشمِ مردمِ بیناست
اے رانم فداے ہر سخنت — مرحبا این چہ طبعِ معنی زاست
تو کلیمی بر اوجِ طورِ سخن — پنجهٔ ہر ساعدت یدِ بیضاست
در صفِ دشمنان ز بہرِ نہیب — خامہ را در کفِ تو حکمِ عصاست
از من اصلاح آرزو کردن — سربسر ہیچ کس ذا زبہاست
لیکن این بیت ز آنہمہ ابیات — خللے دارد، اگر بگویم راست
"مسہل دادی و بفرمودی — بعمل آر بیگمان کہ شفاست"
آخر لفظ مسہل از سرِ سہو — کسرہ بنوشتہ، و موقع یاست
نزدِ انشا زبان بگرد ازین — یک عیبِ طریقهٔ املاست
بدعا ختم می کنم نامہ — زانکہ سرمایهٔ فقیر دعاست
وقفِ تو باد از خزانهٔ غیب — ہرچہ در دین و ہرچہ در دنیاست

شاد و خرم بزی کہ در دو جہان
دستگیرِ تو سید الشہداست

مثنویات

شنیدم کہ در دورِ گاہِ کہن
شدہ عنصری شاہِ صاحب سخن
چو اورنگ از عنصری شد تہی
بہ فردوسی آمد کلاہِ مہی
چوں فردوسی آورد، سر در کفن
بہ خاقانی آمد بساطِ سخن
چو خاقانی از دارِ فانی گذشت
نظامی بہ ملکِ سخن شاہ گشت
نظامی چو جامِ اجل در کشید
سرچترِ دانش بہ سعدی رسید
چو اورنگ سعدی فرو شد زکار
سخن گشت بر فرقِ خسرو نثار
ز خسرو چو نوبت بہ جامی رسید
زجامی سخن را تمامی رسید
(ناظم ہروی)

زجامی بہ عرفی و طالب رسید
ز عرفی و طالب بہ غالب رسید
(مرزا غالب)

نخستین مثنوی

موسوم بہ

سُرمۂ بینش[1]

بشنو از نے چوں حکایت میکند[2] — از جدائیہا شکایت میکند

من نیم کز خود حکایت می کنم — از دم مردے روایت می کنم
از دم فیضے کز اُستاد آورم — خامہ را چوں نے بفریاد آورم
نالۂ نے از دم مردِ رہ ست — کاں ہم از ساز و ہم از راز آگہ ست
بر نوائے راز حق گر دل نہی — بایدت چوں نے زخود بودن تہی
گر نہ دلریشی از مستی ملاف — کیں مے از تندی بود پہلو شگاف
اے کہ از راز نہاں آگہ نۂ — دم مزن از رہ کہ مردِ رہ نۂ
دست در دامانِ مردِ راہ زن — لیک رہبر را شناس از راہزن
در ہزاراں مرد مردِ رہ یکے ست — آدمی بسیار آنا شہ یکے ست
مردِ رہ باید کہ باشد مردِ عشق — لب ترنم خیز و در دل دردِ عشق
ور تو می پرسی کہ مردِ راہ کیست — جز سراج الدین[3] بہادر شاہ کیست

---

[1] در مدح بہادر شاہ ظفر آخرین تاجدار سلطنت مغلیہ ہند

[2] بیت اول، از مثنویٔ مولانا جلال الدین رومی، دفتر اول۔

[3] مراد، بہادر شاہ ظفر آخرین بادشاہ سلطنت مغلیہ ہند، متوفی ۱۸۶۲ء۔

در طریقت رہنمائے رہرواں | در خلافت پیشوائے خسرواں
آنکہ چوں از راز وحدت دم زند | دفتر کون و مکاں برہم زند
آنکہ چوں در نے نوا را سر دہد | نے شود نخلے کہ شبلی[1] بر دہد
آنکہ چوں شوق آسمان تاز آیدش | تخت چوں رفرف[2] بپرواز آیدش
شبلی از منبر دہد آوازِ عشق | شاہِ ما بر تخت گوید رازِ عشق
عشق دارد پایۂ ہر کس نگاہ | منبر از شبلی و تخت از پادشاہ
آنچہ ابراہیم ادہم[3] یافت ست | بعد ترکِ مسند جم یافت ست
شاہ ما دارد بہم در رہروی | خرقۂ پیری و تاج خسروی
شاہی و درویشی اینجا باہم ست | پادشاہِ عہد، قطبِ عالم ست
ہم بشاہی ناظرِ وجہ الٰہی | ہم بدرویشی درش فرِّ شہی
چرخ در رقص از نوائے ساز اوست | قدسیاں را گوش بر آواز اوست
دارد ایں دانا دل دانش پسند | در غذا دانی سخن ہائے بلند
بہ ز شہ رازِ نہاں نشناخت کس | لیک شہ را در جہاں نشناخت کس
چشمِ ما کورست و حسن آئینہ جوئے | فہم ما کندست و خاقاں رمز گوئے

---

[1] مراد حضرت ابوبکر شبلی بغدادی (متوفی ۹۲۵ء) کہ در علم و فضل و تزکیۂ نفس یگانۂ روزگار خویش بود۔

[2] براق۔ تکیہ جامہ ہائے سبز دامن خیمہ نام مرکبے کہ حضرت محمد صلعم در شب معراج بر آں نشستہ بودند

[3] ابراہیم بن ادہم پادشاہ بلخ بود، کہ ترکِ ملک و مال کرد، درویشی اختیار نمود و عمر خویش در عبادت الٰہی بسر کرد، (متوفی ۷۸۳ء) گویند کہ در جہاد شرکت نمود و با یونیاں جنگ کردہ جام شہادت نوشید۔ اردو دانسائیکلوپیڈیا مطبوعہ لاہور

صبح دم سلطان سریر آرائے بود | از مریداں مجمعے برپائے بود
ابرِ رحمت گوہر افشاندن گرفت | شاہ از عرفاں سخن راندن گرفت
چوں بقدرِ فہم مردم خواست گفت | در لباسِ رمز حرفے راست گفت
گفت کاندر معرضِ اسرارِ دوست | ہر کہ باشد طالبِ دیدارِ دوست
خواہد از نورِ جمالِ یارِ خویش | رد کشِ مشرق در و دیوارِ خویش
بایدش کاشانہ نیکو ساختن | حجرہ از نامحرماں پرداختن
خار و خس از خانہ بیروں ریختن | مشکِ تر با خاک راہ آمیختن
زاں سپس کایں کار را یک رو کند | خانہ را زیں گونہ رُفت و رو کند
آورد آب و زند در رہ گزار | تا ہوا از رہ نہ انگیزد غبار
برگِ گل در رہ فشاند مشت مشت | تا نیاید خاک زیرِ پا درشت
رختِ گرد آلود از تن برکشد | جامۂ پاکیزہ اندر برکشد
چوں درآید آں نگار از خود رود | خوش باستقبالِ یار از خود رود
عاشق از خود رفت دلبر ماند و بس | سایہ گم شد مہرِ انور ماند و بس
جلوۂ جاناں ماند و جسم و جاں نماند | حسرتِ وصل و غمِ ہجراں نماند
شبنمے را طعمۂ خورشید کن | خویش را قربانیِ ایں عید کن
تیرگی بزدای تا رخشاں شوی | قطرگی بگزار تا عماں شوی
معنیِ رمزے کہ شہ فرمودہ است | حفظِ ناموسِ شریعت بودہ است
رُفتنِ کاشانہ و صحنِ سرا | دفعِ اوہام ست و نفیِ ماسوا
مدعا تہذیبِ اخلاق ست و بس | سعی در تحصیلِ اشراق[1] ست و بس

---

[1] مراد فلسفۂ اشراق، نوعے از فلسفۂ قدیم یونانیان۔

وال خود آرا دلبرے کز در رسد | جذبہ باشد کہ از حق در رسد
رفتن عاشق باستقبال دوست | مطلب از محویتِ آثارِ اوست
سالک آزادہ چابک خرام | چوں رسد اینجا شود سیرش تمام
نیست کس بعد از خدا غیر از خدا | ایں بود سرِ بقا بعدَ الفنا
غالبؔ از رازے کہ گفتی دم مزن | سنگ بر پیمانۂ عالم مزن
راز وحدت بر نتابد گفتگو | حرفِ حق را در نیابد گفتگو

بر دعائے شہ سخن کوتاہ باد
تا خدا باشد بہادر شاہ باد

دومین مثنوی

موسوم بہ

درد و داغ

بے ثمرے بزرگری پیشہ داشت | در دل صحرائے جنوں ریشہ داشت
دست تہی آئینۂ تمتش | زخمِ دل و داغِ جگر دولتش
خانہ اش از دشت خطرناک تر | پیرہنش از جگرش چاک تر
مایۂ او داغ و ہماں در برش | حاصل او خاک و ہماں بر سرش
ہر سحرش تیرہ تر از تیرہ شام | فاقہ پے فاقہ کشیدے مدام
مادرکے و پدرے پیر داشت | ربط بہم چوں شکر و شیر داشت

شام و سحر گرمی دلسوزیش | خدمت شاں کار شبا روزیش
چوں لب نان و دم آبش نبود | فائدہ جز رنج و عذابش نبود
بار کہ بر گردنش افتادہ بود | در پے افگندنش افتادہ بود
تا بکے از گرسنگی سوختن | سیر شد از زندگی خویشتن
ننگ شد آئین وطن داریش | سلسلہ بگسیخت گرفتاریش
بسکہ دل از تنگیٔ ساماں گرفت | با آب و اُم راہ بیاباں گرفت
ہر سہ تن آئینۂ وحشت شدند | بادیہ پیمائے سیاحت شدند
ریخت جنوں بر تپش آہنگہا | ماند وطن دور بفرسنگہا
مرحلۂ چند نوشتند راہ | تا برسیدند بدشتے تباہ
وادی درودے کہ ہزارش بلا | خاک بلا خیز و غبارش بلا
لالۂ خودرُوش زخون شہید | ذرہ اش از جوہر تیغ یزید[1]
گشت دراں وادی آشوبناک | جامۂ عریانی شاں چاک چاک
ہر قدم آنجا بسر دار بود | عربدۂ آبلہ و خار بود
بود بہم ہر غم و رنجے کہ بود | تشنہ لبی آفت دیگر فزود
شد ہوسِ آب بدل شعلہ زن | سوختن آمد بہ جگر سوختن
ہوش دراں معرکہ بیہوش گشت | پا بود ابائے قدم آغوش گشت
تیزیٔ رفتار ستم کردہ بود | پائے تگ و تاز قلم کردہ بود

---

[1] یزید بن معاویہؓ (متوفی ۶۴ھ ہجری) بعد وفات پدر بر مسندِ خلافت متمکن شد، در عہدش حادثۂ عظیم شہادت امام حسینؓ در میدان کربلا واقع شد۔

آبلہ ساغر شد و ساغر نشد — زہرہ شد آب و لب شاں تر نشد

از تپشِ دل بتمنائے آب — ظرف نہ بستند بجز اضطراب

دامنِ جہدے بہ کمر بر زدند — تا قدمے چند مکرر زدند

گرد سیاہی بنظرہا ز دور — سایۂ نخلے و ہجوم طیور

پا بہ خرامید بہ سعے نگاہ — تا برسیدند بداں جایگاہ

بود بہ پیغولۂ ویرانئے — تکیۂ درویش بیابانئے

تا بسرِ تکیہ رسیدند شاں — آب بیابا طلبیدند شاں

مردِ فقیر از سرِ سجادہ جست — جام بدستے و سبوئے بدست

تا نمِ آبے بہ گلوہا رسید — دور پیاپے بسبوہا رسید

ریشۂ ہستی بدمیدن رسید — نشۂ مستی برسیدن رسید

تشنۂ عرضِ سخن آمد فغاں — گشت بیابانیہا بسخن تر زباں

ہر یکے از درد بدرویش گفت — پارۂ از دردِ دلِ خویش گفت

کای چمن آرائے گلستانِ فیض — خضرِ قدمگاہ بیابانِ فیض

ما سہ تن آفت زدۂ قسمتیم — ساغرِ سرشارئ کلفتیم

در قفسِ گردشِ چرخِ دو رنگ — قافیۂ عیش بما گشتہ تنگ

از تپش آباد جنوں میرسیم — تا کمر و سینہ بخون میرسیم

گر نگہے نامزدِ ما کنی — عقدہ ز سر رشتۂ ما وا کنی

بو کہ ہوس بال فشانی کند — کار فرو بستہ روانی کند

از نفسِ فیضِ مسیحا بیار — مژدۂ اقبالِ تمنا بیار

آئینۂ بخت سیاہیم ما — حسرتی سعی نگاہیم ما
پیر بجوشید ز گفتار شاں — گریہ اش آمد بسر و کار شاں
کرد نگہ بر ورقِ دل درست — طالعِ شاں در نظر آورد چست
دید کہ در قسمتِ شاں ہیچ نیست — حاصل شاں غیر خم و پیچ نیست
بابِ کرم بر رخِ شاں باز نیست — بخت کماں کش غلط انداز نیست
زار بنالید کہ یا ذاالجلال — آب شدم از اثر انفعال
بر دلِ اندوہ گزینم ببخش — جرم سہ تن را بیقینم ببخش
خستہ دلانند تو مرہم فرست — دولت و راحت زپئے ہم فرست
اے تو خداوند جہاں رحم کن — بر من و ایں غمزدگاں رحم کن
ہاتفے از خلوتِ اسرارِ فیض — گفت کہ اے جلوہ طلبگارِ فیض
درس حقیقت بتو فرمودہ ایم — اختر ایناں بتو بنمودہ ایم
قسمت شاں از کرم ماہمیں ست — سابقۂ روز ازل ایں چنیں ست
در طلبت شیفتۂ ہمت ست — عالم ابرام جنوں وسعت ست
باش کہ شرحے ز تسلی دہیم — پرتوے از جلوۂ معنی دہیم
در خم محراب فریب آرزو — باسہ تن ایں مژدۂ دلکش بگو
کز اثر عاجزیم در جناب — شد سہ تمنائے شما مستجاب
ہر یکے از شوق نوائے زند — دست بداماں دعائے زند
باز سر دکار دعا ہا ببیں — چشم بخوابان و تماشا بہ بیں
پیر برآورد سر از جیبِ ناز — گشت بدلداری شاں نکتہ ساز

مژدهٔ صبح طرب آورد و گفت — رنگ تبسم بلب آورد و گفت

کای زدگان ستم روزگار — آیینهٔ رحمت پروردگار

شاد شوید از غم دل وا رهید — دل شدگان داد هوسها دهید

رحمت حق آینه دار شماست — وقت پذیرفتن یک یک دعاست

از غم گردون بپناهید تان — هر چه بخواهید بخواهید تان

سامعه را صافی این گفت گو — داد بامواج گهر شست و شو

ذوق ببالید و تپش ساز کرد — حسرت دل بیخودی آغاز کرد

راست چو گل خنده زنان خواستند — دست فشانان دوان خواستند

ناله بعید اثر از خویش رفت — هر یکی از دیگر خود پیش رفت

ماند بر آن پیرزن دل جوان — قرعهٔ دیباچگی امتحان

قامت خم گشتهٔ آن پیرزن — راست شد از بهر دعا خواستن

دست برآورد و فغان ساز کرد — مویه از درد دل آغاز کرد

گفت که ای کار روای همه — سوی درت روی دعای همه

از غم ایام ستم دیده ام — پیرزن عاجز غم دیده ام

عمر بافلاس بسر رفته است — نقد من از کیسه بدر رفته است

عمر تلف گشت بداغ وصول — تا سه دعا کردهٔ ما قبول

شوهر من طالب مال ست و بس — دولت دنیاست مرادرا هوس

تیر دعایش چو رسد بر هدف — ساز دو عالم هوس آرد بکف

مے کشد و عرض تنعم کند — در طرب خویش مرا گم کند

خوش نہ نشنید نہ شکوہ ز من — کام دل خود نہ پژوہد ز من
بادگراں ساغر عشرت زند — با من ژولیدہ بہ نفرت زند
پس ز تو خواہم کہ جوانم کنی — رونق خوبانِ جہانم کنی
دہ بمن اے رازق برنا و پیر — حسن و جمالے کہ بود دلپذیر
یوسفِ اقبال بخوابم رساں — ہمچو زلیخا بشبابم رساں
چوں سرش از سجدۂ حق راست شد — دید بدانساں کہ ہمی خواست شد
حسن خودش چوں بنگہ باز خورد — آئینہ گوئی دلش از دست برد
دید کہ مہ چہرۂ زیبا ستم — حیرت خویشم چہ تماشا ستم
چہرہ برافروخت ز تابِ عذار — یافت خزاں را سر و برگ بہار
ارث خم پشت بکاکل رسید — سلسلۂ ناز بسنبل رسید
قمریِ طاؤس پدید آمدہ — چوں رمضاں رفتہ و عید آمدہ
تازہ فسونے بہ تمنا دمید — شاد و نواں بر سرِ شوہر رسید
تاب عذارش بسیاہی موئے — زد شبخونے بدل و جاں شوئے
دست کشاد آں صنمِ شیر گیر — دل بربود از کف دہقاں پیر
شوہرش از وجد برقص اوفتاد — دیدہ بگل چینی رویش کشاد
تر شد ازاں شوخی و برنائیش — ساخت سراسیمہ تبہ رائیش
بسکہ برآں دل شدہ مشکل فتاد — با پسرش عربدہ در دل فتاد
خاطرش از بند غم آزاد شد — گرم شد و مست شد و شاد شد
بہرہ ز امید ربایاں ہمی — حوصلہ آز فزایاں ہمی

یافت پری، در برد دیوانہ گشت | با زن و فرزند سوئے خانہ گشت
جلوۂ مقصود بائینہ در | حاصلِ آفاق بہ گنجینہ در
خواست ابکاشانہ درآید بناز | تا دراں خانہ کشاید بناز
درحقِ دیرانہ دعائے کند | دعوتِ برگے ونوائے کند
حال وی ازاں دگرگوں شود | گنج بیند و زرد قاروں[1] شود
خاک زاکسیر دعا زر شود | ہم بدمے چند توانگر شود
کرد جواں نیز تمنائے خویش | منحصر مسکن و مادائے خویش
ہمچو پدر محو زر او بود نیز | تشنۂ لعل وگہر او بود نیز
شد بہ تگے چند خرام سفر | تکیۂ درویش نہاں از نظر
بر دل از امید رقمہا زناں | دست فشاناں، وقدمہا زناں
ہریکے از رفتہ سگالش کناں | بود دراں بادیہ چالش کناں
می بچمیدند بذوقِ وطن | ہمچو نسیم سحری در چمن
ماند چو کاشانہ بفرسنگگے | داد بر دل سازِ غم آہنگگے
ناگہ ازاں بادیہ گردے بجست | بر سر اقبال ہوسہا نشست
از دل آں گرد سوارے دمید | نے غلطم آئینہ زارے دمید
جلوہ گر از آئینہ شہزادۂ | دور ز فوج وسپہ افتادۂ
در پئے صیدے بہوس میدوید | تا بنظرگاہ غریباں رسید

[1] در عہد موسیٰ علیہ السلام شخصے بود از بنی اسرائیل کہ دولت بے شماری داشت۔ بسیار مغرور ومتمرد بود۔ زاں سبب از عذاب الٰہی باہمہ دولت وعیال خویش زیر زمین فرورفت ہیچ کس نشانش نیافت۔

شد نگہش بازن دہقاں دوچار | گشت دل از ناوکِ نازش فگار
از سر ابرو بادائے شگرف | کرد عبارات دل آنچ صرف
در خم دامش چو بیفشرد تنگ | آں زن بیچارہ بگرداند رنگ
کرد دل و جان بہوایش اسیر | رفت ز دل بہر کشادر نہ پیر
گفت خوشا خوبی وجاہ وجلال | شوہر اگر مال برد کو جمال
شوخ وکش ونغز گرجواں یافتش | سربسر آرامش جاں یافتش
پشت ہوسہائے نہاں گرم کرد | جای درآغوشِ جواں گرم کرد
عہدِ حق صحبت واُلفت شکست | رنگ برخسارۂ عصمت شکست
در ہوس جلوۂ رنگ حنا | دست بیالود بخونِ وفا
رام نگہ دید دلآرام خویش | حیلہ برانگیخت پئے کام خویش
پردۂ آزرم زرخ برگرفت | مویہ کناں گریۂ از سر گرفت
نالہ برآورد کہ اے نوجواں | دادنبے مہری ایں رہزناں
خوش کسم و ہیچکسم کردہ اند | بلبلم و در قفسم کردہ اند
زیور و پیرایۂ من بردہ اند | بیخودم از قافلہ آوردہ اند
زیں غم و دردم بدر دل رساں | ہمرہِ خود گیر و بمنزل رساں
خوش بغم خستہ روانان برس | نغز جوانا بجواناں برس
برد جوانش بہ کمرگاہ دست | داد بیس خود بنگاہ در نشست
بر در دواں گشت رواں ہمچو باد | گرد رہش برسر دہقاں فتاد
وتف رویفش چو بدیں رنگ دید | تا نیئہ صبرِ سکوں تنگ دید

ماند بحسرت نگرانش کہ چہ   سر بفلک سود فغانش کہ چہ
نالہ نوید اثرے باز داد   ہاتفے از پردہ اش آواز داد
کای علم قدرت ایزد بدست   ناوک دل دوز رہا کن ز شست
تیرِ دعائے نفست بے خطاست   حکم ترا حکم خدنگ قضاست
پیرِ خرف دود فغاں بر کشید   شعلہ شد و از دلِ خود سر کشید
زار بنالید بہ پیش خدا   گفت کہ اے صانعِ ارض و سما
روز من از جوش بلا تیرہ شد   چشم من از تابِ جفا خیرہ شد
بخت دریں مرحلہ با من چہ کرد   نالہ گواہست کہ ایں زن چہ کرد
اندُہِ من زہرہ گداز آمدہ ست   پیش تو سائل بہ نیاز آمدہ ست
خست دل از تیزیِ رفتارِ او   داد گرا کیفرِ کردار او
ساز تلافی سلوکش بساز   مسخ کن و مادۂ خوکش بساز
در خم پوزش بادای بسجود   بود لبش محوِ دعائے کہ بود
کان زن بدطینت و پیماں شکن   دید سیاہ آئینۂ خویشتن
خوک شد و بد نفسی[1] ساز کرد   با سرِ در و عربدہ آغاز کرد
دید جواں کایں چہ بلا شد چہ شد   آہوکے خوک نما شد چہ شد
از دل شہزادہ برآمد غریو   زار بترسید ز آسیب دیو
غول بیاباں رگ جانش گرفت   خواست بنالد کہ زبانش گرفت
راست ز اسپش بزمیں بر فگند   بر سرِ خاک از سرِ زیں بر فگند

---

[1] در نسخہ د: "پنجہ زدن"

گشت ہراساں وعناں درگسیخت　　آبِ رخِ برق بجولاں بریخت
زاں زن فرتوت جواں گشتہ　　در قفس خوک نہاں گشتہ
جانب شوی دپسر خود دوید　　لابہ کناں درقدم شان تپید
جنبش دم طرز ہوا داریش　　سرزدن آئیں طلبگاریش
حیف کنان بر اثر ساز خود　　نوحہ برانگیخت برآواز خود
تا پسرش راہم آمد دردل　　کرد زبیتابیٔ خاطر جنوں
مادر خود رابچناں حال یافت　　چارہ سگالید و بزاری شتافت
کرد دعا صرف مددگاریش　　زار بنالید بہ غمخواریش
کاے اثر ایجاد نفسہاے ما　　گرتو نہ بینی سوے ماولاے ما
رحمت خاصے بسرپا فرست　　مژدۂ آرامش جانہا فرست
ایں زن پیر آینۂ عبرت ست　　ننگ تخیل کدۂ صورت ست
حسن وجمالش ہمہ برباد رفت　　صورت اصلیش ہم ازیاد رفت
داغ نکو ہیدہ سرشتی چراست　　خوبی اگر رفت بزشتی چراست
کسوتِ ایں شکل برآر از برش　　از وسخ مسخ بشو پیکرش
باز نخواہم کہ بد انساں کنش　　صورت اصلی دہ وانساں کنش
نالہ زتوفیق از بہرہ برد　　نقد تمنا بہ کفش در سپرد
کسوتِ آں خوک تبا گشتہ دید　　پیکرے ازپوست جدا گشتہ دید
پیرزنے پشت خم استادہ یافت　　حرف وسخن راچو خود آمادہ یافت
چشم بمالید و مژہ برشکست　　باورش آمد کہ ہماں مامک ست

رفتے ہماں موے سپیدش ہماں چشم ہماں قوت دیدش ہماں
پشت خم و ربط عصایش ہماں واں لب و دنداں و صدایش ہماں
آئینہ از زنگ وساوس زدود شکر بدرگاہ الٰہی نمود
غالب اگر محرم معنی شوی آئینہ پرداز تسلی شوی
تا نبود یاریِ بخت بلند چارۂ عیسیٰ نفتد سودمند
نیم دعا گر شودے مستجاب مفت بود سود بروں از حساب
طالع آں بے سروپایاں نگر دست گہ عقدہ کشایاں نگر
کز اثرِ رافت آں راز دار یافتہ ہر یک سرو برگ بہار
رحمتِ حق جوش عطا ہا نمود رنگ اثر صرف دعا ہا نمود
نور اجابت زکمیں جلوہ کرد تنگ زمیاں رفت و یقیں جلوہ کرد
بود زبس طالعِ آناں نژند ہمت شاں قرعۂ پستی فگند
شد سہ دعا با ہمہ لطفِ اثر صرف علاج سہ بلائے دگر
آں ہمہ آرایشِ حسنِ قبول رنگ ہوس باخت بگرد فضول
حاصل شاں زاں تگ و تاز ہوس رفتنی و آمدنی بود و بس
بخت چو پویدرہ مکر و فریب کیست کہ از اوج نیفتد بہ شیب

عالم تقدیر چنیں ست و بس
حاصلِ تحریر من ایں ست و بس

سویمین مثنوی

موسوم بہ

چراغ دیر

نفس با صور دمساز ست امروز ‏‏‏ — خموشی محشرِ راز ست امروز

رگِ سنگم شرارے می نویسم ‏ — کفِ خاکم غبارے می نویسم

دل از شورِ شکایتہا بجوش ست ‏ — حبابِ بینوا طوفاں خروش ست

بلب دارم ضمیر آلا بیانے ‏ — نفس خوں کن جگر پالا فغانے

پریشاں تر ز زلفم داستانے ست ‏ — بدعویٰ ہر سر مویم زبانے ست

شکایت گونہ دارم ز احباب ‏ — کتانِ خویش میشویم بمہتاب

در آتش از نوائے ساز خویشم ‏ — کبابِ شعلۂ آواز خویشم

نفس ابریشم ساز فغان ست ‏ — بسان نے تنم در استخوان ست

محیط افگندہ بیروں گوہرم را ‏ — چو گرد افشاندہ آہن جوہرم را

ز دہلی تا بروں آوردہ بختم ‏ — بطوفانِ تغافل دادہ رختم

کس از اہل وطن غمخوارِ من نیست ‏ — مرا در دہر پنداری وطن نیست

ز ارباب وطن جویم سہ تن را ‏ — کہ رنگ و رونق اند ایں نہ چمن را

چو خود را جلوہ سنج ناز خواہم ‏ — ہم از حق فضلِ حق[1] را باز خواہم

---

[1] مراد مولانا فضلِ حق خیرآبادی، کہ در معقولات و منقولات یگانۂ روزگارِ خویش بود، و دوست و معاصر مرزا غالب (متوفی سنہ ۱۸۶۱ء)

چو حرزِ بازوئے ایماں نویسم | حسام الدین[1] حیدر خاں نویسم

چو پیوند قبائے جاں طرازم | امین الدین[2] احمد خاں طرازم

گرفتم کز جہاں آباد رفتم | مر ایناں را چرا از یاد رفتم

مگو داغِ فراقِ بوستاں سوخت | غمِ بے مہریِ ایں دوستاں سوخت

جہاں آباد گر نبود الم نیست | جہاں آباد بادا جائے کم نیست

نباشد قحطِ بہر آشیانے | سرِ شاخِ گلے در گلستانے

بس در لالہ زارے جا تواں کرد | وطن را داغِ استغنا تواں کرد

بخاطر دارم اینک گلزمینے | بہار آئین سواد دل نشینے

کہ می آید بدعوی گاہ لافش | جہاں آباد از بہرِ طوافش

نگہ را دعوئے گلشن ادائی | ازاں خرم بہار آشنائی

سخن را نازشِ مینو قماشی | زگلبانگ ستائشہائے کاشی

تعالی اللہ بنارس چشمِ بد دور | بہشتِ خرم و فردوسِ معمور

بنارس را کسے گفتا کہ چین ست | ہنوز از گنگ چینش بر جبین ست

بخوش پرکاری طرزِ وجودش | ز دہلی میرسد ہر دم درودش

بنارس را مگر دیدست در خواب | کہ میگردد ز نہرش در دہن آب

حسودش گفتن آئین ادب نیست | ولیکن غبطہ گر باشد عجب نیست

تناسخ مشرباں چوں لب کشایند | بکیشِ خویش کاشی[3] را ستایند

---

[1] نواب حسام الدین حیدر خاں (شاگرد میر تقی میر و میر خلیق) مداح و مربی مرزا غالب (متوفی ۱۸۴۶ء)

[2] نواب امین الدین احمد خاں، رئیس لوہارو۔ [3] نام شہر بنارس۔

که هر کس کاندراں گلشن بمیرد | دگر پیوند جسمانی نگیرد
چمن سرمایهٔ امید گردد | بمردن زندهٔ جاوید گردد
زہے آسودگی بخشش روانہا | که داغ چشم می شوید زجانہا
شگفتے نیست از آب و ہوایش | که تنہا جاں شود اندر فضایش
بیا اے غافل از کیفیتِ ناز | نگاہے بر پری زادانش انداز
ہمه جانہائے بے تن کن تماشا | ندارد آب و خاک ایں جلوه حاشا
نہادِ شاں چو بوے گل گراں نیست | ہمه جانند جسمے در میاں نیست
خس و خارش گلستان ست گوئی | غبارش جوہرِ جان ست گوئی
دریں دیرینه دیرستانِ نیرنگ | بہارش ایمن ست از گردش رنگ
چه فروردیں[1] چه دیماه و چه مرداد | بہر موسم فضایش جنت آباد
بہاراں در شتا و صیف ز آفاق | بکاشی میکنند قشلاق و ییلاق
بود در عرض بالِ افشانے ناز | خزانش صندلِ پیشانے ناز
به تسلیم ہوائے آں چمن زار | ز موجِ گل بہاراں بستہ زنار
فلک را قشقه اش گر بر جبیں نیست | پس ایں رنگینیِ موجِ شفق چیست
کفِ ہر خاکش از مستی کنشتے | سرِ ہر خارش از سبزی بہشتے
سوادش پایۂ تختِ بت پرستاں | سراپایش زیارت گاہِ مستاں
عبادت خانۂ ناقوسیان ست | ہمانا کعبۂ ہندوستان ست

---

[1] فروردین ـ مدت ماندن آفتاب در برجِ حمل ـ نام ماہے که در ایران رائج ست. اولین ماہِ شمسی ایرانیاں ـ مرداد پنجم ماہِ شمسی ایرانیاں ـ

بتانش را ہیولائے شعلہ طور / سراپا نور ایزد چشم بد دور

میانہا نازک و دلہا توانا / زنادانی بکار خویش دانا

تبسم بسکہ در لبہا طبیعی ست / دہنہا رشک گلہائے ربیعی ست

ادائے یک گلستاں جلوہ سرشار / خرامے صد قیامت فتنہ دربار

بہ لطف از موج گوہر نرم رو تر / بناز از خون عاشق گرم دو تر

ز انگیز قد اندازِ خرامے / بپائے گلبنے گسترده دامے

ز رنگیں جلوہا غارت گرِ ہوش / بہار بستر و نوروز آغوش

ز تاب جلوۂ خویش آتش افروز / بتان بت پرست و برہمن سوز

بسامان دو عالم گلستاں رنگ / ز تابِ رخ چراغانِ لب گنگ

رسانده از ادائے شست وشوئے / بہر موجے نوید آبروئے

قیامت قامتاں مژگاں درازاں / ز مژگاں بر صفِ دل نیزہ بازاں

بہ تن سرمایۂ افزایشِ دل / سراپا مژدۂ آسایشِ دل

بہ مستی موج را فرمودہ آرام / ز لغزش آب را بخشیدہ اندام

فتادہ شورشے در قالب آب / ز ماہی صد دلش در سینہ بیتاب

ز بس عرضِ تمنا می کند گنگ[1] / ز موج آغوشہا وا می کند گنگ

ز تاب جلوہا بیتاب گشتہ / گہرہا در صدفہا آب گشتہ

مگر گوئی بنارس شاہدے ہست / ز گنگش صبح و شام آئینہ در دست

نیاز عکس روی آں پری چہر / فلک در زر گرفت آئینہ از مہر

---

[1] رودِ گنگا۔

بنام ایزد زہے حسن و جمالش
کہ در آئینہ میر قصد مثالش

بہارستانِ حسن لاابالی ست
بہ کشور ہا سمر در بے مثالی ست

بہ گنگش عکس تا پرتو فگن شد
بنارس خود نظیرِ خویشتن شد

چو در آئینۂ آبش نمودند
گزند چشم زخم از وے ربودند

بہ جیں نبود نگارستاں چو اوئی
بگیتی نیست شارستاں چو اوئی

بیاباں در بیاباں لالہ زارش
گلستاں در گلستاں نوبہارش

شبے پرسیدم از روشن بیانے
ز گردشہائے گردوں راز دانے

کہ بینی نیکوئیہا از جہاں رفت
وفا و مہر و آزرم از میاں رفت

ز ایمانہا بجز نامے نماندہ
بغیر از دانہ و دامے نماندہ

پدر ہا تشنۂ خونِ پسر ہا
پسر ہا دشمنِ جانِ پدر ہا

برادر با برادر در ستیز ست
وفاق از شش جہت رو در گریز ست

بدیں ہا بے پردگیہائے علامت
چرا پیدا نمی گردد قیامت

بنفخ صور تعویق از پے چیست
قیامت را عناں گیر جنوں کیست

سوئے کاشی باندازِ اشارت
تبسم کرد و گفتا ایں عمارت

کہ حقا نیست صانع را گوارا
کہ از ہم ریزد ایں رنگیں بنا را

بلند افتادہ تمکین بنارس
بود بر اوج او اندیشہ نارس

الا اے غالبِ کار اوفتادہ
ز چشم یار و اغیار اوفتادہ

ز خویش و آشنا بیگانہ گشتہ
جنوں گل کردہ و دیوانہ گشتہ

چہ محشر سر زد از آب و گل تو
دریغا از تو و آہ از دل تو

چہ جوئی جلوہ زیں رنگیں چمنہا — بہشت خویش شو از خوں شدنہا
جنونت گر بہ نفس خود تمام ست — ز کاشی تا بکاشان[1] نیم گام ست
چوں بوئے گل ز پیراہن بروں آئی — بآزادی ز بند تن بروں آئی
مہ از کف طریق معرفت را — سرت گردم مگیر ایں کشش جہت ہا
فرو ماندن بکاشی نارسائیست — خدا را ایں چہ کافر ماجرائیست
ازیں دعوی بآتش شوی لب را — بخواں غمنامۂ ذوق طلب را
بکاشی لختے از کاشانہ یاد آر — دریں جنت ازاں ویرانہ یاد آر
دریغا در وطن وا ماندۂ چند — بخون دیدہ زورق راندۂ چند
ہوس را پائے در دامن شکستہ — بامید تو چشم از خویش بستہ
بشہر از بیکسی صحرا نشیناں — بروئے آتش دل جاگزیناں
مگرکاں قوم را دہر آفریدہ — ز سیماب بر آتش آرمیدہ
ہمہ در خاک و خوں افگندۂ تو — بحکم بیکسی ہا بندۂ تو
چو شمع از داغِ دل آذر فشاناں — بہ بزم عرض دعوی بے زباناں
سر و سرمایہ غارت کردۂ تو — ز تو نالاں ولے در پردۂ تو
از آنانت تغافل خوشنما نیست — بداغِ شاں ہوای گل روا نیست
ترا اے بیخبر کاریست در پیش — بیابانے و کہسارے ست در پیش
چو سیلابت شتاباں میتواں رفت — بیاباں در بیاباں میتواں رفت
ترا از اندوہ مجنوں بود باید — خراب کوہ و ہاموں بود باید

---

[1] نام شہرے در ایران۔

تن آسانی بتاراج بلا دِه — چو بینی رنج خود را رونما دِه

ہوس را سر ببالینِ فنا نِہ — نفس را از دل آتش زیر پا نِہ

دل از تاب بلا بگداز و خوں کن — ز دانش کار بکشاید جنوں کن

نفس تا خود فرو نشیند از پائے — دے از جادہ پیمائی میاسائے

شرارِ آسا فنا آمادہ برخیز — بیفشاں دامن و آزادہ برخیز

ز الا دم زن و تسلیم لا شو — بگو اللہ و برقِ ماسویٰ شو

چارمین مثنوی

موسوم بہ

رنگ و بو[1]

بود جواں دولتے از خسروان — غازہ کش عارضِ ہندوستان

بادۂ سرمستیٔ دل را خمے — از نمِ تردستیٔ خود قلزمے

مائدہ گستردۂ بہ پہنائے آز — عالمے از برگ نوالش بساز

آئینۂ صورت جود آمدہ — جود خود از وے بوجود آمدہ

بستہ کمر بہرِ کشود ہمہ — بودہ زیان خود و سود ہمہ

---

[1] ایں مثنوی را مرزا غالب بعد از سفرِ کلکتہ تصنیف کرد، اثرات سفرِ طویل، کیفیت دوری وطن خویش دہلی دریں مثنوی جلوہ می نمایند۔

دامنِ گل و خار چو آغوشِ ابر — پیشِ کفش غاشیہ بر دوشِ ابر
چرخ ز دستِ گہر افشانِ او — لطمہ خورِ موجۂ طوفانِ او
داشت پئے طرحِ کرم ریختن — لعل و گہر بر سرِ ہم ریختن
صبحدمے جلوہ بر اورنگ داشت — افسرش از موجِ شفق رنگ داشت
دادہ بہر گوشہ صلائے کرم — ہر نفسش پردہ کشائے کرم
بہرہ پژوہندہ گروہا گروہ — سر زدہ چوں لالہ ز دامانِ کوہ
در صفِ اربابِ طلب جا گرفت — نقشِ غمے بال زرو دجا گرفت
تیرہ سرانجام حریفے چو آہ — گرد سیاہی ز درِ بارگاہ
جولقئے[1] زہر بلا خوردۂ — از رمِ طالع سرِ پا خوردۂ
از تب و تابِ دلِ خویش اخگرے — زیرِ لحافِ کفِ خاکسترے
بودۂ خاکسترِ اعضائے او — کلفتِ نظارہ سراپائے او
ہیچ گہ از بخت نیاسودۂ — چہرہ بگردِ سفر اندودۂ
سر بسر آئینۂ عرضِ شکست — کہنہ گلیمے و کدوے بدست
کہنہ گلیمے کہ ز ہر پنبۂ — پردہ کشائے غمِ دیرینۂ
شامِ بلا از رقمش کردۂ — سایۂ چغد از اثرش پردۂ
از اثرِ تیرگیش در نظر — دودِ دلے بستہ تتق سر بسر
خشک کدو کاسۂ ناشستۂ — از نمِ زہرابِ عنا رستۂ
آب ز مغزِ سرِ مجنوں درو — بادۂ گلفام شدے خون درو

---

[1] جولقی۔ قلندر۔ کمبل پوش۔ (لغاتِ کشوری)

تا ز روشِ زہرۂ بینش گداخت　　سامعہ آتش کدۂ راز ساخت

گرد بلا بر سرِ نظارہ ریخت　　از نفس آہنگ بہ بیغارہ ریخت

کای شہِ آزادہ گدا نیستم　　طالبِ ایثار و عطا نیستم

شانہ کشِ طرۂ سودا استم　　با تو فروشندۂ کالا استم

کز کرم آوازہ در انگندۂ　　شورِ صلا ایم بسرِ انگندۂ

بو کہ متاعم بہ بہائے رسد　　وقت مرا از تو صفائے رسد

شہ پس ازاں کز نفسش مژدہ جست　　داد زر و دلق و کدو باز جست

بُرد گلیم و ز زرش مایہ داد　　مہر بہ بیعانگی سایہ داد

رفت فروشندہ و زر باد برد　　مشتری آں جنس بخازن سپرد

گفت کہ ایں نقد بہ گنجینہ بہ　　جای دل اندر صدف سینہ بہ

خود نہ گلیم و نہ کدو بردہ ایم　　ما دل غمدیدۂ او بردہ ایم

گرچہ بدیں مایہ چہ بالیم ما　　لیک چو در پردہ سگالیم ما

در نظرِ مردمِ دانا دل ست　　نیک نگہدار ہمانا دل ست

چو روشِ نیّرِ گیتی فروز　　پردہ فرو ہشتہ بر خسارِ روز

خرقہ بہ تن کردہ ز کحلی[1] پرند　　چرخ بدریوزہ بر آمد نژند

در خمِ دریچ روش جستجو　　شام گلیم آمد و ماہش کدو

شہ بشبستانِ حرم جائے کرد　　اطلس افلاک تہ پاے کرد

خلوت از مژدۂ آرام یافت　　بستر خواب از تنش اندام یافت

---

[1] نام پارچۂ نفیس سیاہ رنگ ۔ رنگِ سرمہ گوں ۔

قند بطوفاں مے ناب رفت | چشم جہاں بیں بشکر خواب رفت
تا نگہش پردگیِ کار شد | نقشے ازاں پردہ نمودار شد
دیدہ ز تمثال سراپائے حور | ریخت گل جلوہ بجیب شعور
رایتے از نور برافراشتہ | پردۂ رنگی بہ گل انباشتہ
پیکرے از لطف فراہم شدہ | صافیِ آئینۂ مجسم شدہ
جلوۂ گل مشعلہ دارِ رہش | فرِ ہما گرد و غبارِ رہش
در نظر از شوخیِ اعضائے او | بودہ چمن خیز سراپائے او
گل بگریباں جہاندار ریخت | زمزمۂ رخصتے از تار ریخت
شاہ فرو ماند و پژوہید راز | کای ز منت مژدہ بفرمای باز
کیستی و ایں ہمہ تصدیعِ[1] چیست | آئینہ پردازیِ تودیعِ[2] چیست
گفت کہ من دولت و مالِ توام | آئینۂ جاہ و جلالِ توام
شمعِ طرب محرمِ نورِ من ست | روشنیِ بزمِ سرورِ من ست
بودہ ام آئینۂ تمثالِ تو | صورتِ معقولۂ اقبالِ تو
بوی گلیمے بدماغم زدے | سیلیِ صرصر بچراغم زدے
ہیں کہ مرا از تو دریں دیولاخ[3] | حوصلہ تنگ ست و بیاباں فراخ
رفتم و وارستم از آزارِ تو | باد خدای تو نگہدارِ تو
ہمتِ شہ عجز تقاضا نکرد | ہیچ ازاں عربدہ پروا نکرد
برگِ رضا دادش و خوشنود کرد | دم ز شگرفی زد و پدرود کرد

---

[1] تصدیع۔ دردِ سر کرنا، زحمت دینا۔ [2] تودیع۔ رخصت کرنا۔ [3] دیولاخ۔ دیووں کی بستی۔

برق دگر بر اثرش ریخت باز | جلوۂ دیگر ز در آمد فراز
هیکلے از کوہ تنومند تر | بودہ از وجہۂ الوند[1] تر
پیل تنے گرزپے عرض شکوہ | رستہ رگ گردنش از مغز کوہ
چین جبینش ز غضب تیغ زن | تیزی تیغش شغب بخت تن
زند قوی پنجۂ خصم افگنے | جم سرو برگی و تہمتن[2] تنے
گفت منم قوت و نیروے تو | طاقتِ سرپنجہ و بازوے تو
حلقہ بگوشش توام ار سرکشم | آب توام گر بہ نہاد آتشم
پشت من از مژدۂ دولت قوی ست | دلق و کدو مایۂ بی دولتی ست
با تو دگر نام و نشانم مباد | جا بتنِ بکیت بیانم مباد
بال فشاں گشت و ز دنبال رفت | بر اثر پیکرِ اقبال رفت
بسکہ دراں فتنہ محابا نرفت | تاب و تواں رفت و دل از جاں نرفت
نورے ازاں پردہ بروں تافت باز | دیدۂ شہ روشنی یافت باز
بوے گلے با نفس آمیختہ | صورتے از مایۂ جاں ریختہ
دامن برچیدہ بدست اندرش | ہر مژہ برہم زدنی شہپرش
چہرہ بخوناب جگر شستۂ | چوں نفس از پردۂ دل رستۂ
راد حریفے کہ چوں ساغر زند | خوں دو عالم بقدح در زند
رنگی از حاشیہ دارانِ او | بیخودے از باج گذاران او
جلوہ گرے آفت نظارۂ | برق ز تمثال وے انگارۂ

---

[1] الوند۔ نام کوہ کہ در ایران است۔ [2] تہمتن۔ مرد قوی ہیکل۔ نام رستم۔

رنگ گل آئینۂ دیدار او — موج پری جوہر رفتار او

جلوہ جنت ز غبارش ر مے — چشمۂ کوثر ز محیطش نمے

نشۂ ز صہبا و رسیدن ازو — خون ز جگر بادہ و دیدن ازو

ولولہ در جان و دلِ شاہ ریخت — طرحِ قیامت بنظرگاہ ریخت

گفت من آئینۂ ناز توام — ہمتِ آفاق گداز توام

آمدہ پیشم ز درت دور نئی — آمدہ ام پیش تو دستور نئی

شاہ سر از ملتمش باز زد — چنگ بداماں وی از ناز زد

گفت دریغا چہ ستم می کنی — رام کہ کایں ہمہ رم می کنی

فارغ از اندیشۂ امید و بیم — گنج فشاندن بہ بہاے گلیم

مایۂ تشویش بجہد داشتن — خاطر درویش بجہد داشتن

دولت و اقبال براندا ختن — آئینہ در رہگزر انداختن

بر اثر بخت رواں باختن — دست و دل و تاب و تواں باختن

آں ہمہ پرواز ببال تو بود — شوخی آہنگ کمال تو بود

منکہ کنوں جز تو ندارم دگر — دامنت از کف نگزارم دگر

ریشۂ مہر تو بجاں من ست — مغز تو اندر استخوان من ست

شمع و چراغ شب تارم توئی — خاکم و سامان بہارم توئی

برق خرابی بسوادم مزن — آتش حسرت بہ نہادم مزن

لے ز تو کار دو جہاں ساختن — چوں تو نباشی چہ تواں ساختن

ہمت از انجا کہ تقاضا او ست — کرسی نہ پایہ تہ پاے او ست

خواریِ سائل نه پسندد همی — در به رخِ عجز نه بندد همی

جوشِ گل از حسن خداداد زد — بوسه بدستِ شه آزاد زد

ریخت گل غمزه بجیب امید — داد ز خرسندی خویشش نوید

گفت که از بند غم آزاد باش — من بتو شادم تو بمن شاد باش

جانِ وفا زنده ببوے تو باد — جلوهٔ من غازهٔ روی تو باد

دولت و اقبال غلام تو باد — تاب و تواں بادهٔ جامِ تو باد

کایں همه قائم بوجود من ست — بل همه موجود ز جود من ست

بال و پرِ نشه ز صهبا ستے — دستگِ قطره ز دریا ستے

نشه بود دولت و صهبا منم — قطره بود سطوت و دریا منم

صورت من معنی آزادی ست — پیشهٔ من مردمی و رادئی[1] ست

همچو من آزاد سبکبار شو — وه همه را هیچ خریدار شو

در شو و بر روئے وفا باز باش — در رهِ دل خانه برانداز باش

در دل از آزار دل اندیشه کن — گنج برافشان و کرم پیشه کن

یاوری از بخت و کرامت ز تست — دیر بماں ایکه سلامت ز تست

غالب افسرده دل و جاں بیا — بے سر و پا در صفِ رنداں بیا

بے خبراں را خبرے باز ده؟ — زاں مئے دیریں قدرے باز ده

آں اثر پردهٔ سازت چه شد؟ — زمزمهٔ خارا گدازت چه شد؟

آں ز جنوں پرده کشائیت کو؟ — ولولهٔ سلسله خائیت کو؟

---

[1] رادی، سخاوت، شجاعت۔

آں نفس نالہ کمندت کجاست؟ | واں نگہ جلوہ پسندت کجاست؟
در ہوس جاہ فرو رفتۂ | جیف کہ در چاہ فرو رفتۂ
راہ غلط کردہ بافسون دیو | می سپرے مرحلۂ رنگ و ریو[1]
تا پی نیرنگ دفن افتادۂ | از نظر خویشتن افتادۂ
بندۂ زر بودن از اہرمنی[2] ست | مرد خدا ایں چہ خدا دشمنی ست
آہ ز دنیا طلبیہائے تو | وایں ہمہ ابرام و تقاضائے تو
گرمی خونت کہ ازیں پیش بود | صرف بر انداختن خویش بود
آتش ہنگامہ بجاں داشتے | داغ مغاں شیوۂ بتاں داشتے
بود بہ پیچ و خم سودائے کار | کار تو چوں زلف بتاں تار و مار
بسکہ ہمی تیرہ تر از شام بود | روز تو داغ دل ایام بود
چشم پریشاں نظرے داشتی | جلوہ بہر رہگزرے داشتی
بسکہ بلا بر اثر انداختی | دیدہ بصد جا سپر انداختی
زاں ہمہ اجزائے زمانی کہ رفت | واں ہمہ خونابہ فشانی کہ رفت
ہرچہ کنوں می رسدم در نظر | شاہد و شعر ست و شراب و شکر
چرخ بسا روز نگشت اینچنیں | آہ ز عمرے کہ گذشت اینچنیں
حال بدیں مایہ تباہی کہ ہست | خاصہ بدیں روی سیاہی کہ ہست
آں ہمہ دیوانگی و جاہلی | وایں ہمہ ناکامی و بے حاصلی
آں ہمہ بدمستی و تن پروری | وایں ہمہ شیادی و افسونگری

---

[1] ریو۔ مکر و فریب۔ [2] اہرمن۔ دیو۔ شیطان۔

آں ہمہ بیراہہ روی ہائے تو — وایں ہمہ بیصرفہ دوی ہائے تو

آں ز جنوں برق بخرمن زدن — وایں تجمّ دامِ ہوس تن زدن

آں ہمہ خوں بودہ و خاکست ایں — آں مرضی بود و ہلاکست ایں

آں چہ روش دیں چہ پیچ ست ہائے — آں ہمہ پوچ اینہمہ ہیچ ست ہائے

نیمہ شب از عمرِ تو در خواب رفت — نیمہ بہ پیمودن مہتاب رفت

ہیں کہ دریں کارگہ ہیچ تیچ — ماحصلِ سعی تو ہیچ ست، ہیچ

نقدِ تمنّا بکف افتادہ گیر — خسروی دست بہم دادہ گیر

اے ہمہ تن وسوسہ سودِ تو کو — دہر سراب ست وجودِ تو کو

ہرچہ ازیں پردہ ہویدا ستی — نقش و نگار پرِ عنقا ستی

ہستی اشیا کہ غبارِ فنا ست — پردہ کشائے اثرِ سیمیا ست

خلق کہ از وہم نمودیش ہست — وہم تو دانست کہ بودیش ہست

پیروی وہم مکن زینہار — سر ز گریباں حقیقت برآر

خیز و چو منصور[1] نوائے بزن — ہستی خود را سرِ پائے بزن

خلق اگر روس و گر روم گیر — ہرچہ بجز حق ہمہ معدوم گیر

آنکہ دریں پردہ سگالی بود — از اثرِ ہمّت عالی بود

ساقی ہمت کہ صلائے می دہد — بادہ زخمخانۂ لامی دہد

کاتبِ توفیق کہ دم میزند — بر رقمِ غیر قلم میزند

---

[1] مراد حسین بن منصور حلاج کہ در حالت جذب "اَنَا الْحَق" گفتن آغاز کرد کہ کلمۂ کفر ست. علمائے اسلام برائے قتل او فتویٰ دادند و بر دار کشیدہ شد۔ معاصر ابوبکر شبلی بود۔

همت اگر بال کشائی کند | صعوه[1] تواند که همائی کند
نیّرِ توفیق اگر بر دمد | لاله عجب نیست کز اخگر دمد
همّت ما نیز ز شهودِ حق ست | هرچه بسنجیم وجودِ حق ست
همّت ما غیرتِ حق ست و بس | کثرتِ ما وحدتِ حق ست و بس
زاثرِ سطوتِ حق در کلام | حرف زلب میرمدم والسلام

پنجمیں مثنوی

موسوم بہ

بادِ مخالف

اے[2] تماشائیانِ بزمِ سخن | وے مسیحا دمانِ نادرفن
اے گرانمایگانِ عالمِ حرف | خوش نشیناں ایں بساطِ شگرف
اے سخن پروران کلکتہ | وے زبان آوران کلکتہ
ہر یکے صدرِ بزمِ بارگہے | شمعِ خلوت سرائے کارگہے
ہر یکے پیشتازِ قافلۂ | ہر یکے کدخدائے مرحلۂ
اے بشغلِ وکالت آمادہ | دادِ غمخواری جہاں دادہ

---

[1] صعوہ ـ پرندہ است کہ بہ اردو ممولا گویند ـ

[2] ایں مثنوی در اثنائے قیام کلکتہ تصنیف کرد ـ (۱۸۲۷ء تا ۱۸۲۹ء) سبب تصنیف مثنوی در مقدمہ کتاب بہ شرح و بسط مندرج است ـ

اے سخنگرفان عالمِ انصاف — بسفارت رسیدہ از اطراف
اے سخن را طراز جاں دادہ — صفحہ را ساز گلستاں دادہ
عطر بر مغز گیتی افشاناں — پہلوانانِ پہلوی داناں
اے گرامی فنان ریختہ گو — نغز دریاکشاں عربدہ جو
اے رئیسان ایں سوادِ عظیم — وے فراہم شدہ زہفت اقلیم
ہمچو من آرمیدۂ ایں شہر — بہر کارے رسیدۂ ایں شہر
اسد اللہ بخت برگشتہ — در غم ویچ عجز سرگشتہ
گرچہ ناخواندہ میہمان شماست — بے سخن ریزہ چیں خوانِ شماست
بہ تظلّم رسیدہ است اینجا — بامید آرمیدہ است اینجا
آرمیدن دہید روزے چار — خستہ را بایۂ دیوار
کار احباب ساختن رسم ست — میہماں را نواختن رسم ست
آں رہ رسم کارسازی کو — شیوۂ میہماں نوازی کو
کیستم دل شکستہ غم زدۂ — بیدلے خستۂ ستمزدۂ
برق بے طاقتی بجاں زدہ — آتش غم بخاں وماں زدۂ
از گداز نفس بتاب و تبے — در بیابانِ یاس تشنہ لبے
خس طوفانیِ محیطِ بلا — سر بسر گردِ کاروانِ فنا
دردمندے جگر گداختۂ — زغم دہر زہرہ باختۂ
در آگاہے فنا زدۂ — ہمہ بر خویش پشت پازدۂ
چہ بلا ہا کشیدہ ام آخر — کہ بدینجا رسیدہ ام آخر

بہ سیہ روزِ غربتم بینید — تیرہ شبہائے وحشتم بینید

اندہِ دوریِ وطن نگرید — غمِ ہجراں انجمن نگرید

نہ ہمیں نالہ و فغاں بلبم — من و جاں آفریں کہ جاں بلبم

مُو بہ چوں موے کردہ ست مرا — غصہ بد خوئے کردہ است مرا

ذوقِ شعر و سخن کجاست مرا — کے زبانِ سخن سراست مرا

دارم آرے زہرزہ لائی خویش — نوحہ بر خویش و بینوائی خویش

گردشِ روزگارِ خویشتنم — حیرتِ کاروبارِ خویشتنم

با من ایں خشم و کیں دریغ دریغ — من چناں تا چنیں دریغ دریغ

بر غریباں کجا رواست ستم — رحم گر نیست خود چراست ستم

در بگویند ماجرائے رفت — از تو در گفتگو خطائے رفت

مہربانان خدا را انصاف — تا نخست از کہ بود رسم خلاف

نمک اندر سبوئے مے کہ فگند؟ — بہ چمن رستخیز وے کہ فگند؟

زلفِ گفتار را کہ درہم کرد؟ — بزمِ اشعار را کہ برہم کرد؟

ہمہ عالم غلط کہ گفت نخست؟ — پارۂ زیں نمط کہ گفت نخست؟

بیش را بیشتر کہ گفت بمن؟ — بد ز من بیشتر کہ گفت بمن؟

موی را بر کمر کہ گفت غلط — شعر را سر بسر کہ گفت غلط؟

چوں بدیدید کاعتراض خطاست — ہرچہ غالب نوشتہ است بجاست

رشتۂ بازپرس تاب کہ داد؟ — معترض را ز من جواب کہ داد؟

چوں بدیدید بے گناہی من — تا نہ شستید روسیاہی من

هر که دیدم ره خموشی رفت — بود لازم بر آں گرفت گرفت

از چه بود آں بعرصه دم نزدن — در رهِ آگهی قدم نزدن

نکشودن لبے بیاوریم — خیره بگزاشتن بداوریم

تابشوریده دل زبے جگری — به فغاں آمدم زخیره سری

از غم دل ستوه گردیدم — چهره بایک گروه گردیدم

گله مندانه گفتگو کردم — پارهٔ در سخن غلوّ کردم

چوں شنیدم که نکته پردازاں — قدر داناں و انجمن سازاں

از من آزرده اندازاں پاسخ — به نیایش بخاک سُودم رُخ

خجلت آوردم و جنوں کردم — خویشتن آب و دیده خوں کردم

آب گردیدم و چکیدم من — قطره آسا بسر دویدم من

نفسِ من بجمع در نگرفت — کس نیازم بہیچ بر نگرفت

ردی دعوے بسویم آوردند — سخن من بردیم آوردند

داغ گشتم ازاں ملامت ها — سوختم از تفِ ندامت ها

نه امیدم زشاعری ست نه بیم — بود شایسته مرمرا تسلیم

کاش با اعتراض ساختمے — ناله در زیر لب گداختمے

زانکه آنهم رضاے یاراں بود — رنگے از جوش ایں بهاراں بود

خار داماں دوستاں بودن — خوشتر از باغ و بوستاں بودن

دیگرم با هزار رنگ خروش — ایں نوا می خورد به پردهٔ گوش

که دگر بلبلے صفیر زده است — طعنه بر طعنهٔ نفیر زده است

وای بآنکه شعر من صاف ست — زده را میز ند چه انصاف است
اعتراض آتشم بجاں زده است — شعله در مغز استخواں زده است
زده را کسره از ظرافت نیست — یای وحدت بود اضافت نیست
واضع طرز ایں زمین نه منم — در خور سرزنش همیں نه منم
دیگراں نیز گفته اند چنیں — گوهر راز سفته اند چنیں
شورش آماده رفته اند همه — هم بریں جاده رفته اند همه
در نورد گزارش زده ها — کرده انداز نشاط عربده ها
اکثر از عالم شتاب زده — مے زده غم زده شراب زده
مے زده، غم زده که ترکیب ست — بقیاس فقیر تقلیب ست
چوں برآید زانگبیں مومش — زدۂ غم دمد ز مفهومش
لیک در بعض جا نه در همه اش — لفظ "ماری هوی" ست ترجمه اش
ویں خود از شان فاعل ست که هست — حق بود حق نه باطل ست که هست
همچناں آں محیط بے ساحل — قلزم فیض میرزا بیدل[1]
از محبت حکایتے دارد — که بدینساں بدایتے دارد
عاشقے بیدلے جنون زدۂ — قدح آرزو بخوں زدۂ
اولش خود مضاف مقلوب ست — دومیں تا کدام اسلوب ست
کرده ام عرض همچناں زدۂ — طعنۂ بر بجر بیکراں زدۂ

---

[1] مرزا عبدالقادر بیدل، بزرگے بود تورانی الاصل، در صغر سن بخاک پاک هندوستان افتاده، شعر فارسی بمتانت واستواری و نزاکت و پخته کاری میگوید بسلک ملازمان شاهزاده محمد اعظم شاه منسلک بود۔ مجموعۂ نغز صفحہ ۱۱۵۔

نگر ایں شعر زاں نمط نبود ... ور بود شعر من غلط نبود
گرچہ بیدل ز اہل ایراں نیست ... لیک ہمچوں قتیل[1] ناداں نیست
صاحب جاہ و دستگاہے بود ... مرو ر ازیں نمد کلاہے بود
نہ غلط گفتہ ست در خود گفت ... راست گویم در آشکار و نہفت
دعوئ بندہ بے سرو بن نیست ... شعر بیدل بجز تفنن نیست
پارۂ از کلام اہل زبان ... می فرستم بخدمت یاراں
تا بدیں پردہ آشنا باشند ... با من زار ہمنوا باشند
دہ کہ دیگر ز جادہ برگشتم ... خیرہ بودم سفیہ تر گشتم
وعدۂ خامشی ز یادم رفت ... شیوۂ عجز از نہادم رفت
سادہ لوحم مرا چہ رنگ وچہ ریو ... آدخ آدخ ز جاہلانہ غریو
من کہ دعزم داوری کردن ... ساز بزم سخنوری کردن
خاکِ پائے سخنورانستم ... دوستانرا ز کہترانستم
با بزرگاں نیازہا دارم ... ہم بدیں شیوہ نازہا دارم
بندہ ام بندہ مہرباناں را ... رمز فہماں و نکتہ داناں را
نہ ز آویزش بیاں ترسم ... من و ایماں من کزاں ترسم
کہ پس از من بسا لہاے دراز ... بزباں ماند ایں حکایت باز

---

[1] لالہ دلائی سنگھ قتیل، وطنش فرید آباد نواح دہلی است۔ مذہب آئی ترک کردہ اسلام قبول داسلامی نام محمد حسن کرد۔ در زبان وادبیات فارسی مہارت تامہ تحصیل کرد۔ در لکھنؤ اقامت گزید۔ در بنگال بہار وادوھ شاگردانش بسیار بودند۔

که سفیہے رسیدہ بود اینجا   چند روز آرمیدہ بود اینجا

با بزرگاں ستیزہ پیش گرفت   زحمتی داد و راہ خویش گرفت

شوخ چشمے و زشت خوئے بود   بے حیائے و ہرزہ گوئے بود

ہم سفیہانہ گفتگوئے داشت   ہم خراباتیانہ ہوئے داشت

برگِ دُنیا نہ سازِ دینش بود   ننگِ دہلی و سرزمینش بود

آہ ازاں دم کہ بعد رفتنِ من   خونِ دہلی بود بگردنِ من

تا بوم رنجِ دوستاں باشم   بر دلِ انجمن گراں باشم

شاد گردند کز میاں بروم   اوخ[1] از من کہ من چناں بروم

خستہ و مستمند برگردم   وِژم[2] آیم نژند[3] برگردم

یہ وداعم کس از شما نرسد   شوق را مژدۂ وفا نرسد

زیں سپس نیست دعوئی سخنم   نمدہ دودِ شمع ز انجمنم

نالۂ بے صرفہ چوں جرس نہ زنم   بے صدا گردم و نفس نہ زنم

نشکنم بر رُخِ بیاں رنگے   برنخیزد ز سازم آہنگے

تابِ ہنگامہ ام خدا را نیست   مہرباناں دل ست خارا نیست

وینکہ در پیشگاہِ بزمِ سخن   بزبانہا فتادہ است ز من

کہ فلاں با قتیل[4] نیکو نیست   گمس خوانِ نعمت او نیست

---

[1] افسوس۔ [2] منحوس، تباہ حال۔ [3] افسردہ، مغموم (فرہنگ غالب عرشی)

[4] قتیل، دلوالی سنگھ کھتری، وطنش فرید آباد، مشرف باسلام شد، در زبان فارسی مہارت می داشت در اطراف بنگال و اودھ بسیار بودند ـــــ۔ صاحب تصانیف کثیر ست۔

زلّہ بردارِ کس چرا باشم؟ — من ہمایم مگس چرا باشم؟

خود کسی ناسزا چرا گوید — ناسزا آنکہ ناسزا گوید

فیضے از صحبت قتیلم نیست — رشک بر شہرت قتیلم نیست

نہ ہوا خواہیٔ نہ دشمنی — درمیانست پایۂ ہمفنی

حاشا للہ کہ بد نمی گویم — وانہم از پیش خود نمی گویم

مگر آناں کہ پارسی دانند — ہم بریں عہد و رائے و پیمانند

کہ ز اہل زباں نبود قتیل — ہرگز از اصفہان نبود قتیل

لاجرم اعتماد را نسزد — گفتہ اش استناد را نسزد

کیں زباں خاص اہل ایران ست — مشکل ما و سہل ایران ست

سخن ست آشکار و پنہاں نیست — دہلی و لکھنؤ ز ایراں نیست

دوستاں را اگر ز من گلہ ست — کہ خرامت خلاف قافلہ ست

میروم از پے قتیل ہمہ — ساختہ مرد را دلیل ہمہ

تو ازیں حلقہ چوں بدر زدۂ — گام بر جادۂ دگر زدۂ

اے تماشائیاں ژرف نگاہ — ہاں بگوئید حسبۃً للہ

کہ چساں از حزیں[1] بہ پیچم سر — آں بجا دودمے بدہر سمر[2]

دل دہد کز اسیر بر گردم — زاں نو آئین صفیر بر گردم

---

[1] شیخ علی حزیں شاعر بزرگ زبان فارسی۔

[2] سمر۔ کہانی۔ افسانہ۔

دامن از کف کنم چگونہ رہا؟ — طالب[1] و عرفی[2] و نظیری[3] را

خاصہ روح و رواں معنی را — آں ظہوری جہاں معنی را

آنکہ از سرفرازی قلمش — آسماں ساست پرچم علمش

طرزِ اندیشہ آفریدۂ اوست — درتن لفظ جاں دمیدۂ اوست

پشت معنی قوی ز پہلویش — خامہ را فربہی ز بازویش

طرزِ تحریر را نوی ازوی — صفحہ ارتنگ مانوی ازوی

فتنۂ گفتگوئے ایمانم — مست لای سبوئے ایمانم

آنکہ طے کردہ ایں مواقف را — چہ شناسد قتیل واقف[4] را

لیک باآں ہمہ کہ ایں دارم — گنج معنی در آستیں دارم

دل وجانم فدائے اجاب ست — شوق وقف رضائے اجاب ست

میشوم خویش را بہ صلح دلیل — می سرایم نوائے مدح قتیل

تانماند زمن دِگر گلہ — رسد از پیروان وے صلہ

گفتن آئین ہوشیاری نیست — لیک دانستن اختیاری نیست

گرچہ ایرانیش نخواہم گفت — سعدی[5] ثانیش نخواہم گفت

---

[1] طالب آملی. ملک الشعراء دربار جہانگیر، وطنش آمل علاقہ مازندران بود. متوفی ۱۰۳۶ھ ہجری.

[2] محمد نام، جمال الدین لقب، عرفی تخلص. وطنش شیراز، در ۹۹۹ھ ہجری وفات یافت

[3] نام محمد حسین. تخلص نظیری، وطن نیشاپور. از ایران بہ ہندوستان آمد و بدربار شہنشاہ اکبر باریافت. و بعد وفات شہنشاہ اکبر نظیری بدربار جہانگیری وابستہ شدہ. درسن ۱۰۲۰ھ ہجری بمقام احمد آباد گجرات وفات یافت .

[4] واقف، شاعر مشہور کہ در زبان فارسی مہارت می داشت. وطنش پٹیالہ پنجاب، [5] شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی.

لیک از من ہزار بار بہ است　　از من و ہمچو من ہزار بہ است

من کفِ خاک و او سپہر بلند　　خاک را کے رسد بچرخ کمند

وصف او حد چون منے نبود　　مہر ور خورد روزنے نبود

مرحبا ساز خوش بیانی او　　حبذا شور نکتہ دانی او

نظمش آبِ حیات را ماند　　در روانی فرات[1] را ماند

نثر او نقش بال طاؤس ست　　انتخاب صراح[2] و قاموس[3] ست

پادشاہے کہ در قلمرو حرف　　کردہ ایجاد نکتہ ہاے شگرف

خامۂ ہندوی پارسی دانش　　ہندیاں سر بخطِ فرمانش

ایں رقمہا کہ ریخت کلک خیال　　بود سطرے ز نامۂ اعمال

از من نارسائی ہیچمداں　　معذرت نامہ ایست زی یاراں

بو کہ آید ز عذرِ خواہی ما　　رحم بر ما و بے گناہی ما

آشتی نامۂ دادپیام
ختم شد والسلام والاکرام

---

[1] رودِ فرات، در عراق عرب جاری است میدان کربلا نزد فرات واقع ست۔

[2] صراح، نام کتاب کہ در علم لغت معروف است بزبان عربی و فارسی۔

[3] قاموس۔ فرہنگ۔ نام کتابے است بزبان عربی بسیار مستند و معروف در علم لغت۔

مثنوی ششم

بیان نموداری شان نبوت و ولایت که در حقیقت

پرتو نور الانوار حضرتِ الوہیت ست[1]

بعد حمدِ ایزد و نعتِ رسولؐ | می نگارم نکتۂ چند از اصول
تا سوادش بخشد اندر رسم و راه | دیده را سرمۂ اَعمیٰ[2] را نگاه
حق بود حق کامد از نورش پدید | آسمانہا و زمین ہا را کلید
نورِ محض و اصلِ ہستی ذات اوست | ہرچہ جز حق بینی از آیات اوست
تا بخلوت گاه غیب الغیب بود | حسن را اندیشہ سر در جیب بود
صورتِ فکر اینکہ باری چوں کند | تا ز جیبِ غیب سر بیروں کند
جلوه کرد از خویش ہم بر خویشتن | داد خلوت را فروغ انجمن
جلوهٔ اول که حق بر خویش کرد | مشعلِ از نور محمدؐ پیش کرد
شد عیاں زاں نور در بزم ظہور | ہرچہ پنہاں بود از نزدیک و دور
ہمچو آں ذرات کاندر تابِ مہر | از نقابِ غیب بنمایند چہر
مہر بر ذرات پرتو افگن ست | عالم از تابِ یک اختر روشن ست
نورِ حق ست احمدؐ و لمعانِ نور | از نبی و ز اولیا دارد ظہور
ہر ولی پرتو پذیر ست از نبیؐ | چوں مہ از خور[3] مستنیر ست از نبیؐ

---

[1] ایں مثنوی در نسخۂ "د" شامل نیست۔ [2] اعمیٰ۔ نابینا۔ [3] آفتاب۔

جلوۂ حسن ازل مستور نیست — لیک اعمیٰ را نصیب از نور نیست
از نبی واز ولی خواہی مدد — تا نہ پنداری کہ ناجائز بود
بر نیاید کار بے فرمان شاہ — لیک آئینہاست با خاصان شاہ
ہر کہ او را نورِ حق نیرو فزاست — ہر چہ از وی خواستی ہم از خداست
بر لبِ دریا گر آبے خوردۂ — آب از موجی بجام آوردۂ
آب از موج آید اندر جام تو — لیکن از دریا بود آشام تو
وقت حاجت ہر کہ گوید یا علیؑ — با حقش کار ست دیوزش با علیؑ
یا محمدؐ جاں فزاید گفتنش — یا علیؑ مشکل کشاید گفتنش
چوں امانت خواہی از یزداں پاک — یا معین الدینؒ[1] اگر گوئی چہ باک
ابلہاں راز انکہ دانش نارساست — گفتگو ہا بر سر حرف نداست
مولوی معنوی عبدالعزیزؒ[2] — واں رفیع الدینؒ[3] دانشمند نیز
شاہ عبدالقادرؒ[4] دانش سگال — کایں دو تن را بود در گوہر ہمال
بردن نام نبی و اولیاء — خود روا گفتند با حرف ندا
واں دگر فرزانۂ قدسی سرشت — رہنمائے مسلک پیران چشت
آنکہ شیخ وقت خضر راہ بود — نام والایش کلیم اللہؒ[5] بود

---

[1] مراد حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی چشتی کہ مزارش در شہر اجمیر (راجستھان) مرجع خلائق است، متوفی ۱۲۳۶ء۔

[2] مراد مولانا شاہ عبدالعزیز ابن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب تفسیر قرآن مفسر و محدث متوفی ۱۸۲۴ء۔ [3] شاہ رفیع الدین ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ [4] شاہ عبدالقادر ابن شاہ ولی اللہ مفسر قرآن و عالم بے نظیر بود. متوفی ۱۲۳۰ ہجری۔

[5] شاہ کلیم اللہ جہان آبادی درویشے بود خدا رسیدہ، مزارش نزد جامع شاہجہانی دہلی مرجع خاص و عام است۔

گفت استمداد از پیراں رواست — ہر چہ پیر راہ گوید آں رواست

کی غلط چنیں روشن ضمیر — خردہ بر قولِ کلیم اللہ گیر

ہمچنیں شیخ المشائخ فخرِ دیں[1] — آفتابِ عالمِ علم و یقین

ہمبرش ہنجار و آئیں بودہ است — شیخ ما حق گوئے و حق بیں بودہ است

تا نہ پنداری ز پیراں خواستیم — حاجت خود را ز یزداں خواستیم

لیک در پوزش بدرگاہ رفیع — ما ہمی آریم پیراں را شفیع

اینچنیں پوزش روا نبود چرا — بحث با عارف خطا نبود چرا

در سخن در مولد پیغمبرست — بزمگاہ دلکش و جاں پرورست

خود حدیث از سرورِ دیں میرود — میرود و آنگہ بآئیں میرود

سعیِ ما مشکور و نقد ما روا — چیست آں کاں را شماری ناروا

نکہت موی مبارک جانفزاست — بارگِ جانش ہمی پیوندہاست

بر تنِ نیکو تر از جاں رستہ است — لاجرم از آبِ حیواں رستہ است

دلنشیں نا بود زاں روی موی — دہ کہ گر داند کسی زاں موی روی

ہر کرا دل ہست و ایماں نیز ہم — چوں نورزد عشق با نقشِ قدم

در رہِ دیں تا قدم بنہادہ اند — عشقبازاں را نشانہا دادہ اند

برد از خویشتم دو صد فرسنگ رشک — می برم زیں نقش ما بر سنگ رشک

نقش پائے کاینچنیں افتادہ است — اہل دل را دلنشیں افتادہ است

کی نشیند در دل آں بدگہر — کش دلی از سنگ باشد سخت تر

---

[1] مولانا فخر الدین محدث و مفسر قرآن. عمر خویش در تدریس علوم دینی بسر کرد ۔ و در دہلی زندگانی بسر کرد

بوئے پیراہن[1] ز مصر آرد صبا — دیدۂ یعقوب زد یابد جلا

بر ردا دِ پیرہن کز مصطفیٰ ست — جاں نیفشاندن ترا مت کے رواست؟

در عرب بودست منعم زادۂ — قیس[2] نامی دل بہ لیلیٰ دادۂ

بر سگے کز کوچۂ لیلاستے — قیس از خویشش فزوں تر خواستے

یتوانی گفت ہاں اے تن پرست — پیر کنعاں[3] بود پیراہن پرست

یا تواں گفتن کہ خود چوں بودہ است — سگ پرستی کیش مجنوں بودہ است

حاش اللہ کاینچنیں باشد نورد — رفت از حد سوئ ظن کافر بکرد

عشق گر با پیرہن در بار داست — نیست بہر جامہ از بہر خداست

حق فرستادست بہر یار رسول — کردہ ایم از بہر حق و نیش قبول

گر لبوئے خواجہ رو آریم ما — دوست از بہر حقش داریم ما

چوں نگردد طالب دیدار دوست — شاد از نظارۂ آثار دوست

ایکہ بردی بہرہ از خوان نبی — بردۂ از یاد احسان نبی

آمد و آورد پیغام از خدا — لوحش اللہ مرحبا نام خدا

جادۂ راہی نمایاں کرد و رفت — راہ رفتن بر تو آساں کرد و رفت

چوں تو کے از ناسپاسانیم ما — پیرو ایزد شناسانیم ما

حق پرستاں جملہ ایں رہ رفتہ اند — زاں کہ بادلہائے آگہ رفتہ اند

---

[1] مراد پیراہن یوسف علیہ السلام کہ از و دیدۂ حضرت یعقوب کہ بے بصر شدہ بود بصارت باز یافت۔

[2] قیس، شخصے بود از قبیلہ بنی عامر در عرب، پدرش بسیار دولت مند و سردار قبیلۂ خویش بود قیس بر زنے سیاہ رنگ کہ نامش لیلیٰ بود عاشق شد و مجنون گشت و عمر خود صحرا نوردی بسر کرد۔ [3] پیر کنعان، حضرت یعقوب علیہ السلام۔

اصل ایمان ست طرزِ خاصِ ما — خالصاً للہ بود اخلاصِ ما

عرس دایں شمع و چراغ افروختن — عود در مجمر بر آتش سوختن

جمع گشتن در یکے ایواں ہمی — پنج آیت خواندن از قرآں ہمی

ناں بناں خواہندگاں دادن دگر — مژدہ را رحمت فرستادن دگر

گر پے ترویح روح اولیاست — در حقیقت آنہم از بہر خداست

اولیا را گر گرامی داشتیم — نز پے رومی و شامی داشتیم

از برائے آنکہ ایں آزادگاں — از رہ حق جاں بجاناں دادگاں

از شہود حق طرازے داشتند — با خدائے خویش رازے داشتند

نور چشم آفرینش بودہ اند — شمعِ روشن سازِ بینش بودہ اند

حق پرستاں را بباطل کار نیست — محوِ لیلےٰ را بہ محمل کار نیست

گر نہ از لیلےٰ بود دیدار جوئے — کی بہ محمل آورد دیوانہ روے

گرچہ با لیلیٰ ست حرف از جاں زدن — لیک بر محمل لگد نتواں زدن

آں ولی در یادِ حق مستغرق ست — عینِ حق گر نیست خود محوِ حق ست

حق بود پیدا و پنہاں دیگر چہ ماند — چوں ولی رفت از میاں دیگر چہ ماند

خیر تا حدِ ادب داری نگاہ — بے ادب را بر دم تیغ ست راہ

بادلے آویختی دیوانۂ — یا بر آتش ریختی پروانۂ

نیستی عارف کہ گویم خود مباش — بد مبیں و بد مگوی و بد مباش

بد شمردی رہروانِ پیش را — رہرو چالاک گفتی خویش را

گر سفر اینست منزلگہ کجاست — لا الٰہ گفتی الا اللہ کجاست

ہست رسم خاص در ہر مرز و بوم　　خود چہ میخواہی ز نفی ایں رسوم
نفی رسم کفر ما ہم می کنیم　　داد باد دانش فراہم می کنیم
نفی کفر آئین ارباب صفاست　　نفی فیض اے تیرہ دل رسم کجاست؟
نفی رسم در رہ ہوا را می کشد　　نفی فیض ست اینکہ ما را می کشد
اے گرفتار خم و پیچ خیال　　نفی بے اثبات نبود جز ضلال
در تو گوئی میکنم اثبات حق　　از چہ روئی منکر آیات حق
دانم از انکار آوری　　پیچشے در زلف گفتار آوری
منکر اثبات گوئی نیستم　　من حریف ایں دو روئی نیستم
اولیا خاصانِ شاہی نیستند　　یعنی آیات الٰہی نیستند
معجزاتِ انبیا آیات کیست　　دیں صفتہا را ظہور از ذات کیست
ایں و آں را ہرزہ انگاری ہمی　　تا چہ از حق در نظر داری ہمی
چوں ترا انکار تا ایں غایتست　　آنچہ نپذرفتی کدامے آیتست
من نہ بد گفتم و گر گفتم مرنج　　تو کرا بد گفتہ در دل بسنج
خواجۂ دنیا و دیں را منکری؟　　زمرۂ اہل یقیں را منکری؟
با دل رنجیدۂ از کینہ پاک　　منکرے را گر بوم منکر چہ باک
در دل در نظم گفتن نیست بحث　　منکہ رندم شیوۂ من نیست بحث
من بکروہم گر انجاں نیستم　　صد نشاں پیداست پنہاں نیستم
دین کہ می گوئی توانا کردگار　　چوں محمدؐ دیگرے آرد بکار
با خداوند دو گیتی آفریں　　ممتنع نبود ظہوری ایں چنیں

نغز گفتی نغز تر باید شنفت ‏ آنکہ پنداری کہ ہست اندر نہفت

گرچہ فخر دودۂ آدم بود ‏ ہم بقدر خاتمیت کم بود

صورت آرایش عالم نگر ‏ یک مہ و یک مہر و یک خاتم نگر

اینکہ می گویم جوابے بیش نیست ‏ مہر و مہ زاں جلوہ تا بے بیش نیست

آنکہ مہر و ماہ و اختر آفرید ‏ می تواند مہر دیگر آفرید

حق دو مہر از سوئے خاور آورد ‏ کور باد آں کو نہ باور آورد

قدرت حق بیش ازیں ہم بودہ است ‏ ہرچہ اندیشی کم از کم بودہ است

لیک در یک عالم از روی یقین ‏ خود نمی گنجد دو ختم المرسلین

یک جہاں تا ہست یک خاتم بس است ‏ قدرت حق را نہ یک عالم بس است

خواہد از ہر ذرہ آرد عالمے ‏ ہم بود ہر عالمے را خاتمے

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود ‏ رحمۃ للعالمینے ہم بود

کثرت ابداع عالم خوبتر ‏ یا بیک عالم دو خاتم خوبتر

در یکے عالم دو تا خاتم مجوی ‏ صد ہزاراں عالم و خاتم بگوی

غالب ایں اندیشہ نہ پذیرم ہمی ‏ خردہ ہم بر خویش می گیرم ہمی

ایکہ ختم المرسلینش خواندۂ ‏ دانم از روے یقینش خواندۂ

ایں الف لامے کہ استغراق راست ‏ حکم ناطق معنی اطلاق راست

نشا را ایجا دہر عالم یکیست ‏ گر دو صد عالم بود خاتم یکیست

خود ہمی گوئی کہ نورش اول ست ‏ از ہمہ عالم ظہورش اول ست

اوّلیت را بود شانے تمام ‏ کی بہر فردے پذیرد انقسام

جوہر کل بر نتابد تثنیہ — در محمدؐ رہ نیابد تثنیہ

تا نورزی اندر امکاں ریو و رنگ — حیزِ امکاں بود بر شکل تنگ

ہیم امکاں اندر احمدؐ منزوی ست — چوں ز امکان بگزری دانی کہ چیست

صانع عالم چنیں کرد اختیار — کش بعالم مثل نبود زینہار

ایں نہ عجز ست اختیار ست اے فقیہ — خواجہ بے ہمتا بود لاریب فیہ

ہر کرا با سایہ نہ پسند وخدا — ہمچو اوئی نقش کے بندد خدا

ہم گہر مہر منیرش چوں بود — سایہ چوں نبود نظیرش چوں بود

منفرد اندر کمال ذاتیست — لاجرم مثلش محال ذاتیست

زیں عقیدت برنگردم والسّلام

نامہ را در می نوردم والسلام

مثنوی ہفتم

در

تہنیت عید شوالؔ[1]

بازبرانم[2] کہ بہ دیباے راز — از اثرِ ناطقہ بندم طراز

بازبرانم کہ دریں جلوہ گاہ — غازہ نہم بر رخِ خورشید و ماہ

باز ز انداز رسائی سخن — بافتہ ام دام ہمائے سخن

---

[1] بہ پیشگاہ حضرت بہادر شاہ ظفر۔ [2] ایں مثنوی در نسخہ "د" شامل نیست۔

باز بآہنگ سخن گستری — ساختہ ام خامہ زباں دری
پای فرو رفتہ قلم را بہ گنج — خامہ برقص ست و نفس نغمہ سنج
رند جہاں سوز ملامت کشم — خود ز دو گیتی بخیالے خوشم
من نہ ہمیں پیکر آب و گلم — راز فراواں بود اندر دلم
یافتہ ام منصب کار آگہے — خاصہ بتوقیع بہادر شہے
جوہر نامم من و شہ جوہری ست — خوبی آئینہ ز روشنگری ست
جنبش کلکم بہ ہوائے شہ ست — نازش نطقم بہ ثنائے شہ ست
کردہ قلم از گہر شاہوار — بہر شہنشاہ فراہم نثار
نیست دوئی در روش دین من — شاہ پرستی بود آئین من
آنکہ ز شاہیست نشانمندیش — چوں نہ پزیرم بخداوندیش
پیشۂ من جملہ ثنا گستری ست — کار خداوند بہی پروری ست
باشدم از غرّۂ انوار شاہ — فرخی عید بدیدار شاہ
خامۂ من گشتہ بتقریب عید — قفل درِ گنج سخن را کلید
نکتہ طرازی بمن آموخت عید — سینہ بنور خرد افروخت عید
تا حرم از ہند دراز ست راہ — بستہ ام احرام[1] درِ پادشاہ
گر نتواں گشت بگرد سرش — جبہہ تواں سود بخاک درش
طلعتِ شاہ آئینۂ حق نماست — حق طلباں پیر و شہ پیشواست
شاہ فروزاں رُخ فرخ گہر — قبلۂ اربابِ نظر بوظفر

---

[1] در حرم کعبہ داخل شدن و نیت حج بیت اللہ کردہ جامۂ سفید پوشیدن۔

خسروِ فرزانۂ فیروز[لہ] بخت | ہم ز ازل وارثِ دیہیم و تخت
عالم دایں نعمتِ الوانِ او | زلّہ از خوانِ نیاگانِ او
تاجوراں قافلہ در قافلہ | راست چناداں کہ دریں سلسلہ
راست بآدم رسد ار بنگری | سروری و شاہی و پیغمبری
آنکہ چو شمعِ خرد افروختہ | مشتریِ از وے ادب آموختہ
در بخدنگ افگنی آزردہ روئے | از قدر انداز قدر بردہ گوئے
قہرش اگر تفرقہ افگن شود | نامیہ غارت گرِ گلشن شود
حفظش اگر عام کند ایمنی | شمع پزیرد ز ہوا روشنی
عزمش اگر بانگ بر اشہب زند | قافلۂ خور بدلِ شب زند
لطفش اگر دایہ بہ گلخن دہد | آتش و دودش گل و سوسن دہد
مدح شہنشاہ ہمایوں نژاد | نیست نوائے کہ تواں ساز داد
زیں ہمہ اندیشہ کہ من میکنم | گدیۂ اقبالِ سخن می کنم
در نبود حلقہ بریں در زدن | گام ز اندازہ فراتر زدن
چوں بسخن دسترسِ او بود | بندہ ہماں بہ کہ دعا گو بود
خواستہ غالب بسخن گستری | تازگیِ طرز ستایشگری
ز اہلِ سخن ہر کہ طراز ثنا | خاتمۂ آں نبود جز دعا
شیوۂ گفتار بآئین خوش ست | حرفِ دعا از پسِ تحسین خوش ست
نکتہ سرایانِ فروہیدہ فن | جادہ شناسانِ طریقِ سخن

لہ شاہزادہ فیروز بخت ابن بہادر شاہ ظفر۔

حرف دعا چوں بزباں آورند | شرط جزائے بمیاں آورند
منکہ ندانم سخن آراستن | بس بود اینم ز خدا خواستن

دولت شہ دولت جاوید باد
تا ابدش عید پس از عید باد

مثنوی ہشتم

در تہنیت عید بولی عہد[1]

منکہ دریں دائرۂ لاجورد | کردم از حکم ازل آبخورد
پیکرم از خاک و دل از آتش ست | روشنی آب و گل از آتش ست
آتشم آنست کہ دودش نیست | بر نمط شعلہ نمودش نیست
سوختہ ام لیک نہ سوزندہ ام | آتش بے دود فروزندہ ام
آتشم اما بفروغ و فراغ | روشنی شمع و نور چراغ
اے کہ زنی دم ز ہوا خواہیم | شمع و دانی کہ سحر گاہیم
دارم ازیں زمزمہ شرمندگی | پرتو مہرم بدرخشندگی
پرتو خورشید گر افتد بخاک | ہست ز آلودگی خاک پاک
خصم گر ایں نکتہ شمارد دروغ | غم مخور اینک من و اینک فروغ
نے نے اگر راست سرایم ہمی | مہر جہانتاب نشایم ہمی

---

[1] مرزا فتح الملک بہادر ولی عہد بہادر شاہ ظفر، بادشاہ ہند۔

ذرّه ام و دیدهٔ بدخواه کور　　ذرّه ز خورشید پذیرفته نور
خاک ره از روشنی آفتاب　　جلوه فروشد که منم خویشتاب
ذرّه اگر بال انا الشرق زد　　هم ز درخشانی آں برق زد
با که توانگفت که ایں تاب چیست　　ذرّه منم مهر جهانتاب کیست
مهر ولی عهد شهنشاه عهد　　زیب فزایندهٔ ایں هفت مهد
روشنی چشم ظفر فتحِ ملک[1]　　فرخ و فرخنده گهر فتح ملک
هم بدهش داور فریاد رس　　هم بسخن خسرو مشکیں نفس
حسنِ بهار آئینهٔ روی او　　نکهت گل توشه کش خوی او
کارگه بارگهش نه سپهر　　خاک نشینان رهش ماه و مهر
قیصر[2] و فغفور[3] گدائے درش　　یافته اوج نظر از منظرش
باد فروش سر راهش بهار　　گشته غزلخواں بنوائے هزار
گوئے فلک در خمِ چوگان اوست　　نازش ایام بدوران اوست
باد گر اورنگ سلیماں برد　　چوں بود اکنوں که بفرماں برد
باخود از بندگی آزاد نیست　　توسنِ شه چیست اگر باد نیست
دهر به گیتی دگر آئیں نهاد　　تخت نهاد آں یک و ایں زیں نهاد
در روش کوکبهٔ[4] خسروی　　قاعده آنست که در رهروی
زیں چو فرا پشت تکاور نهند　　غاشیه بر دوش سکندر نهند

---

[1] مراد مرزا فتح الملک بهادر، ابن بهادر شاہ ظفر بادشاہ ہند ۔ [2] لقب شاہان روم (در عہد قدیم)
[3] لقب شاہانِ چین ۔ [4] زین پوش ۔ پالان اسپ ۔

گرد داگر دوش سکندر نگار — خضر برد غاشیۂ شہریار
شکر کہ سعیم زقلم کام یافت — تہنیتِ عید سرانجام یافت
پایۂ سلطاں بلند آستاں — برتر از انست کہ گفتن تواں
غالب اگر دم زثنا زد مخند — گو نہ کند دعویِ ناسودمند
داد نشانے زثنا خوانیش — لیک نہ درخوردِ جہانبانیش
گرچہ بہ از نظم نظامی ست ایں — مدح مخواہ خطِ غلامی ست ایں
گویم و دانم کہ زگفتارِ من — تازہ شود رونق بازار من
لیک حقِ مدح نگردد ادا — ہیچ نیاید زمن اِلّا دعا
کار نہ از روی ریا میکنم — نیم شب آہنگ دعا میکنم
با تو بگویم کہ چگویم ہمی — بہر شہ از دہر چہ جویم ہمی
طالع اسکندر و آں فرخی — زندگی خضر بداں فرخی

بانغمہ فیض سحر یار باد
سینۂ من مشرقِ انوار باد

مثنوی نہم

دیباچۂ نثر موسوم بہ بست وہفت افسر
تصنیف حضرت فلک رفعت شاہ اودھ

بنام ایزد زہے مجموعۂ راز — شگفت آور تر از نیرنگ اعجاز

نہ جادو لیک ہوش افزا فسونے | جہاں را سوئے دانش رہنمونے
تعالی اللہ کتابے مستطابے | غلط گفتم فروزاں آفتابے
پری پروانہ شمع عالم افروز | سوادش شب ولے روشن تراز روز
زبس خوبی سزد بہر سوادش | سویدائے دل مردم بہ دادش
سوادش زلف مشکینے کہ بادا دست | ہزاراں نکتہ کاں باریک چوں موست
بیاضے کاندراں بین السطور ست | تو گوئی موجے از دریائے نوراست
مگر خود چشمۂ نور ست وازوے | بہر سو موجے خیزد پیاپے
بود ہر موج از عنبر نشاں مند | کہ دارد جا بجا با سطر پیوند
ید بیضا[1] خریدار بیاضش | کہ بادا گرم بازار بیاضش
ستودم لیک وصفش نے زمن پرس | ہم از سلطان انجم انجمن پرس
کہ راز دہر در دفتر نگارد | ہمایوں بست وبخت افسر نگارد
شہ فرزانہ چندیں افسرش بیں | بہر افسر جہان دیگرش بیں
ہماتا جم حشم سلطان عالم | بہم آمیختہ ارکان عالم
طلسمے بستہ اندر آفرینش | کہ افزاید فروغ چشم بینش
بکف ابرو بدل دریاست سلطاں | بدانش گوہر یکتاست سلطاں
بہ ہوار سلکے از گوہر گسستہ | زدانش نیز نقش چند بستہ
اگر یابی زبازی داستانہا | زدین و داد ہم بینی نشانہا

---

[1] ید بیضا، دستِ روشن۔ یکے از معجزاتِ موسیٰ علیہ السلام کہ حق تعالیٰ عطا کردہ بود۔ چوں حضرت موسیٰ دست خود را زیر بغل خود نہادہ بیروں می آورد، کف دستش چوں آفتاب منور شدے۔

نے کلکش کہ بزم آراست از حرف
بشاخ گلبنے ماناست از حرف

کہ نتواند گرانی را تحمل
نگوں گردد ز بارِ غنچہ و گل

بداں ظلمت ہمی ماند دو آتش
کہ باشد درمیان آبِ حیاتش

سکندر[1] طالعِ جم[2] بارگاہے
ثریا منظرے انجم سپاہے

بہ دارائی[3] خردمندِ یگانہ
بہ دانائی شہنشاہِ زمانہ

پُراز راز دو عالم سینۂ او
زہے شاہ و زہے گنجینۂ او

کفش از پنجۂ خور زر فشاں تر
رگِ کلکش ز کف گوہر فشاں تر

اگر مانی ہمے نازد بہ ارتنگ
فرد خور خشم دیگر ز گوہر و سنگ

نگارستان معنے بیں کہ دانی
کہ بے معنی ست صورتہائے مانی

نینگیزد چنیں نقش ارچہ مانیست
کہ آں صورت بود ویں خود معانیست

چوں بینی ایں نقوش دلنشیں را
طرازِ شاہ معنی آفریں را

سزد گر نیرِ اعظم نہی نام
کہ از نامش برآید سالِ اتمام

دگر باید ازیں خوشتر گہر سفت
ریاضِ ملکِ معنی میتواں گفت

سپس بہرِ بقائے حامئ دیں
دعا از غالب و از خلق آمیں

شہنشہ را حیات جاوداں باد
بہارستان جاہش بے خزاں باد

---

[1] سکندر اعظم بادشاہ یونان [2] جم یعنی جمشید بادشاہ ایران۔ [3] دارا۔ بادشاہ ایران کہ از سکندر ہزیمت خوردہ بود۔

مثنوی دہم

تقریظ آئین اکبری مصحّحہ سیّد[1] احمد خاں

صدر الصدور مراد آباد

مژدہ یاراں راکہ ایں دیریں کتاب ‌‌ یافت از اقبال سیّد فتح یاب

دیدہ بینا آمد و بازو قوی ‌‌ کہنگی پوشید تشریف نوی

دینکہ در تصحیح آئیں رائے اوست ‌‌ ننگ و عار ہمت والائے اوست

دل بشغلے بست و خود را شاد کرد ‌‌ خود مبارک بندۂ آزاد کرد

گوہرش را آنکہ نتواند ستود ‌‌ ہم بدیں کارش ہمی داند ستود

بر چنیں کارے کہ اصلش ایں بود ‌‌ آں ستایدکش ریا آئیں بود

من کہ آئین ریا را دشمنم ‌‌ در وفا اندازہ دانِ خود منم

گر بدیں کارش نگویم آفریں ‌‌ جائے آں دارد کہ جویم آفریں

بابد آئینانِ سنانم در سخن ‌‌ کس نداند آنچہ دانم در سخن

کس مخر باشد بگیتی ایں متاع ‌‌ خواجہ را چہ بود امیدِ انتفاع

گفتہ باشد کایں گرامی دفتراست ‌‌ تا چہ بیندگاں بدیدن درخوراست

گر ز آئیں می رود باما سخن ‌‌ چشم بکشا و اندریں دیرِ کہن

صاحبانِ انگلستاں را نگر ‌‌ شیوہ و اندازِ اینان را نگر

---

[1] جواد الدولہ، عارف جنگ سر سید احمد خاں، بانی مدرسۃ العلوم (مسلم یونیورسٹی) علی گڑھ۔

تا چہ آئینہا پدید آوردہ اند — آنچہ ہرگز کس ندید، آوردہ اند

زیں ہنرمنداں ہنر بیشی گرفت — سعی بر پیشیناں پیشی گرفت

حق ایں قوم ست آئیں داشتن — کس نیارد ملک بہ زیں داشتن

داد و دانش را بہم پیوستہ اند — ہند را صد گونہ آئیں بستہ اند

آتشے کز سنگ بیروں آورند — ایں ہنرمنداں ز خس چوں آورند

تا چہ افسوں خواندہ اند ایناں برآب — دود کشتے را ہمی راند در آب

گہہ دخاں کشتی بہ جیحوں می برد — گہہ دخاں گردوں بہ ہاموں می برد

غلتک گردوں بگرداند دخاں — نرہ گاو و اسپ را ماند دماں

از دخاں زورق برفتار آمدہ — باد و موج ایں ہر دو بیکار آمدہ

نغمہ ہاے زخمہ از ساز آورند — حرف چوں طائر بہ پرواز آورند

ہیں نمی بینی کہ ایں دانا گروہ — در دو دم آرند حرف از صد گروہ

می زنند آتش بباد اندر ہمی — می درخشد باد چوں اخگر ہمی

رو بہ لندن کاندراں رخشندہ باغ — شہر روشن گشتہ در شب بے چراغ

کار و بار مردم ہشیار بیں — در ہر آئیں صد نو آئیں کار بیں

پیش ایں آئیں کہ دارد روزگار؟ — گشتہ آئینِ دگر تقویم پار

ہست اے فرزانۂ بیدار مغز — در کتاب ایں گونہ آئینہای نغز

چوں چنیں گنج گہر بیند کسے؟ — خوشہ زاں خرمن چرا چیند کسے؟

طرز تحریرش اگر گوئی خوش ست — نے فزوں از ہر چہ میجوئی خوش ست

ہر خوشی را خوشترے ہم بودہ است — گر سری ہست افسرے ہم بودہ است

مبدأ فیاض را شمر بخیل | نور می ریزد رطب بازاں نخیل
مردہ پروردن مبارک کار نیست | خود بگو کاں نیز جز گفتار نیست
غالب آئین خموشی دلکش ست | گرچہ خوش گفتی نگفتن ہم خوش ست
درجہاں سید پرستی دین تست | از ثنا بگزر دعا آئین تست
ایں سراپا فرۂ فرہنگ را | سید احمد خانِ عارف جنگ را

ہرچہ خواہد از خدا موجود باد
پیشکارش طالع مسعود باد

مثنوی یازدہمیں (ناتمام)

موسوم بہ

ابرِ گہربار یا اسد اللہ الغالب

سپاسے کزو نامہ نامی شود | سخن در گزارش گرامی شود
سپاسے کہ آغاز گفتار ازوست | سخن چوں خط از رخ نمودار ازوست
سپاسے کہ تا لب از وکام یافت | روان ہا بداں رامش آرام یافت

---

[1] مثنوی ابرِ گہربار در حدودِ سن ۱۸۴۵ء ہمیں قدر بود کہ اکنوں در دست ما ست ولے شہرتش بعد از سفر کلکتہ عام شد۔ ایں مثنوی ناتمام است و دارائے یک ہزار و نود و ہشت اشعار است۔ مولانا حالی در یادگار غالب "نوشتہ است کہ ایں آخرین مثنوی است کہ غالب نوشتہ بود۔ ولے ایں آخریں مثنوی نیست چناں کہ در مقدمۂ کتاب بدلائل واضح کردہ ام

سپاسے کہ فرزانۂ دم شناس بداں خورّمش را دار داز دیو پاس
سپاسے کہ فرخ سروشانِ راز بر آں زمزم آباد گویند باز
سپاسے کہ شوریدگانِ الَست دہندش ببانگِ قلم دل زدست
سپاسے بپوزش درآمیختہ ز دل جستہ و با دل آویختہ
سپاسے ز بسیاری جوشِ دل زاندیشہ پیوند غفلت گسل
سپاس دوئی سوز کثرت ربائے سپاسِ دل افروزِ بینش فزا
خدا را سزد کز دروں پروری بدیں شیوہ بخشد شناساوری
خدائے کہ زاں گونہ روزی دہد کہ ہم روزی و ہم دو روزی دہد
بنامے کہ گم گشتہ بُردن درو ز پرّے نہ گنجد شمردن درو
کسے را کہ باشد بر انگشتری زند گردِ او حلقہ دیو و پری
متاعِ اثر بسکہ ارزاں دہد مسیحا بداں مردہ را جاں دہد
رضاداد کاید بہ بُردن ہمی دہد تن بہ بند شمردن ہمی
نباشد اگر بخشش عام او کرا زہرۂ بُردنِ نامِ او
بفرخندگی ہر کہ نامش گرفت ہُما از ہوا راہ دامش گرفت
بود نام پاکش زبس دلنشیں تراشند پاکانش از دل نگیں
بدل ہر کہ سوزندہ داغش نہاد پری رُخ بہ پیشِ چراغش نہاد
بود سوز داغش زبس دل پسند سویدا سزد بر جمالش سپند
رضا جوئی ہر دل کہ درویش ہست ہوا خواہ ہر رخ کہ گرویش ہست
نہ رنجد ز انبوہ خواہندگاں نیاید ستوہ از بناہندگاں

خرد جنسِ ہستی فروشندگان	دہد مزدِ بیہودہ کوشندگاں
رُباید دل اما ز دل دادگاں	کشد ناز لیکن ز افتادگاں
زبادے کہ بر دل وزد در نُہفت	زباں را بہ بیداد آرد بہ گفت
نگہ را کہ بیروں نباشد ز چشم	دہد بال بیدلئے مہر و خشم
دل و دست باہم دگر دوختہ	دریں کیسہ کردار اندوختہ
روان و خرد باہم آمیختہ	ازیں پردہ گفتار انگیختہ
نہ زیں سو گہرہا شمردن تواں	نہ راہ اندریں پردہ بردن تواں
نگاہے بگردندہ کاخِ بلند	کش اندازہ چوں ست و آثار چند
زرخشانی گونہ لاژورد	دمد گونہ گوں رنگش از ہر نورد
بہر یک نمودش دو صد رنگ در	بہر یک نوردش صد آہنگ در
اگر جلوہ روشن در آواز خوش	خمِ رنگ خوش پردہ ساز خوش
بنیدش کایں چرخ و پرویں کراست	چنیں پردہ سازِ رنگیں کراست
نگاہے ببازی گہہ روزگار	زبازی گرانش یکے نوبہار
کہ چوں سیمیا در نمود آورد	اثر باز بالا فرود آورد
کشادہ ہوا ابر نیسانے بنفش	شود شوخ گل کاویانے درفش
شود باغ صحرائے محشر ز سرد	پر نامہ بر سو زباں تدرد
بحالے کہ عریاں بود پیکرش	دہد چشم نرگس ز فرقِ سرش
چمن خلد و کوثر شود آب گیر	خیاباں ز جوشِ سمن جوئے شیر
نبیدش کایں روزگار از کجاست	نمودِ طلسمِ بہار از کجاست

بہ نیروے نہ چرخ برہم زدن نشاید ز دانستِ او دم زدن

گروہے بہ بندِ گہر یافتن فرو بستہ دل در زمیں کافتن

یکے را دم تیشہ بر کاں نخورد یکے رہ بنایاب گوہر نبرد

بدانش ترا دیدہ در کردہ اند چراغے دریں بزم بر کردہ اند

خرد کز جہانیست پیشش خبر نباشد ز عنوانِ خویشش خبر

نہ بیند جز ایں ہیچ بینندۂ کہ ما را بود آفرینندۂ

کہ اندازۂ آفرینش بدوست دم دانش و دادِ بینش بدوست

جہاں داورِ دانش آموزگار بہ خور روشنائی دہِ روزگار

کشایندۂ گوہر آگیں پرند ز پرویں بہ پہنائے آں نقشبند

نگارندۂ پیکرِ آب و گل شمارندۂ گوہرِ جان و دل

بگردش در آرندۂ نہ سپہر بگردوں برآرندۂ ماہ و مہر

رواں را بدانست سرمایہ ساز زباں را بگفتار پیرایہ ساز

بشاہی نشانندۂ خسرواں ز رہزن رہانندۂ رہرواں

بدانش بہ اندیشِ فرزانگاں بہ مستی نگہدارِ دیوانگاں

شناسا گرِ راز داناں براست توانا کن ناتواناں بخواست

جگر را ز خونابہ آشام دہ نفس را بہ بیتابی آرام دہ

بہر دم ز آواز پیوند بخش بہر پیکر از دل جگر بند بخش

ہم از سرخوشی شور در مے فگن ہم از نالہ جان در تن نے فگن

رواں را بدانش گہر زائے دار جہاں را بدستور برپائے دار

شناسندگاں را بخود رہنمائے | ہراسندگاں را غم از دل ربائے
نفسہا بسودائے او نالہ خیز | جگرہا بصحرائے او ریز ریز
رگِ ابر را اشکباری از وست | دمِ برق را بیقراری از وست
زبانہائے خاموش گویائے او | نہاں ہائے اندیشہ پیدائے او
بگویائی از وے زبانِ فصیح | خورد زلّہ زاج سور مسیح
بہ جنبش از و نالِ کلکِ دبیر | نماید بمردم رگِ جانِ تیر
خرد را کہ جوید شناسائیش | نگہ خیرہ در برقِ پیدائیش
دوئی بے کفن مردہ در راہش | خودی دادگر شحنہ درگہش
گر از جاں سپاران نازش کسے ست | ور از پردہ داران رازش کسے ست
مر آں را بلارک رگِ گردنے | مر ایں را روانِ مجرد تنے
ز گرمی کہ باشد بہنگامہ اش | ز تیزی کہ دارد قطِ خامہ اش
زبانہای افسردگان آتشیں | نفسہای سنگیں دلاں نازنیں
نہ مے ہستیِ محض و عینِ وجود | کہ نازد بہ یکتائیش ہست و بود
ز شاخابہ کز قلزمے سر دہد | بہر تشنہ آشامِ دیگر دہد
بیک بادہ بخشد ز پیمانہ | بہر ذرہ رقصِ جداگانہ
جہانے ز طوفاں بغرقاب در | ہنوزش ہماں چیں بگرداب در
گروہے ز مستی بغوغا دروں | ہنوزش ہماں مے بہ مینا دروں
اسیرش ز بندے کہ بر پائے اوست | سگالد کہ بر تخت چیں جائے اوست
شہیدش بخویش از طرب بہرہ مند | بجز چشمِ زخمش نباشد گزند

زبانگے کہ خیزد زخون در دلش	بداں تار ماند رگ بسملش
کہ چوں خواہدش رغبت انگیز تر	مغنی کند زخمہ را تیز تر
شبستانیانش زمے غازہ جوی	بیابانیانش زخور تازہ روی
گرانمایگاں غرق کوثر ازو	خساں خستۂ موج ساغر ازو
مناجاتیاں پیش وی در نماز	خراباتیاں را بدو چشم باز
اگر کافر انند زنہار لیش	دگر مومناں در پرستاریش
ہوالحق سرایان او غیب جوی	اناالحق نوایان او تیغ گوی
رہش راز جانہا غبارے بلند	غمش راز خالِ عروساں سپند
نہ تنہا خوشی نازپرور داوست	کہ غم نیز دل را رہ آورد اوست
اگر شاد کامے شکر می خورد	دگر نامرادے جگر می خورد
نہ آنرا نشاطے بہ پیوندِ اوست	کہ اینہم بہشتے نشاں مند اوست
زآئین نگاراں بہنگامہ در	رقم گشتہ نامش بہر نامہ در
لغت زاں شود تازی و پہلوی	کہ بالد سخن چوں بزیر و نوی
سخن گر بصد پردہ دمساز گشت	چناں کامد ازوی بوئے باز گشت
بہر لب کہ جوئی نوائے ازوست	بہر سر کہ بینی ہوائے ازوست
اگر دیو سارے است بیہوش و ہنگ	کہ ہموارہ پیکر تراشد زسنگ
بہ بت سجدہ زاں رو روا داشتہ	کہ بت را خداوند پنداشتہ
دگر خیرہ چشمیست نیر پرست	بہ دُردِ مے از جام اندیشہ مست
بمہرش ازاں راہ جنبیدہ مہر	کزیں روزنش دوست بنمودہ چہر

زناری درو نان اہرمنی — گروہے بود کز خرد دشمنی
زبس دادنا آشنائی دہند — بآتش نشان خدائی دہند
بہ تن ہا بہ آذر گرایش کناں — بدلہا خدا را نیایش کناں
گروہے سراسیمہ در دشت دکوی — خداوند جوی و خداوند گوی
زرسمے کہ خود را برآں بستہ اند — بہ یزداں پرستی میاں بستہ اند
زمہرے کہ یکخواست در دل بود — پرستندہ حق گر بباطل بود
نظرگاہ جمع پریشاں یکیست — پرستندہ انبوہ و یزداں یکیست
کدامی کشش کاں ازاں سوے نیست — بد و نیک را جز بجئے روی نیست
جہاں چیست آئینہ آگہی — فضائے نظرگاہ وجہ الٰہی
زہر سو کہ رو آوری سوے اوست — خود آں رو کہ آوردہ رمئے اوست
زہر ذرہ کارے بہ تنہائیش — نشاں بازیابی زیکتائیش
چوں ایں جملہ را گفتہ عالم اوست — بہ گفت آنچہ ہرگز نباید ہم اوست
چوں اینجا رسیدم ہمایوں سروش — بمن بانگ برزد کہ غالب خموش
بپاشید در لرزہ بندم زبند — تپاں ہمچو بر روے آتش سپند
چوں از وے پزیرلے راز آدم — مناجات را پردہ ساز آدم

بساز نیایش شدم زخمہ ریز
بداں تا بدنیساں کنم زخمہ تیز

مناجات

خدایا زبانے کہ بخشیدۂ — بہ نیروئے جانے کہ بخشیدۂ
دمادم بہ جنبش گر آید ہمی — ز راز تو حرفے سراید ہمی
ندانم کہ پیوند حرف از کجاست — دریں پردہ لحنے شگرف از کجاست
گر از دل شناسم جنوں بیش نیست — کہ آں نیز یک قطرہ خوں بیش نیست
خرد را سگالم کہ نیرو دہد — خود او راز من حیرتے رو دہد
نہ آخر سخن را گشایش ز تست — بہ نابود چندیں نمایش ز تست
چو پیدا تو باشی نہاں ہم توئی — اگر پردہ باشد آنہم توئی
بہر پردہ دمساز کس جز تو نیست — شناسندۂ راز کس جز تو نیست
چہ باشد چنیں پردہ ہا ساختن — نگاہے بہر پردہ انداختن
بدیں روئے روشن نقاب از چہ رو — چو کس جز تو نبود حجاب از چہ رو
ہمانا از آنجا کہ توقیع ذات — بود فردِ فہرستِ حسنِ صفات
تقاضائے فرمانروائی درست — ظہورِ شیونِ خدائی درست
نہ فرماں دہے خاست فرماں برے — شناسا ورے شد شناسا گرے
ترا با خود اندر پرندِ خیال — بود نقطۂ از صفات کمال
کزاں نقطہ خیزد سیاہ و سپید — وزاں پردہ بالد ہراس و امید
بداں تازہ گردد مشام از شمیم — بداں بشگفد گل بباغ از نسیم
از آنجا گہ روشنائی برد — وز آنجا نفس نغمہ زائی برد

از آں جنبش آید بشوخی بروں | اگر موج رنگست ور موج خوں
اگر سود گوھر بدامن برد | زیان گر خود اخگر بخرمن برد
ز آلایشِ کفر و پرداز دین | ز داغِ گمان و فروغِ یقین
بہر گونہ پرداز ش ہست و بود | جمال و جلالِ تو گیرد نمود
بہ گردوں ز مہر و باختر ز تاب | بدریا ز موج و بگوہر ز آب
بانساں ز نطق و بمرغ از خروش | بنادان ز دہم و بدانا ز ہوش
بچشم از نگاہ و بہ آہو ز رم | بچنگ از نوائے و بمطرب ز دم
بباغ از بہار و بشاہ از نگین | بگیسو ز پیچ و بہ ابرو ز چین
عیار وجود آشکارا کنی | نشانہائے جود آشکارا کنی
جمالِ تو ذوقِ تو از روئے تو | جلالِ تو تابِ تو از خوئے تو
جمالِ ترا ذرہ از آفتاب | جلال ترا یوسف اندر نقاب
چہ باشد چنیں عالم آرائیے | ہمانا خیالے و تنہائیے
تو ئی آنکہ چوں پا گزاری براہ | نیابی بجز خویشتن جلوہ گاہ
چو رو در تماشای خویش آوری | ہم از خویش آئینہ پیش آوری
نہ چنداں کنی جلوہ بر خویشتن | کہ کس جز تو گنجد دریں انجمن
بفرمان خواہش کہ آں شان تست | ہم از خویش بر خویش فرمان تست
کنی ساز ہنگامہ اندر ضمیر | چو نم در یم و رشتہ اندر حریر
ظہور صفات تو جز در تو نیست | نشانہای ذات تو جز در تو نیست
ز خواہش بکوری چشم دوئی | بآرایش دہر کاہنم توئی

کشائی نوردِ ہنر رنگ رنگ کشی پردہ بر روی ہم تنگ تنگ

ز ہر پردہ پیدا نوا سازی بہر جلوہ پنہاں نظر بازی

پدید آوری برگ و سازے فراخ چوں نخلے بانبوہی برگ و شاخ

دریں گونہ گوں آرزو خواستن بود چوں ببایست آراستن

ز ہر پردہ رنگے کہ گیرد گشاد چناں دلکش اُفتد کبی آں بباد

قلم در کف و تاج بر سر رسد بہر جا رسد ہر چہ از در رسد

بنہ چرخ والائے و برترے بچار آخشیج[1] آدمی پیکرے

بہ یزدانیاں فرّہ ایزدی بہ یونانیاں بہرہ بخردی

بہ کشور کشایاں، دمِ گیر و دار بہ مسکیں گدایاں غم پود و تار

بہ ناہیدیاں بادۂ بے غمی بہ کیوانیاں گونۂ ماتمی

بہ مستاں نشید و بہ عشاق آہ بہ آہن کلید و بہ زر نام شاہ

بہ بیرنگ[2] نقش و بہ پرکار سیر بطامات لعن و بطاعات خیر

بہ ابر از پے خاک آب حیات بخاک از نم ابر جوش نبات

بمی در فروغے کہ چوں بر دمد ز سیمائے میخوارہ نیّر دمد

بہ نے در نوائے کہ چوں بر کشند بآواز آں نالہ ساغر کشند

بہ ساقی خرامے کہ از دلبری ز شاہد برد دل بہ ساقی گری

بہ شاہد ادائے کہ از سرخوشی بہ ساقی دہد دادِ دئے بیہشی

بہ آزادہ دستے کہ ساغر زند بہ افتادہ سنگے کہ بر سر زند

---

[1] چار عناصر۔ [2] در نسخۂ دیگر "نیرنگ" است۔

هر آئینه مارا که تر دامنیم | ز دیوانگی با خرد دشمنیم
ز آلودگیها گرانی بود | همه سختی و سخت جانی بود
ز هر شیوه ناسازگاری رسد | ز هر گوشه صد گونه خواری رسد
به بزم ارچه درخوردن باده ایم | ولیکن بداں گوشه افتاده ایم
که چوں سوے ما ساقی آرد بسیچ | نیابیم جز گردش از جام هیچ
به کفر آنچناں کرده کوشش که خویش | نه باشیم تارے ز زنار بیش
ز لب جز بنا گفتنی کار نه | ز خود جز به نفریں سزاوار نه
نه سودائے عشق و نه راه صواب | نه در سینه آتش نه در دیده آب
نه دستور دان و نه خسرو شناس | نه از شحنهٔ شرع، در دل هراس
نیاسوده از ما به کنج و کمیں | کسے جز وقائع نگار یمیں
گناه آنقدر با برون از شمار | که رنجد یسارا سروش یسار
چو از پرده پرسش وجه بگزرند | روانهائے مارا بدوزخ برند
هر آئینه از ما به تر دامنی | فرو میرد آتش بداں روشنی
بداں تا چو ایں گرد خیزد ز راه | بسوزند مارا به شرم گناه
وے با چنیں آتشی خانه سوز | تر و خشک و آباد و ویرانه سوز
نه ایں بسکه سوزاں بداغ تو ایم | ز پروانگانِ چراغِ تو ایم
بهر گونه کالا روائی ز تست | بما بهرهٔ ناروائی ز تست
ز ابرے که بارد به گلزار بر | بروید گیاهے به دیوار بر
بداں تا برومندی آں ناتواں | ز سر سبزی باغ بخشد نشاں

اگر خوار در نا روائیم ما — بباغِ تو برگِ گیاهیم ما
بخویش از ظهورِ جلالت خوشیم — نرو زینہ ایزدی آتشیم
تراب جگر خستگے رانمی است — کہ گلہائے باغ ترا شبنمی است
زرہ ناشناساں کژ رو بگشت — دمد جادۂ دیگر از روی دشت
نزاید بغوغائے یوسف دو بہر — ترنج و کفِ خردہ گیرانِ شہر
اگر کاسۂ قیس مسکین شکست — صدائے ز لیلے دراں کاسہ ہست

حکایت

شنیدم کہ شاہے دریں دیر تنگ — زپہلو بروں راند لشکر بجنگ
گزیں شہسواراں عناں بر عناں — مہیں نیزہ داراں سناں بر سناں
بہ پیچش زچرمیں عناں ہاے سخت — زحل را بدلو اندروں پارہ رخت
بہ جنبش زرخشاں سنانہای تیز — بروئے ہوا نورِ خور ریز ریز
دلیرانہ بالشکر نامجوے — باقلیم بیگانہ آورد روئے
زبس جست خود را بہ پیکار زُرد — بدشمن شبیخوں بایوار برد
بداں دم کہ در رہروی برگرفت — زبدخواہ اورنگ وافر گرفت
زکالائے تاراج دامن فشاند — بہ لشکر زر و مال دشمن فشاند
اناں گنج کز لعل و گوہر شمرد — سرِ خصم با مزد خود بر شمرد
ہنوز از غبارے کہ برجستہ بود — بسا ذرہ بر خاک نہ نشستہ بود

لے زحل۔ نام ستارہ کہ در ہندی "منگل" گویند۔ لے دلو۔ ڈول۔ نام برجے است۔

که در جنبش از چرخ آرام یافت — زداد ار پیروزگر کام یافت
نیازش ز فرخندگی ناز گشت — سوی کشور خویشتن باز گشت
خود آهسته رو بود و در ره ز بیش — فرستاد فرمان بدستور خویش
که فرمان دهد تا بهر گونه بهر — ببندند آیین شادی بشهر
نمطها به آراستن نو کنند — پرستاری بخت خسرو کنند
بدین دلکشا مژده کز شه رسید — بهارے طرب را سحرگه رسید
بروزے که بایستے از شاهراه — بایوان خرامد خداوند گاه
هم از شام مشعل برافروختند — ایمنان بکوشش نفس سوختند
بمهتاب شستند سیمائے خاک — فشاندند پروین بدیبائے خاک
ببازارها سو به سو صف به صف — به پیرایه بندی کشودند کف
ز هر پرده نقشے بر انگیختند — بهر گوشه چینے در آویختند
بدان گونه آئینه ها ساختند — که بینندگان چشم و دل باختند
سحرگه چو ں داد بار آفتاب — ز هر گوشه سر زد هزار آفتاب
زمیں را ز گرمی بجوشید مغز — بروں داد از کاں گہرہائے نغز
به آرایش جادهٔ رهگزار — صدف ریخت از بحر دُر بر کنار
تو گوئی ز تاب گہرہا بروز — که نگسسته پیرایهٔ شب هنوز
چو هر کس باندازهٔ دسترس — بشادی زد از خود نمائی نفس
گروهے ز بیمایه زندانیان — عَلَی الرّغم نو کیسه سامانیان
به آئیں به بستند از خویشتن — سیه پردهٔ بر رخ انجمن
که هر تار زاں پرده زنجیر بود — نوا نالهٔ گریم دگر، زیر بود

بہرغولہ کاندر نوا داشتند
ہماں دودِ دل برہوا داشتند

بر اجزائے تن جا بجا بند سخت
بہر بند لختے ز تن لخت لخت

نفس گرم شغل چراغان ز آہ
ز گرمی خس و خار سوزاں براہ

چو گیتی کشا موکبِ خسروے
قدم رنج اندازۂ رہروے

بشہر اندر آورد از راہ روی
رسیدند گوہر کشاں پوی پوی

بداں جادہ گوہر فرو ریختند
بمغزِ زمین رنگ و بو ریختند

ز آئین کہ در شہر بر بستہ بود
دو صد نقش بر یکدگر بستہ بود

بداں تار و خطوۂ چند بیش
بجنبید ہر نقش بر جائے خویش

جگرگون نگاہان خونین نوا
گرفتند چوں داغ بر سینہ جا

ز اشکِ فرو خوردہ مشتے گہر
نمک را فشاندند بر رہگزر

ز خون گشتہ پنہاں ہو سہائے خویش
کشیدند خونہائے یاقوت پیش

نہ دیدہ در راہ دل از جائے رفت
بخاموشیش بر زبان ہای رفت

خموشی بہ دلجوئی آواز شد
ترحم بگفتار دمساز شد

لب از جوشِ دل چشمۂ نوش ریخت
نویدِ رہائی بسر جوش ریخت

دہ دودۂ و گنجدانہا زپے
گدایاں رواں کاروانہا زپے

عزیزے کہ یارای گفتار داشت
بہر پردہ اندازۂ بار داشت

زبیداد ذوق شناسا وری
فغاں برکشیدند ماں داوری

کہ الماس و در زر فشاندگان
نہ سنجیدہ گوہر فشاندگان

بپایند و داغ بپائے روند
جگر گشتۂ مرحبائے روند

تهی کیسگان تا دمے برکشند
بگردون زر و لعل و گوهر کشند

بحرفے کز و لب گهر خیز شد
جهانبان چنین پاسخ انگیز شد

که اینان جگر خستگان منند
به آهن فرو بستگان منند

بجز موی و ناخن که بینی دراز
زبان کوته از دعوی برگ و ساز

لباس از گلیم و زره از آهنست
گر آهن ز من ور گلیم از من است

نیاورده اند آنچه آورده اند
ز من برده اند آنچه آورده اند

به آیین در آیینهٔ انجمن
مرا کرده اند آشکارا به من

از آن رو که در تب ز تاب منند
همان ذره آفتاب منند

تو نیز ایکه هر چیز در هر کس ز تست
بهار و خزان و گل و خس ز تست

بروزے که مردم شوند انجمن
شود تازه پیوند جانها به تن

روان را به نیکی نوازندگان
بسرمایهٔ خویش نازندگان

گهرهائے شهوار پیش آورند
فروهیده کردار پیش آورند

ز نورے که ریزند و خرمن کنند
جهان را بخود چشم روشن کنند

بهنگامه با این جگر گوشگان
در آیند مشتے جگر توشگان

ز حسرت بدل برده دندان فرو
ز خجلت سر اندر گریبان فرو

در آن حلقه من باشم و سینهٔ
ز غمهائے ایام گنجینهٔ

در آب و در آتش بسر بردهٔ
ز دشواری زیستن مردهٔ

تن از سایهٔ خود به بیم اندرون
دل از غم به پهلو دو نیم اندرون

ز ناسازی و ناتوانی بهم
دم اندر کشاکش ز پیوند دم

زبس تیرگی ہائے روز سیاه
نگه خورده آسیب دوش از نگاه

به بخشنائے برنا کسی ہائے من
تہی دست و درمانده ام وائے من

بدوش ترازو منه بار من
نسنجیده بگزار کردار من

بکردار سنجی میفزائے رنج
گرانباری درد و غم ہم بسنج

که من با خود از ہرچه سنجد خیال
ندارم بغیر از نشان جلال

اگر دیگراں را بود گفت و کرد
مرا مایۂ عمر رنج ست و درد

چه پرسی چو آں رنج و درد از تو بود
غمے تازه در ہر نورد از تو بود

فرو دل که حسرت خمیر منست
دم سرد من زمہریر منست

مبادا به گیتی چو من ہیچ کس
چو ہیچے دل زمہریرے نفس

به پرسش مرا در ہم افشرده گیر
پر کاه را صرصرے برده گیر

پس آنگه بدوزخ فرستاده داں
در آتش خس از باد افتاده داں

ز دودی که برخیزد از سوز من
شود بیش تاریکی روز من

دراں تیرگی نبود آب حیات
که بردے خضر را نویسی برات

ز دود و شرارے که من در دہم
نه گردوں فرازم نه اختر دہم

فتد بر تنم چوں ازاں شعله داغ
نسوزد بخاک شہید چراغ

اگر نالم از غم زغوغائے من
نه پیچد بفردوس آوائے من

که زہاد مینو نشین زاں صدا
به افشاندن دست و کوبند پا

وگر ہمچنین ست فرجام کار
که می باید از کرده راندن شمار

مرا نیز یارائے گفتار ده
چو گویم بر آں گفته زنہار ده

درین خستگی پوزش از من مجوی   بود بندهٔ خستہ گستاخ گوی

دل از غصه خوں شد نہفتن چه سود   چو ناگفته دانی نه گفتن چه سود

زباں گرچه من دارم اما ز تست   به تست ارچه گفتارم اما ز تست

همانا تو دانی که کافر نیم   پرستار خورشید و آذر نیم

نکشتم کسے را باهرمنی   نبردم ز کس مایه در رهزنی

نگر مے که آتش بگورم ازوست   بهنگامه پرواز مورم ازوست

من اندوهگین و مے اندُه ربائے   چه میکردم اے بنده پرور خدائے

حساب مے و رامش و رنگ و بوئے   ز جمشید[1] و بهرام و پرویز جوئے

کز باده تا چهره افروختند   دل دشمن و چشم بد سوختند

نه از من که از تاب مے گاه گاه   بدریوزه رخ کرده باشم سیاه

نه بستان سرائے نه میخانهٔ   نه دستاں سرائے نه جانانهٔ

نه رقص پری پیکراں بر بساط   نه غوغاے رامشگران در رباط

شبانگه به مے رهنمونم شدی   سحرگه طلبگار خونم شدی

تمنّاے معشوقهٔ باده نوش   تقاضاے بیهودهٔ میفروش

چه گویم چو هنگام گفتن گزشت   ز عمر گرانمایه بر من گزشت

بسا روزگاراں بدلدادگی   بسا نوبهاراں به بی بادگی

بسا روز باراں و شبهای ماه   که بودست بی مے بچشمم سیاه

اُفقها پر از ابر بهمن مهی   سفالینه جام من از مے تهی

---

[1] جمشید، بهرام گور، خسرو پرویز، شاهان ایران بودند، در زمانهٔ قدیم.

بهاران دمن در غم برگ و ساز   درخانه از بے نوائی فراز
جهان از گل و لالہ پربوی و رنگ   من و حجره و دامنے زیر سنگ
دم عیش جز رقص بسمل نبود   باندازهٔ خواهش دل نبود
اگر تافتم رشتہ گوہر شکست   دگر یافتم بادہ ساغر شکست
چہ خواہی ز دلق مئے آلود من   ببین جسم خمیازہ فرسود من
ز پائیز گویم بہارم گزشت   ز می بگزرم روزگارم گزشت
بنا سازگاری ز ہمسایگان   بسرمایہ جوی ز بیمایگان
سر از منتِ ناکساں زیر خاک   لب از خاک بوسِ خساں چاک چاک
بہ گیتی درم بینوا داشتے   دلم را اسیر ہوا داشتے
نہ بخشندہ شاہی کہ بارم دہد   بہر بار زر پیل بارم دہد
کہ چون پیل زانجا برانگیزمے   زرش بر گدایاں فرو ریزمے
نہ نازک نگارے کہ نازش کشم   بہر بوسہ زلف درازش کشم
چو زاں غمزہ نیشے بدل برخورد   رگِ جاں غم نوک نشتر خورد
بداں عمر ناخوش کہ من داشتم   ز جاں خار در پیرہن داشتم
چو دل زیں ہوسہا بجوش آیدے   ز دل بانگ خونم بگوش آیدے
ہنوزم ہماں دل بجوش اندرست   ز دل بانگ خونم بگوش اندرست
چو آں نامرادی بیاد آیدم   بفردوس ہم دل نیاسایدم
دلے را کہ کمتر شکیبد بباغ   در آتش چہ سوزی بسوزندہ داغ
صبوحی خورم گر شراب طہور   کجا زہرهٔ صبح و جام بلور

دم شب روی ہائے مستانہ کو　　بہ ہنگامہ غوغائے مستانہ کو

دراں پاک میخانۂ بیخروش　　چہ گنجائے شورش نائی و نوش

بہ مستی ابر و باراں کجا　　خزاں چوں نباشد بہاراں کجا

اگر حور در دل خیالش کہ چہ　　غمِ ہجر و ذوق وصالش کہ چہ

چہ منت نہد ناشناسا نگار　　چہ لذت دہد وصل بے انتظار

گریزد دم بوسہ اینش کجا　　فریبد بسوگند ذہنش کجا

برد حکم و نبود لبش تلخ گوی　　دہد کام و نبود دلش کامجوی

نظربازی و ذوق دیدار کو　　بفردوس روزن بدیوار کو

نہ چشم آرزو مند دلالۂ　　نہ دل تشنۂ ماہ پرکالۂ

ازینہا کہ پیوستہ میخواست دل　　ہنوزم ہماں حسرت آلاست دل

چو پرسش رگے رابکاوُ زِ دل　　دو صد دجلہ خونم تراوُد ز دل

بہر جرم کز روئے دفتر رسد　　زمن حسرتے در برابر رسد

بفرمائے کایں داوری چوں بود　　کہ از جرم من حسرت افزوں بود

ہر آئینہ ہمچوں منے را بہ بند　　تلافی فراخور بود نے گزند

بدیں مویہ در روز امید و بیم　　بگریم بدانساں کہ عرش عظیم

شود از تو سیلاب را چارہ جوی　　تو بخشی بداں گریہ ام آبروی

دگر خون حسرت ہدر کردہ　　زیاد اشش قطع نظر کردہ

گزشتم ز حسرت امیدم ہست　　سپیدآب روئے سپیدیم ہست

کہ البتہ ایں رند ناپارسا　　کج اندیشہ گبر مسلمان شما

پرستار فرخندہ منشور تست   ہوادار فرزانہ ونشور تست

بہ بندِ امید استواری فرست

بہ غالب خطِ رستگاری فرست

نعت

بنام ایزد اے کلکِ قدسی صریر   بہر جنبش از غیب نیرو پذیر

ز مہرم بدل ہمچو آہ اندر آئے   ز دل تا بر آرم بگردون بر آئے

چو بر سلسبیلست رہ افتد بخم   خیابان خیابان بہ مینو بجم

بدم در کش آب گہر سائے را   نمودار کن گوہر پر لائے را

فرو رو بداں لای و دیگر بر آئے   ز سر سبز گردد فرو سو بپوئے

شگافے ازاں در بخویش اندر آر   بہشتی نسیمے بہ پیش اندر آر

بداں نم کہ اندر سرشت آوری   بداں باد خوش کز بہشت آوری

دلآویز تر جنبشے ساز کن   بجنبش رقم سنجی آغاز کن

درودے بعنوان دفتر نویس   بدیباچہ نعت پیمبر نویس

محمدؐ کز آئینہ روئے دوست   جز نیش ندانست دانا کہ اوست

زہے روشن آئینۂ ایزدی   کہ درودے نجگیدہ زنگ خودی

ز رازِ نہاں پردۂ بر زدہ   ز ذات خدا معجزے سر زدہ

تمنائے دیرینۂ کردگار   بوے ایزد از خویش امیدوار

تن از نور پالودہ سرچشمۂ   دلے ہمچو مہتاب در چشمۂ

بہر جام از و تشنۂ جرعہ خواہ
بہر گام از و معجزے سر براہ

کلامش بدل در فرودِ آمدن
زدم جستہ پیشی بزود آمدن

خرامش بسنگ از قدم نقشبند
برنگے کہ نادیدہ پایش گزند

بدستش کشادِ قلم نارسا
بہ کلکش سوادِ رقم نارسا

دل امید جائے زباں دیدگاں
نظر قبلہ گاہِ جہاں دیدگان

برفتارِ صحرا گلستان کنے
بگفتار کافر مسلماں کنے

بدنیا ز دین روشنائی دہے
بہ عقبےٰ ز آتش رہائی دہے

بخوی خوش اندوہ گاہ ہمہ
بآمرزش امیدگاہ ہمہ

لب نازنینش گزارش پزیر
جہاں آفرینش نیایش پزیر

زمین دل زکف دادۂ پای او
خود از نقش پایش سویدای او

پے آنکہ او را ببوسد قدم
لب آوردہ یثرب ز زمزم بہم

ز بس محرمِ پردۂ راز بود
بہ نزدیکی حق سرافراز بود

ز رازے کہ بادے سر و مے سروش
صدا یش بودی ز اول بگوش

زہے قبلۂ آدمی زادگان
نظرگاہ پیشین فرستادگان

کسائی دہِ نسلِ آدم بخویش
روائی دہ نقدِ عالم بخویش

بلندی دہ کعبہ بالائے او
گرامی کن سجدہ سیمائے او

یمن[1] روشن از پرتو روئے او
ختن[2] بستہ چین گیسوئے او

---

[1] نام ملکے کہ در جزیرہ نمائے عرب واقع است۔ [2] نام شہرے کہ در حدودِ ترکستان چینی واقع است۔ مشکِ ختن مشہور آفاق است۔

بہ کیش فریور[1] جہاں رہنمائے | ز بیراہہ پویاں خرامش ربائے

ز بت بندگی مردم آزاد کن | جہانے بہ یک خانہ آباد کن

بمحراب مسجد رخ آرائے دیر | بہ اندیشِ خویش و دعا گوئے غیر

تو گوئی ز لبس دل ز دشمن رباست | کہ سنگ درش سنگ آہن رباست

ز خونیکہ در کربلا[2] شد سبیل | ادا کرد وامِ[3] زمان خلیل

گزیں بندہ کز بندگی سر نتافت | ز والا بسیجی عوض بر نتافت

کنش را بداں گونہ شیرازہ بست | بدیں صفحہ نقشے چناں تازہ بست

کہ تا گردشِ چرخِ نیلوفری | بود سبز جالش بہ پیغمبری

دل افسردہ مالک ز خوشخوئیش | کمر بستہ رضواں بدلجوئیش

ز کوثر بہ بیننند تا درگہش | ز طوبے ہماں تا بہ لشکر گہش

کدوئے گدا و شراب طہور | کف پائے درویش و رخسار حور

ز بادے کہ از دم بر افلاک زد | ز نقشے کہ از مہر بر خاک زد

فرازیں جہانش ز خود بیش دید | فرودیں گردش ہم از خویش دید

مگس ران خوانش پر جبرئیلؑ | بخوان گستری پیشکارش خلیلؑ

جمالش دل افروز روحانیاں | خیالش نظر سوز یونانیاں

---

[1] فریور۔ صاحب دبدبہ۔ [2] اشارہ است بہ واقعہ شہادت امام حسین کہ درمیان کربلا پیش آمدہ بود

[3] اشارہ است بواقعہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کہ برائے رضائے الٰہی قصد کردند کہ فرزند خویش حضرت اسماعیل را ذبح کنند ولے چوں کار در گردش نہاد از نیروے ایزدی حضرت اسمٰعیل نجات یافت، غالب گوید کہ آں قرض کہ از زمان ابراہیم خلیل باقی ماندہ بود، امام حسینؑ درمیدان کربلا ادا کردند۔

بدم حرز بازوی افلاکیاں — بہ پیوند پیرایۂ خاکیاں
بمعراج رایت بگردوں بری — بدیں شبروان بر شبیخون بری
سخن تادم از ذکر معراج زد — بمن چشمک خواہش تاج زد
ہمانا تہیدستم انگاشتہ — کہ خواری بمن بر روا داشتہ
بجز نبود مرا زیں تمنا گزیر — ہر آئینہ گردم تمنا پزیر
ز مہ پایہ تا کلبۂ مشتری — بروبم فلک را بجولانگری
نفس ریزہ ہای فروزندہ ہور — جگر پارہ ہائے کواکب ز نور
کہ افتادہ بینم بداں رہگزار — گدایانہ برچینم از رہ نثار
نثار شبے کش ستایشگرم — بہ چیدن ز بالا فرود آورم
کنم تاج طرح از گہر ریزہ ہا — ز گوہر بتاج اندر آویزہ ہا

بسائل دہم تا رسانم سرش
بجائے کز آنجا رسید افسرش

بیانِ معراج

ہمانا در اندیشۂ روزگار — شبے بود سر جوشِ لیل و نہار
شبے دیدہ روشن کنِ دل فروز — ز اجزائے خود سرمۂ چشم روز
شبے فردِ فہرستِ آثارِ عید — بیا ضش ز جوشِ رقم ناپدید
ز ایام فیضِ سحر یافتہ — بہ شبگیر خورشید دریافتہ

به روشن دلی مایه اندوز بود | چنیں شب گر بہر یک روز بود
در آں روز فرخنده آں شب نخست | ہمہ روز خود را بخورشید شُست
فرو رفت چوں روز لیلائے شب | برآراست محمل برسم عرب
رخ جلوه گر در پرندِ سیاه | چو از مردمک جوش نور نگاه
براہش زبس نور می بیختند | بہرہ ذرہ خورشید میریختند
چه بود از درخشندگی کان نداشت | نیازی بخورشید تاباں نداشت
نگویم شبے ماه وشس دلبرے | خور از زیور پیکرش گوہرے
گر از زیورے گوہرے کم شود | چه از تابش پیکرے کم شود
بزیر زمیں کرده خفاش روے | پے امن گردید خورشید جوے
چناں گشته سرتا سر اجزائے خاک | فروغانی و روشن و تابناک
که گوئی، مگر مہر زیر زمیں | فروزاں فوه بود و پشتِ نگیں
ویا خاک باجوهرِ آفتاب | بیامیخت چوں دُردمے باشراب
سحر با خود از خود بریده اُمید | که چوں پیش ایں شب تواں شد پدید
بفرضِ از دراں شب زبیره روی | زدے مہر تاباں دم از شبروی
بداں گونه بودے بچشم خیال | که شاہد نہد بر رخ از مشک خال
شده چشم اعمیٰ دراں جوش نور | تماشا گرِ حال اہل قبور
دریغا نبودم اگر بودمے | وزاں روشنی بینش افزودمے
بخنده بدمے بر دبیرِ لبار | چو اولاز خود دیدمے شرمسار
خرد گر بگوشش نفس سوختے | بروں زیں نمط مایه نندوختے

که برقے ست امشب کہ زم میتنش — زجا جستن دم بدم نیستنش

چگویم چساں گیتی افروز بود — شبی بود کز روشنی روز بود

ازآں روز تشبیہ عارض بشب — اگر رسم گشتے نبودی عجب

دراں شب زبس بودہ رخشاں سرشت — فروخواندہ مردم خطِ سرنوشت

نگہ را بہنگامہ بے سعی و رنج — نمایاں زدل راز و از خاک گنج

زبس ریزشِ نور بالائے نور — بگیتی رواں بود دریائے نور

کہ ناگہ درود سروشاں سروش — دراں بیکراں قلزم افگند جوش

زبا دیکہ از بال جبریلؑ خاست — تنومند موجے ازاں نیل خاست

صدائے رسید از پرِ بہمنی — کہ خود گوش چشمے شد از روشنی

مہین پردہ دار درِ کبریا — کشانندۂ پردہ برانبیا

ہمایوں ہمائے پیام آورے — باوردنِ نامہ نام آورے

روان وخرد را روانی بدو — نبی را دمِ رازدانی بدو

ایمنے نخستیں خرد نام او — زسرجوشِ نور حق آشامِ او

فروزاں بفر فروغِ یقیں — چناں کز محمدؐ دل از وی جبیں

سرایندۂ راز، بعد از درود — بدیں پردہ راز نہانی سرود

کہ اے چشم ہستی بروئے تو باز — نیاز تو ہنگامہ آرائے ناز

خداوند گیتی، خریدار تست — شبست ایں ولے روز بازار تست

چنیں لشکر ناز سنگیں چرا — نہ طور اظہار تمکیں چرا

کساں جلوہ بر طور گر دیدہ اند — زراہ تو آں سنگ برچیدہ اند

نه بینی براه اندرون سنگلاخ | گران تا گرانست راهے فراخ
بلے از گدایانِ دیدار خواه | نه بیند کسی جز بره روے شاه
عزیزی که فرمانِ شاهش بود | گزین پایه دربارگاهش بود
بدورِ تو شد لَن تَرانی[1] کهن | فصاحت مکرر نسنجد سخن
ترا خواستگارست یزدان پاک | هرآیینه از لن ترانی چه باک
تویی کانچه موسیٰؑ باو گفته است | خداوند یکتا بتو گفته است
تویی آنکه تا مر ترا خوانده اند | درین ره گزر گرد بنشانده اند
زامین چگویی که راه ایمن ست | بشبگیر برشو که شب روشن ست
بنه در ره از پرتوِ روے خویش | چراغے فراطاقِ ابروے خویش
نگویم که یزدان ترا عاشق ست | ولے زاں طرف جذبهٔ صادق ست
جهاں آفریں را خور و خواب نیست | تو فارغ به بستر چه خسپی بایست
بیارائے شمشاد بے سایه را | بپیماے اورنگ نه پایه را
چو خاطر بگفتار خویشش کشید | هما سایه رخشے به پیشش کشید
بروحانیاں پرورش یافته | ز ریحانِ مینو خورش یافته
همیونے که تا دم ز مستی زند | ز بالا قدم سوی پستی زند
ز گنبد بغلطانی ار گردگاں | نیفتد که آید فرو ز آسماں
شتابش برفتار زاں حد گزشت | که تا گوئی آید ز آمد گزشت

---

[1] حضرت موسیٰ علیه السلام در بارگاه خداوندی التجا کرده بود که پروردگارا جلوهٔ خود بنما. حق تعالیٰ فرمود "لَن تَرَانِي". تو مرا هرگز نخواهی دید.

به ہم چشمی ہور، ساغرے ۔ بہمدوشی حور گیسو و مے

سبک خیزیش خنده زن بر نسیم ۔ که در جنبش انگیزد از گل شمیم

ہم از باد صبحے سبک خیز تر ۔ ہم از نکہت گل دلآویز تر

ز ساق و سُمش گر به بزم مدام ۔ کُنی ساز تشبیه مینا و جام

نباشد شگفت ار بدیدن رسد ۔ که آں باده پیش از رسیدن رسد

ز تیزی به گلبرگ گر بگذرد ۔ ز گلبرگ رنگ آنچناں بستُرد

که دیگر بداں دیدۂ راست بیں ۔ کدیور[1] نداند گل از یاسمین

دو صد ره ز چشم ار بدل در رود ۔ دریں ره بجستن سراسر رود

نه اجزائے بینش ز ہم بگسلد ۔ نه پیوند ہنجار دم بگسلد

پیمبر بدیں مژدۂ دلنواز ۔ که بودش در اندیشه از دیر باز

زبس ذوق ناسوده بربال دست ۔ بر آں باره یکبارگی بر نشست

مثل زد بریں ماجرا بُلبلے ۔ که باد آمد و برد بوئے گُلے

خرامے ز مقراض لا[2] تیز تر ۔ جمالے ز الّا[3] دلآویز تر

چه بود آتش آں پویۂ آتشیں ۔ بر افروختش باد دامان زیں

براق از قدم خار در راه سوخت ۔ پیمبر بدم ماسوی اللہ سوخت

فرس چوں سوارے سرافراز یافت ۔ دمے تازه در خویشتن باز یافت

به جنبش در آمد عناں ناگہش ۔ فضائے زمیں گشت جولانگہش

---

[1] کدیور۔ باغبان، صاحب خانه۔ مجازاً بمعنی زمانه مستعمل است۔

[2] یعنی کلمۂ نفی لا الٰہ۔ [3] کلمۂ اثبات الّا اللہ۔

به سُم گنجِ قارون نمایاں کناں — بہ دُم عقدِ پروین پریشاں کناں
چنیں تا زِ بیت المقدس گزشت — ازیں کہنہ کاخِ مقرنس گزشت
ہوا تا زند بوسہ بر پائے او — براہ اندر آویخت در پائے او
ولی توسن از بسکہ سرکش گزشت — ہوا تا دہد بوسہ زآتش گزشت
قدم تا براورنگِ ماہش رسید — باکلیلِ کیواں کُلاہش رسید
ببالید چنداں زبیشیِ قدر — کہ بے منّت مہر گردید بدر
شد از پُردلی ہم بہ تحت الشعاع — مقابل بخورشید در اجتماع
زمہ گر کند مہر پہلو تہی — چہ غم چوں زخویشش بود فربہی
چو فرماں چناں بودش از شہریار — کہ گردد دراں راہ منزل شمار
بہنگام عرضِ نشانہائے راہ — برآں پیک دانا بہ بخشود شاہ
بفر قبول خودش خاص کرد — بداغش نشانمند اخلاص کرد
بہ سیمائے مہ داغ چوں برنہاد — دوم پایہ را پایہ برتر نہاد
صفای کشادِ خدنگِ نگاہ — بداں حد کہ شد تیرش آماجگاہ
بہ شمعے کہ بینش بشبگیر سوخت — شہ دیدہ در تیر بر تیر دوخت
عطارد[1] باہنگ مدحت گری — زباں جست بہر زباں آوری
بدستوری خواہش روزگار — نہانِ خود از پردہ کرد آشکار
دراندیشہ پیوند قالب گرفت — بہ خود در شد و شکل غالب گرفت
بدل گرمی شوق جرأت فزائے — شد از دست و گردیدہ دستاں سرائے

---

[1] عطارد۔ نام ستارہ، وہندی بدھ۔ عطارد را منشی فلک می گویند۔

درین صفحه مدحے که من می کنم — خود از گفته خود سخن می کنم

که اے ذره گرد راه تو من — ز خود رفته جلوه گاه تو من

نظر محو حسن خداداد تو — ستم کشته غمزه داد تو

برفتار رخش تو اختر نشان — بگفتار لعل تو، گوهر فشان

قبول غمت حرز بازوے شاه — غریب رهت جنت آرام گاه

خراج تو بر گنج گلشائیاں — نثار تو پارنج مشائیاں

جهاں آفریں را گرائش بتو — گنه بخشیش را نمائش بتو

سر من که بر خط فرمان تست — نجاتش ز دوراں بدرباں تست

درین ره ستایش نگار توام — به بخشایش اُمیدوار توام

ازاں پس که گشت اندراں مرحله — عُطارد فروزاں بنور صله

سپهر سوم گشت جولاں گهش — جبین سود ناهید اندر رهش

بط و بربط از پیش برچیدنش — نشان مئے و نغمه پوشیدنش

بداں گرمی از جا برانگیخت گرم — که خونش ز اعضا فروریخت گرم

نه تنها بر خساره رنگش شکست — که از لرزه در دست چنگش شکست

بناخن شکستش ازاں زخمه نے — که دلهائے شوریده خستی بوے

ز بیم از کف چنگی دلنواز — بغیر از دف مه فروریخت ساز

چو در حلقه شرع شد چنبری — بداں دف درآمد به خنیاگری

مه و زهره باهم گر خوش بود — چو ساقی که از نغمه سرخوش بود

بداں دم که زهره برامش گرفت — چو شه سوی بالا خرامش گرفت

روای زنورش بانعام داد — کہ درجلوہ برسرکشد بامداد
رباطِ سوم چوں نوردیدہ شد — فرازش رباطِ دگر دیدہ شد
زراندودہ کاخے گزیں منزلے — زبس روشنی دل نشیں منزلے
زہوشنگ ہوشان کاؤس کوس — بسے بردرخانہ درخاک بوس
بہ بالا وپائیں زششش راہ رو — نظر ہا بداں حلقۂ درگرو
بداں دربدریوزہ روی ہمہ — وزاں قلزم آبی بجوئے ہمہ
دراں کاخ جاکردہ نام آورے — شہنشہ نگویم شہنشہ گرے
جہانگیریٔ شہریاراں بدد — گل افشانیٔ نوبہاراں بدد
اگر نور گوئی نمودش ازو — دگر سایہ جوئی وجودش ازو
بہ بے خواہشی بانظرہای پاک — زلعل وزراکسیری سنگ و خاک
بسرہنگی شرعِ ہنگامہ ساز — بدولیستہ گر روزہ ورخود نماز
زشادی سرازپاے نشناختہ — پزیرہ شدہ را بروں تاختہ
رواں پیش پیشش مسیحا وبس — روانہاے شاہاں پشیمن زپس
قدمبوس پیغمبر آہنگ کرد — زبس بوسہ جابرقدم تنگ کرد
زمہرش بہ جنبش در آمد لبے — بہر بوسہ رست از فلک کوکبے
بدنیسان کہ گردوں پراز کوکبست — ہماناز گلبازیٔ آں شبست
رسیدش بداں خسروانی مناص[1] — بہ تعمیم اوقات دروقت خاص
زنیر نیاز، وزشاہاں، سجود — زعیسیٰ سلام وزیزداں درود

---

[1] گریزگاہ۔ بازپس شدن۔

خرامندہ کبک بلندی گرائے — بران زمرہ گسترد ظلِ ہمائے

توانا رہ انجامِ گردوں خرام — فراتر زد، از چارمین چرخ گام

زفر سوار و خرام ستور — بہ پنجم نشیمن در افتاد شور

سپہری سپہبد بہ پرِ کلاہ — گہر ریزہ ہا رفت از شاہراہ

ولی بود چوں بر کمر دامنش — توانگر نگرد آں گہر چیدنش

اگر خود ہماں یک کلہ وار برد — نہ آخر گہرہائے شہوار برد

بگو تا بداں گوہرین افسری — بہ خورشیدِ تاباں کند ہمسری

ازیں بیش کس چوں توانگر شود — کہ سرہنگ با شہ برابر شود

ازاں دم، کہ خونش برگ گرم شد — بہ منت پزیری دلش نرم شد

رگ گردنش از وفا پیشگی — ثمر سجدہ آورد در ریشگی

صف آرا گروہے ز بہرامیاں — چو پیرامنِ کعبہ احرامیاں

نیاکانِ من تا جہاناں پشنگ — قدم بر قدم اندراں حلقہ تنگ

بہ آسیب بازو بہ بازو زدن — زہم جستہ پیشی بہ زانو زدن

روانہای ترکان خنجر گزار — پرافشاں دراں بزم پروانہ وار

شہنشاہ چوں عرض لشکر گرفت — فرازِ ششم چرخ رہ برگرفت

بہ پیش آمدش دلکشا معبدے — چناں چوں بزہ ناگہاں گنبدے

سروشانِ فرخندہ امشاسپند — زدہ بر درِ صومعہ دست بند

در و بام کاشانہ خورشید زائے — نکو محضرے را بکاشانہ جائے

کہ منشورِ خوبی بہ تمغائے اوست — ظہورِ سعادت بامضائے اوست

کُنش را ببایست نیرو دہے　　منش را بفرزانگی خو دہے

بہ تلخی گوارا چو قہرِ طبیب　　بہ تندی ملائم چو خشمِ ادیب

جواں بخت پیرے ہمایوں صفات　　زدل زندگی بر مزاجِ حیات

خداوند از پاکیٔ گوہرش　　بیفشرد از مہر اندر برش

خداوندِ دریا و بر جبیں سیل　　ازیں سو کشش بود زاں سوے میل

بداں جذب ویلے کہ انگیخت نور　　چو شیر و شکر باہم آمیخت نور

خورد آب در راہ رہرو اگر　　پیمبر بہ رہ خورد شیر و شکر

بخورشید سرچشمۂ نور ازو　　خوشا راہرو چشم بد دور ازو

بداں جرعہ کز چشمۂ نوش زد　　بداں ذوق کاندر دلش جوش زد

بہ لطفش دم از آبِ حیواں گزشت　　بموجش سر از کاخِ کیواں گزشت

بہ چشم اثر بیں فرزانہ در　　در آمد چراغے بداں خانہ در

کہ گر خود تواں گوہرِ جاں شناخت　　فروغِ وی از داغ نتواں شناخت

بہ دل تنگی از بس فرو خوردہ دود　　شدہ شعلہ را روئے روشن کبود

دراں پردہ ہندوی واژوں پسیچ　　بزنار تابی کفش خوردہ پیچ

سراسیمہ از بس بہ تعظیم جست　　نخ از دست رفت و بہم سود دست

براں رفتہ مسکیں تاسف کناں　　زخجلت بر فتن توقف کناں

زدش لب کہ در ہر قدم بر ملا　　ادب دور باش و عنایت صلا

فرو ماند حیراں بداں کار در　　گراں گشتہ پایش بر فتار در

پیمبر کہ پویندۂ راہ بود　　بہ دادار جویندۂ راہ بود

چو زینگونه زین هفت دربند ژرف — پدید آمدش فتح یابی شگرف
سپهر ثوابت به پیش آمدش — گهرها ز اندازه بیش آمدش
گهر پیکران از یمین و یسار — نمودند بر شه گهرها نثار
همانا سپهر اندران مرحله — ز هجرش دلے داشت پُر آبله
ویا خود نگاهش دران شهر بند — ز تیزی بدیوار روزن فگند
که از جذبهٔ شوق و ذوق ظهور — ز روزن شد آن پرده غربال نور
زہے شوق گستاخ دیدار خواه — زہے حُسن مستور عاشق نگاه
بدان شوق نازم که بےخویشتن — دود حُسن سویش جبین قطره زن
مگر قدسیان را خود از دیر باز — براهِ نبی چشمها بود باز
ویا رحمت حق بجولانگهش — ز سر جوش نور آب زد در رهش
خرامنده اندر گزرگاهِ ناز — خرامش همی کرد با برگ و ساز
به نظاره هفت آشنا از پیش — روانهاے کرّوبیان برخیش[۱]
صور گونه گون از جنوب و شمال — کشودند بندِ نقابِ خیال
حمل سر به نرمی فرا پیش داشت — سپاسے از ان لابه بر خویش داشت
نه بینی که حیوان بیگانه خوے — بپوزش ز منعم بود طعمه جوے
چو او راست چوپانی آن رمه — هر آئینه تازنده سویش همه
دو و دو گاو یکتا سوی او بیدرنگ — سردن خودش زد بدل گاو شنگ
نبودے اگر شیر در عرض راه — چریدے بچالاکی از خوشه کاه

---

۱ صدقه و قربانی -

تو گوئی براہ خداوند دور | سپہر از نمود ثریا و ثور[1]
گدائے ست ہندی کہ سرتا بپا | بخرمہرہ آراستہ گاو را
بدریوزہ گستاخ پوید ہمی | ز رہرو برہ دایہ جوید ہمی
برینی سروشان فرخ لقا | ازاں ہردو کاشانۂ دل کشا
زپیوند خوشحالیٔ مہر و ماہ | بہ بستند حرزے ببازوئے شاہ
کہ چوں باز گردد بہ بنگاہ خاک | نباشد ز چشم بد اندیشہ باک
دو پیکر کہ گوے ورا تو امان | بہ رہرو پزیرے درآمد چناں
پے ہستی شہ بدست نیاز | رہ آوردی از روزہائے دراز
ز بس بود جوزا دراں رہروی | کمربستۂ خدمت خسروی
بداں تار دو نیمہ از نیمہ پیش | ز تیزی بہ برید پیوند خویش
چو ہمسایہ بکشود درہائے نور | بہ غلطید سرطان بدریائے نور
بکاشانۂ مہ ازاں فتح باب | بہ بستند پیرایۂ ماہتاب
چناں دلکش افتاد از ہر طرف | کہ بر جبیں را گشت بیت الشرف
بشاہانہ کاخے کا سدنام داشت | در از نقطۂ اوج بہرام داشت
کشودند در تا بداں اصطکاک[2] | شود دشمناں را جگر چاک چاک
نشد گرچہ چوں گاو قربان او | دلے شیر شد گربۂ خوان او
بخنداں بہ محنت کشی خو گرفت | کہ بر گاو بتواند آہو گرفت
نہ در پنجہ زور و نہ در سینہ دم | فرو ماند بے حس چو شیر علم

---

[1] ثور۔ نام برجے است [2] آواز کشودنِ در۔ (فرہنگ غالب) عرشی

شود تا خداوند را سجدہ بر — بر آورد از خوشہ صد دانہ سر

دراں راہ گر توشہ داشت چرخ — ہم از خرمنش خوشہ داشت چرخ

ازیں رہ بخود بسکہ بالید تیر — ہم از خانۂ خود شرف دیدہ تیر

کشایش در گنج تا باز کرد — بہ میزاں گہر سنجی آغاز کرد

از آنجا کہ در مطرحِ روزگار — ترازو پے سختن آید بکار

سپہر از شرف تا خیالے بہ پخت — زحل را بخاکِ رہِ خواجہ سخت

ہم آں پلہ را چرخ فرسائے دید — ہم ایں پلہ را بر زمیں جائے دید

بہ عقرب خداوند آں جلوہ گاہ — براں شد کہ تازد بسویش ز راہ

ولے چوں نگہبانیِ راہ داشت — سرِ بازگشتِ شہنشاہ داشت

نگہداشت خود را ازاں بیرہی — کہ از حکم شہ سر نہ پیچد رہی

بہ قوس اندر آورد چوں خواجہ روی — سعادت بہ برجیس شد مژدہ گوی

کماں گشت زیں فخر قربانِ خویش — زہی طالعِ غالب عجز کیش

بدیں خوشدلی بایدم شاد زیست — کہ در طالعِ من قدم بوس کیست

پذیرفت خواہم ز گردوں سپاس — کہ باشد مرا طالعِ روشناس

کماں چوں بدینساں نمایش گرفت — خدنگ خبر زد کشایش گرفت

چناں جست تیر از کماں دلپسند — کہ ننشست جز در دل گوسپند

گرفتش دواں سعد ذابح براہ — کہ نخچیر گیرد جلو دار شاہ

چو شد ذابح از تشنگی تاب کش — بدولاب شد فرع دلو آب کش

عزیزاں بہم کار دیں می کنند — بلے خواجہ تاشاں چنیں می کنند

زہے شوکتِ خواجۂ رہ سپار　　کہ باشندش اختر برہ پیشکار
سپہری رفیقان بسیار فن　　گسستند از دلو گردوں رسن
بہ غمخوارگی تافتندش بدست　　کہ گیرد مگر خواجہ ماہی بشست
ز حق ہر کہ فرمانِ شاہی گرفت　　تواند زمہ تا بماہی گرفت
ازاں پس کہ ایں راہ کوتاہ شد　　حمل تا بہ حوتش قدمگاہ شد
بداں پویہ پیمود ایں ہشت چرخ　　کہ صد بار گرد سرش گشت چرخ
ہم پایہ کانرا تواں خواند عرش　　برہ زاطلسِ خویش گسترد فرش
زہے ناموَر پایۂ سرفراز　　سراپردۂ خلوتستانِ راز
سرِ رشتۂ نازشِ چون و چند　　بہ پیوندِ ہستی بداں پایہ بند
بود گرچہ برتر ز افلاکیاں　　ولے لرزد از نالۂ خاکیاں
دل بینوائے گر آید بہ درد　　نشیند بداں پایۂ پاک گرد
صدائے شکستِ کمرگاہِ مور　　دریں جاستے ہیچ دوران پردہ شور
نہ از مہر نام و نہ ز انجم نشاں　　نہ دریا نمایاں نہ ریگ رواں
دو گیتی نمایش ز صبحش دمے　　خود آں صبح را مہرِ فلک شبنمے
نیایزد پرستاں بہر سر زمیں　　بود سجدہ آنجا چو سر بر زمیں
بساطے ہم از خویشتن تابناک　　ز آلایشِ کلفتِ رنگ پاک
زبس پائے لغزد خیال از صفا　　رسیدن بہ پہنای آں نارسا
درآمد گرانمایہ مہمانِ حق　　برخ ماہتابِ شبستانِ حق
قدم زد براہے کہ رفتن نداشت　　نگہبان و ہمراہ و رہزن نداشت

درانجا که از روی فرهنگ و رائے | بجا باشد از خود نگویند جائے
جهت را دم خود نمائی نماند | زمان و مکاں را روائی نماند
غبار نظر شد زره ناپدید | سراپائے بینندہ شد جلوہ دید
درآور دبی کلفت سمت و سوئے | بنورُ السمٰوات والارض[1] روئے
تماشا ہلاک جمال بسیط | فروغ نظر موجۂ زاں محیط
شنیدن شہید کلامے شگرف | منزہ ز آمیزش صوت و حرف
کلامے بہ بیرنگی ذات علم | شنیدن بعقل اندر اثبات علم
نخستیں در از کاکشود آں رواق | ز الا بصدر اندرش پیشطاق
برالا رسید و ز لا درگزشت | رسیدن ز پیوند جا درگزشت
دراں خلوت آباد راز و نیاز | بردئے دوئی بود چوں در فراز
نماند اندر احمدؐ ز میمش اثر | کہ آں حلقہ بود بیرون در
احد جلوہ گر باشیون وصفات | نبی محو حق چوں صفت عین ذات
فروغے بہ مہر جہانتاب در | بہر ذرہ تابے ازاں تاب در
ز خورشید ناگشتہ پرتو جدا | محیط ضیا خود محیط ضیا
رقمہائے اندازہ ہر شمار | ہماں از شگاف قلم آشکار
دو عالم خروش نواہائے راز | ولیکن ہماں در خم بندساز
ورق در ورق نکتہ دلپذیر | ولیکن ہماں در خیال دبیر
ز گفتن شنیدن جدائی نداشت | نمودن ز دیدن جدائی نداشت

---

[1] جزئے آیت قرآن مجید از سورۂ نور (اللہ نور السمٰوات والارض الآیہ)

چو اندازۂ ہر نمائش گرفت　　ز وحدت بکثرت گرایش گرفت

بحکم تقاضائے حبِّ ظہور　　تنزل در اندیشہ آورد زور

اَحَدْ کسوتِ احمدی یافتہ　　دم دولت سرمدی یافتہ

بکوشش ز طبع وفا کوشِ او　　ہماں میم او حلقۂ گوش او

بہر گونہ بخشش سرافراز گشت　　ہم از حضرتِ حق بحق باز گشت

بیا مد بدیں خاکداں بیدرنگ　　چو در جوئے آب و چو بر روئے رنگ

نرفتہ بروں پای از نقش پائے　　کہ کردہ قدم بر قدمگاہ جائے

شرارے کہ از سنگ آں آستاں　　بدر جست از نعلِ برقِ جہاں

ہنوزش قدم در رہ اوج بود　　کہ آمد ز بالا بہ پستی فرود

بہ جنبش درش حلقۂ در ہماں　　ز نوے گرم بالیں و بستر ہماں

سرے را کہ رحمت نہد در کنار　　در آورد محبوبِ پروردگار

بخوابے کہ بیداری بخت او　　ز تار نظر بافتے رخت او

سحرگہ کہ وقتِ سجودش رسید　　ز ہمنام یزداں درودش رسید

بشادی در آمد علیؑ از درش　　وصالِ علیؑ شادی دیگرش

شب از بادۂ قدس ساغر گرفت　　صبوحی ز دیدار حیدرؑ گرفت

جمالِ علیؑ چشمۂ نوشش بود　　صبوحی ہم از بادۂ دوشش بود

دو ہمراز با ہمدگر راز گوے　　نشانہائے بینش بہم باز گوے

دو چشم ست و ہر چشم را بینش ست　　ولے آنچہ بینند ہر دو یکے ست

نگنجد دوئی در نبیؐ و امام　　عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ السَّلَام

منقبت

ہزار آفریں بر من و دین من
کہ منعم پرستی ست آئینِ من

چراغے کہ روشن کند خانہ ام
تو گوئی منش نیز پروانہ ام

حریفے کہ نوشم مے از ساغرش
بہر جرعہ گردم نگبر دِ سرش

برانم کہ دادارِ یکتا ستے
فروغ حقتا لوح ز اسما ستے

بہر گوشہ از عرصۂ ایں طلسم
دہد روشنائی جداگانہ اسم

بران شئے کہ ہستی ضرورش بود
بہ اسمے ز اسما ظہورش بود

کزاں اسم روشن شود نام او
بداں باشد آغاز و انجام او

بود ہر چہ بینی بسودائے دوست
پرستارِ اسمے ز اسمائے دوست

ہر آئینہ درکار گاہِ خیال
کزانجاست انگیزشِ حال و قال

ہم در شمار ولی اللّٰہی ست
دلم راز دار علیؑ اللّٰہی ست

چو مربوب ایں اسم سامی ستم
نشانمند ایں نام نامی ستم

بلندم بہ انشس نہ پستم ہمی
بدیں نام یزداں پرستم ہمی

نیاساید اندیشہ جز با علیؑ
ز اسما نیندیشم الا علیؑ

بہ بزم طرب ہمنوایم علی ست
بہ کنج غمم اندہ ربایم علی ست

بہ تنہائیم راز گوئی بہ او ست
بہ ہنگامہ ام پایہ جوئی بہ او ست

در آئینۂ خاطرم رو دہد
بہ اندیشہ پیوستہ نیرو دہد

مرا ماہ و مہر شب و روز ازوست
دل و دیدہ را محفل افروز اوست

بہ صحرا بہ دریا براتم ازوست
بہ دریا ز طوفاں نجاتم ازوست

خدا گوہرے را کہ جاں خوانمش
ازاں داد تا بر وے افشانمش

مرا مایہ گر دل وگر جان بود   از و دانم ار خود زیزدان بود

کنم از نبی روے در بوتراب   بہ بنگرم جلوۂ آفتاب

زیزدان نشاطم بہ حیدر بود   ز قلزم بجو آب خوشتر بود

نبی را پذیرم بہ پیمانِ او   خدا را پرستم بہ ایمان او

خدایش روا نیست ہر چند گفت   علیؑ را توانم خداوند گفت

پس از شاہ کس غیر دستور نیست   خداوندِ من از خدا دور نیست

نبی را اگر سایہ صورت نداشت   تردد بہ دارد ضرورت نداشت

دو پیکر دو جا در نمود آمدہ   اثرہا بہ یک جا فرود آمدہ

دو فرخندہ یارِ گران مایہ بیں   دو قالب ز یک نور و یک سایہ بیں

بدان اتحادے کہ صادق بود   دو تن را یکے سایہ کافی بود

ازاں سایہ یک جا گرایش کند   کہ احمدؐ ز حیدرؑ نمایش کند

بہر سایہ کافتد زبالاے او   بود از نبی سایہ ہمپاے او

زہے قبلۂ اہل ایماں علیؑ   بہ تن گشتہ ہمسایۂ جاں علیؑ

پدیدار در خاندانِ نبیؐ   بہ گیتی دراز وے نشانِ نبیؐ

بیک سلکِ دو شش دہ و یک گہر   نبی را جگر پارہ او را جگر

جگر پارہ ہا چوں برابر نہند   بہ گفتن جگر نام آں بر نہند

علیؑ راست بعد از نبیؐ جاے او   ہماں حکم کل دارد اجزاے او

ہمانا پس از خاتم المرسلینؐ   بود تا مہدی علیؑ جانشیں

نژاد علیؑ با محمدؐ یکے ست   محمدؐ ہماں تا محمدؐ یکے ست

در احمدؐ الف نام ایزد بود   ز میم آشکارا محمدؐ بود

الف میم را چوں شوی خواستار   نماند ز احمدؐ بجز ہشت و چار

ازیں نغمہ کاہنگ رہِ ہوش زد　　بدل ذوقِ مدحِ علیؑ جوش زد
ز کویش بہ گلشن سخن می کنم　　ستم بر گل و نسترن می کنم
ز نطقش بہ گفتار خواں می نہم　　سخن را شکر در دہاں می نہم
ز لطفش بہ ہستی خبر می دہم　　بہ ریگِ رواں دجلہ سر می دہم
علیؑ آں ز دوشِ نبیؐ رفرش　　علیؑ آں یدُ اللہ را کف گفش
خدا را گزیں بندۂ راز دار　　خدا بندگاں را خداوندگار
بہ تن بینیش افروز آفاقیاں　　بہ دم دانش آموز اشراقیاں
بہ کثرت ز توحید پیوند بخش　　بہ بے برگ نخل برومند بخش
بہ سائل ز خواہش فزوں تر سپار　　بہ لب تشنۂ جرعہ کوثر سپار
نویدِ ظفر گردے از لشکرش　　حسابِ نظر فردے از دفترش
گداز غمش کیمیائے سرشت　　غبار رہش سیمیائے بہشت
نگہ کوثر آشامد از روے او　　رواں تازہ رو گردد از بوے او
نیاز ردہ گوشش ز آوازِ وحی[1]　　ضمیرش سرا پردۂ رازِ وحی
براہ حق اندر نشانہا ازو　　بہر نکتہ در داستانہا ازو
بہ پیوند او ربط ہر سلسلہ　　خود او را رہے خضر ہر مرحلہ
گزشتہ بہ معشوقے از ہمسری　　بدوشِ نبی پایش از برتری
زمینِ فلک در گزرگاہِ او　　غبار سحر خیزی آہ او
اگر پارۂ گشتہ پستے گرا　　بود پارۂ ہمچناں بر ہوا
بیاد حق از خواہش نفس دور　　ز شادی ملول و باندہ صبور
بہ چشمے کہ گرید بہ بزم اندروں　　دل آسودہ خسپد بہ بزم اندروں

---

[1] وحی، نزول کلام الٰہی را گویند، بواسطۂ ملائک۔

بدرویشیش فخرِ شاهنشهی ٭ زہے خاکساری ذِ طِبق الٰہی
ہوا و ہوس گشتہ فرمان پذیر ٭ بہ فرماں روائی حصیرش سریر
خرد زلّہ خوارش بہ فرزانگی ٭ قضا پیشکارش بہ مردانگی
نہانش بیاد آوری دلکشاست ٭ عیانش بری نام مشکل کشاست
براہیم خوے سلیماں فرے ٭ مسیحا دمے مصطفٰے گوہرے
لباسِ وفا را طراز عمل ٭ جہانِ کرم را صباحِ ازل
نہادش بہ خلقِ خدا مہر خیز ٭ جبینش بہ درگاہِ حق سجدہ ریز
نویدِ نجاتِ اسیرانِ غم ٭ نظرگاہِ احرامیانِ حرم
ز شحش سوبسویش نگاہِ ہمہ ٭ ولادت گہش قبلہ گاہِ ہمہ
روان خضر دگردی از راہ او ٭ نہ ایزد و لے کعبہ درگاہ او
حدوثش نمودِ حدوثِ جہاں ٭ بہ گردندگی درگہش آسماں
اگر خاکپا زانِ دشتِ نجف ٭ بخرشید سازی کشایند کف
چو انجم بہ شب مہر گیتی فروز ٭ نیارند مردم شمردن بروز
نبی را جگر تشنۂ روئے او ٭ خدا را بخواہش نظر سوئے او
کسانے کہ اندازہ پیش آورند ٭ سخنہا ز آئین وکیش آورند
بہ نادانی از شورِ گفتارِ من ٭ سگالند زاں گونہ ہنجار من
کہ آرایشِ گفتگو کردہ ام ٭ بہ حیدر ستائی غلو کردہ ام
مرا خود[۱] دل از غصہ بیتاب باد ٭ ز شرمِ تنک مایگی آب باد
چہ باشد ازیں بیش شرمندگی ٭ کہ خود را[۲] ستایم بہ رخشندگی

۱؎ در مثنوی ابرِ گہربار طبع اول "مرا دل خود" است

۲؎ در مثنوی ابرِ گہربار طبع اول "خود را" نوشتہ است۔

بہ بحر از روانی سرایم سرود
بہ خلد از رسایی فرستم درود

بہ گلشن برم برگے از نسترن
بہ پیچاک سنبل فرستم شکن

ستایم کسے را کہ در داستان
شوم با سخن آفریں ہمزباں

بہ ردّ و قبول کسانم چہ کار
علیؑ بایدم با جہانم چہ کار

در اندیشہ پنہان و پیدا علیؑ ست
سخن گر ز علیؑ میکنم با علیؑ ست

دلم در سخن گفتن افسردہ نیست
ہمانا خداوند من مردہ نیست

چہ خواہم حدیثے سرودن ازو
بود گفتن از من شنودن ازو

گر از بندہ ہاے خدا چوں منی
کہ در خرمن ارزد بہ نیم ارزنی

علیؑ را پرستد بہ کیش خیال
چہ کم گردد از دستِ گاہ جلال

گلستاں کہ ہر سو ہزارش گل ست
ہمہ سبزہ و لالہ و سنبل ست

اگر رفت برگِ خزانے ازاں
چمن را نباشد زیانے ازاں

ندارد غم و غصہ یزدان پاک
علیؑ را اگر بندہ باشم چہ باک

تو غافل ز ذوق ثنا گوئیم
سزا گوئیم و ناسزا گوئیم

مرا ناسزا گفتن آئیں مباد
لبِ من رگِ ساز نفریں مباد

بود گرچہ با ہر کسم سینہ صاف
من وانیز دالبتہ نبود گزاف

کہ تا کینہ از مہر بشناختم
بکس غیر حیدر نپرداختم

جوانے بدیں در بسر کردہ ام
شبے در خیالش سحر کردہ ام

کنونم کہ وقت گزشتن رسید
زمانِ رجوع بازگشتن رسید

دمادم بہ جنبش درائے دل ست
شنیدن رہینِ صدائے دل ست

کہ برخیز و آہنگِ رہ ساز دہ
بہ جمازۂ خفتہ آواز دہ

بہ شبگیر زیں تیرہ مسکن برآ
بہ جنباں درای و برفتن درآ

نجف کاں نظرگاہ اُمید تست
طرب خانۂ عیش جاوید تست

نہ دور ست چنداں کہ فرسخ شمار
برنجاند اندر شمردن یسار

دلیرانہ راہے بریدن تواں
بہ آرام گاہے رسیدن تواں

بران ست دل بلکہ من نیز ہم
کہ چوں جاں خود آنجا ست تن نیز ہم

بود گرچہ ثابت کہ چوں جاں دہم
علیؑ گویم و جاں بہ یزداں دہم

بہ ہند و عراق و بہ گلزار و دشت
بہ سوئے علیؑ باشدم بازگشت

ولیکن چو آں ناحیہ دلکش ست
اگر در نجف مردہ باشم خوش ست

خوشا عرفیؔ و گوہر افشاندنش
باندازِ دعوئے پُر افشاندنش

کہ ناگاہ کار خود از پیش برد
بدشتِ نجف لاشۂ خویش برد

تن مردہ چوں رہ بہ مژگاں رود
اگر زندہ خواہد خود آساں رود

چو عرفیؔ سر و برگِ نازم کجا
بدعوئے زبانِ درازم کجا

چو عرفی بہ درگاہم آں روے کو
چناں دادرس جذبۂ انسوے کو

نہ گویم غلط باخود ختم نیست
ز مژگانِ خویشم خود ایں چشم نیست

مزن طعنہ چوں پایۂ خاص ہست
نباشد اگر جذبۂ اخلاص ہست

چرا نیست و از خواجہ آن بایدم
زغم چشم قلزم نشاں بایدم

ز دل گریہ اندوہ رشکم برد
ز مژگاں مگر سیل اشکم برد

من ایں کار برخود گرفتم بہ چشم
بہ مژگاں گرا در رفت رفتم بہ چشم

بہ گریم زغم بو کہ شادم کنند
گہر سنجِ گنج مرادم کنند

بہ گریم کہ سیلم ز سر بگزرد
نہ از سر ز دیوار و در بگزرد

---

[1] عرفی در لاہور در ۹۹۹ھ مُرد و ہماں جا مدفون شد۔ ولے بعد از چند ماہ درویشے مدفنش را قبر مرشد خود دانستہ استخوانش را از قبر بر آوردہ بہ نجف اشرف بُرد و آنجا دفن کرد۔ (شعر العجم جلد سوم)

سرشکے کہ از دیدۂ من چکد
دگر بارہ از چشمِ روزن چکد

طلب پیشگاں را بہ دعوائے چہ کار
ز بخشندہ یزدانم امید دار

کہ جایں بر درِ بوترابم دہد
دراں خاک فرمانِ خوابم دہد

چہ کاہد ز نیروے گرداں سپہر
چہ کم گردد از خوبیِ ماہ و مہر

کہ دل خستۂ دہلوی مسکنے
ز خاکِ نجف باشدش مدفنے

خدایا بدیں آرزویم رساں
ز اشکِ من آبے بہ جویم رساں

نفس در کشم جائے گفتار نیست
تو دانی و ایں از تو دشوار نیست

گزیں بعد در عرصۂ روزگار
بروئے زمیں یا بہ کنجِ مزار

زغالب نشاں جز براں در مباد
چنیں بادہ در جام و دیگر مباد۔

مغنّی نامہ

مغنّی دگر زخمہ بر تار زن
گل از نغمۂ تر بہ دستار زن

بہ پردازش آں گل افشاں نوائے
نہ گویم غم از دل دل از من ربائے

دل از خویش بر دارد بر ساز نہ
ہم از خویش گوشے بر آواز نہ

ز گنجینۂ ساز بر دار بند
دریں پردہ نقشے بہ ہنجار بند

۱؎ کنیت حضرت علیؓ۔

برامش بزاو رہم آواز شو ؛
بہ آہنگِ دانش نواساز شو
کہ دانم زدستان سرائے چنیں ؛
دل آویز باشد نوائے چنیں ؛
زکام و زبان ہر سر جان را درود
زجان جاودانی روان را درود
گہرجوئے را مژدہ کز تیرہ خاک
درخشد ہمی گوہر تابناک
کہ ہر گوہرے را کہ دارند پاس ؛
بدان گیر و اندازہ گوہر شناس
دمے کاندر آئیں زمن میرود
تو دانی سخن در سخن میرود ؛
سخن گرچہ گنجینۂ گوہر ست
خرد را ولی تابشے دیگر ست ؛
ہمانا بہ شبہائے چون پرِ زاغ
نہ بینی گہر جز بہ روشن چراغ
بہ پیرائشِ ایں کہن کارگاہ ؛
بدانش توان داشت آئیں نگاہ
بود بستگی را کشاد از خرد ؛
سہر مرد دانای مبادا از خرد

خرد چشمۂ زندگانی بود ∴
خرد را بہ پیری جوانی بود ∴

فروغِ سحرگاہِ روحانیاں
چراغ شبستانِ یونانیاں ∴

نگاہے کہ پوشیدہ رویانِ راز
بہ خمیازہ جستند از خوابِ ناز

چہ خمیازہ عنوان نام آوری
خمارِ مے خواہشِ دلبری ∴

ازاں پیش کایں پردہ بالا زنند
نگہ را صلائے تماشا زنند

ردائے فلک گوہر آما شود ∴
بساطِ زمیں عنبر اندا شود ∴

نورے ازاں پردہ بر جائے خویش
بروں داد نورے ز سیمائے خویش

زبانے کہ رخشانیِ برق زد ∴
سراپردہ جوشِ انا الشرق زد

نخستیں نمودار ہستی گرائے ∴
خرد بود کامد سیاہی زدائے

بہ پیمانہ ہائے نظر نورِ پاک
نمودند قسمت براجزائے خاک

زہر ذرہ کاں آفتابی شود ؛
نگہ سرخوش کامیابی شود ؛
ہنوزم در آئینۂ رنگ بست
خیالے ازاں عالمِ نور ہست
کہ بینی بہ تاریکیِ روزِ من ؛
فروزاں سوادِ دل افروزِ من
کفِ خاکِ من زاں ضیاگستری ست
کہ چوں ریگِ رخشاں بہ انجم گری ست
کسے کو دم از روشنائی زند
بہ خود فالِ دانش ستائی زند
دریں پردہ خود را ستایش گر ست
کہ دانند مردم کہ دانشور ست
خرد جویم از خود بود مرگِ من ؛
بہ ہستی خرد بس بود مرگ من
سخن گرچہ پیغامِ راز آورد
سرودار چہ در اہتزاز آورد
خرد داند ایں گوہریں در کشاد
ز مغز سخن گنج گوہر کشاد
خرد داند آں پردہ بر ساز بست
بر امشِ طلسمے ز آواز بست ؛

بدانش تواں پاس دم داشتن
شمارِ خرام قلم داشتن ؏

ازیں بادہ ہرکس کہ سرمست تر
بہ افشاندنِ گنج تردست تر ؏

بہ مستی خرد رہنمائے خود ست
رود گرز خود ہم بجائے خود ست

بہ کامِ دل مے پرستاں شبے ؏
بہ ساقی گری خاست نوشیں لبے

تبسم کناں بادہ در جام ریخت
پے نقل از پستہ بادام ریخت

زلب بوسہ بر لبِ جام زد
بہ خود گردپیمانہ را نام زد

لبش را مے ازبسکہ افشردہ تنگ
بیامیخت بالب چو با لعل رنگ

ہمی خواست باتشنگاں دست برد
خودش بادۂ خویش از دست برد

بداں مے کہ خود خوردواز دست شد
نہ یک تن دو تن کانجمن مست شد

کجا در خورِ آں شرابیم ما ؏
زمے خوارہ ساقی خرابیم ما

چو ساقی رہِ خود نمائی گرفت ٭
بہ مستی خرد زور دائی گرفت
سیہ مست تر ہر کہ ہشیار تر ٭
سبک دوش تر چوں گرانبار تر
جگر گوں نوائے کہ نامش دل ست
زِ تہ جرعہ خواران ایں محفل ست
نشیدے کہ مستان ایں مے گشند
صریر از قلم نالہ از نے کشند
سرودِ سخن رو شناس ہم ست
کہ ہر یک ز دا بستگانِ دم ست
بود در شمار شناساورے ٭
خرد را بہ گفتار ہم گوہرے
زہے کیمیائے معانی سخن ٭
بہ خود زندۂ جاودانی سخن
سخن را ازاں دوست دارم کہ دوست
بہ تصدیق از ما طلبگار اوست ٭
سخن گرچہ خود گوہریں افسرست ٭
سخن در سخن لعل با گوہرست
سخن بادہ اندیشہ مینائے او
زباں بے سخن لائے پالائے او

به پیمودنِ باده پیمانه گوش
خرد ساقی و خود خرد جرعه نوش

حریفاں دریں بزم همواره مست
به بوئے زمے جمله یکباره مست

پلنگینه پوشاں دریں انجمن
چو گردوں به رقص اندروں چرخ زن

خرد کرده در خود ظهورے دگر
دل از دیده پر رفته نورے دگر

ز گنجے که بینش به ویرانه ریخت
در آفاق طرحِ پریخانه ریخت

زدودن ز آئینه زنگار برد
ز دانش نگه ذوقِ دیدار برد

دریں حلقه او باش دیدار جوے
به دریوزهٔ[۱] رنگ آورده روے

خرد کرده عنوانِ بینش درست ؛
رقم سنجیِ آفرینش درست

فروغِ خرد فرّهٔ ایزدی ست
خدا ناشناسی ز نابخردی ست

نظر آشنا روے دانائیش
عمل روشناسِ توانائیش ؛

---

[۱] دریوزه یعنی دریوزه۔ گداگری۔ به هندی بھیک۔

زاندیشہ دم در نظر نام یافت
بہ کردار رفت از اثر کام یافت
بہ چشم سُبک سر ازو گوش تاب
گراں پایۂ خواہش ازو در حساب
چناں سطوتش راز بوں خشم و آز
کہ فرمان او بردہ گرگ و گراز
غضب را نشاطِ شجاعت دہد
زخواہش بہ عفّت قناعت دہد
بہ اندازہ زور آزمائی کند
خورد بادہ و پارسائی کند
بدیں جنبش از مرگ بخشد نجات
بر اندیشہ پیماید آب حیات
منشہائے شایستہ عادت شود
نظر کیمیائے سعادت شود
ز دانش پدید آید آئین داد
رسی چوں بدیں پایہ نعم المعاد
برند از تو گر خودسرائیندگی
نہ دارد زبانی بہ پایندگی
جگر خوں کن و از دل آزاد زی
بدیں جاودانی رواں شاد زی

چناں داں کہ مردے بر اسپے سوار
بدشتے رُخ آوردہ بہرِ شکار
جگر خوارہ یوز[1] زیست ہمراہ او
جگر خوارۂ یوز دل خواہِ او
کند گر بہ اندیشہ رفتار ہا
نگہدار اندازۂ کار ہا
نہ گیرد سمندش رہِ توسنی
بود رام یوزش بہ صید افگنی
بہ نیروے مردی و غمخوارگی
ہمش یوز آسودہ ہم بارگی
چنیں کس بدیں گونہ رخش و پلنگ
تواند کہ صیدے در آرد بہ چنگ
دگر دشت پیما ہنر پیشہ نیست
شناساے فرجام اندیشہ نیست
رہ انجام بے راہہ پوئی کند
دواندر روش زشت خوئی کند
چرد در چراگاہ تا برگ و شاخ
رود در پے صید در سنگلاخ
بہ جوشد بہ سر مغز رخش از تموز
بہ خارا شود سفتہ چنگال یوز

---

[1] یوز۔ چیتا۔

بہ سستی یکے گشتہ پولاد پارے
ز تندی یکے رفتہ پولاد خارے
مرایں را زپرّے شکم باد ناک
مرآں را زگرمے زباں چاک چاک
سوار اندریں ہرزہ گردی نژند
نہ رویش براہ و نہ صیدش بہ بند
سوارے کہ رخشش نہ فرماں برد
ندانم کہ بے چارہ چوں جاں برد
من بے خبر کایں قدم می زنم
مپندار گز داد دم میزنم
بدیں دم کہ در نامہ رانم ہمی ؛
بداں خاک ناچیز مانم ہمی
کزاں خاک ریحان و سنبل دمد
دگرگونہ گون لالہ و گل دمد ؛
تماشائیاں را بود سرو و خاک
بود ہمچناں جوہرِ خاک خاک
ز دردے کہ دل را بہم میزند
ز جوشے کہ خاطر بہ غم می زند
بود در گزرگاہ آواز من ؛
شناور بہ خوں گوشِ دمساز من

بدانش غمم آموزگارِ من ست
خزانِ عزیزاں بہارِ من ست

غمے کز ازل در سرشتِ من ست
بود دوزخ امّا بہشتِ من ست

بغم خوش دلم غمگسارم غم ست
بہ بیدانشی پردہ دارم غم ست

زمن جوے در بد نکو زیستن
جگر خوردن و تازہ رو زیستن

درشتی بہ نرمی زبوں داشتن
رسد گر ستم غمزہ پنداشتن

بہ عجز از دروں سوُ جگر سوختن
بنا زار بردں سوُ رخ افروختن

بہ ہنگامہ نیرنگِ ساز آمدن
زخود رفتن و زود باز آمدن

زدل خار خار غمم انگیختن
خسک در گزار نفس ریختن

سمن چیدن و در رہ انداختن
دل افشردن و در چہ انداختن

بہ دریوزہ گنجینہ اندوختن
بہ بازیچہ دانائی آموختن

طرب را بہ مے خانہ گردن زدن
طرب خانہ را قفلِ آہن زدن

رواں کردن از چشم ہموارہ خوں
بہ شورابہ شستن ز رخسارہ خوں

برفتن سراز پاے نشناختن
بماندن تن از جاے نشناختن

شگفتن ز داغے کہ بردل بود
نہفتن شرارے کہ در دل بود

بدیں جادہ کاندیشہ بیہودہ است
غمم خضر راہ سخن بودہ است

نظامی[1] نیم کز خضر در خیال
بیاموزم آئینِ سحرِ[2] حلال

زلالی[3] نیم کز نظامی بخواب
بہ گلزارِ دانش برم جوے آب

نظامی کشد نازِ تا بم کجا
زلالی بود خفتہ خوابم کجا

---

[1] نظامی گنجوی، شاعر بلند پایہ بزبان فارسی۔
[2] سحر حلال۔ نام مثنوی بزبان فارسی کہ ہمہ در صنعت تجنیس قوافی است۔ تصنیف اہلی شیرازی متوفی ۱۵۳۵ء شاعر بزرگ در عہدِ شعرا رمتاخرین۔
[3] زلالی خوانساری متوفی ۱۶۱۵ء شاعر بزرگ۔ زبان فارسی۔

مرا بسکه در من اثر کرده غم — بمرگِ طرب مویه گر کرده غم

نظامی بحرف از سروش آمده — زلالی ازو در خروش آمده

من از خویشتن با دلِ دردمند — نوای غزل برکشیده بلند

غزل را چو از من نوای رسید — زوالا لپیچی به جای رسید

که نشگفت کاین خسروانی سرود — شود دحیِ وهم بر من آید فرود

نباشم گرانجبه گنجم بس ست — به غم گرچنین پرده سنجم بس ست

کنونم ببر شور گفتار نیست — بساز غزل زخمه بر تار نیست

بشعر ار چه کمتر شکیبم همی — بدین پرده خود را فریبم همی

کسی کش بجای بود دل به بند — بافسانه لختی گسارد گزند

کسی را که با غم شماری بود — روا باشد ار غمگساری بود

که در خستگی چاره جوئی کند — به غمخواری افسانه گوئی کند

چو میرد بر آن مرده نالد هم او — سرانجام کارش سگالد هم او

مرا بین که چون مشکل افتاده است — چه خونها ست کاندر دل افتاده است

خود از درد بیتاب خود چاره جوی — خود آشفته مغز و خود افسانه گوی

به تنهائی از همدمانِ خودم — به دل مردگی نوحه خوانِ خودم

کسم در سخن کار فرمائی نیست — به بخشندگی همت افزائی نیست

چه گوید زبان آورِ بی نوا — چه آید ز هیلاج بی کدخدا

شبی کاین ورق را گشودم نورد — به پرکار اندیشه تیز گرد

شب از تیرگی اهرمن روی بود — ز سودا جهان اهرمن خوی بود

به خلوت ز تاریکیم دم گرفت — نشاطِ سخن صورت غم گرفت

دران کنج تار و شب هولناک — چراغی طلب کردم از جان پاک

چراغے کہ باشد ز پروانہ دور — چراغے کہ باد از ہر خانہ دور

نہ بینی نشانے ز روغن درو — کند شعلہ بر خویش شیون درو

چراغے کہ بے روغن افروختم — دلے بود کز تابِ غم سوختم

ز یزداں غم آمد دل افروز من — چراغِ شب و اخترِ روز من

نہ شاید کہ من شکوہ سنجم ز غم — خرد در نخندد از من چو رنجم ز غم

غمِ دل ز من مرحبا جوے باد — دلم زار و لب مرحبا گوے باد

دلم ہمچو غالب بہ غم شاد باد
بدیں گنجِ ویرانہ، آباد باد

ساقی نامہ

بیا ساقی آئینِ جم تازہ کن — طرازِ بساطِ کرم تازہ کن

بہ پرویز از مے درودے فرست — بہ بہرام از نے سرودے فرست

بہ دورِ پیاپے بہ پیمائے مے — بہ شورِ دمادم بفرسایِ نے

قدح را بہ پیمودنِ مے گمار — نفس را بہ فرسودنِ نے گمار

نکیسا دماں را بہ رامش درآر — سہی سرو را در خرامش درآر

بہ خشم ار بلائے ز یاراں بہ گرد — بہ کامِ دلِ شاد خواراں بہ گرد

مبادا نظامی ز راہت برد — بدستاں سوئے خانقاہت برد

فریبش مخور چوں مے آشام نیست — ستم دیدۂ گردشِ جام نیست

خود اوراست از پارسا گوہری — سپہرے سروشے بہ ساقی گری

ورع پیشہ مسکیں چہ داند ترا — بہ آرایشِ نامہ خواند ترا

رضائے جوئے من شو کہ ساغر کشم — گرم نیل و جیحوں دہی در کشم

زبیہودنِ مے بہ جامِ سفال ؎ خورد دجلہ در ساغرم خاک بال
اگر زود مستم پریشاں نیم ؎ دگر دیر مستم گرانجاں نیم
پذیرد زمے گوہرم آب و رنگ ؎ بہ مستی فزوں گرددم ہوش و ہنگ
زاندازہ سنجی برانم کہ تو ؎ گرانمایۂ یک دانم کہ تو
بہ ساقی گری رند و آزادۂ ؎ خوری بادہ امّا تنک بادۂ
ہر آئینہ چوں یک دو ساغر کشی ؎ زمستی خرد را بہ خوں در کشی
بہ لغزد ترا پا بہ رفتار در ؎ سراسیمہ گردی بہ ہر کار در
بجاں در رسد کار کز تاب مے ؎ گلوئے صراحی نہ دانی زنے
ازاں پیش کایں رفتگی رو دہد ؎ گلِ جلوۂ بیخودی بو دہد
بیندیش جائے و بیارائے بزم ؎ بنہ بادہ و گل بہ پہنائے بزم
فروہشتۂ از دو سو بر عذار ؎ شکن در شکن طرۂ مشک بار
بہ مے دادن از سرو سوسن قبائے ؎ بہ زلفِ درازت مسیحا دپائے
ہمانا تو دانستۂ کز دو سال ؎ نہ نوشم مے الّا بہ بزمِ خیال
زلب تشنگی چوں بہ مے درخورم ؎ تو کمتر خور امروز تا برخورم
تو آں چشمۂ کز تو خضر آب خورد ؎ سکندر زلب تشنگی تاب خورد
نہ خضرے کہ در آب باشی بخیل ؎ تو آبی و لے کوثر و سلسبیل
ہر آئینہ چوں اعتقاد ایں بود ؎ منوش و بنوشاں کہ داد ایں بود
زخود رفتہ ترکی ست ہندوئے تو ؎ عجب نبود از خوبی خوئے تو
کہ جوئی رضائے زخود رفتۂ ؎ دہی مے بہ مرگِ جگر تفتۂ
تو لے آنکہ پہلو نشین منی ؎ بہ ہینارہ اندر کمینِ منی
نہ دانی پس از روزگارے دراز ؎ بہ مے کردہ ام دست بارے دراز

در اندیشہ محوِ تلاشم ہنوز قدح سازد و ساقی تراشم ہنوز
درین داستاں نیز گر وارسی بخویش است گفتارم از بیکسی
مے خویش و جامِ سفالِ خودم نہ ساقی کہ من ہم خیالِ خودم
چہ ساقی یکے پیکرِ سیمیا مے آرزو دے مرا کیمیا
مرا دستگاہِ مے و شیشہ کو نشاطے چنیں جز در اندیشہ کو
مے و شیشہ بگزار و بگزر ز من ہمانا نہ من بلکہ ایں انجمن
گل و بلبل و گلستاں نیز ہم مہ و انجم و آسماں نیز ہم
نمودیست کانرا بود بود ہیچ زیاں ہیچ و سرمایہ و سود ہیچ
بہ عرضِ شناسائیِ ہر چہ ہست بہ وہم است پیدائی ہر چہ ہست
نہ ہر گہ کہ تنہا نشینی بجائے بہ خاطر کنی طرحِ بستاں سرائے
بہ آرایشِ باغ رو آوری دراں باغ از دجلہ جو آوری
دمانی گل و نرگس از روئے خاک نشانی بہ طرفِ چمن سرو و تاک
نوا گر کنی مرغِ بر شاخسار بہ موج آوری آب در جوئے بار
بخویش ار چہ داری گمانے زباغ بروں از تو نبود نشانے زباغ
در اندیشہ پنہاں و پیدا توئی گل و بلبل و گلشن آرا توئی
نمودِ دو گیتی بہ گیتی خدائے چنین است دیگر ندانیم رائے
من و تو کہ بدنام پیدائیم رقمہائے منشورِ یکتائیم
ولیکن چو ایں ایزدی سیمیاست بدانست حسّی چنیں دیرپاست
نمودی کہ حق راست نبود چرا زماں چوں از آنجاست نبود چرا
دو گیتی ازاں جوئے بیش نیست ازل تا ابد خود دمے بیش نیست
زمان و مکاں را ورق در نورد خیالے بروں ریز از ہر نورد

نه از من ز سعدی شنو تا چه گفت — سخن گفت در پرده اما چه گفت

رهِ عقل جز پیچ در پیچ نیست — بر عارفاں جز خدا هیچ نیست

دگر رهروے گوید از زیرِ دلق — که حق هست محسوس و معقولِ خلق

خیالے در اندیشه دارد نمود — هماں غیب غیب ست بزمِ شهود

نشانهاے رازِ خیالِ خودیم — نواهاے سازِ خیالِ خودیم

خوشست باد غالب بساز آمدن — نوا سنجِ قانونِ راز آمدن

به گیتی مگر حرفِ دیگر نماند — و یا خود ترا هوش در سر نماند

که چوں سینه کمتر دهد بانگِ خوں — به نشتر کشائی رگِ ارغنوں

چه زاں رازِ پنهاں نوا بر کشی — که چوں باز پرسند دم در کشی

به گفتارِ اندیشه بر هم مزن — در اندیشه دل خوں کن و دم مزن

نه دانی که دانش به گفتار نیست — دریں پرده آواز را بار نیست

نه دانی که مینا شکستن بسنگ — نه بخشد بدل ذوقِ گلبانگِ چنگ

تصوف نه زیبد سخن پیشه را — سخن پیشه رند کژ اندیشه را

نشاں مند ایں روشنائی نهٔ — غزل خوان و میخور رسنائی نهٔ

غزل گر نه باشد نواے دگر — سر دل سلامت هواے دگر

اگر مجلس آراے را عود نیست — بر آتش فگندن نمک سود نیست

غزل گر ملال آرد افسانه گوے — کهن داستانهاے شاهانه گوے

من آں خواهم اے لاابالی خرام — کزیں پویه خوش سگالی خرام

ز شاهاں سخن گر گهر سفتن ست — سخن گفتن از حق جگر سفتن ست

ننالی ز خم گر جگر سفته شد — سخنهاے حق بیں که چوں گفته شد

خود ایں نامه فهرست راز حق ست — درون و برونش طرازِ حق ست

ز انگیز معنی و پرواز حرف | به هنگامه بستی طلسمے شگرف

سخن چوں ز همدم به پیغاره نیست | مرا از پزیرفتنش چاره نیست

به زیدم ثنا گوے نابوده کس | به والا جناه زستوده کس

نه زر گفت کانم نه خاک نیست | سخن در سخن می رود باک نیست

سخن را خود آں گونه دانم سرود | کزیں نیز خوشتر توانم سرود

وے تاب در خود نیابم کنوں | صریر قلم بر نتابم کنوں

دریغا که در ورزش گفتگوے | به پیری خود آرائی آورد روے

ببرنائیم روے پیری سیاه | ز گیسو بود بر فرق مشکیں کلاه

کنوں نیست ظل همایم به سر | به پیری نتاد ایں هوایم بسر

سیاهی ز موے سرم زود رفت | مگر کاتش افسردگی ایں دود رفت

شبابم که تاب تبے بوده است | ز شبهاے جوزا شبے بوده است

به دامن که دارم شمارے دراز | شبے کو نه در روزگارے دراز

نه بود ارچه لبهاے خنداں مرا | دلے در دهن بود دنداں مرا

که هرگه به هنگامه غم خوردمے | ز مردم نهاں در دل افشردمے

چه گریم که لبهاے خنداں کجا | جگر خایم از غصه دنداں کجا

به بے برگیم گلفشاں بودن ست | به دم سردی آتش زباں بودن ست

دریغ از ترقی معکوس من | که باشد سر من به پابوس من

فلک بسکه ناچیز خواهد مرا | ببالا نداند به کاهد مرا

ز سر باد پندار بیروں شده | تهی سرو من بید مجنوں شده

بود قد خم گشته چوگانِ من | سرم گوے و اندیشه میدان من

چه غم گر فلک رنگم از روے برد | توانم ز خود در سخن گوے برد

نه نالم ز پیری چو انم برائے — هنوزم بود طبع زور آزمائے
سخن سنج معنی ترازم هنوز — به شیوائیِ شیوه نازم هنوز
هنوزم جگر موج خوں می زند — ز دل نیش غم سر بروں می زند
ز چشمم همان خوں به داماں چکد — به تن نبود اما ز مژگاں چکد
ز حرفے که اندر ضمیر آیدم — هنوز از دهن بوئے شیر آیدم
به هر بذله کز لب فشانم چو قند — خضر "دُرِّ مَن قَالَ"[1] گوید بلند
به دستاں زنی خامهٔ منقار من — هدر خون مرغِ گل از خار من
توانم که در کارگاهِ هنر — به نیروئے یزدان پیروزگر
ز هم بگسلم باستانی تراز — سخن را دهم جاودانی تراز
سریرے ترازم که در سایه اش — بود بالش قدسیاں پایه اش
نهالے نشانم که در پائے او — مه و زهره ریزد ز بالائے او
رہے پیش گیرم کز اقبال من — دود خضر بے خود به دنبال من
نفس را کنم با دعائے گرد — که باشد مر آں را اثر پیش رَد
مثالے نویسم که پیغمبراں — نویسند "لَا رَیْبَ فِیْهَا"[2] براں
زباں تازه سازم به نیروئے بخت — به ذکر شهنشاه بے تاج و تخت
گذشت آنکه دستاں سرائے کهن — ز کیخسرو و رستم آرد سخن
منم کم بود در تراز کلام — شهنشه پیمبر سپهبد امام
ز فردوسیم نکته انگیز تر — ز مرغ سحر خوان سحر خیز تر
فرو مردن شمع ساسانیاں — بود صبح اقبال ایمانیاں
رقم سنج منشور یزدانیم — ز ایمانیم گویم ایمانیم

---

[1] قال تحسین است بزبان عربی که بعد از شنیدن اشعار دلکش می گویند۔
[2] لَا رَیْبَ فِیْهِ "درین شک نیست" این آیت قرآن است در سورهٔ بقره۔

کسے را کہ نازد بہ بیگانگاں ۔ خرد در شمارد ز دیوانگاں

بہ اقبال ایماں و نیروے دین ۔ سخن راندم از سیدالمرسلینؐ

دریں رہ بہ پیچ سفرہا بسے ست ۔ بود راست لیکن خطرہا بسے ست

ز پالغزہا کاندریں رہ بود ۔ بود رہ دراز ارچہ کوتہ، بود

بہ مستی تواں نغز گفتار بود ۔ مرا باید از خویش ہشیار بود

سخن گفتن و پاس رہ داشتن ۔ سخن را ز مستی نگہداشتن

یکے در شبستاں بہ شبہائے مے ۔ ہم آتش نہد پیش و ہم مرغ و مے

یکے را بہ عشرت گہ شہریار ۔ ز مے بوئے مشک آید اندر بہار

مرا بیں کہ دیماہ دارد بہشت ۔ نیاید بجز دانہ سبحہ کشت

بہ بزمے کہ در وے بود اجتناب ۔ ز رود، و سرود، و شراب و کباب

سخنور چہ گفتار پیش آورد ۔ کزاں رنگ بر روئے خویش آورد

نماند بہ شاہانِ دیہیم جوئے ۔ شمارِ شہنشاہ درویش خوئے

دریں بزم اوباشں را بار نیست ۔ مے و ساغر و زخمہ و تار نیست

نہ من بلکہ اینجا برامشگری ۔ اگر زہرہ آید شود مشتری

اگر جائے دستاں سرائی بُدے ۔ رہ و رسم جادو نوائی بُدے

زباں را برامش گرو کردمے ۔ دم جنبشِ زخمہ نو کردمے

ہمم زخمہ از دیگراں تیز تر ۔ ہمم ساز دانشں نوا خیز تر

بہ آزادگی خسروی می کنم ۔ بدیں پشت دولت قوی می کنم

نباشد اگر بارے دیں درمیاں ۔ نہم ہفت خواں بلکہ ہفتاد خواں

پرم از تو برتر بہ بال گزاف ۔ تو سیمرغ آری و من کوہِ قاف

تو سوسن فرستی بجنیا گری ۔ مرا جنبش کلکِ رقص پری

تو کاں بادہ ہائے گوارا زنی — دم از تشنگی دمے آشکارا زنی

من و جام بے بادہ در خوں زدن — بہ لب تشنگی جوش جیحوں زدن

ترا زانکہ ایں طرز و ہنجار نیست — مرا با تو دعوے بہ گفتار نیست

بہ بیں تا چہ نازاں بخویش از من ست — کسے کاں سپاس از تست و بیش از من ست

بہ نامش گر از صاف مے قطرہ ایست — مرا نیز قرباں تہ جرعہ ایست

یکے صاف آب طربناک خورد — یکے خود بہ تہ جرعگی پاک خورد

ز سرجوش نوشاں چہ گوئی خموش — بتہ جرعہ خواراں رہا کن خروش

بنوشیدن ار صاف مے خوشتر ست — دلے دُرد در راستی دیگر ست

دگر غالب اے عہد ہائے تو سست — بہ پیمانِ دانش وفائے تو سست

حدیث مے و شیشہ و جام چیست — چگوئی و ایں شیوہ را نام چیست

نہ گفتی کہ بیزار گشتم ز مے — بریدم ز بزم و گذشتم ز مے

ز دیوانگی تا کے اے شور بخت — نہی در گذرگاہ سیلاب رخت

بہ رفتار ناخوش مشو تیز گرد — دریں رہ بہ شوخی میانگیز گرد

بہ مستی دریں راہ دستاں مزن — میا شوب و ہوئے چو مستاں مزن

ادب در نہ ہیں جوی و آئیں گزیں — بہ فنِ سخن شیوۂ دیں گزیں

براہے کنی پویہ کز پائے تو — درخشد چو خورشید سیمائے تو

بکارے زدی دست کز ساز تو — دم جبرئیل ست ہمراز تو

چوں کشتی نشینانِ دریا نورد — بسیر از رہت بر مخیزاد گرد

ترا بخت در کاریاری دہاد
بہ پیوندِ دیں استواری دہاد

مثنوی[1]

درین سال نواب عالی جناب[2] — بہ روئے زمین غیرت آفتاب
محمد علی خانِ فرخندہ خوئے — کہ ہم نامدارست ہم نام جوئے
چو بنشست بر مسندِ سروری — ازو سروری یافت آں برتری
کہ از سروری یافت شاہی رواج — کلاہ مہی گشت ہمسر بہ تاج
زہے شہرتِ ایں ہمایوں جلوس — کہ آوازہ افتاد، در روم و روس
ز غالب کہ از روزگارے دراز — بریں عتبہ ساید جبینِ نیاز
بہ نظارۂ جشن اقبال جشن — سخن رفت در بارۂ سالِ جشن
پس از شکر دادار جاں آفریں — چنیں گفت پیرے قناعت گزیں
کہ چوں اخترِ نیک آمد بفال
ہم از اخترِ نیک پیداست سال

۱۲۶۳ھ

مثنوی

نامۂ منظوم بنام جوہر[3]

وفا جوہرا[4] از تو غم دور باد — دلت سرخوشِ بادۂ سور باد
رسید از تو الفت فزا نامۂ — رواں تازہ کن دل کشا نامۂ
نخواہم کہ در عرصۂ روزگار — نشیند ترا بر دل از غم غبار

---

[1] ایں مثنوی در کلیات مطبوعہ ۱۸۶۳ء موجود نیست و در "سبد چیں" و "باغ دو در" مرقوم است۔
[2] نواب محمد علی خاں۔
[3] ماخوذ از نسخۂ خطی کلیات غالب مرقومہ [illegible] کاتب راے جھجل کتب خانۂ خدا بخش پٹنہ (مآثر صفحہ [illegible]) و باغ دو در صفحہ ۳۴ و ۳۵ شامل اور ضمیمہ کالج میگزین لاہور شمارہ اگست [illegible]
[4] مراد جواہر سنگھ جوہر تلمیذ غالب۔

ز رنجوری من مخور غم که من | ندارم غمِ هستیِ خویشتن
نه جاں از من است و نه جسم آنِ من | خود از مُردنِ من نه نقصانِ من
حدیثے ست شایسته و سودمند | ز شایستگی بوده دانا پسند
ازاں کس که فرزند او ئی شنو | گر از من نه باشد نکوئی شنو
چناں داده فرماں که در ساز راه | نباشی به حیلت گری عذر خواه
عزیزانِ رهرو گرامی کنند | به شادی دراں ناحیت می رسند
به شادی دریں جمع انباز گرد | چو گردند اینان تو هم باز گرد
الا تا نه سنجی که ایں زاں به است | چنیں خواسته است آنکه فرماں ده است
مشو سخت کوش و مشو سخت گیر | دریں آمدن باش فرماں پذیر
به حکمِ پدر چو گزیدی سفر | به گرد از سفر هم به حکمِ پدر
دریں رفتن از آمدن شاد باش | به تبعیت از طعنه آزاد باش
ز هجرِ تو مادر به تاب اندر است | گدازاں چو شکّر در آب اندر است
پدر نیز مشتاق دیدار تست | به صد گونه خواهش طلب گار تست
ترا خواهد از بس که خواهد ترا | نه خواهد گرو پس که خواهد ترا
بیا و دو خونیں جگر را به بیں | به مادر نشین و پدر را به بیں
دگر من چراغ سحر گاهیم | قدم نه براهِ هوا خواهیم
بیا تا به بینی که چوں می تپم | چناں دیده تا دل به خوں می تپم
بیا تا تنم غرق خوں بنگری | درونِ مرا از بروں بنگری
[۱]بیا تا به بینی که از روزگار | کنونم بجائے رسیدست کار
[۲]که می نوشم از خستگی نیز ورع | بجائے مے ناب مار القرع

۱؎ و ۲؎ ایں دو شعر از "باغ دو در" نقل کردم۔

بیا و بیا و بیا و بیا — سر آمد سخن والدعا والدعا

بخواں چو بخوانی ورق را تمام
ز نیر سلام و ز عارف سلام

مثنوی[1]

علماں، اے دقیقہ اندیشاں — حق پرستاں و معدلت کیشاں
ترزبانانِ وصف جد و جاد — راز دانان دین و دانش و داد
شاہی ما بہ دھر حادث نیست — نو بر نخلۂ حوادث نیست
یافت ہر کس کہ جست عنوانش — منتہی تا بہ یافت اعلانش
زاں نشاں گاہ تا صفی اللہ — بود ہر دیدہ ور نبی اللہ
شد بہ نیروئے ایں دلیل درست — کہ نیاگان ما ز روز نخست
یا گرامی پیمبراں بودند — یا گراں مایہ سروراں بودند
زاں سپس روزگارہائے دراز — در سراپردہ ہائے عزت و ناز
بود ہر کس بہ کشور آرائی — تا بہ چنگیز خاں مسیحائی
چوں قراچار دم زد از اسلام — بنگہ قوم یافت ماہ تمام
بعد ازاں تا بما کہ بوظفریم — ہمہ فرماں دہان داد گریم
ہیچ کس دم ز اعتزال نہ زد — گام بر مسلکِ خیال نہ زد
دشمنِ جوہرِ نگاہ نہ ایم — منکرِ رویتِ الٰہ نہ ایم
رسمِ ما نیست ناسزا گفتن — کارِ ما نیست جز ثنا گفتن

---

[1] ایں مثنوی بے نام کہ تصنیف غالب است از متفرقات غالب (مرتبۂ پروفیسر مسعود حسن رضوی) نقل نمودم، سبب تصنیف مثنوی در مقدمۂ کتاب نوشتہ ام۔

خانہ زادِ رسول و آل ویم　　دشمنِ خصمِ بدسگالِ ویم

خانہ زادِ نبی و آلِ نبی　　نہ کند با صحابہ بے ادبی

زانکہ ایناں امین و دادگراند　　با نبی ہم نشیں و ہم سفراند

کیش بیگانگی رہا کردہ　　بر نبی مال و جاں فدا کردہ

بہ ولائے نبی و عترتِ او　　یافتہ ملک و دیں بہ دولتِ او

بدسگالِ صحابہ بے دین است　　درخورِ صد ہزار نفرین است

کارِ اصحاب بیں و بد مشمر　　حالِ ایشاں چو حالِ خود مشمر

گر ترا صرفۂ نکوکارے ست　　حبِ ایشاں طرازِ دینداریست

فکرِ بغضِ صحابہ سودائیست　　خاطرِ کفر را سویدائیست

رفضِ ماخولیائے خام آرد　　صیدِ دیوانگی بہ دام آرد

با تو گویم اگر یقیں داری　　کایں بزرگاں ز روئے دینداری

خیر خواہِ رسول و آلِ وی اند　　عاشقِ جلوۂ جمالِ وی اند

دوستاں را شمردۂ دشمن　　درخورِ سرزنش توئی یا من؟

آنچہ اندیشۂ نہانیِ تست　　ہمہ از روئے بدگمانیِ تست

کارِ دیں مشکل است آساں نیست　　بدگمانی طریقِ ایماں نیست

پیش ازیں آں چنانکہ ما گفتیم　　حرفے از رازِ برملا گفتیم

تاج و تیغ و نگیں خود از ما بود　　دولت و ملک دیں خود از ما بود

آں نیرزد بہ غصہ، گر ایں ماند　　ملک گر رفت، گو برو، دیں ماند

اندریں روزگار گر شب و روز　　ما نہ داریم طالعِ فیروز

حاصلِ ماست با ہمہ خم و پیچ　　گوشۂ و توشۂ و دیگر ہیچ

بے شکوہی و ظلمت اللہ لیکن　　بست بر من غلط بد آئینی

(حواشی بر صفحہ دیگر ملاحظہ نمایند)

کاں غلط بسکہ بر زبانہا رفت — تا اودھ زاں غلط نشانہا رفت

دیدہ باشد کہ شہریار نیم — کار فرمائے ہند و دار نیم

شاہیِ من بجز ریاست نیست — بہر من پایۂ سیاست نیست

لاجرم رفت و ہر چہ خواست سرود — ناروا گفت و خود نہ راست سرود

بر چنیں کس ہزار نفریں باد — لعنت از حق، ز خلق آمیں باد

زیں کہ توقیع من نوشت بہ جعل — خاطرم راست اندر آتش نعل

حاش للہ کہ پنجۂ سیمیں — سترد نقش داد و دانش و دیں

پنجۂ را کہ ساخت خو بہ ستیز — چوں تواند ستمگر دست آویز

راہِ حق را بہ حرف نتواں بست — خود ز دایہ گو بہ طرف نتواں بست

آں یکے کز خدا نہ داشت خبر — مرنبی را شمرد جادوگر

چوں نہ گردد رہا رسولِ خدا — "مِن لِسَانِ الوَریٰ فَکَیفَ اَنَا"؟

گرچہ بر من بزور نتواں بست — تہمتے را کہ مرد ناداں بست

لیک بدنام کرد و داد این ست — کہ ز خوں ریختن زیاد این ست

نخورم خونِ دل ز خشم چرا؟ — کہ رود بر من ایں دروغ و مرا

نیست یارا دریں گزرگہ تنگ — کہ بگویم من و رود سرہنگ

تا زباں از قفا بروں کشدش — چوں بمیرد بخاک و خوں کشدش

یا بگیرند و خوار و زار کنند — واژگوں بر خرش سوار کنند

رو سیہ گرد شہر گردانند — گر نہ گردد بہ قہر گردانند

ور تو گوئی "مجال دیارا نیست" — حاکماں راست، گرچہ مارا نیست

---

۱ اشارہ است بہ جانب مرزا شکوہ۔ (حواشی صفحہ ۶۷)

۲ اشارہ است بہ جانب مرزا نورالدین۔

دہر را حاکمان دادگر اند — کہ ز ہر کس بداد بیشتر اند

ہر کہ بد کرد، کیفر آں ہست — قتل گر نیست، بند و زنداں ہست

لاجرم من کہ بادشاہ ہستم — پیش دادار دادخواہ ہستم

علت جعل کم گناہی نیست — بہر مجرم گریزگاہی نیست

جعل سازی و فتنہ پردازی — جرم دانی و نشتری بازی

رائے حکام دہر تا چہ بود؟ — ایں چنیں جرم را سزا چہ بود؟

گر جفا پیشہ را نیازردم — بہ امینان ملک بسپردم

بوظفر، ملک و دیں خدا داد است — دادخواہیم و کار با داد است

نامہ را ختم کن کہ پایاں یافت — مدعا صورتے نمایاں یافت

علما را ز خود دعا بفرست
دیں نمو دار جا بجا بفرست

قصائد

قصیدۂ اوّل در توحید

اے ز وہم غیر غوغا در جہاں انداختہ — گفتہ خود حرفے و خود را در گماں انداختہ

دیدہ بیرونِ دروں از خویشتن پرداختہ — پردۂ رسم پرستش درمیاں انداختہ

اے اساسِ عالمِ اعیاں بہ پیوندِ الفت — ہمچناں بر صورتِ علم و عیاں انداختہ

نقش بر خاتم ز حرفِ بے صدا انگیختہ — شور در عالم ز حسنِ بے نشاں انداختہ

چرخ را در قالبِ بدِ داغ درد ریختہ — خاک را بر نطعِ پیدائے ستاں انداختہ

عاشقاں در موقفِ دار و رسن واداشتہ — غازیاں در معرضِ تیغ و سناں انداختہ

زنگہا در طبعِ اربابِ قیاس آمیختہ — نکتہ ہا در خاطرِ اہلِ بیاں انداختہ

آنچناں شمعے براہِ شبرداں افروختہ — ایں چنیں گنجے بجیبِ بے دلاں انداختہ

با چنیں ہنگامہ در وحدت نمی گنجد دوئی — مردہ را از خویش دریا بر کراں انداختہ

رایضے کش پویۂ دشت خیالت در دل ست — وہم در شبگیر دستش بر عناں انداختہ

کاتبے کش نشاءِ وصفِ جلالت در سرشت — لرزہ در تحریرِ کلکش از بناں انداختہ

نزد بانے بستہ بادیوار کاخے در نظر — انتعاشے در نہادِ این و آں انداختہ

رفتہ ہر کس تا قدم گاہے و ز آنجا خویش را — پایہ پایہ از فراز نردباں انداختہ

لے بہ نزہت گاہِ تسلیم رسولِ حق شناس — ز آتشِ نمرود طرحِ گلستاں انداختہ

دے برستاخیز تا ردمار قوم ناسپاس — جان اژدر در تنِ چوبِ شباں انداختہ

ہر کجا سرہنگ حکمت در سیاستگاہِ قہر — قرعۂ عرض شکوہِ قہرماں انداختہ

در بردتِ[1] نحسِ اصغر چنگ سفاکی زدہ — در گلوی سعدِ اکبر[2] طیلساں انداختہ

ا؎ بردت بمعنی سبلت، مونچھ۔ نحس۔ شوم ۲؎ سعدِ اکبر۔ زادش برجیس، مشتری۔ (فرہنگِ غالب)

از تو در ہنگامہ بازی خوردگان تار و پود
رقعہ رقعہ از پلاسِ پرنیاں انداختہ

وز تو در بازارِ سوداپیشگانِ ہست و بود
بے متاعِ آوازۂ سود و زیاں انداختہ

دادہ در توحیدم آئینِ غزل گفتن بیاد
اے ہم از گفتار بندم بر زباں انداختہ

مطلعِ ثانی

بر رخِ چوں ماہ برقع از کتاں انداختہ
در نہفتن پردہ از رازِ نہاں انداختہ

گشتہ با چشمِ بتانش نقش ہمطرحی درست
ہر کرا در دوت بہ بسترِ ناتواں انداختہ

شحنۂ عشقت کرا بنشاندہ بر نطعِ قصاص
بر کنارِ نطع فرشِ ارغواں انداختہ

تا بود عاشق بزندانِ عدم دائم اسیر
در نہادش شورِ سودائے دہاں انداختہ

تا بود شاہد بہ آزارِ دلِ عاشق حریص
در دلش ذوقِ سماعِ اَلاَماں انداختہ

غم چو گیرد سخت نتواں شکوہ از دلدار کرد
بہرِ آسانی اساسِ آسماں انداختہ

گل چو ماند دیر گردد بر دلش بازار سرد
بہرِ تجدیدِ طرب طرحِ خزاں انداختہ

گلخن افروزانِ داغت ہشت گلشن را چو خس
در گزارِ نالۂ آتش فشاں انداختہ

جادہ بیابانِ راہت نہ فلک را چوں جرس
در گلوئے ناقہ ہائے کارواں انداختہ

آتشے از روئے گلہائے بہار افروختہ
شعلۂ در جانِ مرغِ صبح خواں انداختہ

دجلۂ در ساغرِ معنی طرازان ریختہ
رشحۂ در کاسۂ دریا دکاں انداختہ

سر بہ تیغ از دوشِ جانبازاں سبک برداشتہ
بار بر دلہائے نامراداں گراں انداختہ

جز بدیں آب آتشِ زردشت نتواں سرد کرد
کعبہ را جوئے بہشت از ناوداں انداختہ

جز بدیں الماس نتواں ایں چنیں دُردانہ سُفت
رخنہ از اسلام در کیشِ مغاں انداختہ

چشم را بخشیدہ چوناں گردشی کارباب ہوش
بر زمیں دانند طرحِ آسماں انداختہ

دادہ ابرو را بد نیساں جنبشے کاہلِ قیاس
در تنِ شمشیر پندار اند جاں انداختہ

اے ز شرمِ خاکساران تو از شہپر ہما
چوں گلیمِ کہنہ ظل را بر کراں انداختہ

ذوقِ تمکینِ گدایانِ تو گنجِ شاہ را
از دلِ رنجور و چشمِ پاسباں انداختہ

تا دریں صورت ز چشمِ دشمنان پنہاں بود
دوست را اندر طلسمِ امتحاں انداختہ

تا علاجِ خستگیٔ آسایشِ دیگر دہد
خارہا در رہ گزارِ میہماں انداختہ

اے عمل را دادہ فرجامِ مکافاتِ عمل
گرچہ دانا شرحِ آں از ابر زباں انداختہ

تند خویاں را بہ داغِ ناشکیبی سوختہ
ناجویاں را بہ بندِ دود و ماں انداختہ

آنکہ وصفت را ز خود بینی بہ گفتن دادہ سانں
بر سمندِ شعلہ خس بر گستواں انداختہ

سوخت عالم را صریرِ کلکِ من غالب مگر
کآتش از بانگِ نے اندر نیستاں انداختہ

رقصِ خس بر شعلہ زانساں سر خوشم دارد کہ من
دانم اندر بادہ ساقی زعفراں انداختہ

می سرایم نغمۂ توحید و شورِ این نوا
چوں نیم سوراخ ہا در استخواں انداختہ

زانکہ این ترک تباہ اندیشہ در عنوانِ حمد
حرفے از فقر و فنا اندر میاں انداختہ

تا شناسد حدِ خود زین سرزنش خود را بقہر
در تمنائے بہشتِ جاوداں انداختہ

این گرانجاں عندلیبِ بینوا کاندر خیال
شاخِ طوبےٰ را ز بارِ آشیاں انداختہ

زابلہی سنجد کہ رضوان در ہوائے مقدمش
طرحِ جشنِ تازہ در باغِ جناں انداختہ

نیستش سرمایۂ کردار تا مزدی بود
چشم بر رسمِ عطا دا از مغاں انداختہ

با خموشی ساخت پندارم بامّید قبول
گفتہ خود حرفے و خود را در گماں انداختہ

قصیدۂ دوم در نعت

مرادے ست بہ پس کوچۂ گرفتاری
کشادہ روے تر از شاہدانِ بازاری

بہ لاغری کنم آساں قبول فیض سخن — کہ رشتہ زود رباید گہر ز ہمواری

بہ تنگی دہن دوست خاطرے دارم — کہ دل ربودہ ز دشمن بہ نغز گفتاری

ز طوطیان شکر خا نگوی داز من جوے — نشاطِ زمزمہ دلذّتِ جگر خواری

چو زلف جوہرِ تیغم بود پریشانے — چو چشم ناز بخونیشم رسد ز بیماری

نہ مایہ بخشی دل درحقِ زباں بیش ست — مژہ چہ پیش برد دعوی گہر باری

بہ جوش خون دل از قدر گریہ افزِ دل ست — چرا نبا شدم از تاب چہرہ گلناری

ز بسکہ عمر سپردم بہ بذلہ پالائی — ز بسکہ خوے گرفتم بہ لذّتِ خواری

ز آب خضر نشاں میدہم بآسانی — بذوقِ عربدہ جاں میدہم بدشواری

چو مژدہ، دوست نوازم، چو فتنہ بخصم گداز — بدل ز سادگی و با زباں ز پرکاری

چو باد تند کہ ہنگامہ سنجِ خویشتن ست — ستیزہ، بودش با غبار پنداری

ملالِ خاطرِ حاسد ز من بداں ماند — کہ گرد رہ بہوا پیچد از سبکساری

چہ ننگ اگر بہ سخن ہمفن ست چون بہ سخن — ز دودہ ام ز ورق داغِ ننگ ہمکاری

مرا کہ عرضِ ہنر دوزخ پشیمانیست — ہمیں بس ست مکافاتِ حاسد آزاری

شد آں کہ ہمقدماں را ز من غبارے بود — ز رفتگاں بگزشتم بہ تیز رفتاری

مسنج شوکت عرفی[1] کہ بود شیرازی — مشو اسیر زلالی[2] کہ بود خوانساری

بسومنات خیالم درائی تا بینی — رواں فروز برد دوشہائے زنّاری

بساطِ روے زمیں کارگاہ ارژنگی — بتانِ دیر نشیں شاہدانِ فرخاری

جحیم جو شدم از پردہ نفس چو مرا — بود بجان عدوے بنی شرر کاری

بہشت ریزدم از گوشہ ردا کہ مرا — ز خوان نعتِ رسولست زلّہ برداری

مطاعِ آدمؑ و عالم محمدؐ عربی — وکیل مطلق و دستورِ حضرتِ باری

---

[1] جمال الدین، عرفی شیرازی متوفی ۹۹۹ھ۔ [2] زلالی خوانساری متوفی ۱۰۲۴ھ۔

شهنشهی که دبیرانِ دفترِ جاهش | به جبرئیل نویسند عزت آثاری
عدو کشی که ز چاکِ کنارِ توقیعش | ودیعه تا دل خسرو جراحت کاری
افاضهٔ کرمش در حقایق آفاق | بسانِ روح در اعضای جانور ساری
افادهٔ اثرش بر قوائم افلاک | به شکلِ رعشه بر اندامِ آدمی طاری
دران نورد که وحدت بچار سوی شهود | فروخت رونقِ هنگامهٔ خریداری
متاعِ او به تماشا سپرد ارزانی | حدوثِ او بقدم داد گرم بازاری
نشان رتبهٔ ذاتش بعالم توحید | دوپایه برتر از اخفالی وز آشکاری
تو کز وجوب مغایر شماری امکانش | ز احولی ست نگه در مقام زنّاری
چنان بود که به بیند بخواب کس خود را | از مشاهدهٔ حق بعین بیداری
دران مقام که هنگامه ساز کثرت کرد | نهفت جادهٔ مقصود اندران تاری
ظهور ایزد یکتا بصورتِ خاصش | نهاده در ره اعیان چراغ غمخواری
چنیں که می نگرم جلوهٔ حجاب گداز | چه مشکل ست دگر خویشتن نگهداری
می مشاهده پر زور و من ز ساده دلی | خورم چو بیش کنم حرص بیشتر خواری
سخن مذاقِ دگر یافت شورشی دارد | نمک فشانیٔ مستی به مغز هشیاری
عنان گسیخته بیراهه تاختن تا چند | بشرعِ پیچم و گردم بپویه هنجاری
بمطلعی که ز غیبت رسانده ام به حضور | کشم نوای نیایش بناله و زاری

مطلع ثانی

زهی ز حرفِ تو اندیشه را مددگاری
خرد به پایهٔ شرعت ز فتنه زنهاری

ترا کلیم و کفش اجر آستان روبی | ترا مسیح و دمش اجرت هواداری

اسیرِ دامِ ترا خلد در ہوا خواہی
مریضِ عشقِ ترا حور در پرستاری

تو مہ شگافی و خورشید را بگرداند
رفیقِ تو بہ قدم گاہِ قدرت اظہاری

دم از ترانۂ خوے تو در اثر سنجی
دل از فسانۂ موے تو در نشانداری

بہ عطر سائیٔ موجِ نسیم نوروزی
بمشک زائیٔ نافِ غزالِ تاتاری

اگر نہ خاصہ ز بہرِ بساطِ عزت تست
بنائے کعبہ دریں کہنہ چار دیواری

چراست اینکہ حقش کردہ کار فرمائی
چراست اینکہ خلیلش نمودہ معماری

چو موج دبحرِ ستایش گر ترا پیوست
نشاطِ فیضِ ازل با زباں کند یاری

سخن یکیست دلے در نظر ز سرعتِ سیر
کند چو شعلۂ جوّالہ نقطہ پرکاری

سخن ز مدحِ تو بالد بہ خویش کز تعظیم
بصد ہزار زبانی ستودہ باری

بہ فیض کحلِ ولای تو در نظر دارم
کہ آنچہ حدِ نظر نیست در نظر داری

خود از احاطۂ علمیّۂ تو بیروں نیست
ہر آنچہ پیش تو گویم ہمے بناچاری

ز آسمان گلۂ اتفاق ناسازی
ز بخت شکوۂ توفیق زشت کرداری

بمن دریں کہ فرد ریزد از زباں چہ گرفت
شکایتے کہ نہ گنجد بدل ز بسیاری

بداوری سرِ کارم بہ جمعے افتادہ است
کہ برگزیدۂ چرخند در ستمگاری

چو فتنہ جامعِ قانونِ عالم آشوبے
چو غمزہ صاحبِ فرہنگِ مردم آزاری

فگندہ دلو و رسن را بچاہ و بر سرِ چاہ
شکستہ اند سبوے مرا بسرشاری

بسا بگشتہ و ہم بر پئے آنخستینم
بسانِ گاوِ خراس اندریں طلبگاری

زنادکم تن خصم ایمن ست و من خستہ
قضا سپردہ بہ پیکانِ تیر سوفاری

کجاست دست کہ چینم ثمر ز نخلِ امید
اگر رسد بزمین شاخش از گرانباری

اگرچہ ز اشتلم بخت میزیم ناکام
بداں صفت کہ کسے جاں دہد بدشواری

معاش من بہ معاد عدوے تو ماند
ز رنگ لنگ نژندی ز گونہ گوں خواری

دلی باین ہمہ درماندگی چو یاد آرم | ز رحمتے کہ بحالِ جہانیاں داری
ز ہم فرو گسلد بند بند فتنہ اگر | بقدرِ ذوقِ ببالم دریں گرفتاری
دو روزہ راہ بہر رنگ میتواں پیمود | بلند و پست سرافرازی و نگونساری
ننالم از ستمِ غیر بر تو باد کہ تو | مرا بدستِ منِ دیو سار نگزاری

بہ جنبشِ اثرِ لا الٰہ الا اللہ
غبارِ ہستیِ غالب ز پیش برداری

قصیدۂ سوم در نعت

آن بلبلم کہ در چمنستان بشاخسار | بود آشیانِ من شکنِ طرّۂ بہار
آن ساقیم کہ از اثرِ رشحۂ کفم | خمیازہ را بموجِ گل انباشتی خمار
آن مطربم کہ ساز نوائے خیالِ من | غیر از کمندِ جاذبۂ دل نداشت تار
آن کوکبم کہ در تب و تاب نوردِ شوق | اوجِ من از رسیدنِ نَے یافتی قرار
آن ریشۂ نگاہ امیدم کہ دم بدم | بود از نمِ طراوتِ دل شوقم آبیار
ہر غنچہ از دمم بہ تقاضائے شگفتگی | فیضِ نسیم و جلوۂ گل داشت پیشکار
ہر جلوہ راز من بہ تقاضائے دلبری | از غنچہ بود محملِ نازے برہ گزار
ہم سینہ از بلائے جفا پیشہ دلبراں | فرہنگِ کاروانیِ بیدادِ روزگار
ہم دیدہ از ادائے مغاں شیوہ شاہدان | فہرستِ روزنامۂ اندوہِ انتظار
ہم در زمانہ بہر رواجِ نشاطِ خویش | ہم در میانہ از اثرِ عکسِ روے یار
پیمانہ را بہ نرخِ چمن دادے بہا | آئینہ را بہ موجِ شفق بستے نگار
شوقم جریدۂ رقمِ آرزوے بوس | ذوقم قلمروِ ہوسِ مژدۂ کنار

فکرم بجیب شاہد اندیشہ گلفشاں
کلکم بہ طرف گلشن نظّارہ لالہ کار

از چشم و دل بہاد مرا بود تاج و تخت
وز رنگ و بو بساطِ مرا بود پود و تار

بختم بجیب عشرتیان میفشاند گل
سعیم ز پاے محنتیاں میکشید خار

وقت مرا روائی کوثر در آستیں
بزم مرا طراوتِ فردوس در کنار

ساقی ز بادہ بر اثر نغمہ عذر خواہ
مطرب ز نغمہ در ہوسِ بادہ حق گزار

از پردہ ہاے ساز نفسہا اثر فشاں
وز جلوہ ہاے ناز نظرہا کرشمہ بار

ہموارہ ذوق مستی و لہو و سرور و سوز
پیوستہ شعر و شاہد و شمع و می و قمار

با کیسہ در خصومت و با کاسہ در لجاج
رندان پاکباز و شگرفان شادخوار

بد مستی شبینہ و خواب سحر گہے
رنگینئ سفینۂ و اشعار آبدار

اکنون منم کہ رنگ بردیم نمے رسد
تا رخ بخون دیدہ بشوییم ہزار بار

صدرہ ز داوری بگرو باز بردہ ام
افتادگی ز خاک و پریشانی از غبار

نقشم بنامہ نیست بجز سرنوشتِ داغ
تارم بجامہ نیست بغیر از تن نزار

نم در جگر نماندہ ز تردستیٔ مژہ
دل را بہ پیچ و تاب نفس میدہم فشار

چشمم کشودہ اند بکردار ہاے من
زایندہ نا امیدم و از رفتہ شرمسار

پایم بہ گل ز حسرت کشت کنار جوی
خارم بدل ز یاد ہم آہنگئ ہزار

ہم در دمن فتادہ در آشوب گاہ بیم
شمعِ سحر گہ و قدحِ دست رعشہ دار

خو کردنم بوحشت شبہاے بیکسی
برد از ضمیر دہشت تاریکئ مزار

در پیکرم ز درد و دریغست جان و دل
در بسترم ز خارہ و خارست پود و تار

ہم تن ز ضعف وقف شکنہای پیچ و تاب
ہم دل ز رنج داغ المہاے بیشمار

از خون دیدہ ہر مژہ ام شاخ ارغوان
وز سوز سینہ در نفسم تاب لالہ زار

کاشانۂ مرا در و دیوار شعلہ خیز
ہمسایۂ مرا سر و دستار پر شرار

پیمودہ ام دریں سفر از پیچ و تاب عجز — در ہر قدم ہزار بیابان و کوہسار

داغے بدل ز فرقت دہلی نہادہ ام — کش غوطہ دادہ ام بہ جہنم ہزار بار

بخت از سوادِ کشور بنگالہ طرح کرد — بر خویش رخت ماتم ہجرانِ آں دیار

با ایں ہمہ نہیب کہ جاں میرمد ز تن — با ایں ہمہ نورد کہ دل میرود ز کار

لختے بہ دل ز بیمیٔ شوق جنوں مزاج — لختے بہ پشت گرمیٔ جان امیدوار

محوم چناں کہ چہرہ ندانم ز دشمنی — مستم چناں کہ گل نشناسم ز نوک خار

ہر گردِ فتنہ طرّۂ خوباں کنم گمان — ہر زخم کینہ خندۂ مستاں دہم قرار

پست و بلند را نہ سگالم بہ ناز و عجز — رد و قبول را نہ پذیرم بہ فخر و عار

ہر گونہ زہر عربدہ اندر مذاقِ من — مانند تلخیٔ مے ناب ست خوشگوار

در دشت بر دمیدن نیزہ ز طرف کوہ — چشمم مراست جلوۂ روئے بتابسار

دکانِ روستائی و شبہائے برشگال — دانم سوادِ سایۂ تاکست و آبشار

آیا بود کہ گریہ بدل تازگی دہد — چون سبزۂ کہ بر دمد از طرف جویبار

آیا بود کہ دست تہی موج زر زند — چوں آتشے کہ سر کشد از پردۂ چنار

آیا بود کہ از اثرِ اتفاق بخت — دیوانہ را بوادیٔ یثرب فتد گزار

ہم دوش شوق را دہمی حلّہ زاں نسیم — ہم چشم بخت را کشمے سرمہ زاں غبار

سایم بر آستان رسولِ کریم سر — جاں را بہ فرق مرقد پاکش کنم نثار

ہم مزدِ سعی بخشم و ہم مژدۂ سکوں — از بوسہ پائے خویش کنم بر درش فگار

فخر بشر امانِ رسل قبلۂ امم — کز شرع اوست قاعدۂ دانش استوار

آں ابتدائے خلق کہ آدم دریں نورد — ہمچوں امام سبحہ برونست از شمار

آں منتہائے ہمت ہستی کہ در وجود — اندر میان دہر نشاں میدہد کنار

در معرضِ لطافت مہرش جہاں جہاں — گلہائے شیشہ میدمد از مغز کوہسار

در موقف سیاست قہرش زمان زمان | مہر از شعاع می کشد انگشت زینہار
دانی چراست کز اثر جلوۂ قدش | بر خاک نقش سایہ نگردید آشکار
وقتیکہ ریخت طرح شمائلش ز نور خویش | برداشت از میانہ حجاب آفریدگار
ہم سطوتش بہ عرضِ شکوہِ شہود حق | از ہر نگہ دریدہ جگر گاہ اعتبار
ہم قدرتش بادعوی شرحِ کمال خویش | قانونِ نطق را ز رگ سنگ بستہ تار
از فیض بخشی نفسش غفلت آگہے | وز دل نوازی کرمش جبرِ اختیار
در بزم رنگ و بوے نگاہش زمر تفنے[۱۰] | در رزم آرزوے سپاہش ز ذوالفقار
حقاکہ لفظ احمدؐ و لطفے کہ تحت اوست | گنجیست شایگان و طلسمیت استوار
اماپے کشایش ایں معنوی طلسم | فطرت شگرف قاعدہ کردہ اختیار
باید نخست میم ز احمد فراگرفت | کان میم اسم ذات نبی را ست پردہ دار
ہر گہ بہ یمن معرفتِ ذات احمدیؐ | میم از میانہ رفت واحد گشت آشکار
بے پردہ بنگر از الف اللہ جلوہ گر | وز حا و دال بشمر و دریاب ہشت و چار[۱۲]
دارم سر حضور کہ در عرض خدمتیست | شوقم عنان گستہ تر از باد نو بہار

مطلع ثانی

اے آنکہ چشم در رہت از موج ہر غبار
فردوس را بدام نگہ مے کند شکار

تقدیر از وجود تو شیرازہ بستہ است | مجموعۂ مکارمِ اخلاقِ کردگار
توفیق در زمانِ تو ترتیب دادہ است | فرہنگ آفرینش و شرح رموز کار
ہم گوہر ترا ز شرر دریغ خود آبرو | ہم صانعِ ترا بوجود تو افتخار
در یمن کردہ اند یسار ترا یمین | در بذل دادہ اند یمین ترا یسار

جنت بکارگاہِ ولاے تو حلّہ باف — رضوان بیارگاہ رضاے تو پیشکار
در عالمے کہ بردمد از عرصہ رستخیز — در موقفے کہ سر زند از پردہ گیر و دار
بردامن از سپیدی روہا کشی طراز — در دام از رہائی اُمّت بری شکار
بخشش بہ نقد سجدہ روائی عطا نکرد — نگرفت تا نخست ز سنگ درت عیار
رحمت ثواب را بسراپردہ جا نداد — نا وردتا ز دفتر جودت برات بار
بے رخصت ولای تو طاعاتِ مدّعی — بے مزد ہچو کوششِ دہقان بشورہ زار
بے عشرت رضاے تو اوقاتِ زندگی — تنگ و تبہ چو دیدۂ مور و دہان مار
تا پنجۂ عطاے تو گردیدہ پردہ در — تا سایۂ لواے تو گردیدہ پردہ دار
خواہم رواج و رونق جنت نہ خار و خس — نازم سپید روے مشتے سیاہ کار
نظارہ گر بہ عرض نگہ بال میزند — با نزہت جمال تو سطریست از غبار
اندیشہ گر بسعیِ قلم ناز میکند — در حضرتِ جلال تو طفلیست نے سوار
می خواستم کہ شاہد مدحِ ترا کنم — دامانِ و جیب پُر ز گہرہاے شاہوار
در پیچ و تاب عرض جنون شمارِ شوق — ابیات را ز صد بر سانم بصد ہزار
ہر لفظ را بقافیہ آرم ہزار جا — ہر پردہ را بہ ولولہ سنجم ہزار بار
اما ادب کہ قاعدہ دانِ بساطِ تست — داد از نہیب حوصلہ را آزر افشار
از بسکہ بر جگر نمک دورباش ریخت — گردید خامہ در کفم انگشت زینہار
دیگر چہ گفت گفت کہ اے غالب حزیں — دیگر چہ گفت گفت کہ اے رندِ خاکسار
ہر چند شوق تشنۂ عرض عقیدت ست — اما تو دستایش ممدوحِ کردگار
از ناکسی بنال و جبین بر زمین بسای — کلک و ورق بیفگن و دست دعا برار
تا کسوتِ وجود شب و روز را بدہر — از تاب مہر و پرتوِ ماہ ست پود و تار
تا سینہ راست نالہ در انداز کاؤ کاؤ — تا دیدہ راست جوش نگہ ساز خار خار

تا سجدہ راست در رہ حق مژدۂ قبول — تا عذر راست بر در بخشش نوید بار
تا شاخ راز حیش بود غنچہ خندہ ریز — تا ابر راز شوق بود دیدہ اشکبار
بادا محیط نور ز فیض تو موجزن — بادا بنای دہر ز شرع تو استوار
عزم مجاہدان تو با چرخ ہمعنان — سعیٔ موافقان تو با خلد ہمکنار
دایم ز وضع چرخ ثوابت محیط باد — بر تارک عدوے تو ابر تگرگ بار
لاغر چناں کہ در خم دیپیچ فغان و آہ — نتوان شناختن تنش از نالہ ہاے زار
آنرا کہ بردہ الفت گیسوے تو بخاک — سنبل دمد ز جیب سواد شب مزار

وانرا کہ بر خلاف تو رفتہ ہست در لحد
ددی بر آورند ولیکن ہم اژدہار

قصیدۂ چہارم
مشترک در نعت و منقبت

چوں تازہ کنم در سخن آئینِ بیان را — آواز دہم شیوہ ربا ہمنفساں را
رقصد قلم بیخود و من خود ز رہِ مہر — بر زہرہ فشانم اثر جنبش آں را
در زمزمہ در بر رخ داود کشایم — تا بہرہ فرستد زرہِ گوش زباں را
جبرئیلؑ ددد در ہوس فیض سر و شم — چندانکہ چکاند چو خوی از رو ے رواں را
ہر گہ کہ بہ مشاطگیٔ ناز کشایم — پیچ و خم جعدِ نفس عطر فشاں را
رضوان دود از حلقہ حوراں برہ باد — افگندہ ز کف غالیہ و غالیہ داں را
ہر گہ کہ بہ گوہر کدہ راز نہم روی — آور دن آرایش سیماے بیاں را
در راہ گہر ریزہ فشانم کہ پس از من — زیں جادہ شناسند رہ گنج نہاں را

هان دایه پرستان ز جواهر شمارید | تلخاب رگ قلزم و خونابهٔ کان را

گوهر کده راز بود عالم معنی | وز لفظ گهر ریزه بود وادی آن را

لفظ کهن و معنی نو در ورق من | گویی که جهانیست و بهاریست جهان را

آن دیده به لفظم نگرد نازش معنی | کاندر تن یوسف نگرد شادی جان را

فرزانه زهی خانه که فیضی رسدش خاص | خواهد شرف ذات خداوند مکان را

نازم روش زهره که در شکر گذاری | از حوت به تثلیث ببیند سرطان را

چون من ز سخن یافتم این مرتبه خواهم | کز عرش فراتر نگرم پایهٔ آن را

دیں پایه در آنست سخن را که ستایم | ممدوح خداوند زمین را و زمان را

آن کز اثر گرم روی در شب معراج | در بال ملک سوخت نشاط طیران را

شاهی که پی سجدهٔ خاک کف پایش | ارزش نبود جز سر صاحب نظران را

حق تا نفرستاد ز غیبش به شهادت | کز خاطر این نشه به در شک جنان را

از فرط محبت که بدان جان جهان داشت | نگذاشت قضا سایهٔ آن سرو روان را

در کشور لطفش کنی از شهر و دهی فرض | زانگونه در آنجا نگری امن و امان را

کز فرط رواج زر و بیکاری آهن | بر سنگ محک رشک بود سنگ فسان را

در موقف قهرش نگری بر روش داد | دار و رسن و درّه و شمشیر و سنان را

از بهر ثنا گستری تست وگرنه | اندازهٔ گفتار نبودے حیوان را

از بهر نثار قدم تست وگرنه | ایزد به کف خاک ندادے دل و جان را

گر بار رخ عشاق تو تشبیه دهندش | گلگونه شود خلد برین روی خزان را

نازم بجسانی که به تشبیه خم تیغ | دیدند برابروئے تو ماه رمضان را

در عالم عدل تو بهر رمهٔ دشت | گرگان ستم پیشه رقیب اند شبان را

در نکته گر از قعر جهنم سخن رفت | در مفجع خطم تو ره افتاد گمان را

آن کیست کہ بیند چو برفتار درآری ‌ ‌ ‌ بر اوج سما رخش دلاویز عنان را

این بس کہ بہ تسکین دل از سایۂ رنگش ‌ ‌ ‌ اندیشہ بدل جاے دہد کاہکشاں را

رفتار تو آن کرد با فلاک ز شوخی ‌ ‌ ‌ کز چاک بود خندہ بر افلاک کتاں را

ہر چند شناسندۂ ہر راز شناسم ‌ ‌ ‌ آں چشم نہان بین وضمیر ہمہ داں را

لیک از تف آن زہر کہ غم در قدحم ریخت ‌ ‌ ‌ لب تشنگی ذوق بیانست عیاں را

فریاد رسا داد زبی برگیٔ ایماں ‌ ‌ ‌ کاین نخل بتاراج فنا رفت خزاں را

در خوشتن ایماں شمرم لیک ازاں دست ‌ ‌ ‌ کاندر تن محبوب شمارند میاں را

از عمر چہل سال بہ ہنگامہ سر آمد ‌ ‌ ‌ سرمایہ ببازیچہ تلف گشت دکاں را

روز آخر و من سست پے و قافلہ بس دور ‌ ‌ ‌ در باختہ ام از غم رہ تاب و تواں را

نزین روے کہ طاعت بکنم لیک خداوند ‌ ‌ ‌ از من نبرد مایۂ آرایش خواں را

ہر گہ کہ خورم ناں تنم از شرم گدازد ‌ ‌ ‌ چندانکہ زخویش آب کشم دست و دہاں را

در جلوہ پرستم رخ و گیسوے صنم را ‌ ‌ ‌ در شیوہ پسندم روش و کیش مغاں را

در قاعدۂ سجدہ سر از پا نشناسم ‌ ‌ ‌ در روزہ ز شوال ندانم رمضاں را

گیرم کہ نہادم بود از سجدہ لبالب ‌ ‌ ‌ اے واے گر از ناصیہ جویند نشاں را

شرع آنہمہ خود بین و من اینمایہ سبکسر ‌ ‌ ‌ کز ساقی کوثر طلبم رطل گراں را

تا نام مئ و ساقی کوثر بزباں رفت ‌ ‌ ‌ صد رہ لبم از مہر ببوسید زباں را

آں قوت بازوی تو کز برق نہیبش ‌ ‌ ‌ ریزد جگر و زہرہ ز ہم شیر ژیاں را

در کیش تو نا تافتہ رو از دم شمشیر ‌ ‌ ‌ بر خصم تو نکشادہ کمیں پشت کماں را

آں اصل نژاد تو کہ در عالم بینش ‌ ‌ ‌ یابند از دگر ز تو جویند نشاں را

گر دسر آں کس کہ بدوش تو نہد پاے ‌ ‌ ‌ گردش بود از راہ ارادت دوراں را

دوران تو و یار تو فرخندہ قرانیست ‌ ‌ ‌ در طالع من جلوہ دہ آثار قراں را

زان رو کہ امیدم بگرانمایگی تست — در خاطرِ من رہ نبود بیم و زیاں را
پرواز مرا شوقِ تو شہپر بود ارنہ — کو قدرتِ گفتار من ہیچمداں را
در پیچ و خمِ ہستیِ موہومیِ من بیں — آویزشِ بخت و رمِ طبعِ جواں را
منِ ایں ہمہ بیدستگہ و خامہ گہرپاش — در دستِ تہی تاچہ شمارست بناں را
از غالبِ دل خستہ بجو منقبت و نعت
دریاب بہ خونِ جگر آغشتہ فغاں را

قصیدۂ پنجم

صبحے[۱] کہ در ہوائے پرستاریِ وثن — جنبد کلیدِ بتکدہ در دستِ برہمن
در رُفت و روبِ دَیر دمد گرم راہباں — آرد بروں گداختۂ شمع از لگن
خیزند دستہ دستہ مغانان نشستہ روی — در اہتمامِ چیدنِ برسم ز نار دن
رخشد ستارہ از رُخِ ناشستۂ صنم — بالد بنفشہ از قدِ خم گشتۂ برہمن
بر روے خاک جلوہ کند سایہ در نظر — بر بوے دوست حلقہ زند مرغ در چمن
خواہد چراغ کشتہ چو شخصِ بریدہ سر — خیزد ز گل شگفتہ چو رنجورِ خستہ تن
بر جامِ قُل ز دیدۂ شبنم چکد نگاہ — بر روے گل ز طرۂ سنبل دود شکن
غوغاے روز پردہ کشاید ز خوب و زشت — آداے کوس خواب رباید ز مرد و زن
برخیزم و شرارۂ آذر بہر دو کف — روبم ز رخت خواب و فشانم ز پیرہن
بر بوے طرہ کہ شبم بر مشام خورد — بر رہ گزارِ باد بدم در کشم ختن
از ذوقِ مژدہ کہ نگارم بخواب داد — در انبساطِ وجد ہیم بر زنم بچمن

---

[۱] در منقبت امیر المومنین علی علیہ السلام (نسخہ د)

گرداب خانه زاد محیط ست لاجرم | گردم بذوق دوست ہماں گرد خویشتن
چون برگ گل ز باد سحرگاهیم زبان | رقصد بنام حیدر کرار در دہن
فیض دم انا اسد الله برآورم | منصور لاابالی بے دار و بے رسن
ساغر پے صبوح لبالب کنم ز مے | چونانکہ لب ز زمزمهٔ یا ابوالحسن
شاه نجف وصی نبی مرتضیٰ علی | آن از ائمه اوّل و ثانی ز پنجتن
ذاتش دلیل قاطع ختم نبوت ست | وقت غروب مهر و مہ ماه بے سخن
مه والی شب ست و ولی عهد آفتاب | باید بروشنی مه از مهر دم زدن
پیغمبر آفتاب و فروغش جمال دین | بعد از نبی امام مه و پیروان پرن
ای از تو بوده رونق دین محمدی | رویت سہیل و کعبه ادیم و عرب یمن
بالیده از تو علم و عمل در پناه هم | اے آبروے خلوت دل اے فخر انجمن
جز بر تو و نتائج پاکت ز سروری | نامی ست چون خدنگ نگاه در چه ذقن
گر دشمن تو هست توانا شگفت نیست | جانش ز ذوق تیغ تو خون گشته در بدن
از کینه مهربانی و از عجز پردلی | زانگونه شد پدید ز عدل تو در زمن
کز نره شیر بچهٔ آهو نخورده رم | الّا ز ماده شیر هم از جوشش لبن
در دشت رهرو تو ننوشد مگر رحیق | بر تخت پیرو تو نپوشد مگر خشن
یادت کنند روشنی خورد هر نفس | نامت برند حقهٔ پر دُر شود دہن
سوز غم تو بینم و نازم به بخت خویش | کایزد مرا نسوخت بداغ نسوختن
طبعیست جز بذوق تو ناگشته منبسط | جانیست جز به مهر تو نابوده مرتهن
خواهم ز فرط رشک که در مجمع حواس | مهر ترا بجوشش بدزدم ز خویشتن
داغ غلامی تو مرا بر جبین دل | جوشش مناقب تو مرا در خیال من
نوریست از بطانهٔ توفیق جلوه گر | بحریست در میانهٔ ابریق موجزن

مستم بدین طرب که بپردازش خیال
دارم بیاد روی تو خلوت در انجمن

شادم بدین ہوس که بمدح تو جاوداں
بندم ہزار دستہ ز نسرین و نسترن

کافور فرّ ایزدیم دہ کہ خویش را
مرہم نہم بہ خستگیٔ بند بندِ من

گفتی زمی بہ حشر و نرنجم ازین درنگ
مستی دہد ز بادہ چو صہبا شود کہن

لیکن ز زہر دان بسرِ این رباط نیز
نتواں دریغ کرد سفالی ز دردِ دن

آنم کہ تابِ غیرت آدای من کشد
از شاخ سدرہ طائرِ قدسی ببابِ زن

کلکم بدان مشابہ ز تیزی کہ بسترد
نقش نگار ارمنے از چشم کوہکن

بہر رہگزار قافیہ خاص اندرین زمین
نگزاشتم نچیدہ گلے غیر یاسمن

کوتاہے سخن نبود از رہِ قصور
دانند اہل فن کہ منم اوستادِ فن

در مدحت تو ذوق فشانم نہ بادخواں
دریوزۂ گہر کنم از دل نہ از عدن

دامم مرا شکار فراواں بود ولے
سیمرغ گشت قافیہ بگزشتم از زغن

داری سرِ غریب نوازی زہی نشاط
غالبؔ ندیدہ کہ غریبست در وطن

قصیدۂ ششم در منقبت

نازم بہ گرانمایگی دل کہ ز سودا
ہر قطرۂ خون یافتہ پروازِ سویدا

اجزاے وجودم ز گدازے کہ زجاں یافت
پالود بداں شیوہ کہ دل گشت سراپا

دریاب مذاقم ز کلامم کہ نباشد
مینای مرا پنبہ بغیر از کفِ صہبا

نالِ قلم از جوشِ گدازِ دل خویشم
سیراب بود، ہمچو رگِ ابر ز دریا

رخشانی معنے دمد از پردۂ لفظم
چوں شمع ز فانوس و مے لعل ز مینا

میراث رسیدست ز خویش نفسانم
داغے شرر انداد بیانے جگر آلا

یابی تہ خاکستر ہر حرف شرارے
آتشکدہ کا داست دمم پارسیان را

آنم کہ بافزایش اندازهٔ فطرت
آنم کہ بہ آرایش اندازِ تماشا

نطقم زدم انگیختہ از مغز خرد جوش
کلکم ز رقم ریختہ بر صفحہ ثریا

ہیں عیسیٰؑ و سامان نوالش نفس[۱] گرم
ہاں موسیٰؑ و برہان کمالش ید بیضا

چو دشت پُر از لالۂ خودرو ست بساطم
از جادہ نوردان محبم مُزد تقاضا

چوں لعل رگ ابر گداز جگر ستم
خونم ہمہ در دامن خود می چکد اما

گوئی مژهٔ اشک فشانم کہ سراسر
بر گنج گہر میزنم از نارِ سراپا

ہر زمزمہ کز کام و زبانم بتراود
جوید ز رہِ پردهٔ گوشم بدلم جا

چوں سیل کہ از بادیہ خیزد بہ بہاراں
نالد ز میں سینہ و گیرد رہِ دریا

ہر چند دریں عرصہ بہر رنگ کہ خواہی
با نیک و بد دہر بسر میبرد اما

دل می طلبد دوستی و دشمنی خلق
لب تشنۂ خونند چہ اعدا چہ احبا

ہشدار کہ مجنوں نتوان شد بہ تکلف
دیوانہ تواں گشت و لیکن بمدارا

گر حوصلہ ہمپائی نمی بود دریں راہ
در باختمی زہرهِ تاب و تب غوغا

آزادگے از موج بر دل بردیم گلیم
ورنہ من و ایں دعوی و ایں حوصلہ حاشا

در جیب رفیقاں گل شاداب فشاند
ہر چند تف تشنگیم سوخت بہ صحرا

در بزم حریفاں رگ مہتاب کشودم
گر خود ہمہ گردوں انکم ریخت بہ صہبا

نفریں نزند سیلی صرصر بہ چراغم
تحسیں ندماند ز رگ ساز من آوا

از بسکہ سیہ مستِ مے جنبش کلکم
در پردۂ ہر نقش دلم میرود از جا

بیراہہ اگر گام زنم خردہ نگیرید
در عربدہ راہم ز درازیست بہ مینا

نظارۂ خوبان و مے و نغمہ حرامست
دیدیم و شنیدیم سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا[۲]

---

[۱] در منقبت ابو الائمہؑ مرتضیٰ علی علیہ السلام نسخہ "د" صفحہ ۱۳۵۔ [۲] سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ما شنیدیم و اطاعت کردیم۔ "ترجمہ" از آیت قرآن است۔

با این همه هرجا کند آہنگ خرابی — سرگرمیٔ شوقے که بود حوصله فرسا

با نغمهٔ مطرب نتوان شد متعصب — از جلوهٔ ساقی نتوان کرد تبرّا

شوقست که چون نشاهٔ توحید رساند — از دار برد پایهٔ منصور ببالا

شوقست که فرہاد ازو مرده به سختی — شوقست که مجنون شد ازو بادیه پیما

شوقست که مرآت مرا داده به صیقل — شوقست کز و طوطی طبعم شده گویا

شوقست کز اعجاز اثرہاے قبولش — آئینهٔ پیدائیٔ حرف ست ورقہا

قانع به سخن نیستم و باک ندارم — نه ز خویشش سپاس ست و نه از غیر محابا

نظارگیِ جلوهٔ اسرار خیالم — در آئینهٔ چشم حسود و دلِ اعدا

نه آویزشِ دوتان ز سخن باز نمانم — سیلاب مرا زین خس و خاشاک چه پروا

شوقم همه راز ست من و عربده ہرگز — سوزم همه ساز ست من و شکوه مبادا

گر مهر و گر کین همه رعنائیٔ وہم ست — شاد آنکه به نیرنگ نه گردید فریبا

اندیشه دو صد گلکده گل برده بدامن — اما همه از نقش و نگارِ پرِ عنقا

چون پردهٔ شب بار مصور بخیالست — این کارگه وہم ز پیدائیٔ اشیا

آن وعظ فقیهانهٔ زاہد که نزیبد — بر صفحهٔ دین نقش رواجِ غم دنیا

وان نغمهٔ مستانهٔ رندان که نیرزد — دم سردیِ امروز بسرگرمیِ فردا

آن حسن و دمِ ناز ز افسون ادائے — جان باز دمیدن به تن صورت دیبا

وان عشق و گه عجز باُمید نگاہے — از خویش گذشتن بسر راه تمنّا

گردیدن ہفت اختر و نہ چرخ بهر سو — زین عربده بالیدن آشا بهر جا

گل کردن صد رنگ بہار از جگر خاک — برجستن یکدسته شرار از رگِ خارا

ہنگامهٔ ابلیس و نشان دادنِ گندم — افسانهٔ آوارگیٔ آدمؑ و حوّاؑ

دانسته شود هر چه ز اسرار تعیّن — سنجیده شود هر چه ز آثار من و ما

از خامۂ نقاش بروں نامدہ ہرگز / ہر نقش کہ بینی ز پس پردہ ہویدا

وحدت ہمہ حدیست معین کہ خود از وے / ہستی ہمہ جزئیست حقیقی کہ مر او را

طرفے نتواں بست بسر گرمیٔ اوہام / ہرگز نتواں کرد پراگندہ بر اجزا

آئینہ بہ پیشِ نظر و جلوہ فراواں / دل پُر ہوس و صاحب خلوت کدہ تنہا

پیدا و نہاں مشغلۂ حُبّ ظہور است / چوں پردہ برافتد نہ نہانست و نہ پیدا

مدہوش رہ در رسم فنائیم خبرم نیست / بیخویش قدح میزنم از خم کدۂ لا

ایمان من اے لذت دیدار کجائی / در کار ندارم بچکاں رشحۂ اِلّا

آں رشحہ کہ گوہرے ز گراں مایگیِ ناز / مہریست بہ گنجینۂ کیفیتِ اسما

آں رشحہ کہ ساریست در اعداد چو واحد / آں رشحہ کہ حالیست بہ صورت چو ہیولیٰ

آں رشحہ کہ آئینۂ تصویر نمائیست / اسرار رقمہائے حیات ابدی را

آں رشحہ کہ گرد طلبش باز نشاند / کوشش ز عرق مزد دہد لولوے لالا

آں رشحہ کہ گر در صدفش باز چکانند / از موج گہر ہا دمد انگارۂ دہا

آں رشحہ کہ ہیجواست چکد از کفِ ساقی / در عرضِ قدح در زدن اندر خم صہبا

زاں رشحہ نم فیض قبولست مرادم / ساقی علیؑ عالی و میخانہ تولّا

در سجدہ روائے خامہ کہ ایں اسم مبارک / منجملۂ اسمائے الٰہی ست ہمانا

گردِ سرِ ایں نام کہ معراج بیانست / سُبحانَکَ یَا رَبِّ تقدّس و تعالیٰ

آن مصطفوی رتبہ کہ تشریف ولایش / برتارک سلمانؓ[1] بنہاد افسر منّا

آن شاہ کرم پیشہ کہ ہنگام رکوعش / بالید خم حلقۂ خاتم ز مصلّیٰ

---

[1] حضرت سلمان فارسیؓ یکے از اصحاب کبار نبی صلعم بود، اول پیرو مذہب مجوس بود و نامش روزبہ بود، حضرت علی او را ابیار دوست می داشت، حضرت محمد صلعم فرمود سلمانُ منّا اہل البیت یعنی سلمان از اہل بیت است۔"

هم شوکت آثار علیؑ بود که داودؑ
صد چشم بره داشت ز اجزاے زره را

چو اسلحه سازاں که بسازند سر و برگ
تا مرد کند جلوه گری در صف هیجا

هم مژدهٔ دیدار علیؑ بود که می ریخت
در پردهٔ احیا ز لب و کام مسیحا

چون باد بهاری که به هنگام وزیدن
از گل فگند غلغله در خطهٔ غبرا

از مکرمتش ناف زمیں نافِ غزالست
مشکیں ز چه شد ورنه لباسِ حرم آیا

نے نے غلطم کز اثر ذوق ظهورش
زاں قطعهٔ دل خاک زند جوش سویدا

آں خاتم اسرار یدُاللہ که باشد
منقوش به اسمے که بود عین مسمّیٰ

شد مهر نبوت فُوَه[1] تا ساخت پیمبرؐ
از درزش نگین خانهٔ یاقوت کفِ پا

تا حلقه بگوشش ست ز نقش سمِ دُلدُل
بر طالعِ ایں دائرہ ز شکست فلک را

یال و دمش از پرتوِ دیدارِ گل افشاں
گردِ سُمش از جلوهٔ رفتارِ شفق زا

واں تیغ دو سر کز اثر شرک زدائی
بر کوکبهٔ کفر زند صاعقهٔ لا

چوں طرح شود با الف صیقل ایماں
در دیدهٔ توفیق دهد جلوهٔ اِلّا

سر رشتهٔ نطقم به گسستن زده آہنگ
از کار فرو بستهٔ دل عقده کشا یا

پیداست که ہیچے ہمه را چه ستاید
من ذره تو خورشید من و مدح تو حاشا

اندیشه بخارے و رگ خامه گیاہے
با فکر چه نیروے و بتحریر چه یارا

خواہم که ز جوش نفس و ولولهٔ شوق
بر شیوهٔ عشاق کنم مدح تو انشا

اے داغ غمت مردمکِ دیدهٔ اشیا
عکسِ تو ہر آئینه ز ہر آئنه پیدا

در جنبِ گرانمایگیٔ قدر تو عالم
چوں ذره به صحرا بود و قطره بدریا

نقشِ قدمِ مور چه پیشت بشب تار
چون جوہر آئینه ز آئینه ہویدا

---

[1] فُوَه: بفای مضموم و واو بهای زده، چیزے که براے افروزشِ رنگِ نگین زیرِ آن نهند و بهندی ڈانک گویند۔ (فرہنگ غالب)

در پیشِ نگاہ تو فلک پردۂ عینک
در چشمِ خیال تو جہاں محملِ لیلیٰ

میخوار ترا ننگ ز پیمانۂ جمشید
بیمار ترا رنج ز تیمار مسیحا

خاشاک درت تاج سرافرازیِ رضواں
نقش قدمت غازۂ رخسارۂ حورا

ہم موجۂ رفتار تو ذوقِ رُخِ یوسف ؑ
ہم جادۂ راہ تو رگِ خوابِ زلیخا

در گردِ خرام تو نگہ ریشۂ طوبےٰ
در بزمِ تماشاے تو مژگاں ید بیضا

تقدیر برخسارۂ توقیع امامت
زد از رقم نام تو گلگونۂ طغرا

توفیق بر آئینۂ اسرار نبوّت
کرد از اثر راے تو پرداز مہیّا

رفتار تو گر آئینۂ خاک زداید
از پردہ ہر ذرّہ دمد دیدۂ بینا

اعجاز تو گر سوے نباتات گراید
از ریشۂ ہر برگ برآید لب گویا

گویند کہ کوثر مے ناب ست سراسر
گویند کہ فردوس نگارست سراپا

آں چشمۂ ظرف قدحت رشحۂ باقی
واں سبزہ ز بزم طربت خردۂ مینا

مہر تو دریں عرصہ نبود اگر ایماں
بخشد بسلم قیمت موعودۂ کالا

روے تو دریں پردہ بجویندۂ دیدار
امروز دہد حاصل دریوزۂ فردا

در پردۂ سازم جگر اندودہ خطا نیست
کز برق و شفق باز برد جلوہ بہ یغما

دانی کہ مرا دعوئ فضل و ہنرے نیست
دیباے من از نقش کمالست معرّا

در دائرۂ فکر ز آشفتگیٔ راے
ہر دم نفسم پیچ خورد چوں خط ترسا

از صعوۂ بے بال و پر من چہ کشاید
پرواز ثنایت طلبد شہپر عنقا

آنم کہ رباعی ز غزل باز ندانم
تاریخ بمعنے نشناسم ز معما

ذوق تو دمانیدہ ز لب سبزۂ گفتار
مدح تو دوانیدہ بدل ریشۂ احیا

نظمم بشمار عدد حضرت علی ؑ شد
در رشتۂ تحریر ز شوخی گہر آما

تکرار رخ قافیہ چندانکہ خراشید
شوقم بجراحت نمک افشاند ز ایطا

ترکانہ زدم زمزمۂ مدح و ثنایت | در منطق اجداد نہ بر مسلکِ آبا
این پارسی سادہ ز آرایش دعویٰ | دیں بندگیِ پاک ز آلایش غوغا
دور از اثرِ عربدہ و بحث و ستیزہ | منظورِ نگاہِ دل و جان بخش تو بادا
در عرض ثنایت نفسم جوہرِ معنے | در بزم ولایت لقبم غالبِ شیدا

سیراب سفالم زنم رشحۂ کوثر
گلپوش مزارم ز ہجوم پے مولے

قصیدۂ ہفتم در منقبت[1]

خواہم کہ ہمچو نالہ ز دل سر بر آورم | دود از خود و شرارہ ز آذر[2] بر آورم
چاک افگنم ز نالہ بدیں نیلگوں پرند | ردے عروسِ فتنہ ز خاور بر آورم
نشتر بہ باسلیقِ شکایت فرو برم | خونِ دل از رگِ مژۂ تر بر آورم
مرہم ز داغ تازہ بر زخم جگر نہم | پیکاں ز دل بکاوشِ نشتر بر آورم
طومارِ شکوۂ نفس از دل بدر کشم | برق از نوردِ بالِ کبوتر بر آورم
آتش زنم ز آہ بدین خیمۂ کبود | دود از نہادِ چرخِ ستمگر بر آورم
مانند برگِ بید ز اندوہ بے بری | با خویشتن در افتم و خنجر بر آورم
آتش بہ ژند[3] و موبد[4] برسم[5] در افگنم | گرد از بت و برہمن و بت گر بر آورم

ا۔ در منقبت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نسخہ "د" صفحہ ۱۴۲
۲۔ آذر، اسم آتش (آگ)۔ ۳۔ نام کتابے ست منسوب بہ زردشت کہ پیرانش آتش پرست اند و اورا پیغمبر دانند۔ ۴۔ نام درختے کہ آتش پرستان در وقت عبادت قطعہ شاخ و برگش را در دست می نہند۔

پاے ادب ز گوشۂ دامن بدر کشم
دستِ تظلّمے بہ رِ داور بر آورم

جاے کہ گم کند نفس از بیم راہِ لب
افغاں ز دل چو دود ز مجمر بر آورم

در مکتبے کہ خامہ بدزدد نواز خوف
از نقطہ خط و ز آئینہ جوہر بر آورم

بر منبرے کہ زینہ ز پاس نفس بود
ہوئے چو سالکانِ قلندر بر آورم

ناچار چوں خداے بداوم نمی رسد
من نیز کام خویش ز مظہر بر آورم

فرمانِ سرفرازیِ مشتِ غبارِ خویش
از شہسوار دوشِ پیمبرؐ بر آورم

یارب ز یا علیؑ نشناسم قلندرم
یک می ز آبگینہ و ساغر بر آورم

در دل بہ جستجو ہمہ ایزد در آورم
وز لب بہ گفتگو ہمہ حیدرؑ بر آورم

ہر شکوہ کز فلک بہ دستِ از رہ زباں
در بارگاہِ قاتلِ عنتر بر آورم

دست از جفاے گردشِ گردوں بسر زنم
آہ از ستیزہ کاریِ اختر بر آورم

مکتوبِ شکوۂ غمِ دل بے نہایت ست
از پردہ کدام رقم سر بر آورم

باشد کہ جوشِ دل بخروش آوردم کہ من
حرفے نگفتہ قصۂ دیگر بر آورم

گویم علیؑ ست آنکہ ز فردِ عطاے او
جویم اقل و یک قلم اکثر بر آورم

از سُمِ دلدلش چو غبارے شود بلند
یاقوت ریزہ ریزم و گوہر بر آورم

در لجۂ خیالش اگر سر فرو برم
ناگاہ چوں حباب ز کوثر بر آورم

جائیکہ از صیانتِ عدلش سخن رود
پروانہ را بہ طبعِ سمندر بر آورم

چوں سبزہ ہر سرے کہ ہم در رہش بکاشت
اندر ز سقفِ گنبدِ اخضر بر آورم

در شوقِ کوشش از خس و خاشاکِ راہِ خویش
خاقانِ چین بہ چینم و قیصر بر آورم

بر درگہش ز پیچ و خمِ نقشِ پاے خویش
منشورِ سرفرازیِ سنجر بر آورم

ہم درمیانِ مدح ز اندوہِ بیکسی
افسانہ ہاے غیرِ مکرّر بر آورم

اندوہِ چیرہ دستیِ اعدا چو بشمرم
از داغِ سینہ قطعۂ محضر بر آورم

بیدادِ سطوتِ شرکا گر بیاں کنم
آمیزش از طبیعتِ عنصر برآورم

تمکینِ خود بر آتشِ دل گر نشان دہم
رقصِ شرر ز طینتِ اخگر برآورم

چوں التفاتِ شاہ نوید طلب دہد
کونین را متاعِ محقّر برآورم

در لابہ کوشم ار چو غلامانِ خُردسال
صد خواہشِ محالِ میسّر برآورم

ہم تیر را بکلبۂ قلمزن لقب دہم
ہم زہرہ را بجبرہ نواگر برآورم

ز استادگان طرف بساطے کہ در کشم
از دل ز صد ہزار سکندر برآورم

عمامۂ قضا بسرِ مشتری نہم
خورشید را برہنہ ز خاور برآورم

خلوت بدرسِ معرفتِ حق طلب کنم
سلمانؓ بر دل نشانم و بوذرؓ[1] برآورم

قنبر[2] دریں میانہ اگر سرگراں شود
برخیزم و ستیزہ بہ قنبر برآورم

تا خود اساسِ ہستیِ من برکند علیؑ
خود را فراز قلعۂ خیبر برآورم

گستاخیم فرد خورد و من بہ خویشتن
غوغائے پایہ سنجیِ کیفر برآورم

گریم بہ ہائے ہائے و زنم سر بسنگِ راہ
چندانکہ مغز سر بہ رہ اندر برآورم

گردن بہ زخم ریزۂ خارا بدستِ خویش
بشگافم و زبان ز پسِ سر برآورم

شاہا اگر ز درد ننالم بدیں نمط
اندہ چگونہ از دلِ مضطر برآورم

چوں برق از تپیدنِ جاں در کشاکشم
گر دل بود ز سینہ بہ خنجر برآورم

نے پائے آنکہ از سرِ راحت تواں گزشت
نے جائے آں کہ خار ز بستر برآورم

دانی کہ از ردائے تو تارے کشیدہ ام
از پیرہن اگر تنِ لاغر برآورم

تا کے دریں نورد ز بیدادِ ناکساں
ہر دم نفس ز سینہ مکدّر برآورم

آخر نہ من ز خیلِ گدایانِ درگہم
تا کے نوائے گدیہ بہر در برآورم

---

[1] مراد یکے از اصحاب حضرت محمد صلعم، کہ نامش ابو ذر غفاریؓ بود، دوست و معاون حضرت علیؓ بود، [2] قنبر نام غلام حضرت علیؓ۔

تا کے بعرض درد تغابن بریں بساط | روے از تپانچہ چون گلِ احمر برآورم
تا کے بشمع کشتۂ بزم مرادِ خویش | شیون ز بے نیازیِ صرصر برآورم
حیف است کز تو باشم و از بہر وجہ رزق | دستِ طمع بہ پیش برادر برآورم
امروز داد خستگیِ من بدہ کہ من | از سینہ خار حسرت محشر برآورم
در عرصہ از ہجوم بلا جاے آن نماند | کز گرد این سپاہ گران سر برآورم
ناگاہ مژدۂ ظفرم دہ کز ان نشاط | بالم بخویش و گرد ز لشکر برآورم
نتوان باوج جلوہ گہ مدعا رسید | امّا گر از نگاہ تو شہپر برآورم
وقت دعاست تا نفس مشک ساز دل | چون دود از فتیلہ عنبر برآورم
خواہم کہ نال کلک نیایش نگار را | ہمچون شعاع مہر منوّر برآورم
داغ غمت بسینۂ غالب ز روشنی | با مہر نیمروز برابر برآورم

رحمے کنم بجان بداندیش دولتت
کامِ دلش ز دشنہ و خنجر برآورم

قصیدۂ ہشتم در منقبت[۱]

دوش آمد و بوسہ بہم بردہان نہاد | راز دہان خویش بلب درمیان نہاد
وانگہ بمیغ ریزشِ راز لب از زبان | مہرے ز بوسۂ دگرم بر زبان نہاد
چون لب ز بوسہ گنج گہرہاے راز شد | بر گنج لب ز تیزیِ دندان نشان نہاد
زان مشت مشت گل کہ بپالاے ہم فشاند | از بیم باد رائحہ در مغز جان نہاد
زان رنج کہ دمبدم ز کنارم بسینہ سود | گوشے بروے دل پے درکِ فغان نہاد

۱؎ در منقبت امیر المومنین علی علیہ السلام (نسخہ د صفحہ ۱۴۶)

تا دید جز بچاک گریباں ندوخت چشم تا رہ درون روزن گزن رواں نہاد
شد صحن خانہ دجلۂ خوں چوں فرو فشرد آں آستین کہ بر مژہ خوں فشاں نہاد
گسترد نی چنانکہ تو دانی نبود نرم بگرفت بالشش پر و در زیر راں نہاد
نازم بہ پیش بینی ساقی کہ ہم ز پیش آوردہ بود بادہ و از ما نہاں نہاد
چوں بود بادہ تیز روی بر گماشتم تا رفت و آمد و شکر آورد و خواں نہاد
زاں پس کہ جلوۂ شفق اندر ایاغ دید زاں پس کہ ریزۂ شکر اندر دہاں نہاد
چشم دلش نوازشِ انباز بر نتافت از پیش گہ شراب و شکر بر کراں نہاد
منظور بود جلوۂ یکتائیِ خودش آئینہ را بہ عنف در آئینہ داں نہاد
از بذلہ در کمین شکار انگلی نشست تیرے ز ترکش سخن اندر کماں نہاد
زاں گونہ گوں سخن کہ بہنجار رمز گفت منت ز نطق بر خرد خردہ داں نہاد
گفت اے کہ در ہوائے تو رسوا شدم بشہر مہر تو بند بر دل نازک گراں نہاد
پوشم دگر ز لالہ رخانِ رخ کہ روزگار داغ وفا بنا صیہ ارغواں نہاد
برساز ایں ترانہ کہ آں دلربا سرود بر رغم ایں سپاس کہ آں دلستاں نہاد
گفتم کہ اے نہالِ قد خار زار خوے گفتم کہ اے ستارہ وش آسماں نہاد
شب تار و خانہ خالی و ہمسایگاں بخواب در رہگذر ز تو کہ تو اندر نشاں نہاد
گویم دگر بخلق کہ را دل نشیں شود کاں محو ناز پائے بریں آستاں نہاد
در سرکشی فسانۂ شہری مدار باک کایں شہرہ مہر بر لب وہم گماں نہاد
گیہانے آشکار تو خود پردہ دار تست گر ناز خوان آشتی درمیاں نہاد
دستے کہ چشم خلق ز خونش ندیدہ پاک صد رہ ز مہر بر دل پُر خوں تواں نہاد
گویند تا دلے کہ ز خنجر ز ہم درید گویند تا سرے کہ بہ نوکِ سناں نہاد
انگیز ایں سخن بدل دوست کار کرد برداشت از طرب دل و بر امتحاں نہاد

بعد از ہزار لابہ کہ از روے ناز بود
بہرِ ثنائے شہ قلمم در بناں نہاد

نفسِ نبیؐ خدائے نصیری امامِ خلق
آں منّتِ عظیم کہ حق بر جہاں نہاد

ہنگامہ گرم سازِ صفت واصلاں علیؑ
کز نورِ علم شمع ببزمِ عیاں نہاد

پروردگارِ ناطقۂ عارفاں علیؑ
کز حرفِ حق بکام و زباں داستاں نہاد

زاں پیشتر کہ حُسن ز ذوقِ نُما، نُما
آئینہ در مقابلِ اعیانِ عیاں نہاد

از خوبیِ وجودِ وے ایزد بعلمِ خویش
گلدستۂ بہ مجمعِ روحانیاں نہاد

آورد حق ز خلوتِ خاصش بچار سو
تا خامہ را متاعِ نظر بر دکاں نہاد

کوسِ بلند پایگیِ جاہ خویشتن
نیز از فردِ تہنیت کہ بر لامکاں نہاد

یزداں کہ راز خویش نبیؐ را بلب سپرد
یزداں کہ سوزِ خویش علیؑ را بجاں نہاد

شمعے ز آتشِ شجرِ طور بر فروخت
واں را بخلوتِ علیؑ اللّٰہیاں نہاد

اے کز نوازشِ اثرِ اسم در رسمِ تو
نامم زمانہ غالبِ معجز بیاں نہاد

گفتارِ من ز نازشِ مدحِ تو باج وساد
بر قہرمانِ سنبلہ و تو اماں نہاد

ہر چند چوں منی نتواند ترا ستود
گویم لطیفۂ کہ تواں دل براں نہاد

عنقائے قافِ قدرِ تو اوجِ ہوا گرفت
زو ماند بیضۂ کہ دریں آشیاں نہاد

مردم نبردہ راہ بجائے گماں کنند
کایزد اساسِ چرخ بریں خاکداں نہاد

اندیشۂ بلند رو لامکاں نورد
چوں خواست بامِ کاخِ ترا نردباں نہاد

دیدش ہماں بجا چو سپہر از فرازِ کوہ
بعد از ہزار پایہ کہ بر فرقداں نہاد

در علمِ خود ز خوے تو حق ساخت گلشنے
جز حق دگر کہ داند اساسش چساں نہاد

مانا کہ نامور ملکے اندراں مقام
بنیادِ نخل بندیِ آں بوستاں نہاد

ہر فضلہ کاں فتاد بہ پیرایشِ از نہال
مزد در باغ در رسید باغباں نہاد

چوں جنس خانہ خیز عزیز ست نامِ آں
فردوس و خلد و جنت و باغِ جناں نہاد

بود ست عین ثابتۀ جوے انگبیں
کیفیتے گزاں لب شکر فشاں نہاد

دوزخ شد آنچہ در دل خصم تو ہم بعلم
سوز فراق آں چمن بے خزاں نہاد

فریاد رس شہا ز سپہرم شکایتیست
کاں جز بشاہ خویش نبود درمیاں نہاد

یا تہمت کلم بہ اثر ہم نفس شمرد
با منشی خودم بہ سخن ہم زباں نہاد

پیدا بکار سازئ سودم نہاد دل
پنہاں بنائے کار مرا بر زیاں نہاد

بیرونقی ز قحط خریدار چشم داشت
کایں مایہ نرخ گوہر نطقم گراں نہاد

از شہرتے کہ مزد جگر کاوی منست
بر جان من سپاس ہزار ارمغاں نہاد

جرمم مگر ز جملۂ زندانیاں گرفت
کاینک مدار من بدمی آب و ناں نہاد

زیں بے حیا بپرس کہ مارا کدام روز
مسند فراز تخت گہ خاوراں نہاد

زیں بے نوا بجوی کہ مارا کدام شب
بالین و بستر از سمن و ارغواں نہاد

بالش ز مخمل ار نبود خشت قحط نیست
بارے بود سرے کہ ببالیں تواں نہاد

دود چراغ در شب و خون جگر بروز
سی سال خوردم و فلکش رایگاں نہاد

یاقوت چید گر ز بساطم سفال خواند
در خود پلاس داد بمن پرنیاں نہاد

گر برد رنجے از تن زارم تلف نکرد
واں را ذخیرہ از پے روح رواں نہاد

ہرگز فلک ستم کہ ز کینم بہ سینہ راند
از تیزیش نشاں بسر استخواں نہاد

اندیشہ آں خطوط کہ دارم بر استخواں
نشمردہ ہمشمارۂ ریگ رواں نہاد

ہر چند بر طبیعت امکان گذاشتم
نگسست بند غم کہ ز دل گراں نہاد

بارے بدست ساعد خیبر گشاے خویش
کایزد دوراں مجال گشادے چناں نہاد

مگسل بزعم من کہ گمان میکنم کہ چرخ
ایں بند استوار گراں جاوداں نہاد

زندانی اگر طلبد وایۂ ز شاہ
بند از عسس روا نبود بر زباں نہاد

زیں رو بود کہ غالب مسکیں بہ بند چرخ
دل بر عطائے پادشہ انس و جاں نہاد

ہاں ہم فشیں اگر نگری کایں گہر فروش — گنج سخن بہ قافیۂ شایگاں نہاد
یاد آر عذر خواہی سلماں کہ گفتہ است — رسمیست بس قدیم نگوئی فلاں نہاد
نازم بہ نطق خویش کہ در شاہراہِ مدح — خود مست رفت و بر دِگران تہمتاں نہاد

چون پایۂ سخن مستی خویش ست لاجرم
نام قصیدہ ناطقہ رطلِ[1] گراں نہاد

قصیدہ نہم در منقبت[2]

مگر مرا دل کافر بود شبِ میلاد — کہ ظلمتش دہد از گور اہلِ عصیاں یاد
بطالعے ز عدم آمدم بباغ وجود — کہ رفتہ بود بدروازۂ ارمِ شداد
خروشِ مرگ کہ طوفان ناامیدیہاست — غریو یاس کہ مرگ بہ تو مبارک باد
طلوعِ نشاۂ بیم ہلاک طالعِ وقت — ہجوم عرضِ بلاہائے تازہ عرضِ بلاد
ہجیم ناظر و خشم خدائے مستولے — سہیم دشمن و ہیلاج دیدۂ حساد
قضا نگارشِ اسرارِ شکل زائچہ را — کند ز دود دل در دمند اخذِ مداد
مگوی زائچہ کایں نسخہ ایست از اسقام — مگوی زائچہ کایں جامعیست از اضداد
خود اصل طالع من جز دے از کماں نیست — کز دست ناوکِ خم را ہزار گونہ گشاد
خود ام زہرہ بہ طالع اگرچہ دادہ نشاں — ہم از لطافتِ طبع و ہم از صفائے نہاد
دلے از انکہ غریب ست زہرہ اندر قو — نشستہ بر رخ نقد قبول گرد کساد
تو گوئی از اثر انتقام ہاروت ست — کہ مر بطالع من چرخ زہرہ را جا داد
بصفر جدی ذنب را اشارہ باشد — بخاک و حلقۂ دام و کمینگہِ صیاد

---

[1] در نسخہ "ن" رطلِ گران۔ [2] در منقبت سید الشہداء علیہ السلام (نسخہ "د" صفحہ ۱۵۱)

چه دام روح و روان رهگذار شوق و بلا — چه صفر رنج و الم را فزایش اعداد
ز مهر و پیکر تیر[1] آشکار گشته بجدی — فروغ اخگر رخشنده در کفی ز رماد
بحوت[2] در شده هم مشتری و هم مریخ — یکی کفیل صلاح و یکی دلیل فساد
یکی بهیات پیری که ناگه از غوغا — به کنج صومعه وامانده باشد از اوراد
یکی به صورت ترکی که از پی یغما — ستیزه جوی در آید به خانهٔ زهاد
قمر به ثور که کاشانهٔ شرفشم باشد — چو نور خویش کند دستگاه خصم زیاد
سیاه گشته دو پیکر ز سیلی کیوان[3] — چنانکه از اثر خاک تیره گردد باد
بدین دو نحس نگر تا چه شکل مستقبل — کشیده اندر ز تربیع خویش در اوتاد
بچارمین کده بهرام[4] پنجمین پایه — به هفتمین زده کیوان بهشتمین بنیاد
کند چو ترک ستمگر به کشتن استعجال — کند چو هندو رهزن ببردن استبداد
ز حوت هیبت طوفان نوح پرده کشا — عیان ز صورت جوزا نهیب صرصر عاد[5]
تو و خدا که درین کشمکش که من باشم — چگونه چون دگران زیستن توان بمراد
روان ز غصه سفالیست در گذرگه سنگ — خرد ز فتنه چراغیست بر دریچهٔ باد
ز جوش خون جگر دیده کوزهٔ صباغ — ز سوز داغ درون سینه کورهٔ حداد
گزارش هوسم نوبهار در دی ماه — گدازش نفسم آفتاب در مرداد
مرا چو سایه سیاهست روز و شب تاریک — مرا چو شعله معاش است دود و داغ معاد
کبود پوشم و قرطاس پیرهن سازم — گهی بماتم دانش گهی به حسرت داد
نفس به لرزه ز باد نهیب کلکته — نگاه خیره ز هنگامهٔ اله آباد

---

[1] "تیر" نام عطارد۔ [2] حوت، "ماهی" نام برجے است از بروج دوازدهم۔
[3] کیوان، زحل۔ [4] بهرام، مریخ۔ [5] عاد، نام قومے از اقوام عرب، ذکرش
در قرآن شریف موجود است۔

تو اے ستارہ ندانی کہ رنجم از آزار | تو اے سپہر نہ سنجی کہ ترسم از بیداد
ترا غنیست بہ سرمایۂ گرانیِ کوہ | مرا دمے ست بہ نیرویِ تیشۂ فرہاد
من و بلاے تو نطع ادیم و تاب سہیل | من و جفاے تو شاگرد و سیلی استاد
فغاں و حوصلۂ دل شرارۂ و خارا | غبار و ناصیۂ بخت جوہر و فولاد
من و ستم دل رنجور و التفات طبیب | من و خطر رگ مجنون و نشتر فصّاد
بگوش تاب طبیعت رو دم معاذ اللہ | ندیدہ ام کہ خود از کیست جملہ بست و گشاد
ستارہ راہمہ رفتار زاقتضاے قضاست | چنانکہ جنبش نزد از اناملِ[1] نرّاد
زگردشے کہ بہ گردوں ہمی کنم ثابت | ستارہ رفتہ بہ چشمک زنی کہ ہاسمراد[2]
فلک کجائی و طالع چہ و ستارہ کدام | کنم شکایت و دشمن زند و ستِ شرم باد
غزل سرایم و در بیچ پیچم از اندوہ | ترانہ سنجم و برخیزم از سر فریاد

زرشک گویم و داند کہ نالم از بیداد
رسیدہ ام بنگارے کہ کس بدو مرساد

زگفتۂ کہ چو میری فداے من گردی | شوم فداے تو من بر نتابم این میعاد
زجور تو بہ تغافل زخویش بگذشتیم | بہ پشت چشم نہادیم شکوہ را بنیاد
ہزار بار زخوباں گرفتہ ام بفریب | ہم از مشاہدۂ کام و ہم از معانقہ داد
تو آں نۂ کہ بہ ہنگامہ با تو در گیرد | بہ بحث جلوہ سخن راندن از گل و شمشاد
گزیدہ گوئیِ غالب نگر کہ از تفِ مغز | چہ نغز شیوہ در ابداع کردہ است ایجاد
بیا کہ شوق عنان سخن بگرداند | زسنگلاخ شکایت بمرغزار و داد
بیا کہ نیست ثباتے بدین نشاط و ملال | بیا کہ نیست دوامے بدیں بیاض و سواد
بیا کہ زود سر آید زمانۂ اندوہ | شود روانِ گرامی زبندِ تن آزاد

---

[1] انامل۔ انگشتہا۔ [2] سمراد۔ وہم۔

بیا کہ دادہ نوید نکوئی نسر جام — حسین ابن علی آبروے دانش داد

بدان اشارہ کہ چوں در خدای گم گردد — نمود نزد خدا امت نیاز را یاد

دوئی نبود و سرش ہمچناں بسجدہ فرود — زہے امام و زہے استواری پاساد

عنایتِ ازلی گاہوارہ جنبانش — بزرگوار جہاں تا بآدم از اجداد

ہدایتِ ابدی پیشکار دیوانش — خدایگانِ امم تا بخاتم از اولاد

گزیں امام ہمامے کہ در خدا طلبی — فزودہ پیش خداوند آبروے عباد

ہمیں شہید سعید یکہ باج تشنہ لبی — گرفتہ حبل وریدش[1] ز خنجر جلاد

زہے بہ رتبہ ملقب بسید الشہدا — زہے بہ نطفہ موشح بہ سید السجاد

ز نقش پاے تو محراب سازیِ اقطاب — ز گرد راہ تو سجادہ بانیِ اوتاد

چراغ بزم عزاے تو دیدۂ خونبار — نشان محو دلاے تو خاطرِ ناشاد

زند ز موجہ خوں دیدہ در ہواے تو بال — بود ز لخت جگر نالہ را براہ تو زاد

ز عتبہ بوسیِ مہر تو روسپید احرام — ز دلنوازیٔ نطق تو کامیاب ارشاد

ز تاب داغ غمت سرخروئیٔ ارواح — ز فیض خاک درت سبز بختیٔ اجساد

لواے قدر تو بالاے ایں فرازیں کاخ — جہان جاہ تو آنسوے ایں فرودین[2] آباد

اجل نہیب بمیدان رزم از تو نمود — قوی اساس در ایوان شرع از تو عماد

بیاں ز حزم تو صورت کشاے صلح و صلاح — نشان ز عزم تو معنی نماے جہد و جہاد

ز دانش تو بہ بال عطیۂ ایثار — ز بینش تو بہ فیض افاضۂ امداد

کند مشاہدہ شاہد ز تربت عاشق — نمود گریہ ز دل ہمچو دجلہ در بغداد

بسان بادہ ز مینا بدیدۂ بینا — دہد نشان گل از خاک کور مادر زاد

تولی کہ یاد تو وقت نیایش یزداں — مبارک آمدہ ہمچون درود در اوراد

---

[1] رگ گردن۔ شہ رگ۔ [2] فرودین، مدت ماندن آفتاب در برج حمل [illegible]

ولی دلاے تو چوں فیضِ مبدءِ فیاض — رسیدہ است بہر کس بقدرِ استعداد

چوں عینِ ثابتہ را اقتضاے ذاتی ہست — نتافت نیز مہرت بفرقِ ابن زیاد[1]

قضا کہ دیدہ درستی کجا روا دارد — کہ سرمہ ہدیہ فرستد بکورِ مادرزاد

ستم رسیدہ ولا ما بخوں طپیدہ سرا — کہ کربلا ز تو گردیدہ قبلہ گاہِ بلاد

چو خود بحوصلۂ لطفِ تست استظہار — چو خود بجائزۂ جودِ تست استمداد

چرا ز شوخیِ ابرام بایدم رو ساخت — چرا بعربدہ خاموش بایدم استاد

ز دل بہ لافِ ولای تو جوش میزندم — رمال فردِ ز قسمہاے راستی بنیاد

بسر بزرگی و کوچک ولے ز من بپذیر — اگر ودیدہ ہمہ نقش الوف از آحاد

بداں خداے کہ از فرطِ مہربانیِ او — برند پیشِ وے از دستِ خویشتن فریاد

برہبری کہ گدایانِ کوے غفلت را — ز نورِ شرع چراغے برہگذار نہاد

بداں سمیِّ خداوند کز کمالِ شرف — خداے راست ولی در رسول را داماد

بداں کریم کہ در جنبِ ریزۂ الماس — جواہرِ جگر پارہ پارہ بیروں داد

برسم و راہِ تو کاورد رنگ و بوے نفاق — بخاکپاے تو کافزودہ ابروے بیداد

بہ نہ گہر کہ تو آں را سحابِ نیسانی — نفوسِ قدسیہ یعنی ائمۂ امجاد

بہ زہرِ دی کہ گراید بسایۂ شمشیر — بہ تشنۂ کہ ستیزد بدستۂ فولاد

بشدّتے کہ رود در طریقِ استعجال — بحیرتے کہ بود در مقامِ استبعاد

بتازہ روئیِ بستانیانِ مہر و وفاق — بزشت خوئیِ زندانیانِ بغض و عناد

بہ شتابیِ ترکانِ ایبک[2] و قبچاق[3] — بہ میرزائیِ خوبانِ خلخ و نوشاد

---

[1] نام والیِ کوفہ کہ بحکمش امام حسینؓ را شہید کردند [2] ایبک قومے از اقوامِ ترک۔ [3] قبچاق، اصل در لغتِ میان تہی را گویند و نام گروہے است

(فرہنگِ غالب)

به دورِ گردِ غزالانِ دامنِ صحرا
به خوشِ خرامِ تدروانِ سایهٔ شمشاد

به خواریِ اثرِ نغمه در نهادِ اصم
به هیچیِ رقمِ نامه پیشِ کور سواد

به آشتی که بود دیده بهرِ ساز نبرد
به مصلحت که بود خاصه از برای فساد

به نسبتِ هوسِ صید گور با بهرام
به شهرتِ رمِ برق در فرسش باکشواد

به نوجوانیِ سهراب و غفلتِ رستم
به لغزشِ قدمِ رخش و چاهسارِ شغاد

به انتشارِ شمیم و به انتعاشِ مشام
به اهتزازِ نبات و به انقباضِ جماد

به استواریِ دانش به سست عهدیِ دهر
به سرفرازیِ شاهین به خاکساریِ خاد[1]

به بیدماغیِ بیمار و اختلاطِ طبیب
به بیگناهیِ اطفال و شدتِ استاد

به موکشائیِ یلدا و مرگِ آذر ماه
به هرزه تازیِ باحور و رخصتِ خرداد

به صبرِ من که بود همچو آب در غربال
به عیشِ من که بود همچو عید در اشناد

به پاسِ شب بسر آوردگانِ بزمِ وصال
به داغِ روز فرو رفتگانِ باغِ مراد

به شادمانیِ بزمی که باشد اندر وی
شرابِ خم خم و رندان حریص و ساقی راد

بخاطری که ز سودای رشکِ نکهتِ زلف
بسانِ زلف بخود پیچد از وزیدنِ باد

به سازگاریِ دادی که خامه در تحریر
دهد به لیلی و مجنون ز خسرو و فرهاد

به شکوهٔ که سرایند محرمانِ عروس
به مصلحت ز زبانِ عروس با داماد

به سادهٔ که به بی‌پردگی دهد الزام
اگر به پرده گه نازش از گل آری یاد

به کلبهٔ که نشیند بخاک پیش از خویش
به سایهٔ که فتد در مغاک بعد از لاد

به حسرتی که بجوشد ز کاشکی یا رب
به جرأتی که تراود ز هرچه بادا باد

به نخوتی که عدو را بود بمال و منال
به نازشی که مرا میرسد بخوی و نژاد

به آتشی که ز تری چکیده از لبِ من
به پیچشی که ز کژی فتاده در حسّاد

---

[1] خاد - دکنی هندی چیل گویند۔

که ذرّه ذرّهٔ خاکم ز تست نقش پذیر | به نقش بندِ ازل نی ز مانی و بهزاد
غمت اگر همه مرگ ست من بدان زنده | ولایت از همه در دست من بدان دلشاد
ز تو که زیبدم البته رنگ ننگ سوال | ز تو که بخشیم البته گونه گونه مراد
امید را بدعای همی دهم تسکیں | خرابه را بهوای همی کنم آباد

که چوں به حشر غلامان خویش بشماری
کجاست غالب آواره بر زبانت باد

دہمین قصیدہ در منقبت[1]

ابر اشکبار و ما خجل از نا گریستن | دارد تفاوت آب شدن تا گریستن
فواره دار اشک ز فرتم جهد به هجر | گم کرده راه چشم به شبها گریستن
از ضبط گریه حالے من شد که مجلا | رنجیست سخت حوصله فرسا گریستن
مردم گرم ز دور شناسند دور نیست | دارد خو سیل در دلم آوا گریستن
از رشک شمع سوختم اندازه زاں کسے ست | خوش جمع کرده سوختن با گریستن
پنهاں دهند دایه بیاران تنگدست | دارم نهفته بر لب دریا گریستن
نگذشت آب تا ز سرانیم هراس بود | کار دچه فتنه بر سرم آیا گریستن
خوش در گرفته صحبت من با گداختن | خوش صاف گشته الفت من با گریستن
گوئی درا اهتمام دل و دیده من ست | پنهاں بخوں تپیدن و پیدا گریستن
گوئیم دگفته را بتو خاطر نشاں کنیم | باقیست بعد مرگ بسیما گریستن
ما را بمسلک اثر خامهٔ قضا | در سر نوشت بود تهیا گریستن

---

[1] در منقبت سید الشهدا علیه الجنته دا (نسخه "د" صفحه ۱۵۹)

ناگه از آن شتاب که اندر بذات اوست | کرد آن اساس راته و بالا گریستن
سر زد ز جوش گریه چنین ورنه خود در اصل | امشب نبود مردن و فردا گریستن
نشگفت گر بقاعدهٔ مستوفیان کار | از ما طلب کنند پس از ما گریستن
خواهم بخواندن غزل عاشقانه | بر ره گزار دوست بغوغا گریستن

مطلع ثانی

گفتے کشم به حلت بیجا گریستن
مردن هزار بار به از نا گریستن

اندوه و خوش دلی نشناسیم کار ماست | یا خنده بر سحاب زدن یا گریستن
دارم بذوق جلوهٔ حسن برشتهٔ | نقشے کشیدن و به تمنا گریستن
خوں در دلم فگند غمت گر نه دام بود | خواهد چرا ز من به تقاضا گریستن
در مغز دانشم شرر اندا گداختن | در تار دامنم گهر آما گریستن
بود آتشی بدل ز فغان تیز کردنش | تا در ضمیر نگذرد الا گریستن
در گریه در گرفتن زان روے تابناک | پروین فشاندن ست و ثریا گریستن
تا با دلم چه کرد هے گرمیِ و خوشم | کز من نمی کند بدلت جا گریستن
اینست گر سرایت زهر عتاب تو | خواهد فلک بمرگ مسیحا گریستن
هر قطرهٔ اشکم آئینهٔ رونمائے تست | بت خانهٔ من ست همانا گریستن
ناچار صبح میرد اگر شب بسر برد | با شمع فخر چیست بدعوا گریستن
از دل غبار شکوه به شستن نمیرود | گفتن مکدر ست و مصفا گریستن
حاشا که بر زبان منش گریه رو دهد | نادان ز من ربوده بیغما گریستن
گویند در طلوع سهیل ست قطع سیل | ما را فزود زان رخ زیبا گریستن

بے گریہ ہیچگاہ نہ غالب ایں چہ خوست | خود بیتو ہیچگاہ مبادا گریستن
ہاں مطلعے دگر کہ بر آہنگ ایں غزل | گردم بچشم خویش تماشا گریستن

مطلع ثالث

گردد مگر بحیلہ دو بالا گریستن
خواہد دلم بطالع جوزا گریستن

جنس شفاعتے بسلم[1] میتواں خرید | امروز باید از پے فردا گریستن
معذوری از حوادث رنجی از آنکہ نیست | از ناز کی [illegible] گوارا گریستن
مسکین ندیدہ زمغاں شیوہ بانواں | در خوابگاہ بہمن و دارا گریستن
دیوانگیست عربدہ کوتہ کنم سخن | فرح بود گریستن اما گریستن
کفرست کفر در پے روزی شتافتن | ننگست ننگ در غم دنیا گریستن
گاہے بداغ شاہد و ساقی گداختن | گاہے بمرگ مالک و دارا گریستن
باید بدرد ہر زہ گرستن دگر گریست | بیجا گریستیم و دریغا گریستن
چوں موجہ سرشک ہما شہپری نکرد | گو باش ہم نشیمن عنقا گریستن
رشک آیدم برابر کہ در عہد شیخ ادست | بر خاک کربلائے معلیٰ گریستن
رفت آنچہ رفت یادم اکنون نگاہداشت | از بہر نور دیدہ زہرا گریستن
آں خضر تشنہ لب کہ چو از وی سخن رود | در راہ بر خورد زتپش با گریستن
گویند چشم روشنیٔ دیدہ ماہ و مہر | نازد بماتمش شرر والا گریستن
باران رحمتے کہ باندازِ شست و شو | دارد بر دسیاہئ اعدا گریستن

---

[1] بسلم در اصطلاح فقہ بیع سلم آنست کہ مشتری (خریدار) قیمت قبل از حصولِ شئے ادا بکند

پاسِ ادب نخواست کز اعجاز دم زند
بر مرگِ شاہ دانشت مسیحا گریستن

وقت شہادتش بصفِ قدسیاں فتاد
از اضطرابِ آدمؑ و حواؑ گریستن

خود را ندید زاں لبِ نوشیں بکامِ خویش
زیبد بشورِ بخشیِ دریا گریستن

مزدِ شفاعت و صلۂ صبر و خوں بہا
چیزے زکس نخواستہ اِلّا گریستن

اے آنکہ در حرم حجر الاسود از غمت
دارد بخود نہاں چو سویدا گریستن

سیمائے ماتمِ تو ستایم کہ زیں شرف
شد روشناس دیدۂ حورا گریستن

رضواں بہ آبیاری گلشن نمی برد
واماندہ در گریستن و وا گریستن

با خاکیاں بجنگم و از افلاکیاں برشک
خواہم بر آستانِ تو تنہا گریستن

طرفے نہ بست با ہمہ شور از عزائے تو
گرید بہ پیشِ ایزدِ دانا گریستن

چوں رزقِ غیب درد ترا عام کردہ اند
سر میزند ز مومن و ترسا گریستن

چو شحنۂ غمِ تو برسمِ خراج خواست
از ساکنانِ خطۂ غبرا گریستن

ہر کس بچشم بسکہ پذیرفت ایں برات
قسمت نیافت بر ہمہ اعضا گریستن

غالب منم کہ چوں بہ طرازِ ثنائے شاہ
سنجم ز غصہ در دمِ انشا گریستن

گویند قدسیاں کہ ورق را نگاہدار
از تو گہر فشاندن و از ما گریستن

من خود خجل کہ حقِ ستایش ادا نشد
اینست چوں ثنا چہ بود تا گریستن

شہ فارغ از ثنا و عزا و انگہے بدہر
صد جا سخن سرودن صد جا گریستن

در مدح دل پذیر بود تا نفس زدن
در نوحہ ناگزیر بود تا گریستن

جز در ثنائے شاہ مبادا نفس زدن
جز در عزائے شاہ مبادا نفس زدن

یازدہمین قصیدہ در منقبت[1]

آوارۂ غربت نتواں دید صنم را / خواہم کہ دگر بتکدہ سازند حرم را

نازم بہ صنم خانہ کہ شاہانِ جہاں جوی / ہم بر درِ آں خانہ گزارند حشم را

چوں فاش شد آخر کہ ہم از خلق گرفتند / بے فائدہ از خلق نہفتندِ ارم را

سہلست کہ عشاق ز بیداد ننالند / زین قوم محبت طلبید ذوقِ ستم را

لرزد دلم از گریہ بحالِ فلک آری / در بادیہ از سیل خطرہاست خیم را

در راہِ وفا بسکہ بود پویہ بسر شرط / چشم از دل و از دیدہ فگندیم قدم را

گر بر خود ازیں فخر ببالم کہ غم از کیست / بر ہمنفساں تنگ کنم خلوتِ غم را

تا خستہ دل از قحطِ می و فرقتِ یارم / رنگیست ز خوناب جگر بر مژہ نم را

گو بادۂ سیال کہ فیضش ز روانے / از لون بصر را رسد از رائحہ شم را

گو یار ہنرور کہ بخلوت کدۂ انس / از ہوش بدزدی ببرد شیوۂ رم را

حاشا کہ ز غم نالم اگر غم غمِ عشقست / پیوند نشاطست بدین زمزمہ دم را

غم کاسۂ سم بود فگندند دراں خاک / واں خاک تبہ کرد گوارائی سم را

ایں چرخ ستمگر کہ چو من غرقۂ خوں باد / با یکدگر آمیخت دو صد گونہ الم را

گویند کہ با دست تہی عشق و بالست / افتادہ بریں قاعدہ اجماع امم را

خوں میخورم از ذوق و تو دانی کہ بدیں خورد / بر مائدہ سیری نتواں داد شکم را

در چشم شب و روز ندانم ز چہ زشتست / خوش کردم اگر طرۂ و رخسار صنم را

بر شحنۂ مریخ ندانم ز چہ تلخ ست / دل دادم اگر مطربۂ زہرہ نغم را

بالجملہ دگر با خودم از خویش حدیثیست / کز صدق و صفا مایہ دہد صبح دم را

---

[1] در منقبت حضرت عباس ابن علی علیہ السلام نسخہ "د" (۱۶۳)۔

نازم بکمالِ خود و بر خود نفزایم — آثار در و بامِ صنادیدِ عجم را

گوہر نہ بکان کان بگہر روی شناس ست — بر فرخیِ ذاتِ دیلم اَب و عَم را

آبائے مرا تیغ و مرا کلک بیاز ست — دستیست جداگانہ بہر کارہ ہمم را

دریاب کزالماس بود جوہرِ تیغم — ہر چند ہم برزدہ بینی دم و خم را

آنکس کہ شناسائی آہن بودش خوے — جوہر نگرد تیغ فروریختہ دم را

کو بلبلِ شیراز[1] و کجا طوطیِ آمل[2] — تا پایہ بہ سنجیم نوا سنجیِ ہم را

لابلکہ اگر خواہم ازین ہر دو سخن در — تحسین رودش کلک دل آشوب رقم را

خاص از پئے کسبِ شرف مدح طرازی — از ہم بربایند بہر خواہش قلم را

فرمان دہ اقلیم کمالم نکنم جمع — لعل و در و فیل و فرس و کوس و علم را

آزادہ روی در نظرم خوار و زبون کرد — توقیعِ جہان بخشیِ شاہانِ عجم را

سیم و زر و لعل و گہر آں بہ کہ ازیں جا — ادتاد بود طالعِ توفیقِ کرم را

بے وعدہ بدرویش بدہ دایہ دگرنہ — سیماے سرابست دریں راہ نعم را

ہمت نکشد ننگِ نکونامیِ احساں — برخیز و ببازیچہ فروریزد رم را

رو ہمت از آں تشنہ جگر جوی کہ از مہر — بر تشنگیِ شاہ فدا ساختہ دم را

عباسؑ علمدار کہ فرجامِ شکوہش — بازیچۂ طفلان شمرد شوکتِ جم را

آں شیرِ قوی پنجہ کہ گردیدہ زہمیش — داد اثر تب دیگر تب شیرانِ اجم را

آن را کہ رو ساختہ برخاک نشینان — آوردہ کان را د بروں دادہ یم را

حاجت بقسم نیز نماندست وگرنہ — ہر دم بہ عطایش خوردِ انصاف قسم را

از بسکہ بنام آوریِ شیوۂ انصاف — پرداختہ از نامِ ستم حرف و رقم را

ہر شب فلک از دور بہ انجم بنماید — کایں خوابگہ آن خانہ براندازِ ستم را

---

[1] مراد عرفی شیرازی [2] مراد طالب آملی۔

خوابش به شبستان حسینؑ ابن علیؑ بیں — دریاب به پہلوے ہم آرامش ہم را

ایں ہر دو گہر را ز دو سو یک گہر آمد — چوں نیست جدائی ز صدف گوہر یم را

نسّاب نیارد که کنم منع ز عباسؑ — فرزندیِ شاہنشہِ بطحیٰ و حرم را

اے ہم گہرِ ختم رسل گرد تو گردم — چندانکه کنم چلقد[1] تن ظلّ علم را

حاشا که لب از مدح تو خاموش پسندم — نسیاں زده ره روے سیه بادِ ہرم را

شد تازه دم بندگیم جلوه گر ہیاست — عنوان نمایش ز حدوث ست قدم را

از کودکیم درس ولای تو روانست — دانی خود ازیں بیش که گفتم بتو کم را

در صومعهٔ مدح تو بہرِ طلبِ فیض — محراب دعا ساخته ام وجه اتم را

فرزانه حکیم من و مدحت گرِ شاہم — در شعر ز من جوے براہینِ حِکَم را

اندر نظرم صورت یک معنیٔ خاص ست — مضمون دعائے تو و مفہوم اہم را

تا رسم نباشد بہوا بیضه نہادن — کبکانِ خرامنده و زاغانِ دژم را

بادا علمت کبک خرامنده دگردون
چون بیضه ز پرچم ته پرِ باد علم را

قصیدهٔ دوازدہم در منقبت[2]

ہست از تمیز گر به ہما استخواں دہد — آئین دہر نیست که کس را زیاں دہد

مردست مرد ہر چه کند بیخطر کند — رادست راد ہر چه دہد رایگاں دہد

گلزار را اگر نه ثمر گل بہم نہد — درویش را اگر نه سحر شام ناں دہد

گنجِ سخن نہد به نہاں خانهٔ ضمیر — وانگه کلیدِ گنج بدستِ زیاں دہد

۱؎ چلقد۔ چلته۔ زِرَه۔ ۲؎ در منقبت خاتم ائمه اثنیٰ عشر امام مہدی ہادی علیه السلام نسخه "د" ۱۶۶۔

تا روز خاک تیرہ نگردد ز رشک چرخ — رخشانیِ ستارہ بہ ریگ رواں دہد

تا آدمی ملال نگیرد ز یک ہوا — ہر باد نو بہار و تموز و خزاں دہد

ہم در بہار گل شگفاند چمن چمن — تا راحت مشام و نشاط رواں دہد

ہم در تموز میوہ فشاند طبق طبق — تا آرزوے کام و مراد دہاں دہد

نظارہ متاع اثر برد کاں نہد — اندیشہ را شمار گہر در نہاں دہد

آنرا کہ بخت دسترس بذل مال نیست — طبع سخن رس و خرد خردہ داں دہد

آنرا کہ طالع کف گنجینہ پاش نیست — نعم البدل ز خامۂ پروین فشاں دہد

سنجم ترانہ غزلے کایں نواے شوق — دل را نوید زندگی جاوداں دہد

مطلع ثانی

گفتی بہم بہ بوسہ دم وصل جاں دہد
آرے اگر بہ ہجر تو مرگم اماں دہد

درد دلم کہ پیش تو افسانہ بیش نیست — چشم ستارہ را مژدۂ خوں چکاں دہد

رنجد ز سیر باغ نگر در خیال دوست — از جوش لالہ خاک ز خونم نشاں دہد

چون دلستان ربود بہ یغما دلے کہ بود — کام دلے کہ نیست ندانم چساں دہد

چون خود ز نازکی رقم صنع بر نتافت — سعی نظر چگونہ خبر زاں میاں دہد

خوشنودم از سپہر ندانند مگر کسے — کو دل چو من بہ دلبر نامہرباں دہد

آتش چکد ز ہر بن مویم اگر بہ فرض — ذوقم بجز قرار گل و گلستاں دہد

دانم کہ آسمان بزمین پیشکار کیست — عکس چہ جلوہ روشنی روشناں دہد

چون جنبش سپہر بہ فرمان داور ست — بیداد نبود آنچہ بما آسماں دہد

رنگ از گل ست و سایہ ز نخل و نوا ز مرغ — ہر جا بہار ہر چہ بود در خور آں دہد

در نشر نفحهٔ قرعه بنام هوا زند
در نشو سبزه حکم بآب رواں دهد

هر صبح بادِ صبح بمرغانِ شاخسار
سر مستیِ شمیم و نشاطِ فغاں دهد

مستیز با نسیم اگر بلبلی بباغ
جاں در نوردِ خار و خس آشیاں دهد

دارد ز بهرِ زندگی آمد نه بهرِ مرگ
جرمم پزشک چیست اگر خسته جاں دهد

پرویز دیریاب شهے بود ورنه بخت
آوازه را براه ز شیریں نشاں دهد

فرهاد زود میر کسے بود ورنه دهر
کام دلِ غریب پس از امتحاں دهد

دارم ز روزگار نویدے که آں نوید
در پیرئیم بشارتِ بختِ جواں دهد

از داورِ زمانه باندیشهٔ درست
شادم که مزدِ بستگیم ناگهاں دهد

هرگز بسر نوشت سراید شمارِ غم
راهم ببارگاهِ شهِ انس و جاں دهد

کام دلم که پرسشے از شه نبود بیش
گر مرزباں نداد امامِ زماں دهد

سلطانِ دیں محمدِ مهدی که رای او
منشورِ روشنی بشهِ خاوراں دهد

گردد اگر سپهر خلافِ رضاے او
عذر آورد قضا و قدر ترجماں دهد

اوباش را ببزمِ شهنشاه بار نیست
گردوں چه هرزه دردسرِ پاسباں دهد

گوئی دهاں لب بهم آورده کسے ست
هر گوهرے که روے بشب در جهاں دهد

زاں رو بود چنیں که ز روے ادب سپهر
صد جا ز دور بوسه بر آں آستاں دهد

ناگفته ماند مدح ز افراطِ ذوقِ مدح
تا این کشاکشم چه سخن بر زباں دهد

چشم پُر دُر ز شوق و خسے کش نهم براں
هم در نهادِ من اثرِ زعفراں دهد

زود آ که فیضِ مقدمِ همنامِ مصطفیٰ
آفاق را طراوتِ باغِ جناں دهد

زود آ که شهسوارِ نظرگاهِ لافتیٰ
پروازِ رخش رکاب و طرازِ عناں دهد

توسن زند بخونِ دلیرانِ دم از شنا
چندانکه نم گرانیِ برگستواں دهد

دشمن نهد ز برقِ سناں روے در گریز
چنداں که جاں بجستنِ تیر از کماں دهد

در رہروی چراغ شبانان راغ را — روغن ز پیہ گردۂ شیر ژیاں دہد
در شحنگی گزاف نوایان کفر را — پاسخ تبر زبانی نوکِ سناں دہد
طرفِ کلاہ خاک نشینان درگہش — از تابِ رشک مالشِ تاجِ کیاں دہد
درموکبش پیادہ گدایان راہ را — دخلِ ہزار سالۂ دریا و کاں دہد
کالا فروش را خود اگر انجم آورد — کالا بہائے مردِ بہا ارمغاں دہد
ہرکس ز ہمرہاں وے آید سوئے وطن — ہمسایہ را حیات ابد تو اماں دہد
فرضاً اگر بہ نعت و مناجات دل نہد — در شعرِ او غالبؔ شیوا بیاں دہد
نامم برد بداں لب شیرین فزیں ادا — شکر بخور و طوطی ہندوستاں دہد

مطلعِ ثالث

مہدی کہ در روش ز محمدؐ نشاں دہد
سروش رواست سایہ اگر تو اماں دہد

از سایہ خاک را رقم تو تیا کشد — از پویہ جادہ را نمطِ کہکشاں دہد
اندازۂ گشایش دین خدا نہد — آوازۂ نمایش راز نہاں دہد
از لائے نفی دشنہ بشرکِ خفی زند — از بہر دیدہ دیدہ زعین عیاں دہد
منّت بہ فرقِ غیر نہ گر زگران نہد — تا زود مردنش ز اسیرے اماں دہد
تا بنگرد کہ عاقبت کار کفر چیست — در چشم خصم سرمہ بہ میل سناں دہد
اے آنکہ از خجستگی فال بہر خویش — اندیشہ پر ستشے ز توام در گماں دہد
کلک مرا ز نازشِ مدح تو در سرشت — بادے کہ جنبش علم کاویاں دہد
ایزد نیا فرید چنانم بہ فن شعر — کانرا کسے نظیر دریں خاکداں دہد
چوں من بمدحِ جاہِ تو بندم بہ یکد گر — آں گونہ گوں گہر کہ قلم در بناں دہد

چنید ز گرد و پیشش گہر ریزہ ہا ظہیر[1] / کارایشش سریر قزل ارسلاں[2] دہد
ہر کس سوے صفحۂ شعرم نظر کند / مشکل کہ دل بطرۂ عنبر فشاں دہد
ہم نغمہ سنج عشقم و ہم نکتہ دان علم / ناہید ساز و مشتریم طیلساں دہد
با این ہمہ ز غصہ بجاے رسیدہ کار / کادازمن بزمزمہ رنگ فغاں دہد
دودش دمد ز فرق و بہ پیچد ہماں بفرق / گر خامہ شرح سوز دل ناتواں دہد
کم گویم و بس ست کہ دانا نہاد نخل / داند ز یک ثمر کہ بوے باغباں دہد
در چار سو چنیں بود آئین کہ ہر کسے / از یک دو جنس عرض تماش دکاں دہد
آرے اگر برہ قدرے پیشتر رود / یک تن ز کارواں خبر از کارواں دہد
ایں اعتذار نیز دریں جا نہ درخورست / گفتن چہ زحمتِ شہ ناگفتہ داں دہد
شادم بدیں سطور مگر بخت کارساز / از پستیم عروج بدیں نردباں دہد
بندم گراں و ذوق رہائی سبک خرام / بندی چنیں شگفت کہ ذوقِ چناں دہد
باید ز التفات تو یک جذبۂ قوی / کاں جذبہ ام نجات ز بندِ گراں دہد
بعد از سوال رسم نباشد کہ گدیہ گر / فصلے دگر ز بہر دعا درمیاں دہد
بادا نسیم باغ دلاے تو عطر بیز / تا نو بہار تازگیِ بوستاں دہد

بادا گلیم بخت عدوے تو شعلہ خیز
تا در زمانہ دودِ ز آتش نشاں دہد

---

[1] مراد شاعرِ بزرگ زبان فارسی "ظہیر فاریابی" کہ در قصیدہ گوئی یگانۂ روزگار بود۔
[2] قزل ارسلان۔ نام بادشاہے۔ کہ ممدوح سعدیؒ بود۔

قصیدۂ سیزدہم[13][1]

درین زمانہ کہ کلکِ رصد نگارِ حکیم　ق　ہزار و دو صد و پنجاہ راند در تقویم

اواخرِ مہِ ذی قعدہ خسروِ انجم　　فزود شانِ حمل را بہ فرّۂ دیہیم

سحر ز نور رقیبانہ برکشاد بساط　　شب از نہیبِ غریبانہ در نوشت گلیم

ز آتشی کہ بہ دی برفروخت منعمِ شہر　　کنون بباد یہ گل کرد باغِ ابراہیم[2]

زمینِ صحنِ گلستاں مگر دگی پرداشت　ق　ز دست بردِ زمستاں دراں بہینہ حریم

کہ داد ایں ہمہ بیروں ز سبزہ و گل و بار　　بلے عظیم بود خشم و قہرِ شخصِ حلیم

دریں بہار کہ تر دستیٔ ہوائے بہار　　نشاطِ رانہ باندازہ مے کند تقسیم

ز غنچہ شاخ بہ تنگست کز فراخ روی　　شگفتنش بہ میدن ہمی کند تقدیم

زہے خجستگیِ سال خاصہ فرودیں　　خوشا سراسرِ آفاق ویژہ ایں اقلیم

جلوسِ شاہی و نوروز و عیدِ ذی الحجہ　　ہجومِ خاص و تماشائے عام و سورِ عظیم

سوادِ شہر دلاویز تر ز طرۂ حور　　فضائے دہر طرب خیز تر ز باغِ نعیم

غنی ز ہدیہ ببالیں نہد گل و نسریں　　گدا ز گدیہ بدامن در آورد زر و سیم

عجب مدار اگر در کفِ ستارہ شناس　ق　ز اہتزاز بوقتِ نگارشِ تقویم

قلم ز جنبشِ کاغذ چمد چو سبزہ ز باد　　ورق ز بانگِ قلم بشگفد چو گل ز نسیم

بیا کہ تازہ کنم بر بساطِ نوروزی　　پیالہ را برحیق و مشام را بشمیم

خورم می و بدو گیتی نترسم از تقدیر　　کہ کردگار غفور ست و پادشاہ رحیم

جہانیاں ز طرب بیخودند اگر یک کس　　دراں میانہ ہمی مست شد ز طعن چہ بیم

---

[1] در مدحِ عرش آرامگاہ محمد اکبر شاہ بادشاہ طاب ثراہ (نسخۂ "د"، صفحہ ۱۷۲)

[2] اکبر شاہ متوفی ۱۸۳۷ء۔

به نقد و نسیه جهاں شاد شد که داد خدا / به من شراب و به زهاد مژده تسنیم

کجا می و چه قدح هم ز بیخودیست که من / به نکته هاے لطیفم ز شیوه هاے ذمیم

بدونِ باده به لطف هوا ز من برخاست / خماری که رواں را بود عذابِ الیم

بدون وصل ز فیض نمو بهم پیوست / دلم که بود ز زخم غم فراق دو نیم

ز ساز بخت بگوش امید میرسدم / نواے پردهٔ خاص اندریں نشاط عمیم

ستایشِ شه و شهزاده می کنم آهنگ / بساز حسن ادب در مقام ذوقِ سلیم

ولی چنانکه ره و رسم پخته گویانست ق / که نکته را بمحل جا دهند در تقسیم

ز شاهزاده نخست آورم سخن که بباغ
شگوفه را به ثمر در نمو بود تقدیم

مطلع ثانی

زهے مناسبت طبع شاهزادهٔ سلیم[1] / به فیض تربیت پادشاه هفت اقلیم

نه مهر و ماه ولیکن چو مهر و ماه منیر / نه ابر و بحر ولیکن چو ابر و بحر فخیم

همش به بارگه ناز زهرهٔ خنیاگر / همش در انجمن راز تیرِ چرخ ندیم

ستوده ایست به نازش بپادشاه انیس / ستاره ایست بتابش بآفتاب سهیم

بدستگاه گرامی چو ماهتاب به ثور / به مهر شاه قوی دل چو زهره در تقسیم

خدایگان سلاطین محمد اکبر شاه / نه کردگار ولیکن چو کردگار کریم

خلیفهٔ حق و صاحبقران روے زمیں / بدیں مباهی و در دهر واجب التعظیم

روم براه تجاهل بمایه بحر محیط / کنم به مدح تنزلِ بپایهٔ عرش عظیم

---

[1] شاهزاده سلیم ابن اکبر شاه ثانی۔ این قصیده در سنہ ۱۸۳۴ء گفته بود۔

بتابِ چہرۂ ضیا بخش دیدۂ اعمیٰ — بہ لطفِ نکتۂ گرانی ربائے گوشِ صمیم

شہا توئی کہ خدائے تو دادہ است ترا — دمِ مسیحؑ و نوالِ خلیلؑ و قربِ کلیمؑ

ازل سپردہ بتو کارسازیِ اورنگ — ابد شمردہ بتو سرفرازیِ دیہیم

ز بذلِ تست پراگندہ زای زر بارا — ز بیمِ تست فرو رفتہ جیمِ جم در میم

بداں نمط کہ ز آدم محمدؐ ست مراد — ز پشتِ کارِ تمرؔ[1] خان بہ تست روئے حکیم

طفیلِ جاہ و جلالِ تو بود پنداری — جلال و جاہ نیای تو در زمانِ قدیم

حکایتیست اگر بشنوی فرو گویم — بشوخیٔ کہ چکد خون ز جبہۂ تسلیم

اگر ز اکبر شہ بود بہرہ در عرفی — دگر ز شاہ جہاں بود مایہ دار کلیم

نہ کمترم ز حریفاں بہ فنِّ شعر و سخن — نہ کمتری ز نیاگان بجود و خلقِ عمیم

بہ دید و داد مرادِ ترا نبودہ نظیر — بہ ترک و برگ مرادِ ترا نبودہ سہیم

چہ نیک رائے ارسطو چہ شاہ اسکندر — چہ بیدپائے[2] برہمن چہ رائے دابشلیم

شہود ہمتِ تست آنکہ در مشیمۂ غیب — دہد بہ قطرۂ آبے نمودِ دُرِّ یتیم

صریرِ کلکِ منست آنکہ در نشیمنِ قدس — بہ زہرہ شیوۂ رامشگری کند تعلیم

ز گرمیِ نفسِ خویش میتوانم داد — برائے سکۂ نامت گدازشِ زر و سیم

باستینِ گہر ریز میتوانم کرد — فرازِ بامِ امیدم ظہورِ صبح و نسیم

مرا بشیوۂ جادو وحی ہمال محال — ترا بہ پایۂ شاہنشہی عدیل عدیم

بشہرتے رسی از من کہ از ادیم سہیل — بدولتے رسم از تو کہ از سہیل ادیم

ردا مدار کہ ہم در وطن دو دل باشم — چو خستہ رہروی در کاروانسرائے مقیم

---

[1] تمر = مراد تیمور خاں، اسمِ بادشاہے ست از اولادِ الغشو۔ تمر در ترکی فولاد را گویند۔ [2] نام دانشمندِ بزرگِ ہندی کہ حکایات کلیلہ و دمنہ از وست۔

سخن بہ نکتۂ ادا گشت ختم شد بدعا — طلب بس است نہ غالب گدا نہ شاہ لئیم
زہے شگرف دعا کز ضمیر تا بزباں — ہزار مرتبہ آمین بر دو کند تقدیم
چہار چیز بود آنکہ جاودان باشد — بحکم آنکہ ز اسماے اوست حیّ و قدیم
عطیہ بخشی مہر و عطا پزیری ماہ
بقاے پادشہ و عیش شاہزادہ سلیم

قصیدۂ چہاردہم [۱۴] [۱]

زاں گنجنامہ [۲] کز خطِ ساغر گرفتہ ایم — خود را بہ نقدِ عیش توانگر گرفتہ ایم
بر روے آرزو در دولت کشودہ ایم — پیوند خشت از سرِ خم بر گرفتہ ایم
می بر کنار چشمۂ حیواں کشیدہ ایم — از خضر انتقامِ سکندر گرفتہ ایم
میناے می ز میکدۂ جم خریدہ ایم — فتواے مے ز ساقیِ کوثر گرفتہ ایم
ایں اجر آں شکیب کہ عمری بریں بساط — خوں خوردہ ایم و بادۂ احمر گرفتہ ایم
ایں مزد آں دریغ کہ شبہا دریں رباط — از خارہ و خارہ بالش و بستر گرفتہ ایم
یا ریگ بینِ قاعدہ بت تراشیم — در ہر تراش خردہ بر آذر گرفتہ ایم
عنقاے تیز بال جہان ہوس تیم — افلاک را چو بیضہ تہِ پر گرفتہ ایم
کاخ دماغ را بہواے عروج فکر — اندازۂ بلندیِ منظر گرفتہ ایم
چوں آسماں خود از رہِ پوزش درآمد است — از رفتہ در گزشتہ و در بر گرفتہ ایم

---

[۱] در مدح حضرت شاہنشاہ ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ غازی
[۲] اولین قصیدہ است در مدح بہادر شاہ ظفر کہ در سال جلوسش نوشتہ بود. (نسخۂ "د" صفحہ ۱۷۶)

شیخی و شاعری نه سزاوارِ شانِ ماست
یک باره ترکِ خرقه و دفتر گرفته ایم

درکِ ادا از نسخهٔ اشعار تا کجا
اینک عیارِ تیغ ز جوہر گرفته ایم

تا که رسیده ایم بجائی که خویش را
از خویشتن بپایه فراتر گرفته ایم

در خواہشِ بریدنِ پیوندِ کاملی
ہمّت ز تیزیِ دمِ خنجر گرفته ایم

بر خود فسونِ دولت و اقبال خوانده ایم
در سر ہوائے رایت و لشکر گرفته ایم

روشن سوادِ نامۂ محبوب گشته ایم
فیضِ ہما ز بالِ کبوتر گرفته ایم

طوبیٰ لک از زبانِ سخن رس شنیده ایم
از نخلِ خلد میوه بنوبر گرفته ایم

بر نامِ خود به شحنگیِ خطۂ سخن
فرماں ز شہریارِ سخن در گرفته ایم

برسازِ دل نوازیِ تحسینِ خسروی
ایں خسروی نوا غزل از بر گرفته ایم

مطلع ثانی

با خود شمارِ سوختن از سر گرفته ایم
پنہاں چو شمعِ خلوتیاں در گرفته ایم

گر تیز نیست آتشِ دل بدگماں مشو
امشب عیارِ ظرفِ سمندر گرفته ایم

دیگر بذوقِ گریه بدل جوش میزند
خونے که صد ره از مژه تر گرفته ایم

آرایشی که در خورِ حالت بود رواست
از روئے خویش آئینه در زر گرفته ایم

تا حقِ خدمتے بود از ما به میفروش
در ماہِ روزه جائے براں در گرفته ایم

چندیں چه دل بگردن و گوشِ بتاں نہیم
گوئی به قیمتِ زر د گوہر گرفته ایم

دل در ہوائے گریه سبیلِ جنوں گزید
سیلاب را ببادیه رہبر گرفته ایم

افروختیم مشعلۂ صد ہزار آه
تا خود سراغِ ایں تنِ لاغر گرفته ایم

خود را ز سرد مہریِ اسلامیانِ شہر
در حلقۂ پرستشِ آذر گرفته ایم

غالب اداے مایہ سخن خوش نکردۂ — باآں کہ طرزِ غیر مکرر گرفتہ ایم
دانی ز باز گشت سخن بر طریق رجز — کائینِ سرکشان دلاور گرفتہ ایم
نے بلکہ حق گزاری مدحست کایں ہمہ — ملک سخن بخامہ سراسر گرفتہ ایم
دانی ز دل نہادنِ ما بر ہواے باغ — کاین دل بعاریت ز صنوبر گرفتہ ایم
نے بلکہ بہرِ شادیِ دیدار پادشاہ — دل را بزور از کفِ دلبر گرفتہ ایم
شد تازہ نو بہار بہادر شہے بدہر — چوں نو بہار تازگی از سر گرفتہ ایم
سلطان ابوالظفر کہ ز اسمش بہ اشتقاق — مفتاح بابِ اسمِ مظفّر گرفتہ ایم
تیغ آزما شہے کہ در احکامِ طالعش — سہم الظفر ز خطِ دو پیکر گرفتہ ایم
جم پایۂ کہ از شرفِ پایبوس او — خود را بہ کیقباد برابر گرفتہ ایم
تا خطبۂ بنامِ بلندش ادا کنند — شاخے ز سدرہ از پئے منبر گرفتہ ایم
در عہدِ عدل او بدمِ صلح باچراغ — عہد ادب ز جانبِ صرصر گرفتہ ایم
گر بر شرارہ شبنمِ لطفش چکیدہ است — از بس تری گلاب ز اخگر گرفتہ ایم
ور در چمن سمومِ عتابش وزیدہ است — گل را ز شاخسار بآذر گرفتہ ایم
صدرہ دراں بساط با نبوہ بندگاں — محمود را بہ چیدنِ گوہر گرفتہ ایم
صدرہ دراں حرم بلباسِ کنیزکاں — نوشابہ را بدزدیِ زیور گرفتہ ایم
گر شہ کند قبول زہے آبروے ما — بیعت بنامِ او ز سکندر گرفتہ ایم
خواہیم قربِ شاہ ولیکن دریں مراد — عبرت ز نامرادیِ سنجر گرفتہ ایم
جرأت بعرضِ خطِّ غلامی وفا نکرد — پروانۂ وکالتِ قیصر گرفتہ ایم
خورشید منظرا نظرے کاندریں شمار — لعل و گہر برشتۂ مسطر گرفتہ ایم
شبگیر مدح قوتِ بختِ سخنورست — راہے بروشنائیِ اختر گرفتہ ایم
طبع تو داد سر خطِ مشقِ سخن بما — گوئی برات نور ز خاور گرفتہ ایم

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست
دیں نیز از سخن در دیگر گرفتہ ایم

در وادیِ مقدسِ مدحِ تو از ادب
اندیشہ را عناں تگا در گرفتہ ایم

در پردۂ مدیح بذوقِ بساط بوس
اندیشہ را نقاب ز رخ بر گرفتہ ایم

بیخود ترانۂ اَرِنی ساز کردہ ایم
سنگِ درت بطورِ برابر گرفتہ ایم

چشمے کہ جز بتو نگرد کور گفتہ ایم
گوشے کہ جز ز تو شنود کر گرفتہ ایم

بر رنگ و بوی فکرِ خود و باستانیاں
طبعِ ترا بہ محکمہ داور گرفتہ ایم

صد گونہ آفرینِ زبانِ تو در خیال
خود گفتہ ایم با خود و باور گرفتہ ایم

شوقت محیط و ما چو خس از بس سبکسری
خود را دریں محیط شناور گرفتہ ایم

آہنگِ صد ہزار دعا میرسد بگوش
تا از نیاز حلقۂ ایں در گرفتہ ایم

جاوید زی کہ ما بہ پناہِ تو خویش را
با آسماں بعربدہ ہمسر گرفتہ ایم

پائے ترا درستیِ اورنگ خواندہ ایم
فرقِ ترا بلندیِ افسر گرفتہ ایم

ہر لمعہ کز جواہرِ تاجِ تو دیدہ ایم
آنرا فروغِ طالعِ کشور گرفتہ ایم

در کندنِ بنائے حیاتِ عدوے تو
ہمت ز فاتحِ درِ خیبر گرفتہ ایم

ذاتِ ترا بایں ہمہ آثارِ فرخی
از معجزاتِ دینِ پیمبر گرفتہ ایم

بر ہر دعا کہ با تو رود مژدۂ قبول
از پیشگاہِ خالقِ اکبر گرفتہ ایم

قصیدۂ پانزدہم [۱۵]

زہے ز خویش نشانِ کمالِ صنع آلہ
سراجِ دینِ نبی بو ظفر بہادر شاہ

محیطِ بخشش و دریا کف و سحاب نوال
قمر لوائے و فلک خرگہ و ستارہ سپاہ

ایضاً در مدح حضور والا خلد اللہ ملکہ و سلطانہ (مراد بہادر شاہ ظفر) (نسخہ "د" صفحہ ۱۰۰)

رئیس تاجوران خسرو جہاں داور — دلیل راہ روان مرشد خدا آگاہ

بوی نیاز سپہبد پنجمیں منظر — بوے نیایش کیواں ز ہفتمیں خرگاہ

ز خاک رہ گزرش سرمہ آرزوے عیون — بر آستان درش سجدہ آبروے جباہ

بہ فیض آگہی آئیں شناس سیر و سلوک — بفر خسروی ارزش فزاے دولت و جاہ

دم مراقبہ صورت نماے جوہر عقل — گہ مشاہدہ نیر و فزاے نور نگاہ

ز حق عطیہ پذیرد چو ماہتاب ز مہر — بہ خلق بہرہ رساند چو آفتاب بماہ

بکار ہاے جہاں حکم محکمش نافذ — ز راز ہاے نہاں راے روشنش آگاہ

ز عدل او کہ با ضداد بخشد آمیزش — بچاک شعلہ زند بخیہ سوزن پر کاہ

ز قہر او کہ بگردن کشاں دہد مالش — بگوش شیر بود حلقہ از دم روباہ

فلک بہ لرزہ در از دوے نزد ستبر و علم — زمیں بہ زلزلہ از دوے زر ستخیز سپاہ

ببزم او کہ سلاطیں دہر راست مطاف — بہ عہد او کہ سنین و شہور راست پناہ

کرا مجال نشستن بغیر نقش مراد — کجا نشان شکستن بغیر طرف کلاہ

چو او نکردہ کس از اہل دین بفرش حصیر — نشاط شاہی و فرماندہی خداست گواہ

چو او نگفتہ کسی از خسروان بروے سریر — حدیث فقر و فنا لا الٰہ الا اللہ

شہنشہا ز غم دوری درت کارم — بداں رسیدہ کہ بیم رگ جاں دہم ناگاہ

بجومیم ار بدرت راہ رحم کن نہ عتاب — درینکہ طالع من بد بود مرا چہ گناہ

کجاست ارزش آنم کہ بر بساط قبول — بہ لب نوا دہم از پاے بوس شاہنشاہ

ز نقش پاے توام بوسہ بس بود آرے — درین ہوس چو گدایاں گرفتہ ام سر راہ

بیارگہ ز رسم خانہ سپہر خراب — ندیم شہ نہ شوم روے روزگار سیاہ

ز شاہ ز بہرہ من سوختن بداغ فراق — ز دہر حاصل من زیستن بحال تباہ

چہ دل نہم بہ گہر پاشی سخن چو مرا — ہزار آبلہ بر دل بود ز گرمی آہ

چہ سر کنم روش مدح گستری چو مرا | ببزم خسرو گیتی ستاں نباشد راہ
ز کار رفتہ دل دوست من چنانکہ مرا | نماندہ شادیٔ پاداش و رنج بادافراہ
نہ از تو لطف و نہ از حق مدد رہے حرماں | نہ تاب شکوہ نہ جاے سخن معاذاللہ
نباشدم صلہ مقصود مدح خوان توام | بدیں ذریعہ مگر یادم آوری گہ گاہ
دگر عطیہ فرستی شگفت ہم نبود | کہ می رسد ز نمِ ابر تازگی بہ گیاہ
بچشم کم منگر گرچہ خاک راہِ توام | کہ آبروے دیارم دریں خلافت گاہ
کمال بیں کہ بدیں غصہ ہاے جانفرسا | ہنر نگر کہ بدیں فتنہ ہاے طاقت کاہ
مربّیِ سخنم من بہ مایہ داریِ فکر | ز نطق من بودش عیش ہاے خاطر خواہ
عبارتم بہ طراوت چو لالہ در بستاں | معانیم بہ لطافت چو بادہ در دی ماہ
باخذ فیض ز مبدار فزونم از اسلاف | کہ بودہ ام قدرے دیر تر بداں درگاہ
ز دل من بجہاں بعد یکہزار و دو بیست | ظہور سعدی و خسرو بششصد و پنجاہ ۶۵۰
سخن ز نکتہ سرایانِ اکبری چہ کنی | چو من بخوبیِ عہد توام ز خویش گواہ
کنون تو شاہی و من مدح گو تعال تعال | گزشت دورِ نظیری و عہدِ اکبر شاہ
بہ فن شعر چہ نسبت بہ من نظیری را | نظیرِ خود بہ سخن ہم منم سخن کوتاہ
سخن سرائیِ غالب بس است برسم دعا | اجابت از حق و خواہش ز بندہ درگاہ

طرب بطبع تو شامل چو رنگ با رخ گل
بقا ز خصم تو زائل چو خندہ از لب چاہ

قصیدهٔ شانزدهم[۱]

ردیف شعر ازاں کردم اختیار گره — که از منست برابروے شہریار گره

گره کشاے رموز خرد بہادر شاه — که پیش ناخن تدبیر اوست خوار گره

زہے روائی فرماں که در کفش پے ہم — دود چو گوہر غلطاں بروے تار گره

زبسکه زر شده خوار از کف زر افشانش — زکیسه ساخته پہلو تہی ز عار گره

ز ہول حملهٔ او بسکه در گلوے عدو — شد ست گریه بمیدان کارزار گره

عجب مدار که چوں خون رواں شود برخاک — دمد بجاے حبابش ز جویبار گره

فلک بجادهٔ راہش گہر فشاند و بخت — بفرق رشتهٔ عمرش کند نثار گره

ازاں که رشتهٔ عمرش شعاع خورشید ست — شد ست بسکه دریں رشته تابدار گره

عجب مدار بخوبی اگر زند پہلو — به انجم و به گہرہاے شاہوار گره

براں سر ست که جاے دگر قدم ننہد — گرفت بسکه درین رشته اعتبار گره

جہانیاں به شما مژدهٔ کشایش کار — که ہیچگاه نیفتد دگر بکار گره

زبسکه بسته بدیں رشته دل روا باشد — ز رشته نازده گردد گر آشکار گره

چو شد وظیفه زر و ز ازل که سال بسال — رسد برشتهٔ عمرش ز روزگار گره

گماں برشتهٔ عمرش کنم که سر تا سر — نشسته است گره را در انتظار گره

ایا شہنشه کشور کشاے دشمن بند — ز بنده در خم ابرو روا مدار گره

که چوں بدیں صفت اندر ضمیر من گزری — به پیچ و تاب دلم را دہد فشار گره

دلست تنگ ازاں رو مشوشم که مباد — شود ز تنگی جا در دلم فگار گره

۱؎ ایضاً در مدح سلطان محمد ادام اللہ امرهٔ و سلطنته، نسخهٔ "د" صفحه ۱۸۳ مراد بہادر شاه ظفر این قصیده درمیان ۱۸۴۱ تا ۱۸۴۵ء نوشته بود۔

شد سست کار گره در گره چنانکه اگر
شوم غبار شود در ہوا غبار گره

زکار خویش چه نالم که دست چرخ در ال
بساز دست و زند صد ہزار بار گره

ازیں گره که برابروے تست در تابم
که آه در چه محل یافتست بار گره

زدی ز خشم برابروے و غافلی که مرا
بسان رشته ز غم می کند نزار گره

کنم ببزم تو ساز غزل بلند آواز
فگنده دست بدل طرح خار خار گره

مطلع ثانی

نہے بحلقهٔ مویت نہاں ہزار گره
فتاده ست بہر گوشه و کنار گره

چو وا نشد به منش دل خود از میان رفتم
گزاشتم بدل دوست یادگار گره

چو رشتهٔ پیچ خورم چوں ہنوز رجا خالیست
اگرچه رفته ز بند قبائے یار گره

بدیں تحمل و طاقت که لرزه در گیرد
بسان رشتهٔ بمن گر شود دو چار گره

مراست بوبه بسر شرط و در ره افتادست
بتار جادهٔ ایں ره ز کوہسار گره

بد لکشائیٔ گفتار من که غالب را
مزن برشتهٔ امید زینہار گره

ازیں گره که برابرو زدی چرا ترسم
که در دلت ز صفانیست پایدار گره

نشاط سال نو و جشن ایں ہمایوں سال
بروز ناصیهٔ شاه نامدار گره

ز فرط گرمی ہنگامه خوشدلم که مگر
مرا بروں جہد از دل سپند وار گره

گره اگرچه بتار نفس نمے سازد
بود برشتهٔ عمر تو ساز گار گره

ز سلک رشتهٔ عمر تو آں طراوت یافت
که شد به حس جگر گوشهٔ بہار گره

بہار راست بدیں رشته سر شگفت مدار
بجائے غنچه دمد گر ز شاخسار گره

ازاں برشتهٔ عمر تو میرسد ہر سال
که عہد پاس وفا بسته استوار گره

زبسکہ رشتۂ عمر تو در تنش جاں شد | برشتۂ ہستی خود را دہد فزاد گرہ
زہم نشینیِ بند قبائے محبوباں | عجب بود نہ گزیند اگر کنار گرہ
سحر برسم دعا خواستم کہ آں بادا | کہ بشمرند دریں رشتہ صد ہزار گرہ
مسبّحان بلند آسماں ندا دادند | کہ صد ہزار گرہ بلکہ بے شمار گرہ
چنانکہ کار بدا انجا رسد کہ بہر نشاں | نیا بد آں کہ بجوید ز روزگار گرہ

ہفدہمیں قصیدہ[1]

گفتم[2] حدیث دوست بقرآں برابرست | نازم بہ کفر خود کہ بایماں برابرست
گو چرخ دشمنی مکن و بخت سرکشی | خود خواہشِ محال بہ حرماں برابرست
ہنگامہ گرم سازیِ کوشش بجا نماند | خوں ہچناں باتشِ سوزاں برابرست
در راہ عشق سینہ زمیں[3] دیدہ ایم | آں ناقہ را کہ کوہ بکوہاں برابرست
غوغائے رستخیز بگوشِ شہیدِ عشق | بالحن و صوتِ مرغِ سحرخواں برابرست
بیدستگہ نیم کہ ہنوز از ہوائے وصل | شوریست در سرم کہ بساماں برابرست
با چارہ گر بگوے کہ تیمار پیش کش | دردیست در دلم کہ بدرماں برابرست
زیں موجِ خوں کہ می گزرد دمبدم زسر | دستارِ من بہ لالۂ نعماں برابرست
کینہاے آشکار کہ سرجوشِ نازِ اوست | در ذوق با نوازشِ پنہاں برابرست

۱؎ در مدح بہادر شاہ ظفر بعد از رہائی زنداں نوشتہ بود۔ (بعد سن ۱۸۴۵ء)
پس ازیں بتوسط کالے شاہ شرفِ باریابی حاصل نمود شاہ نصیر الدین
عرف کالے شاہ مرشد بہادر شاہ بودند۔ ۲؎ این قصیدہ در نسخہ
"د" نیست۔

نے وعدۂ نہ پرسش رازے نہ شکوۂ — داغم ز نامہ کہ بہ عنواں برابرست
نے کف گرفتہ ساعدِ نے لبِ بودہ بوس — در ناخوشی وصال بہ ہجراں برابرست
پیوستہ پرفشاں و نہ جستہ ز آشیاں — پروازِ من بہ جنبشِ مژگاں برابرست
تن زن ز شکر و شکوہ کہ در مسلکِ رضا — راحت برنج و سود بہ نقصاں برابرست
ترکِ وجود گیر سخن در سجود چیست — بگزر ز طاعتے کہ بعصیاں برابرست
در دیدۂ جریدہ روان یگانہ بیں — کثرت بخوابہائے پریشاں برابرست
جاروب لا بیار کہ ایں شرکِ فی الوجود — با گرد فرش و سینہ بایواں برابرست
ذات حقیقت واحد و ہستیست عینِ ذات — بزمِ جہاں بہ مجمعِ اعیاں برابرست
غالب بہل تصوف و ہنگامہ گرم کن — نالِ قلم بہ شمعِ فروزاں برابرست
بالد بخویش خواجہ چو گوئی سخنورش — غافل کہ ایں ترانہ بہ بہتاں برابرست
نے ہر ترانہ سنج نکیسا نوا بود — نے ہر سخن سرائے بہ سحباں[1] برابرست
نے ہر شتر سوار بہ صالح بود ہمال — نے ہر شباں بموسیِ عمراں[2] برابرست
نے ہر کہ گنج یافت ز پرویز گوے برد — نے ہر کہ باغ ساخت برضواں برابرست
گفتی کہ این و آں بود از نطق مایہ در — ایں در شمار شیوہ نہ با آں برابرست
گیرم کہ ہر گیاہ برد ز ابر و باد فیض — خز زہرہ کے بہ سنبل و ریحاں برابرست
امروز من نظامی و خاقانیم بدہر — دہلی ز من بہ گنجہ[3] و شرواں برابرست
مقصود گردشست بلندی فرو گزار — دکانِ من بہ گنبدِ گرداں برابرست

۱؎ سحبان بن وائل خطیبے بود در عرب کہ در فصاحت و بلاغت یکتائے روزگار بود
۲؎ عمران، اسمِ پدرِ حضرت موسیٰ۔ ۳؎ گنجہ، نام موضعے در ایران، کہ وطنِ نظامی شاعر بزرگ زبان فارسی و گنجہ ہم نام موضعے است در ایران کہ وطنِ خاقانی بود۔

سلجوقیم به گوہرِ خاقانیم بلفظ
توقیع من بسنجر و خاقاں برابرست

تیغ مرا اگرچہ بود خفتہ در نیام
پولاد با بدخش بدخشاں برابرست

چوں آب ایستادہ دموج و مادمش
واماندنم ز پویہ بجولاں برابرست

دست مراست لالہٴ خودرو بہ چمن چمن
تمکین من بہ کوشش دہقاں برابرست

روح اللهم جلیس و بہ دیر از فروتنے
رخت تنم بہ بستر رُہباں برابرست

کلک مرا سواد سویدا مثال نظم
با سرمہٴ دیار صفاہاں برابرست

در عرصہٴ قلمروِ فکر از محیط نطق
جوے بریدہ ام بعمّاں برابرست

گر من سکندرم تو ہر آئینہ خضر باش
گفتار من بچشمہٴ حیواں برابرست

در مطلع دگر سخن از راز سر کنم
ہر بیت ایں قصیدہ بدیواں برابرست

مطلع ثانی

گر ماہ نو با بروے جاناں برابرست
کو جنبشے کہ گفتہ شود ہاں برابرست

یا رب جبین کیست کہ از بس بسجدہ شُد
باقی بہ ابروِ مہِ کنعاں برابرست

چوں مہ شود بگوے کہ ماند ہمی بگوی
در پیکرِ ہلال بچوگاں برابرست

در شب چراتہیست برو نزار پدید نیست
چوں ماہِ نو بطاق شبستاں برابرست

نے نے ازیں کہ ہیچ ندارد ز نقل دمے
گوئی بہ طاق کلبہٴ دیراں برابرست

زین سیمیا کہ ز ورق سیمیں دود برآب
ہر کوکبے بدیدہٴ حیراں برابرست

بالاے طفل یکشبہ در خم ز راستی
با قامت خمیدہٴ پیراں برابرست

وقتے کہ از گرانیِ بار ثمر خمد
با شاخِ نخلہٴ ثمر افشاں برابرست

چوں آسماں ہر آئینہ ماند بہ پیل مست
این باکجک بہ ہیئت و عنواں برابرست

محراب مسجد ست بیا تا ادا کنیم — آن طاعت قضا کہ بتا داں برابر ست
با پشت کوز و نعل سمند در کاب رخش — در پیش گاہ مرد ادا داں برابر ست
قلاب شست ماہی و خم کمند شیر — در حوت و در اسد دم جولاں برابر ست
این نیم دائرہ کہ فرو ریخت کلاک صنع — بانصف طوق و دور گریباں برابر ست
بر دست شاہ تیغ و کماں راست جایگاہ — با تیغ و با کمان بچہ برہاں برابر ست
دانم نہ تیغ مصقلہ تیغ پادشاست — نشگفت گر بہ تیغ یدنیساں برابر ست
اندازہ داں کسیست کہ گوید ہلال عید — با ناخن بریدہ سلطاں برابر ست
ہم پایہ بو ظفر کہ بہ میزان اعتبار — اورنگ وے بہ تخت سلیماں برابر ست
شبدیز شہ ز رخش برفتار تیز تر — سرہنگ شہ برستم دستاں برابر ست
گر شاہ را ز عون الہی برزم گاہ — پیراہن حریر بہ خفتاں برابر ست
بد خواہ را ز اشتلم[۱] خار خار خوف — دل در خراش سینہ بہ پیکاں برابر ست
کیواں ندیدہ کہ بود دیدبان بام — گفتی کہ بام کاخ بہ کیواں برابر ست
جستم ز آفتاب پرستاں نشانہ را — گفتند شہ بمہر درخشاں برابر ست
نزدیکی زدور بدار انشاں دہم — تا زد بخویشتن کہ بدرباں برابر ست
ہم کعبہ بر زمیں بود و ہم سریر شاہ — در ہر دو پلہ بار بہ میزاں برابر ست
در مدح شہ معرف شاہم بہ معرفت — با شبلی و جنید[۲] بعرفاں برابر ست
ہم پادشاہ عالم و ہم غوث اعظمے[۳] — دار الخلافہ از تو بہ گیلاں برابر ست
بر گردن سراں بمثل گر نہے قدم — سر پیچد آنکہ از تو بہ صنعاں برابر ست

۱؎ اُشتُلّم۔ بضمۂ الف و ضمۂ تا و ضمۂ لام، شدّت (فرہنگ غالب)

۲؎ جنید رح بغدادی ۳؎ غوث الاعظم، شیخ عبد القادر گیلانی رح

اہریمنیست با تو دم از دشمنی زدن — مہر تو با محبت یزداں برابرست
رخش تو سیمیاے بہارست در خرام — گرد سمش بہ سنبل پیچاں برابرست
لطف تو کیمیاے وجودست در نمود — تن در نظارہ گاہ تو با جاں برابرست
جلدی سینہ کاوی من در ثناے شاہ — ہر چند مشکلست بآساں برابرست
باآنکہ بر سر یرشہ افشاندہ ام زکلک — این نکتہ ہا کہ با دُر و مرجاں برابرست
اینک مرا ز خجلت گفتار نارسا — جوش عرق بموجۂ طوفاں برابرست
پوزش پزیر و مکرمت انگار کز توام — خود یک نگہ بہ لطف نمایاں برابرست
آدی قبولِ عذرِ گناہ از گناہگار — با صد ہزار بخشش و احساں برابرست
با چوں منی گرایشِ ہمچوں توئی بہ مہر — گر اندکست ہم بفراواں برابرست
تا اہتمامِ نیرِ رخشاں بہ بذلِ نور — در شہر و باغ و کوہ بیاباں برابرست
بادا بقاے شہ کہ بہ فرّ فروغ بخت — دیہیم شہ بہ نیّرِ رخشاں برابرست

قصیدہ[1] ہشتم[1]

خورشید بہ بیت الشرف خویش در آمد — زانساں کہ شہنشاہ بہ اورنگ بر آمد
داراے فریدوں فر فرزانۂ فرّخ — کز فرِ فراواں لقبش بو ظفر آمد
ہمتاے جہاندار نہ بینی بہ جہاں در — کز فرّخ و فرہنگ جہانے دگر آمد
در حضرتِ شاہ ہمہ داں و ہمہ آرائی — کاندر ہمہ جا در ہمہ بخشی سمر آمد
خورشید بدریوزہ دیہیم ز رخ آورد — بہرام طلب گار کلاہ و کمر آمد
از پیش گہ مہر بود پیشکشِ شاہ — ہر گوہرِ رخشندہ کہ از کاں بدر آمد

---

[1] در مدح بہادر شاہ ظفر این قصیدہ در نسخۂ "د" نیست۔

باخاک درشاه زخورشید مزن دم — از ذرّه سخن گوی که خورشید گر آمد
با ذرّهٔ خاکِ درِ خسرو چکند مهر — خود روشنی مهر ازیں خاکِ در آمد
مهر از شرفِ خویش بمن داد نشانی — وانگه به نظرگاه شهم راهبر آمد
آں وعده که فرداست هم امروز وفا شد — کاینک رخِ رخشندهٔ شه در نظر آمد
این دیدِ گرانمایه بهرِ دیده نه بخشند — منّت کشِ چشمم که حقیقت نگر آمد
با کوس و علم علم و هنر چوں نکنند جمع — شاهے که بفرهنگ خرد نامور آمد
با لعل و گهر جود و کرم چوں ندهد ساز — شاهے که بفرِّ تابِ نظر بهره ور آمد
در عهدِ وے آسیب جزیں نیست که گویند — بر کشتیِ درویش ز موج گهر آمد
از راهِ کرم پایهٔ اهلِ هنر افزود — از روے خرد کار روائیِ هنر آمد
هر جا که سپه برد زمیں موجهٔ خوں زد — هر سو که رخ آورد نوید ظفر آمد
راز دل سودا زده در سینه نه گنجد — اندیشه بآهنگ غزل پرده در آمد

مطلع ثانی

برنعش من از نازو ادا موبه گر آمد
تا روز فرو رفت شبِ هجر سر آمد

ما را بستم گشت و فریبد دگراں را — در حلقهٔ ماتم ز رهِ لهو در آمد
تنگ است رهِ عشق بیا تا به نمائیم — خوں می چکد از بادِ کزاں ره گزر آمد
تا مے چه قدر جوش به خم زد که دریں دور — ما را به نخستیں قدح اندر جگر آمد
سازِ طرب تا چه نوا داشته باشد — چوں زخمه و تارش ز رگ و نیشتر آمد
آوازه شنیدیم و ندیدیم همانا — معشوقهٔ نو هست که از پرده بر آمد
چوں جز بگرایش نفرستند بلا را — چندانکه بلا بیش طرب بیشتر آمد

دیگر ره بیرون نشد و خوناب نبود دست
در خستگیٔ دل فرخ از چشم تر آمد

خنجر به کف دشمن و نشتر به کف دوست
سودا زدهٔ عشق تر خوں بدر آمد

یک شعله بود غم که ازاں شعله به تقسیم
دود از دم و سوز از دل و داغ از جگر آمد

غالب به ادب باش که در بزم شهنشاه
فرشیست کش از اطلس چرخ آستر آمد

ایں منظر اقبال بداں پایه بلند است
کز گردش سر شخص خرد را خطر آمد

در دانش و بینش ز شهنشه سخن آرم
کش دیده و دل مایه ده یکدگر آمد

دل آئینه و دیده بود جام جہاں بیں
ہنگامهٔ اسکندر و جمشید سر آمد

نازم بسویدای دلش کایں ورق راز
مجموعهٔ احکام قضا و قدر آمد

ہر کس که ز مشکیں نفسیہاے تو دم زد
چوں سایه سواد ختنش بر اثر آمد

در ره گزر مدح تو چندانکه زدم گام
چوں سبزهٔ ره سطح فلک بے سپر آمد

با باد ز رخش تو سخن رفت فرو ماند
با ابر ز ایثار تو گفتیم تر آمد

زاں روی که ماند برخش راه غلط شد
گر زخم بداندیش ترا بر سپر آمد

بدخواه ترا کش خطر از عالم بالاست
چوں پرتو مه سیل ز دیوار و در آمد

آنی که نئی کلک تو چوں خامهٔ تقدیر
پرکار کشای رقم خیر و شر آمد

نی نی همه خیری تو و خیر است در رزم
اقبال تو اعدائے ترا جاں شکر آمد

شر نیست بجز امر عدمے کز ره ہستی
خیر است دم خنجر اگر تیز تر آمد

زاں رو که نه از زمرهٔ ارباب ریائیم
در مدح و دعائے تو سخن مختصر آمد

گر خود همه یک روزه بود ہستی کونین
خوش باش که عہد تو ہم آنزا سحر آمد

در خاتمهٔ زمزمه روش شرط و جزا نیز
کایں شیوه در آئین دعا معتبر آمد

تا نامزد صبح شناسند دمیدن
تا در صفت روز سرایند بر آمد

هر روز بدان جلوه برآئی که سراید
خورشید به بیت الشرف خویش درآمد

نوزدهمین [۱۹] قصیده [۱]

دوش [۲] در عالم معنی که ز صورت بالاست — عقل فعّال سراپرده زد و بزم آراست
خواند از دیده وری دیده وران را به بساط — تا ببینند که اسرار نهانی پیداست
راز هفت اختر و نه چرخ پژوهند اینجا — در دبستان نتوان گفت که پرسش غوغاست
برلب راز پژوهان نه سزد مهر سکوت — ساقی میکدهٔ هوش زبان گویاست
دانش اندوز نیاید که شکوهد ز سوال — راز ها غنچه و نشگفته و گفتار صباست
زر پراگنده و گنجور تر ازو در دست — ما که شاهیم ز ما رخصت ایثار و عطاست
چون بدانش نتوان گشت توانگر بیما — لاجرم هر که گدای در ما نیست گداست
رهروانی به هنجار شناسا بودند — ناگه از خویش رمیدند که یارب چه صلاست
اندران حلقه بدین فتنه هزاهز و داد — وندران زمره بدین زمزمه غوغا برخاست
که نداریم درین دائرهٔ آهنگ سماع — حاصل ما زنی و چنگ همین صوت و صداست
کیست تا جرعه کش بادهٔ تحقیق شود — الحذر الحذر ای قوم که می هوش رباست
این فریبنده سخنهای شناسائی راز — نشناسیم که ما را سخن از برگ و نواست
چون کس از همنفسان زخمه بر آن تار نزد — منکه آزادیم انداز و رم از خویش اواست
رفتم آشفته و سرمست و بپا از لابه و لاغ — گفتم اینک دل و دین گفت خوشست و بجاست
گفتم اسرار نهانی ز تو پرسش دارم — گفت جز محرمی ذات که بیچون و چراست

۱؎ در مدح بهادر شاه ظفر۔ ۲؎ این قصیده در نسخهٔ "د" نیست۔

گفتمش چیست جہاں گفت سراپردهٔ راز — گفتمش چیست سخن گفت جگر گوشهٔ ماست
گفتم از کثرت و وحدت سخنے گوی برمز — گفت موج و کف و گرداب ہمانا دریاست
گفتم آیا چه بود کشمکش ردّ و قبول — گفت آه از سر ایں رشته که در دست قضاست
گفتمش ذرّه به خورشید رسد گفت محال — گفتمش کوشش من در طلبش گفت رواست
گفتم آں خسرو خوباں بسخن گوش نهد — گفت گر گوش نهد زہرهٔ گفتار کراست
گفتم از بالش پر چاره ندارد سر من — گفت ہر سر که چنینست سزاے سر پاست
گفتم از اہل فنا گر خبرے ہست بگوی — گفت ایں قافله بے گرد ره و بانگ دراست
گفتم از داغ چه خیزد که نهندم بر دل — گفت چوں درد گرانبار شود داغ دواست
گفتم افسوس که کمتر دہدم داد سپہر — گفت خاموش که در داد نگنجد کم و کاست
گفتم آں بیت که ہموارہ سرائی از کیست — گفت غالب که ہم از غالب آشفته نواست
گفتم از چیست که چوں شمع گدازد نفسم — گفت اے جان پدر روشنی طبع بلاست
بره بیت شرف مہر چرا شد گفتم — گفت کاشانهٔ سرہنگ شہ ہر دو سراست
بوظفر قبلهٔ آفاق که در مسلک شوق — ہر که رو سوی تو دارد بجہاں قبله نماست
ہمه عالم عدم و ذات تو برہان وجود — أنکفے بر سر لا چوں بفزاید الاّ ست
مادرش کور کند ہر که بزاید احول — بسکه در عہد تو فر جام دو بینی برخاست
سایه خود ہمره شخصست و توئی سایهٔ حق — سجده گر پیش تو آریم نه بیجا که بجاست
سایه چوں لازم شخصست دو تا یعنی چه — نیست ہمتاے تو موجود که ایزد یکتاست
بسکه از فیض تو بالید بہاراں بر خویش — موج گل دام گرفتاری مرغان ہواست
نشنوم صوت مزامیر و ضرورست سماع — لاجرم خامه به گلبانگ غزل پرده سراست

مطلع ثانی

گر همیں جوشِ بہارست چه حاجت بصباست
که خود از تنگیِ جا پیرہنِ غنچه قباست

خاک را سبزه بہر آئینه بگرد دوں رو کش
تاک را خوشه ہمانا به ثریا ماناست

رنگ گل بسکه فراہم شده در طبع نبات
رستنی گر همه برگ‌ست دگر خار حناست

گل شمر گر به گلستاں همه سنبل بینے
خون ز گرمی چو زند جوش بسوز سوداست

سایهٔ نخل فزوں گشت سوادش در دہر
بسکه در روز بیفزود ز شب ہر چه بکاست

گر فضا ئیش شمری جمله پر از گل نگری
آں تفاوت که در اندیشه ز گل تا گیاست

دم نظاره چو لبلاب به پیچد به شجر
بسکه از فیض نمو تار نگه بہرہ رباست

نسبت نامیه با سبزهٔ و گل خاص نماند
خود سخن ختم نگردد اگر از نشو نماست

صوفیاں را شده قطع نظر از غیر محال
که نظر نیز رہین مدد آب و ہواست

در سر ذرهٔ ہر خاک ہوائے دگرست
ہاں وہاں سبزهٔ نو خیز مگر ظل ہماست

سخن از ظل ہما رفت دگر یاد آمد
مدح شاہنشه والا که سزاوار ثناست

آسماں پایه شہا چرخ برین بار گہا
اے که روئے تو ہر آئینه نظرگاه خداست

جاں فشاندن برہت زنده جاویدم کرد
در صفِ صوفیه گویند بقا بعد فناست

بندهٔ ساده دلم بندگی آئین منست
از تو پرسش نه و از بنده پرستش سزاست

برمن از بخت نکوہیده چه سنجم چه گذشت
برمن از چرخ فرومایه چگویم چه جفاست

ہر چه با شوق ملایم نفتد مرگ دلست
ہر چه بر طبع گوارا نبود جاں فرساست

خانه از سیل بیفتد بود ار سیل بہار
آتش از آب بمیرد خود اگر آبِ بقاست

رنج ایں نشاء گرانبای نباشد چندیں
برمن آں میرود امروز که گوئی فرداست

خوں چکد خاصہ ازاں دل کہ خراشے دارد
ورنہ در سینۂ دل ہر کہ بہ بینی درد است

بسکہ گم گشت ز تاریکی و تنگی گویم
مگر آں کلبہ کہ من داشتمے در صحراست

اینکہ بینی و نپرسی کہ چہ خواہی سہلست
آہ ازاں دم کہ نہ بینی و بپرسی کہ کجاست

رشحہ بر من بچکاں بادۂ گلرنگ بنوش
جرعہ بر خاک فشاندن روشِ اہلِ صفاست

اثر تربیت تست کمالم بہ سخن
زار مپسند بدیں سحر بیانی کہ مراست

فیض حقست قبول سخن و شادیِ فتح
بہ قلم نازم اگر تکیۂ موسیٰ بہ عصاست

باہمہ من شاعر و صوفی و نجومی و حکیم
نیست در دہر قلم مدعی و نکتہ گواست

ذوقِ مدح تو بر آں داشتہ باشد کامروز
رگ اندیشہ زدم گرچہ قمر در جوزاست

اینکہ خور در حمل و مہ بہ دو پیکر باشد
ہست تسدیس و ہمایوں نظر مہر فزاست

بادہ با نیر اعظم زدہ کیواں بہ حمل
ہمنشینی بہ شہنشہ ز کشاورز خطاست

زہرہ دیدم بہ حمل تن زدم از خبث زحل
بہر شہ مطرب آوردہ نہ دہقاں تنہاست

قاضیِ چرخ کہ در خوشہ بود و از دل پوے
متحیر کہ چرا اوج دو بالش یکجاست

چوں فزود آمدہ مریخ بہ منزل گہ ماہ
کلبۂ پیک طرب گاہ سپہبد نہ رواست

تا چہ افتادہ کہ در خانۂ قاضیست دبیر
پرسش واقعہ ہست اگر پرسی رواست

گشتہ در دلو و اسد روے بر و جادہ نورد
ذنب و راس کہ از طالع و غارب پیداست

وحش اللہ گہر افشانیِ نالِ قلمم
یارب آبشخور ایں ابر کدامی دریاست

تا چہ در راہ فشاندہ ہست کہ از کثرت شوق
میرود خامۂ من پیش و لے رو بقفاست

نیست در رہروی از سایہ و سرچشمہ گزیر
خامہ رہرو بود و سایہ و سرچشمہ دعاست

تا قضا نسخۂ اجمالیِ آثار قدر
تا قدر صورت تفصیلیِ احکام قضاست

مجملاً محیطِ انوار الٰہی باشی
کانچہ خواہند ازیں جملہ مفصل پیداست

بستمین[۲۰] قصیده[۱]

عیدست و نشاط و طرب و زمزمه عامست
مے نوش گنہ بر من اگر بادہ حرامست

باد از جہت بزم شہ آید مگر امروز
کز بوے گل و بادہ فرح بخش مشامست

بر وعدۂ فردا چہ نہم دل کہ ز دیروز
در حلقۂ میم و شکن طرۂ لامست

طوبیٰ ہمہ نخلیست کہ از جاے نجنبد
اینجا سخن از ساقی طاؤس خرامست

پیداست کہ ساقی کہ بود دیر مغاں را
ہر چند من از رشک نگویم کہ چہ نامست

زلفش نگر آنگہ بمنِ شیفتہ بنمائ
گر سنبل فردوس چنیں غالیہ فامست

دے نوبتی شاہ کہ شام دہل کوفت
کامشب بجہاں خاتمۂ ماہ صیامست

گوئی رمضاں رفت بہ شبگیر و دریں راہ
منزل گہ دیروزیاں سرحد شامست

از فرخی عید و تماشاے مہ عید
در نغمہ سرائیست اگر خود لب بامست

گر خلق بانگشت نمایند مہ نو
ما را بکف از ساغر مے ماہ تمامست

ہر شب غم آں بود کہ چوں صبح زند دم
بر خاک بریزیم اگر آب بجامست

امشب چہ غم از صبح کہ در انجمن ما
افطار بہ گلبانگ مے آشامی شامست

عیدست و صلاے خور و نوش ست جہاں را
مے روزہ نباشد کہ دریں روز حرامست

از روزہ اگر کوفتۂ بادہ دوا گیر
ایں مسئلہ حل گشت ز ساقی کہ امامست

می نوش و میندیش و مکن شرم کہ در شہر
میخوارہ بود حاکم و واعظ ز عوامست

گر واعظ دل مردہ سفیدست ردایش
خود لوح مزاریست کہ از سنگ رخامست

لب تشنگی بادۂ گلرنگ ندانست
آں خواجہ کہ امروز در ایثار طعامست

خود وجہ مے از قیمت حلوا نبود بیش
آلات سفالینہ بہایش دو سہ دامست

۱؎ در مدح بہادر شاہ ظفر۔ این قصیدہ در نسخۂ "د" نیست۔

آہنگ تو در زمزمہ دل می برد از کف
ہیں مطرب مرغولہ نوا اینچہ مقامست

ہاں ہمدم دیرینہ کہ غم خوار منستی
رو بادہ بچنگ آر اگر خود ہمہ وامست

دام ار نتواں خرقہ و سجادہ گرو کن
لیکن زمے پختہ بہ آں بادہ کہ خامست

آں بادہ کہ از رائحہ قوت دل و جان ست
آں بادہ کہ از ذائقہ سود لب و کامست

امید کہ چوں بندہ تنکمایہ نباشی
می خوردن ہر روزہ ز عادات کرامست

ہشدار کہ در مستی اگر پائے نہ لغزد
زیں زاویہ تا میکدہ میداں دو سہ گامست

گیرم کہ نشاط آمدہ چوں مرغ بہ پرواز
آخر نہ تو صیادی و قدح حلقۂ دامست

در دائرۂ دور قدح دیر نہ گنجد
ساقی گری آوردن جام از پئے جامست

چوں بیخودیم روے دہد یک قدح از مے
در جیب فرو ریز کہ ایں حق مسامست

گویند کہ گردوں دگر آرد رمضاں را
تا یازدہ مہ خود سخن از شرب مدامست

آرے ز عطاے شہ جم کوکبۂ ما را
نعمت بکمالست و تنعم بدوامست

سلطان فلک رخش بہادر شہ غازی
کش ابلق ایام دریں دائرہ رامست

گردندہ فلک بنگر و خورشید درخشاں
شہ رائض ایں توسن زرّیں ستامست

عیدست و دم صبح و بود انجمن آرائی
شاہے کہ درش قبلۂ جمہور انامست

عامست زمیں بوس شہنشاہ دریں روز
از بندہ سوے قیصر و فغفور پیامست

والا خلف شاہجہاں بیں و شکوہش
از شوکت محمود چہ گوئی کہ غلامست

اے شاہ سخن ور کہ بہ احیاے معانی
کار سخن از معجز نطق تو بکامست

ایماں بہ دلآویزیِ گفتار تو دارم
ما را چہ اگر نظم نظامی بنظامست

با منظر اقبال تو او جیست کہ آں را
از سبزۂ گردوں خط پشت لب بامست

تا فرق تواں کرد خدا را ز خداوند
در پیش شہ از ما عوض سجدہ سلامست

با ساغر شہ ساغر خورشید سفالست
با خنجر شہ خنجر مریخ نیامست

در بزم ندیم تو اگر تو رد پشنگ ست | در رزم زبون تو اگر رستم و سام ست
بدخواه تو در بدروشی عاد معاد و ست | سر سہنگ تو در تیغ زنی سام حسام ست
دریوزۂ سیم و زر و لعل و گہرم نیست | گفتار مرا جایزہ تحسین کلام ست
غالب چہ زند دم ز دعا کز تو خود او را | توقیع ثنا خوانی و اقبال مدام ست

دور ست ہمی چشم بد از روے تو دانگاہ
این نامہ کہ زد خامہ رقم زخم پنام ست

بست و یکمیں قصیدہ[1]

دمے کہ گشت فزامندی تماشا را | سپیدۂ سحری غازہ روے دنیا را
بدلکشاہی رفتار زخمہ مطرب بزم | کشود راہ بر دل شد ز ساز آوا را
فرو ختیم متاع سخن بدیں فریاد | کہ مژدہ باد شناسندگان کالا را
ز اجر بندگی بت گزشتم آں خواہم | کہ نشنوم ز رقیباں دیر غوغا را
چرا بود کہ سکندر رود بتاریکی | فشردہ ام بخرابات لاے پالا را
قرار داد چنیں بود دست پندارم | کہ رد ز خوش نہ نمایند چشم بینا را
عیار کعبہ روان تا بہ تشنگی گیرند | نداده اند دراں دشت راه دریا را
در آبہ کلبۂ ویرانِ ما کہ پنداری | ز شش جہت ہم آوردہ ایم صحرا را
ز سرنوشت جدا نیست نامۂ اعمال | طراز صورت دی بودہ است فردا را
بعہد خویش سگالم ہلاک ہفت سپہر | بمن دہند اگر کار و بار آبا را
بر وز دی آمدہ ہند دے غم بکعبۂ دل | کہ برکند حجر الاسودِ سویدا را

---

[1] در مدح بہادر شاہ ظفر۔ در نسخہ "د" این قصیدہ نیست۔

ہزار دوزخ سوزندہ در قفا ماندہ است ۔ ہمی برد ستم تا کجا برد ما را

زراز اخترِ و گردوں چہ دم زنی کہ ہنوز ۔ ہمی زہم نشناسی ستان و دردا را

برو مصوّری آموز تا چو کار کنی ۔ دراں میاں نگری روے کارفرما را

ز دست رفتہ عنانم بعالمے کہ دراں ۔ بہ رشتہ ریش کنند طفل پائے عنقا را

خمے ز بادہ مرا بود از عزیزاں پرسش ۔ کہ ریختند پس از من بخاک صہبا را

نہ خوں چکیدہ ز ریش و نہ بودہ دیدہ ز پیش ۔ زچاک سینہ چہ ارزش فزود خرما را

تو اے کہ چوں بعدد طرحِ آشتی فگنی ۔ بہ من درافتی و پرسی طریق حلوا را

بحقِ تلخی زہرابِ غم کہ نوشم یاد ۔ ز بوسہ بر لبِ من ریزہ منّ و سلویٰ را

بہاے دل نشماری فزوں ز نیم نگاہ ۔ مگر فروختہ باشم متاعِ یغما را

دمیکہ ولولۂ رستخیز انگیزد ۔ زخوابگاہِ لحد طفل و پیر و برنا را

زوال درائی و در عذر آں داے خرام ۔ بجل کنند ستم ہائے بے محابا را

فزاید آں ہمہ جرائت بہ وا نمودہ نظیر ۔ کہ اہلِ حشر شفاعت کنند لیلیٰ را

وگر بہ جائزہ آں طرّۂ خم اندر خم ۔ نہند در کفِ شوقم نہ زلفِ حورا را

بساطِ عیش زِ جنت برم بپایۂ عرش ۔ بہ بیخودی نشناسم ز سدرہ طوبیٰ را

تو مہر پیشہ وے بندِ غم نہ آغوشست ۔ چراست کاینہمہ درہم فشردہ ما را

دگر زبانہ دمی نامد از عدم بوجود ۔ چہ روے داد رہ و انہاے ناشکیبا را

بجلوہ گاہ شہود آمدم چرا تنہا ۔ مگر نیافتہ باشم بغیب ہمتا را

دگر بود ز چہ ناید نہ اندریں محفل ۔ شکستہ ایم بروے بساط مینا را

نگفتہ ام کہ مکن قبلۂ دعا از نور ۔ ولی چہ سود پراگندہ کردن اجزا را

مشو ستارہ پرستار کافتابے ہست ۔ فرو گرفتہ فروغش نہاں و پیدا را

بداں کہ از رہ صورت نہ از رہ معنیست ۔ زہم جدا است اگر قبلہ گبر و ترسا را

مراست قبلۂ حاجات و کعبۂ آمال ۔۔۔ یگانہ کہ بہ بزمش کشودہ ام جبا را

روم بگرد سرش گردم ار چہ بے ادبیست ۔۔۔ بہانہ ساختہ ام رسم عید اضحیٰ را

مگو کہ گرد سر بادشاہ گردیدن ۔۔۔ نہ در خورست جز آں چتر آسماں سا را

بہ کعبہ رشک برم زاں کہ در دلم گزرد ۔۔۔ کہ کعبہ داشتہ باشد خود ایں تمنا را

زمن بپرس ہر آئینہ کاں جہانباں کیست ۔۔۔ مباد نام بری کیقباد و دارا را

فروغ اختر دنیا و دیں بہادر شاہ ۔۔۔ کہ اختراں بدرش سودہ اند سیما را

جہانِ دانش و بینش کہ در جہانداری ۔۔۔ فزودہ فرّہ دہ فرہنگ لفظ و معنیٰ را

ز دیدبانِ تماشائیان خیرہ نگاہ ۔۔۔ گزیدہ اند غلط ہائے راست مانا را

قضا دریچۂ مینو کشودہ در نے نسبت ۔۔۔ ہوائے کاخ مصوّر بود زلیخا را

رخ مخدّرۂ دیں ندیدہ در مستی ۔۔۔ کشیدہ اندر در آغوش زالِ دینا را

طرازِ کسوتِ نام آوری شناختہ اند ۔۔۔ لوائے و مسند و تاج و نگین و تمغا را

خدایگانِ سلاطیں بشیوۂ تحقیق ۔۔۔ گسست بند ز دشہائے ناشناسا را

برغم تخت سلیماںؑ کہ بر ہوا میرفت ۔۔۔ بروئے آب ہمی گسترد مصلّا را

بہ عکس خاتم جم کاہرمن ربود از وے ۔۔۔ ہمی نہد بہ نگیں خانہ چشم بینا را

بہائے خاک درش مید ہند آب حیات ۔۔۔ بداں سریم کہ بر ہم زنیم سودا را

ز نظم شاہ چگوئی مگر فزود آری ۔۔۔ پئے مثال ز ادج فلک ثریا را

زشاہ معجزہ آندم طلب کہ در جنبش ۔۔۔ بہ گاہوارہ سخن گو کند مسیحا را

نہ در بہار کہ گر در خزاں سحر گاہے ۔۔۔ بقرض سوئے گلستاں رود تماشا را

بہ یمن مقدم خاقاں بہ صحن باغ نبات ۔۔۔ بروز نامیہ از بسکہ قسط افزائے را

خورد بہ چرخ سرش ناگہاں اگر فراش ۔۔۔ فراز سبزہ نہد تکیہ گاہ دیبا را

دم افادہ ز حکمت چناں سخن راند ۔۔۔ کہ بنگرند ز صورت جدا ہیولیٰ را

نہ از مشاہدہ ما نا کہ از شنیدن اسم — نشاں دہد کہ چہ در دل بود مسمیٰ را

زہے ز روے شناساوری شناساگر — رموز تفرقہ و جمع و لا و الاّ را

چو بحر و موجہ و گرداب در نظر دارد — شہود ذات و صفات و شیون و اسما را

روا بود کہ در اندیشہ انحصار کند — تجلیاتِ کمالاتِ حق تعالیٰ را

شدم خموش دگر لب چہ میگزی غالب — من آں نیم کہ نہ فہمیدہ باشم ایما را

گریزگاہ جز ایں جادہ رہگزار نداشت — گزر بہ منطق صوفی فتاد انشا را

نشاط در رزم از انجامش ثنا بدعا — بدیں پیالہ کشم بادۂ تولاّ را

وجود تا نبود جز بہ چشم بینش را — نمود تا نبود جز بہ لفظ معنیٰ را

بہر صورت پیوند لفظ و معنے باد — طراز نام شہنشاہ و طرز طغرا را

ز روے ضابطۂ مدت آں بود یکروز — سنین عمر شہنشاہ عالم آرا را

کہ سعی سیر ثوابت بحسب راے حکیم
در آورد بہ نشانگاہ ثور جوزا را

بست و دومیں (۲۲) قصیدہ[۱]

دیگر بداں ادا کہ وزد در بہار باد — دارد بہ پویہ کلک مرا بے قرار باد

وقتست کز تراوشِ شبنم ز جوشِ مہر — گوہر فشاں شود بسرِ سبزہ زار باد

وقتست کز شگرفیِ آثارِ نامیہ — بندد حنا ز لالہ بدستِ چنار باد

وقتست کاورد ز رہ آوردِ نوبہار — بے جام و آبگینہ مے بےخمار باد

بامحتسب بگوی کہ مستی گناہ نیست — زیں پس بجاے بادہ خورد بادہ خوار باد

---

[۱] در مدح بہادر شاہ ظفر. در نسخہ "د" طبع شدہ است۔

گنج روان باد کند تا پدید خاک — راز نهان خاک کند آشکار باد
بود از گهر به بطن صدف نقش بند ابر — گشت از شفق براوج هوا لاله کار باد
از تنگ ورزی گل و نسرین که باہم است — در رہروی خورد بخیابان فشار باد
سوسن کشیده خنجر و سنبل نهاده ام — نه شگفت کز میانه رود برکنار باد
گل بین که خست در گذر باد و ہمچنان — خندد بعشوه تا نشود شرمسار باد
رفت آنکه پوے پوے بهر سو ز خاک راه — انگیختے غبار به نیروے کار باد
بینی که سبزه زار ہمی بر ہوا رود — انگیزد از بسیط زمین گر غبار باد
از گونه گون شقائق و از رنگ رنگ گل — زد نقشہاے بوقلموں صد ہزار باد
سنبل چرا ز غصه نه پیچد به خویشتن — کش جز به سبزگی نه نهد در شمار باد
در باغ و راغ بهر نمود شکوه خویش — دارد ہواے پرورش برگ و بار باد
فرجام شادیِ خود از انبوہیِ نہال — بیند دمے که بگذرد از شاخسار باد
صبر از نہاد خاک بدر برد نوبہار — تا رشک بر زمیں نبرد زینہار باد
زیں بعد رنگ را نتواند نہفت خاک — زانساں که بوے را نبود رازدار باد
بنگر قماش سبزه که بافد رداے خضر — بی آنکه پود را بہم آرد بتار باد
یا آب در سپارش گل شد سخن دراز — ہر لمحه ہرزه نگذرد از جویبار باد
با عطر پیرہن نگراید ز بوے گل — عشاق را نمانده دگر غمگسار باد
تا سروِ سیخ سنجد و گل پیرہن درد — رقص از تدرو جست و سرود از ہزار باد
نے باد بلکه خود دم جاں بخش عیسویست — نامش نهاده اند دریں روزگار باد
زاں روکه چار سوے جہاں را فرو گرفت — ماند به پرچم علم شہریار باد
سلطان ابوظفر که ز بیم سیاستش — خم خورده از چراغ سر رہگذار باد
خورشید فرد دفتر آثار راے اوست — اینک ربوده ایں ورق زرنگار باد

در بزم گه نهاده بفرقش نسیم گل — در رزم جا فتاده ز تیغش فگار باد

بادست رخش شه که دهد خاکمالِ خصم — آساں ز قوم عاد برآرد دمار باد

با بادپاے شاه گر از روی داوری — در ره نهد نشاں و در آید بکار باد

تازد بداں شتاب که در بازگشت وی — گردد ہماں بگامِ نخستیں دوچار باد

نازم بداں ہماے ہمایوں اثر که ہست — در کارزار آتش و در خارزار باد

در ره گزار فوج نگر گرد باد را — از بیم ترکتاز خزد در حصار باد

افتاده گر بطرّهٔ گرد رہش گره — گردید شانه وش ہمه تن خارخار باد

صبحے بفرخ انجمن شہریار یافت — از بہر کارسازی نوروز بار باد

افشاند لاله و گل و ریحاں در انجمن — کز دیر باز بود دریں انتظار باد

پیغاره چیست گر نه بآئیں فشانده شد — کاورده عذر خواه کف رعشه دار باد

در عرض رنگ و بوی ریاحیں بہار را — باشد به پیشگاه چمن پیشکار باد

در مدح شه روانی طبعم نه باد صبح — ماند بشرط آنکه بود مشکبار باد

در بزمگاه نظم ز دودِ چراغ من — یابد شمیم نافهٔ مشک تتار باد

از جنبش قلم به کمینگاه فکرِ من — باشد فرشته صید و سلیماں شکار باد

از بخت تیرهٔ طبع روان مراچه بیم — خوش بگذرد ز خلوت شبہاے تار باد

بیروں ز مقتضاے طبیعت کرشمه ایست — دانی که از چه می وزدم بر مزار باد

خواہد که بہر سرمهٔ چشم سخنوراں — خاک مرا برد به صفاہاں دیار باد

راند سخن گر از نفس گرم من ببلخ — در رخت خواب غنچه نشاند شرار باد

بامن حدیث ہمنفساں ترہات گیر — در رفتگاں اگر رود آنرا شمار باد

خود را طفیل شاه ستایم که بہر گل — بندد طراز نامیه بر جیب خار باد

گفتی که حق مدح ز غالب ادا نشد — در موقف دعا نفسم حق گزار باد

دولت بکارگاہ بقا زد دم از دوام — یارب بقای خسرو فرخ تبار باد
با شہریار عہد وفا بست روزگار — یارب بنای عہد وفا استوار باد
نامش کہ محضر ملکی را فزودہ ارج — در منطق ملوک خداوندگار باد

گیہاں خدیو را بسریر شہنشہی
پیوستہ تکیہ بر کرم کردگار باد

---

۲۳ بست و سومیں قصیدہ[1]

ما ہمانیم و سیہ مستی ہر روزہ ہماں — نہ شب جمعہ شناسیم نہ ماہ رمضاں
مستیم را نہ بود مطرب و ساقی درکار — مستیم را نبود نغمہ و صہبا ساماں
مستیم را نہ بود نامہ سیاہی فرجام — مستیم را نبود بادہ پرستی عنواں
مستم اما نہ ازاں بادہ کہ آید ز فرنگ — مستم اما نہ ازاں بادہ کہ سازند مغاں
مستم اما نہ ازاں بادہ کہ در سنگ انداز — بہ نی و چنگ خورند آخر ماہ شعباں
للہ الشکر کہ در ساغر من ریختہ اند — مے بیرنگ ز میخانۂ بے نام و نشاں
زدہ ام جام ببزمیکہ دراں بزم ہست — ساقی اندیشہ و مینا دل و راوق عرفاں
می چناں نیست کہ خیزی و بجا کش ریزی — شیشہ بشکن کہ من از دست نخواہم تاواں
خون من بادہ ہدر بادہ فرو ریزد اگر — صد رہ ایں شیشہ ز مستی زدہ ام بر سنداں
مست پیمانۂ پیماں الستم بگزار — منکہ مستم چہ شناسم کہ چہ بستم پیماں
لاجرم صرفہ دراں نیست کہ در بیخبری — گزرد سال و مہ و روز و شب من یکساں
ہمدریں فصل کہ مستانہ سخن می گزرد — نکتۂ چند سرایم ز وجوب و امکاں

---

[1] در مدح بہادر شاہ ظفر، در نسخۂ "د" نیست۔

صور کون نقوش ست و هیولیٰ صفحه
صفحه عنقاست چه گوئی ز نقوش الوان

هستی محض تغیر نه پذیرد ز نهاد
حرف الآن کما کان ازین صفحه بخوان

همچنان در تتق غیب ثبوتے دارند
بوجودی که ندارند ز خارج اعیان

نتوان گفت که عینست چرا نتوان گفت
صور علمیه کز علم نیاید به عیان

پرتو و لمعه ندانی که بود جز خورشید
موج و گرداب نسنجی که بود جز عمان

عالم از ذات جدا نبود و نبود جز ذات
همچو رازی که بود در دل فرزانه نهان

صبحگاهی که گذر سوے چمن بود ز دور
میزدم بر گل نشگفتهٔ معنی دستان

ناگه آن آفت نظاره و غارتگر هوش
که غزالیست سخنگوی و نهالیست روان

آمد آشفته و سرمست بدان پویه که پاے
تاب خوردی ز سر طره و طرف دامان

خار خار غم صورت خسکم ریخت بجیب
بودمی کاش ز پیراهن صورت عریان

گفتم اے حوصله پرداز کیان پایه ملوک
گفتم اے خانه برانداز مغان شیوه بتان

آمدی سوے من از مهر که عیدست امروز
عید قربان کسے کش شده باشی مهمان

بخودم لیک دو صد پرده سر دل دارم
به مقامے که سخن گویم و جوئے برهان

خلق را کرده سراسیمه هوا خواهی عید
جز هوا و هوس از عید چه خواهد نادان

عید را عشرت خاصست و راز من پرسی
گویم البته نه رازست که گفتن نتوان

عشرت عید نه آنست که همچون زهّاد
شیر و خرما بهم آری پے آرایش جان

عشرت عید نه آنست که همچون اطفال
جامه در بر کنی از توزی و دیبا و کتان

عشرت عید نه آنست که در بزم نشاط
ریزی آنمایه گل و لاله که گردی پنهان

عشرت عید نه آنست که از بادهٔ ناب
بسرو خمهٔ پرویز شوی جرعه فشان

عشرت عید نه آنست که بالد مه نو
از خم دست تو در گردن هر پیر و جوان

عشرت عید نه آنست که بانگ دف و سنج
خیزد آنمایه که در لرزه در آید میدان

عشرتِ عید نہ آنست کہ گردِ سُمِ رخش | سرمۂ دیدۂ خورشید شود در جولاں
عشرتِ عید کسے راست کہ چوں صبح دمد | دیدہ مالد بہ کفِ پائے خدیو گیہاں
عشرتِ عید کسے راست کہ چوں حرف زند | لب بہ تحسیں دے از مہر کشاید خاقاں
آں تو ئی خسروِ روشندل و فرزانہ ستائے | این منم غالبِ فرزانۂ اعجاز بیاں
من سخن گوئی عطارد دم ناہید نشید | تو جہاں جوئی قمر مجمر کیواں ایواں
از تو باید کہ فزائی نفسم را نیرو | از من آید کہ دمم در تنِ اندیشہ رواں
تیزی فکرِ من از تست زگردوں چہ خطر | سختی دہر شود تیغ مرا سنگ فساں
از بہم مصرع برجستہ برآید در وجد | بہ ادائے کہ رود تیر تو بیروں ز کماں
ایں جنوبی و شمالی چہ نماید گردوں | دیں ریاحیں و شقایق چہ ستاید رضواں
نہ بسی نقش دلاویز کشیدم زاں دست | نہ بسی پردۂ نیرنگ کشودم ز نہاں
بہ سخن زندۂ جاوید شدم داد آنست | کایں سودا یست کہ در وے بود از مرگ اماں
دم بدم گرد دلم گردد و پروا نکنم | بو علی را نگزشت آنچہ زِ دانش بہ گماں
ایں چہ موج ست کہ از خون جگر میخیزد | ہاں وہاں اے دلِ آشفتہ سودا زدہ ہاں
در شناگستری شاہ نہ از بے ادبیست | کہ سخنور سخن خویشتن آرد بہ میاں
توسنِ طبع رواں دم زجر دفے زدہ بود | رانیش از رہِ ناراست بہ پیچید عناں
مطلع تازہ بداں آب طرازم در مدح | کہ تو دانی کہ فرو می چکد انجم ز زباں

مطلعِ ثانی

پروردتا ہنرش عرضہ شود بر سلطاں
ورنہ خورشید چہ خواہد زجگر گوشۂ کاں

آں بہادرشہ خورجلوہ کیواں پایہ
آں بہادرشہ مہ رایت مریخ سناں

آنکہ از سطوت وی رعشہ دود بر اجرام
آنکہ از ہیبت وی لرزہ فتد در ارکاں

آں عدو کش کہ بیک چوبہ دو جا ریش کند
می جہد بسکہ جداگانہ ز تیرش پیکاں

زندگی دشمن شہ راست ز اسباب ہلاک
چہ فسادش کہ بجز نیست ز شیرینی جاں

نیست اندیشہ ز خوں گرمی دشمن کہ دلش
می خورد لطمہ ز خونے کہ دود در شریاں

حکم شہ راست بر آفاق روانی در داست
چرخ گرداں چہ کند گر نہ پذیرد فرماں

نتواں گفت کہ امضائش علی الرغم قضاست
خود قضا با خودش انباز کند در جریاں

گردش چرخ بہ پیش دم رخشش دم سیر
نیک ماناست بہ غلطیدنِ گوی از چوگاں

در رہِ مدح فرو ماندہ تر از خویشتنم
خامشم من نہ من اندیشہ وا از خامہ زباں

بزبانے کہ دو نیم ست بسانِ دل من
بینوا یا نہ نے خامہ بر آورد فغاں

کہ گر از حوصلۂ خلق نشاں باید داد
میتواں گفت سکندر ر ددارا درباں

پایۂ شاہ ہر آئینہ بلند ست بلند
ایں نہ مدحیست کہ اندیشہ کند ناز بداں

در باندازۂ بالیست سخن باید راند
نپذیرد شہ والا نہ پسندد یزداں

چوں فرو ماندگی کلک سبک رو دیدم
بار غم بر دل بیحوصلہ گردید گراں

باز بیہوشئی دیرینہ بیادم آمد
رفتم از خویش کہ بر خویش کنم کار آساں

سخن از بزم خوش آنست کہ بیروں نرود
بہ شہ آوردہ ام از روئے ارادت ایماں

رفت بر من ستم از من کہ زدم گام فراخ
از رہِ دادگری داد من از من بستاں

می کشم نقش دعا در تو وفا می طلبی
ورق از کف نہ و از ناصیۂ من میخواں

در وفا عہد من آنست کہ باشم یکرنگ
وز دعا کام من آنست کہ باشی چنداں

کہ خود از عمر تو تا روز قیامت گذرد
آں قدر عرصہ کہ در آب نشیند نیگاں

بست و چارمیں قصیدہ[۲۴]

دادِ گوتا[۱] ستم بر اندازد | طرح نہ چرخ دیگر اندازد
در رگِ سازِ من نوائے ہست | کہ بہر غولہ اخگر اندازد
زیں نوائے شرر فشاں ترسم | کاتشش اندر نواگر اندازد
سرگزشتیست بر زباں کہ زباں | بر من از خویش خنجر اندازد
بامداداں کہ آسماں خواہد | کاہر من راز پادر اندازد
لمعۂ مہر در رگِ جانش | خلۂ نوک نشتر اندازد
تازِ جستی بہ مبحث کشتن | ذن مصدر ز مصدر اندازد
تیرہ خونش بر دہوا چوں دود | نہ بریں سطح اغبر اندازد
زنگباری زنے بماتم دیو | از رخ زشت چادر اندازد
وانگہ از زیر گوشۂ چادر | گوہر آمود معجز اندازد
گوہر آما پرند در پیچد | از بر دوش گوہر اندازد
گچہ دبارہ گہ فرد فگند | گاہ خلخال د پر گر اندازد
رہروانِ لوامعِ سحری | ہر چہ خاتون ز زیور اندازد
بربایند و ناپدید کنند | خود فلک طرح دیگر اندازد
تا گرفت آں بساط برچیند | ناگزیر آں بنا بر اندازد
چوں عرق کز جبین چکد در سعی | جبہہ چرخ اختر اندازد
ہر کہ بینی ہمی بروے طناب | جامۂ را کہ شد تر اندازد

---

[۱] در مدح بہادر شاہ ظفر ر ح

رخت نمناک خویشتن گردوں — می برد تا به محور اندازد
تابش مهر و جنبش ذرّات — شور در هفت کشور اندازد
مه چو طفلے که ترسد از غوغا — خویشتن راز منظر اندازد
سایه را پایهٔ نمو داری — باد پندار در سر اندازد
باد کز بوے بادہ مست شود — پردہ از روے گل بر اندازد
ساقی انجمن پگه خیز ست — بادہ در کاسهٔ زر اندازد
مطرب بزم زخمه اش تیز ست — تاب در زلف مزمر اندازد
همدم من که نیست جز دم گرم — عود بویا به مجمر اندازد
در کبابے که بر سماط نهد — نمک از شور محشر اندازد
بادہ مغز سرم بجوش آرد — نغمه خارم به بستر اندازد
بوے عودم نه جا بر انگیزد — همچو عودم ز جا در اندازد
جهم از جا چناں که جستن من — ز آسماں ماہ و اختر اندازد
شور شوقم ز گرمیِ رفتار — هفت دوزخ بره در اندازد
حاجب شاہ چوں بشهر آیم — در رهم خار بیمر اندازد
راہ بر من ز ششجهت بندد — مهرہ دارم بششدر اندازد
می شناسد که کیستم ورنه — کس چرا صید لاغر اندازد
گوید اے آنکه رقص خامهٔ تو — سرو را بر صنوبر اندازد
دستگاہِ تو چار بالش ناز — آنسوے هفت چنبر اندازد
اینت غالب که آتش از دم گرم — در مسام سمندر اندازد
عید اضحیٰ نه جشن نوروز ست — که کس این باد در سر اندازد
بر در کلبه گوسپند کشد — گرنه در غزوہ کافر اندازد

نہ کہ بر جاے خون قربانی — دم بدم مےؔ بہ ساغر اندازد
تا خرد پیکرے فریبندہ — مایہ در پیش پیکر اندازد
کودکان محلہ را در جیب — اخلسگندود فرفر اندازد
سادہ دل بیں کہ پرّہٗ کاہے — در گزر گاہ صرصر اندازد
طوقِ حجّاج و دَور پیمانہ — چوں دو حلقہ بہم در اندازد
در بگویند کایں ادا تلخست — در مے از بذلہ شکر اندازد
گیردم مست و ہوش مندانہ — ببرد تا بران در اندازد
گہ گر از رفعتش نشاں جویند — مرغ اندیشہ شہپر اندازد
ہمہ جا رس ہوا بفرضِ محال — بر فرازش گزر گر اندازد
ہمہ خاقاں و خاں فرد بارد — ہمہ کسریٰ و قیصر اندازد
در درگاہ شہ کہ دیوارش — سایہ بر قصر اخضر اندازد
آسماں آستاں بہادر شاہ — کہ فلک بر درش سر اندازد
آں موحد کہ ہیبتش دم کار — تیشہ از دست آزر اندازد
بہ گماں دوئیٔ عطارد را — از فرازد و پیکر اندازد
لطف ہر دم فزونش از خوبی — تشنگاں را بہ کوثر اندازد
نگہ خشمگینش از تیزی — نور از روی نیّر اندازد
خود زجیحوں غبار بر خیزد — گر بہ ہاموں تگاور اندازد
در بہ ہمگامیٔ جنیبت خاص — قرعہ بر نام لشکر اندازد
گرد روے زمیں فرد پوشد — نام بحر از جہاں بر اندازد
واں سپاہ سپہر بر ہمزن — باختر را بہ خاور اندازد
تا ازاں فتنہ جاں برد بہرام — جامۂ زہرہ در بر اندازد

گر کند ساز محفل آرائی ... طرحے از ہفت اختر اندازد
بر سرِ رہ دور دیر مینو را ... با اِرَم در برابر اندازد
خور در بزم گہ بجاے بساط ... طرہ ہاے معنبر اندازد
در نوردِ شراب پالودن ... در دمے بر سکندر اندازد
جانب جسم کہ می فزدل میخورد ... پارہٴ زاں فزوں تر اندازد
چوں کند مے بجام پنداری ... کہ بہ مہ مہر انور اندازد
اے کہ دست تو در گہر پاشی ... موج در آب گوہر اندازد
تیزیِ دور باش موکبِ تو ... رخنہ در سنج سنجر اندازد
پرچم رایتِ تو در جنبش ... از سر مہر افسر اندازد
کلک من بیں کہ ہر نفس جانے ... در رگ تار مسطر اندازد
در سیہ مستی و سر اندازی ... ہر کجا ہرچہ درخور اندازد
با سلیماں زند دم از بلقیس ... در رہ مور شکر اندازد
با زلیخا اگر شود ہمراز ... طرح کاخ مصوّر اندازد
با سمندر اگر بود دمساز ... ہمہ آتش بد فتر اندازد
از نوائے کہ در غزل سنجد ... حلقہ در گوش زاور اندازد
از طرازے کہ در دعا بندد ... بر ورق مشک اذفر اندازد
آں قدر زی کہ در زمانہٴ تو ... چرخ را کہنگی بر اندازد

تا قضا بہر آستانہٴ تو
طرح نہ چرخ دیگر اندازد

قصیدہ بست و پنجمیں[۱] ۲۵

در بہاراں چمن از عیش نشانے دارد — برگِ ہر نخل کہ بینی رگِ جانے دارد

غنچہ مشکیں نفس و لالہ بجوزیش گلبوے — انجمن مجمرہ و غالیہ دانے دارد

باد را راہ بہ خلوت کدۂ غنچہ چرا است — گر نہ با شاہدِ گل رازِ نہانے دارد

سبزہ را نامیہ انداختہ بادے در سر — بر خور از ہمسریِ سرو گمانے دارد

گریہ ہر چند ز شادیست ولے ابر بہار — نیز چوں من مژۂ اشک فشانے دارد

بر نخیزد ز رہش گرد دم قطرہ زدن — او ہم ابر کہ از برق عنانے دارد

تاک از باد خورد آب خوشا بادہ فروش — مایہ در باغ و بہ بازار دکانے دارد

ماہم از دست سرائیم و گل و سبزہ و باغ — واعظِ شہر گر از خلد بیانے دارد

بعد ازیں در چمن لالہ نہ بیند در خواب — کوہ کز دیر برہ خواب گرانے دارد

باد چوں نو سفراں در دم رفتن رقصد — آب چوں نکتہ وراں طبع روانے دارد

گوئی از آتش شبہاے زمستاں باقیست — سنبل و لالہ کہ داغے و دخانے دارد

غم گیتی نتواں خورد در ایام بہار — دورۂ شمس نو آئینِ رمضانے دارد

دیدۂ بر نمطِ سبزہ خطِ جادہ پدید — آسمانست زمیں کاہکشانے دارد

بر زمیں جوشِ سمن بیں چہ کنی انجم و چرخ — کہ بود بادیہ در رنگ روانے دارد

چہ زیاں گر تو ندانی کہ دعا گوئی ز گلست — دہ زباں سوسن آزادہ زبانے دارد

نرگس آں سروِ رواں را بہ گلستاں جوید — خود ازیں رو ست کہ چشمِ نگرانے دارد

ہر سحر خوبیِ حسنِ چمن افزوں بینم — بچو شہنشاہ مگر بخت جوانے دارد

بو ظفر شاہ جہاں گیر جہاں بخش کہ اوست — چمنِ دہر اگر سرو روانے دارد

---

۱ در مدح بہادر شاہ ظفر۔ در نسخہ "د" موجود نیست۔

تاج بالد کہ چنیں مہر جمالے بیند — تخت نازد کہ چنیں شاہ نشانے دارد

لامکاں گر نتواں گفت تواں گفت کہ شاہ — برتر از ہر چہ تواں گفت مکانے دارد

بر فلک صورت انجم مسگالید کہ چیست — بگزارید کہ ناں ریزہ خوانے دارد

خوان خاقان کرم پیشہ کہ از بخشش عام — بر سر مائدہ انبوہ جہانے دارد

نازش مہ بہ نشانمندی داغش نازم — گوئی از سجدۂ آں عتبہ نشانے دارد

در بلندی بکلہ گوشۂ شاہست قریں — طالع مہر ستایم کہ قرانے دارد

تا سپس زاں کف زرپاش بر اہن چہ رود — دم بدم تیشۂ سرکندن جانے دارد

اے کہ در بزم دل افروز نگاہش دیدی — بیں کہ در رزم جگردوز سنانے دارد

مشنو آوازۂ سلجوقی و ساسانی را — شہ بفرخ گہری شوکت و شانے دارد

ہل افسانۂ بغدادی و بسطامی را — شہ بہ بالغ نظری سیر و شانے دارد

ہمہ دانا منم آں شاعر اعجاز بیاں — کہ زمن کالبد ناطقہ جانے دارد

رفتہ بالا کہ نشاں آورد از پایۂ من — تا بداں پایہ کہ گردون دورانے دارد

دہر گوید ندارد روش دانش و داد — ہمہ دارد کہ چو غالب ہمہ دانے دارد

سخن از ہمدمی خامۂ نیسانی ہست — کہ ہر آئینہ چو من شیر ژیانے دارد

معنی از لفظ مرادست سخنور نبود — کہ با آہنگ حزیں ساز بیانے دارد

بسکہ ہر دم رود از زمزمۂ خویش زخویش — خواجہ داند کہ دلاویز فغانے دارد

مدح کز روی گزافست شمارد انصاف — باخود از خوبی گفتار گمانے دارد

روی خوش باید و تاب کمر و طرز خرام — نبرد دل زکف از مور میانے دارد

نطق تنہا نبود مشق سخن را کافی — سخن اینست کہ ایں تیر کمانے دارد

ہم ازیں جاست کہ دانا دل شیراز سرود — بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

دم گرمے کہ بمن دادہ بہرکس ندہند ۔۔۔ گفتہ باشد سخنے ہر کہ زبانے دارد

منشیم را بہ سخن تیز کند تاب نبید ۔۔۔ تیغم از گردشِ پیمانہ فسانے دارد

ہمچو شاہد کہ تحاشی زند اندر آغوش ۔۔۔ خامہ در دست من از نازفغانے دارد

در دیا زمزمۂ مردہ دلاں بوالعجبیست ۔۔۔ موج خوں جوے دراں تن کہ روانے دارد

داغم از خویش کہ با خویش زبانے دارم ۔۔۔ کہ ز افزودنِ یک نقطہ زیانے دارد

در پناہ تو رہے راچہ غم از فتنۂ دہر ۔۔۔ کہ خود از دہر بکف خط امانے دارد

عین علم من و بیت الشرفِ من درِ تست ۔۔۔ مشتری کوکبِ علم از سرطانے دارد

در زمین سخن آنراست تصرف درخور ۔۔۔ کہ بدستوریِ اقلیم ستانے دارد

نبود در بود البتہ دعاے تو بود ۔۔۔ گر ثناے تو بہ تحریر کرانے دارد

دفترِ عمرِ شہنشہ بمثل تقویمی است ۔۔۔ کہ بہر سطر طرازی زفرانے دارد

یا جہانیست جدا گانہ خود از روے مثال ۔۔۔ کہ بہر گوشہ جدا گانہ جہانے دارد

بیخزاں باد بہار تو علی الرغم جہاں

تا جہانست و بہاری دخزانے دارد

۲۶
بست و ششمیں قصیدہ

رہروان چوں گہر آبلۂ پا بینند[۱] ۔۔۔ پاے را پایہ فراتر ز ثریا بینند

ہر چہ در دیدہ عیانست نگاہش دارند ۔۔۔ ہر چہ در سینہ نہانست ز سیما بینند

راستی از رقم صفحۂ ہستی خوانند ۔۔۔ نقش کج بر ورقِ شہپرِ عنقا بینند

دور بینانِ ازل کوری چشم بدبیں ۔۔۔ ہم در ینجا نگرند انچہ در آنجا بینند

---

[۱] در مدح بہادر شاہ ظفر۔ در نسخہ "د" نیست۔

راز زیں دیدہ وراں جوئے کہ از دیدہ وری
نقطہ گر در نظر آرند سویدا بینند

راہ زیں دیدہ وراں پرس کہ در گرمروی
جادہ چوں نبض تپاں در تنِ صحرا بینند

شررے را کہ بناگاہ بدر خواہد جست
زخمہ کردار بتارِ رگِ خارا بینند

قطرۂ را کہ ہر آئینہ گہر خواہد بست
صورتِ آبلہ بر چہرۂ دریا بینند

شام در کوکبۂ صبح نمایاں نگرند
روز در منظرِ خفّاش ہویدا بینند

وحشتِ تفرقہ در کارخ مصوّر سنجند
مجمعِ انس بہ نے بستِ زلیخا بینند

ہر چہ گوید عجم از خسرو و شیریں شنوند
ہر چہ آرد عرب از وامق و عذرا بینند

نستوہند اگر ہمرہ مجنوں گردند
نخروشند اگر محملِ لیلا بینند

خون خورند و جگر از غصہ بدنداں گیرند
خویش را چوں بسر مائدہ تنہا بینند

سر و تن را اگر از درد ستوہ انگارند
جان و دل را اگر از دست شکیبا بینند

قطرۂ آب بلب بوسۂ نشتر شمرند
پارۂ ناں بگلو ریزۂ مینا بینند

چوں بدانند کہ ما مست ندانند ز ہر
روئے گرمی اگر از مہر بجوزا بینند

قشقہ را از ورق ہنگامۂ ہندو خوانند
بادہ را شمعِ طرب خانۂ ترسا بینند

برسم و زمزمہ و قشقہ و زنّار و صلیب
خرقہ و سبحہ و مسواک و مصلّا بینند

دل نہ بندند بہ نیرنگِ دریں دیر دو رنگ
ہر چہ بینند بعنوانِ تماشا بینند

جام جویند و ز رندی نگرایند بہ زہد
سبحۂ انجم اگر در ید بیضا بینند

ہر چہ در سو نتواں یافت بہر سو یابند
ہر چہ در جا نتواں دید بہر جا بینند

ہمہ گردند بداں پایہ کہ او را دانند
ہیچ باشند دراں وقت کہ خود را بینند

ایں نظرہائے گرانمایہ فراموش کنند
چوں بہ نیرنگِ سخن شعبدۂ ما بینند

نظم را موجۂ سرچشمۂ حیواں فہمند
نثر را نسخۂ اعجازِ مسیحا بینند

گہ پۓ نقل بصد گونہ تقاضا خواہند
گہ پے فال بصد رنگ تمنّا بینند

بردازیاد کہ دنیاست نمودے بود
ایں دل افروز نمودی کہ ز دنیا بینند

نیم از عید فراپیش نگاہ آئینہ
کاندراں آئینہ پیدائیٔ اشیا بینند

ہمدریں روز نشانند جہاں شاہاں را
بہ در شاہ جہاں ناصیہ فرسا بینند

خوشتر آنست کہ چوں روے بدرگاہ آرند
ہم ازاں پیش کہ آں درگہ والا بینند

خسرواں راکہ چو ما بہر زمیں بوس آیند
بنشینند سر راہ گزر تا بینند

سپہی چند پراگندہ بمیداں نگرند
علمی چند درخشندہ بہ پہنا بینند

نیز بیحد سپہ از رومی و روسی گویند
نیز بیمر علم از اطلس و دیبا بینند

پیش پیش ہمہ تازند و بر اطراف بساط
بسر پاے بپایند اگر جا بینند

ان[1] یکادی بصد اخلاص بخوانند و ز دور
شاہ جمجم کوکبہ را انجمن آرا بینند

چشم بد دور بہادر شہ خورشید نگیں
کہ لوایش بسر گنبد خضری بینند

بزمے آراستہ امروز بایواں کہ دراں
نہ قدح بر کف و نی بادہ بمینا بینند

صورت لرزہ براندام سلاطیں پیداست
موجۂ را کہ بہ پیمانہ ز صہبا بینند

خسرواں سجدہ برند نکتہ دراں ہیچ سراے
بزم نظارہ فروز خرد افزا بینند

لختے آوازغزلخوانیٔ غالب شنوند
لختے انداز جبیں سائیٔ دارا بینند

دندراں بزم کہ پروین دیرن راماند
پیکری بامہ ناکاستہ مانا بینند

پیکرے فرخ و فرخندہ کہ از بہر نیاز
پیش وے دولتیاں رالجا با بینند

پے بہ پیدائیٔ اقبال خداداد برند
از شکوہے کہ دراں پیکر زیبا بینند

وانگہ از جانب اقبال بامید قبول
پیشکش زندگیِ خضر و مسیحا بینند

بعد ازآں کایں ہمہ بینند بہ پیغولۂ چشم
بگذر خاتمۂ دفتر انشا بینند

---

[1] صحیح "وان یکاد" ہے۔

کلکِ داؤد نوائے اثر اندوز مرا
نغمہ پرداز دعائے شہ والا بینند

بامن زار کہ در بندِ نوایم چوں نے
خویش را نیز در آں پردہ ہم آوا بینند

در دعا کوشش آگاہ دلاں خوش باشد
دیدہ آں روز کہ در ہائے فلک وا بینند

خواہم ایں زمزمہ امروز بدانساں سنجم
کہ دعا را اثر از ناصیہ پیدا بینند

تا گل و سبزہ و ریحاں ز خیاباں جویند
تا کف و موجہ و گرداب بدریا بینند

تا بریں پشتہ نشاں از مہ و پرویں یابند
تا دریں رہ اثر از آدم و حوا بینند

تا بہر سال شمار دی و بہمن ورزند
تا بہر ماہ طراز دی و فردا بینند

هم بدیں ساز بہ ہنگامۂ ہر عیدِ سعید
شاہ جمشید کوکبہ را انجمن آرا بینند

بست و ہفتمیں قصیدہ[27]

دریں زمانہ کہ از تار روز ہائے دراز[1]
سپہر بافتہ اطلس پے وسادۂ ناز

نگر نسیم سحر آں وسادہ را در باغ
برد بے لالہ و گل گسترد بصد اعزاز

سپس بہ صحن چمن تا نشیمنِ خاقاں
کشد ز سبزۂ نوخیز فرش پا انداز

بر آں بساط نہد پائے آسماں پیمائے
ز نقش پا بزمیں بر ستارہ رخشاں ساز

شہنشہ خرد آموز گار داد گرائے
شہنشہہ گنہ آمرز بے گناہ نواز

ابو ظفر کہ نگردد ہلال عید پدید
اگر بہ چرخ نہ بندد ز نعل رخش طراز

ز بذل ابر مزن دم بہ پیش شاہ کہ ابر
بہ بحر قطرہ دہد تا گہر ستاند باز

---

[1] در مدح بہادر شاہ ظفر در نسخہ "د" نیست۔

زبسکہ بندگیش دارد آرزو محمود
بر آں سرست کہ خود را بدل کند بہ ایاز

دماغہ بہر چہ دوزند چوں خود از رہ دور
پے شرف بکف شاہ دیدہ دوزد باز

رودم کہ آورمش تا کلام شہ شنود
چوں بشنوم کہ فلاں نیست منکر اعجاز

براہ فقر چہ رانی سخن ز دالی بلخ ق
کہ تاج و تخت بجا ماند و دم زد از تگ و تاز

بتاج و تخت کند قطع راہ سیر و سلوک ق
دریں روش نبود کس بشہریار انباز

اگر نہ چرخ پے پایۂ سریر آورد
طلاے دہ دہی آفتاب را بگداز

چراست این ہمہ گرمی در آفتاب کہ سوخت
ز تاب خویش در ابرو اشارہ در دل راز

سخن رسید ز گرمی بتاب مہرِ تموز
چناں مباد کہ سوزم ز شعلۂ آواز

نعوذ باللہ ازیں باد گرم و تابش مہر
کہ در جحیم فروزیست زمہریر گداز

ز مہر رفت پژدہش کہ چیست چارۂ کار
جواب داد کہ غالب چو من بسوز و بساز

دریں سموم چو پروانہ کاں زند بر شمع
رواست سوزد اگر بال مرغ در پرواز

زبس بسایہ گراید عجب نباشد اگر
رود بسوے نشیب آفتاب رہ ز فراز

چو عکس مہر در آب رواں نظارہ کنی
نگاہ دود بود تا بدیدہ گرد دباز

بہ نیم ورز کسے زخمہ گر زند بر تار
زمانہ جائے نوا سر کشد ز پردۂ ساز

شد آنکہ غنچہ شگفتے و از شمامۂ گل
شدے بہ صحن گلستاں نسیم غالیہ ساز

گرفتہ تنگ چناں خویش را ز بیم سموم
کہ غنچہ را نتوانی شناختن ز پیاز

بدیہہ گوئی من بیں کہ در چنیں تف و تاب
نبشتہ ام غزلے در ورق بزودانداز

کشایش در میخانہ مے دہد آواز
کہ روز عید صبوحے کنید بعد نماز

بیا د بادہ بہ ہنگامہ آشکارا خور
نماند راز نہانی کہ ترسی از غمّاز

بدست آنچہ بہ ہندوستاں کشند از قند
ہم از فرنگ بیارا ر نباشد از شیراز

گماں کنم کہ خدا خود نیافریدہ بہشت
در بہشت بردیم اگر کنند فراز

بناز می جہد از دست من چو نغمہ ز چنگ
بوقت بوسہ مگر ہمچونی شود دمساز

ز روے و موے ہمیں روے و موے منجوئی
تو اے کہ رہ بہ حقیقت نبردۂ ز مجاز

غزل بمدح چناں داں کہ مطرب انگیزد
نواے تازہ ز آمیزشِ عراق و حجاز

قلم کہ کامرواے قلمروِ سخن ست
بر آستانۂ شہ سود باز روے نیاز

شبے کہ چوں بسر تخت پا نہاد سپہر
بہ تخت گفت کہ بر بخت خویشتن می ناز

فلک رسد چو براں در خبر دہند بشاہ
کہ ایستادہ بدر دازہ پیر لعبت باز

ز دودۂ غضبش خویش را شمرد آتش
بجرم ترک ادب چوب میخورد زاں باز

حریص مدحت شاہم بذوق کسب شرف
بقدر نطق بود آبروے مدح طراز

اگر فرد چکد آتش ز لب ندارم باک
بمدح شاہ غزل با دگر مخوانی آز

سخن دمے کہ بپایاں رسیدنی خواہد
نداده صورت انجام مے کنم آغاز

ولے بایں ہمہ کوشش نمیتوانم گفت
کہ حق مدح ادا کردہ ام ز روے جواز

چہ سود گر بہ سخن فرّ خسروی دارم
فتادہ کار بہ کیخسرِ سخن پرداز

سخنورست و سخنداں گریز نیست ازاں
کہ لب ز حرف بہ بندم بہ حیلۂ ایجاز

دعا بصورت شرطِ و جزا کہن رسم ست
نہ بست دل بہ چنیں شیوہ خامۂ سطناز

برائے شاہ ز یزداں طلب کنم شش چیز
بہ صد ہزار تضرّع ز روے عجز و نیاز

تن درست و دل شاد و طالع فرّخ
شکوہ وافر و ملک وسیع و عمر دراز

بست ہشتمین قصیدہ[۲۸][۱]

روز بازار عیش امسال ست — ماہ خرداد و عید شوال ست

بر رخ روز میفزاید حسن — شب کہ مانا بعنبرین خال ست

در دو پیکر خرامش خورشید — روز را بر فزونیش دال ست

سبزہ ز آمد شد بہار و تموز — بسر رہگزار پامال ست

برشگال و تموز اندر ہند — دیدہ باشی کہ بر چہ منوال ست

ہر یکے را ازین دو فصل بوصل — دوش بر دوش بال بر بال ست

فیض باران ہم از بہاران جوے — کار دانی دگر بدنبال ست

میوہ بالد بخویشتن بر شاخ — کشت امید قبول اقبال ست

ابر از باد رستنے از ابر — کو بکو بار و سو بسو بال ست

باز ماند انبہ از گل افشانی — در رگش شہد ناب سیّال ست

لذتش را ہمی زیان نکند — گر زریرست گونہ ور آل ست

باد گرم ار ز خاک دود انگیخت — تا ندانے سموم قتّال ست

ابر گرد آورد فلک زین دود — در دماغش ہوائے برسال ست

گیر در شب عیار گرمی روز — لب آفاق پر ز تبخال ست

ذرّہ ہا را ز تابش خورشید — ہیئت نقطہ ہاے رمّال ست

خوبی کار بعد ازین بینی — انچہ پیداست خوبی فال ست

سبز گردد دگر بدانسان دشت — کہ تو گوئی زمردین شال ست

جاے پر سبزہ رویدا ز بالش — ہر کجا مرغ بے پر و بال ست

---

۱ در مدح بہادر شاہ ظفر۔

سیم را گشته آبجو ستّاک | موج دریاے سبزہ خلخال ست
آبہاے رواں فراز فریز | نہ بہ تنہا نشاط اطفال ست
عارفاں را او ہد ز خلد نشاں | آں بہ تفصیل و ایں با جمال ست
بہ بہشتے چہ دل نہی غالبؔ | کہ بہ پاداش حسن اعمال ست
سایۂ ابر جوی و سبزۂ باغ | کہ رواں تازہ کن بہر حال ست
مدح سلطاں سراے کایں دولت | خوشتریں نقد گنج آمال ست
بوظفر کز ازل بہ فیروزی | کار فرماے بخت و اقبال ست
زر فشاں خسروے کہ در عہدش | معدن از زخم تیشہ غربال ست
شاہد بخت شاہ را در دہر | چرخ آئینہ بہر تمثال ست
با نوالش دو قور ارزاق ست | با جلالش ظہور آجال ست
در ملوکش ثبات اقطاب ست | در سلوکش مقام ابدال ست
جاہش از تازگی بود باغے | کہ دراں گونہ گونہ اشکال ست
سدرہ با آں زمردیں بالاں | اندراں باغ پشہ آنمال ست
در کفش خامہ دیدۂ دریاب | ابر نیساں رگش ازیں نال ست
زاں چکد قطرہ زیں گہر بارد | ایں بہر روزہ و آں بہر سال ست
بو تنزل نشاں دہم ز عروج | شوکت شاہ بحر سیّال ست
دیں مکوکب فلک کہ میدانی | اندراں بحر ماہی دال ست
خامہ دم زد ز راز گوئی من | راز دارم زباں من لال ست
جوہر تیغ شاہ دید قضا | گفت کایں سرنوشت اقبال ست
در زمان ظہور صاحب امرؑ | زخم ایں رزق فرق دجال ست
مژدہ اے تیغ داے قلم کایں حرف | بر دوام بقاے شہ دال ست

شاد ماناد شاہ تا در دہر
دور روز و شب و مہ و سال ست

بست و نہمیں[29] قصیدہ برگزیدہ در مدح حضرت فلک رفعت[1]

نطقم نخست زمزمۂ خونچکاں دہد
کز خوں طراز سرورق داستاں دہد

خون دل از شگافِ قلم می تراود م
بارد بہ بام ابر و نم از ناوداں دہد

آں نے کہ ہست در بن ناخن ز سر خلد
از جنبشے کہ خامہ مرا در بناں دہد

از سر گزشتہ سیل دم مرا در سر آں کہ لب
زیں سر گزشت داد سخن در بیاں دہد

نالم ز جورِ شحنۂ دلے ہم گیر و دار
نام فلک در انجمنم بر زباں دہد

فریاد از سپہر کہ بر خوان آشتی
خون جگر بناں خورش میہماں دہد

آہ از فلک کہ چوں زند آتش در آفتاب
نظارہ را بداں بفریبد کہ ناں دہد

خور نام کیست ہر سحر ایں خستہ دیگرے ست
کا نرا فلک بسوزد و سر در جہاں دہد

زیں ہفت دزد داد کہ ہر روز آں یکے
داد ستم بہ شحنگی خاک داں دہد

ہر شب بصورتے دگر ایں دیو ہفت سر
زحمت بہ مرد راہ دریں ہفتخواں دہد

گفتم لئیم نیست فلک چوں بر آسماں
دیدم کہ مہر نور بماہ ارمغاں دہد

ناگہ ذنب چو مار بپیچد و حلقہ زد
تا در میانہ ایں ببرد ہر چہ آں دہد

خوانم بداں نوا غزلے تازہ کاسماں
خواہد ز رفتہ عذر و تقاضا اضماں دہد

---

[1] در مدح ملکۂ معظمہ دارا دربان فرمانروائے انگلستان مد ظلال اجلالہا۔
نسخہ "د" صفحہ ۱۸۵۔

مطلع ثانی

دهرم به شهر بسکه بدریوزه ناں دهد
همسایه را ز دودهٔ من میهماں دهد

ننشاندم فلک بسر خواں دهم ز در / ناں ریزه ها ز ریزش اطراف خواں دهد
گر خود بنظم لفظ و کال در دل آورم / اختر گزار قافیه‌ام بر زباں دهد
بختم ندیم نیک ندیمے که چوں ازو / پرسم ز آسماں خبر از ریسماں دهد
گر پیشش روزگار بنالم ز زخم خار / ظالم جواب من بزباں سناں دهد
لطف سخن گواه من آں نیستم که دهر / بالیں و بسترم ز خز و پرنیاں دهد
حاشا که جز بهانهٔ آزار من بود / عیشے به آشکارم اگر ناگهاں دهد
عریاں بروز تا بودم تن در آفتاب / شبهائے ماه پیرهنم از کتاں دهد
دیگم به مطلع دگر آرم سخن ز خویش / دانا چه لب به حرف مه و آسماں دهد

مطلع ثالث

آں مور سرکشم که چو مرگش اماں دهد
از تنگ پائمال به پرواز جاں دهد

گر دل ز سخت جانی من داغ دمن هنوز / شادم که مزد صبر بس از امتحاں دهد
چوں بندم آشیانے گمارد سپهر برق / دانم که چشم روشنئ آشیاں دهد
آنرا بهار سبیکهٔ آں زر کنم قیاس / گر گل برد زمانه و برگ خزاں دهد
نازم که نزد چرخ گرامی ترم بقدر / چوں کس بخور غنچے بمن اندر نهاں دهد
سازد ز عود کشتی من چرخ دمن به خویش / سنجم ز ابلهے که متاع گراں دهد

شبہائے تار نالم و دانم من خوش ست
گردوں دمیکہ گوش بآہ و فغاں دہد

داں خود بریں سرست کہ ہم بر صدائے من
تیر جگر شگاف کشاد از کماں دہد

داغم ز سوز غم کہ خجل دارم ز خلق
بوئے کہ تن ز سوختنِ استخواں دہد

یا رب زباں مباد کہ جنبد بنام من
آں را کہ روزگار لبِ شادماں دہد

مرگم ز بس کشیدہ در آغوش خویشتن
از جوش دل فشار دگر ہر زماں دہد

چوں خوں گرفتہ طلبد مہلت از اجل
آں را قسم بجان من ناتواں دہد

ناسازی غم ایں دنخواہم ببزم راز
سازے کہ بانگ زمزمۂ الاماں دہد

دیوانگی نگر کہ در آویختم بہ چرخ
اندیشہ ایں ستیزہ کرا در گماں دہد

تا در سرم ہوائے کہ باشد کہ آں ہوا
کاہِ مرا مجادلہ با کہکشاں دہد

راہِ سخن کشودم اگر خود نشد کہ بخت
راہم ببزم بانوِ گیتی ستاں دہد

آں وادگر کہ عہد وے از بس خجستگی
یاد از زمان سنجر و نوشیرواں دہد

آں دیدہ ور کہ بر نمطِ بزم مے کشی
جامش خبر ز گردش ہفت آسماں دہد

روشندلی کہ روشنی از آں گشت آفتاب
کافاق را مشاکی از و در عیاں دہد

فرخ دمیکہ جیسئے از آں زیست جاوداں
کش فرخی بزندگیِ جاوداں دہد

دکٹوریا کہ کاتبِ قسمت ز دفترش
توقیع خسروی بہ جہاں خسرواں دہد

اندیشہ گر بہ فرض برد رہ بہ منظرش
افلاک راز دور بہ پستی نشاں دہد

فطرت کہ از برائے نمودار ہر کمال
آرد مثال و رابطۂ درمیاں دہد

تا بہرِ کاخ جاہ وی آورد نردباں
زاں لمحہ لمحہ بعد کہ دورِ زماں دہد

زد نقش سطح خاک کہ گر کوہی کند
ایں خشت زیر پایۂ آں نردباں دہد

از بسکہ قربِ عتبۂ مشکوے خسروی
فرجام نازشِ شرف دودماں دہد

نوشابہ بوئے بوئے زری تا بداں حریم
آید کہ تن بہمدمیِ پاسباں دہد

قسط شہان دیگر ازیں در رسد مدام
دولت عطیہ بسکہ بدیں خانداں دہد

بر سنگ شکل خاتم جم گردد آشکار
بلقیس بسکہ بوسہ بر آں آستاں دہد

لطفش بخاک وادی حرماں خلاف رسم
قند از نی حصیر و گل از خیزراں دہد

قہرش ببوستان تمنا بشرط حلم
اُردی بہشت را نفس مہرگاں دہد

فرمان او ز بسکہ نہد رسم یک دلی
در گلہ گرگ رونق کار شباں دہد

پیش سگش ز بسکہ زند دم ز آشتی
دم لابہ ریزش تن شیر ژیاں دہد

نامش ز خویشتن بسر نامہ گل زند
مدحش در انجمن بہ تن خامہ جاں دہد

صحن فلک بہ رونق بزمش قسم خورد
بال ملک بتوسن عزمش عناں دہد

از کلک خال مشک بر روے ورق نہد
از تیغ رنگ لعل بسنگ فساں دہد

در عدل خط بشہرت نوشیرواں کند
در بذل ناں بدودہ چنگیز خاں دہد

با بذل او سحاب چہ و آفتاب کیست
کایں دم زند ز قلزم و آں عرض کاں دہد

اتابعش کہ چوں بہ سخن درفشاں شود
از رشک مالش کف گوہر فشاں دہد

ہر روز ز بسکہ خاک نشینان شہر را
گنجینہ ہائے لعل و گہر رائگاں دہد

ساقی چناں کہ باز نگیرد ز کس قدح
در بُتّدین قدح مے چو ارغواں دہد

نشگفت گر بہ میکدہ ہا پیر مے فروش
ارزاں خرد پیالہ و را دق گراں دہد

از شہر شہ نشیں چہ سرایم کہ جوش گل
رشک شفق بہ کنگرِ آں شارساں دہد

معمورہ کہ آب و ہوایش ز خرمی
در عہد گل ثمر بکف باغباں دہد

گر خود ز رود نیل بود آبروے مصر
در سرمہ چشم روشنی اصفہاں دہد

لندن نگر کہ سرمہ ز خاکش برند خلق
چنداں کہ خاک رہگذر آب رواں دہد

لب بستم از خطاب زمیں بوس بعد مدح
مشکل کہ ساز عجز نوائے چناں دہد

گویم دعا و لے نہ بداں ساں کہ گفتہ اند
تا ایں بود سپہر بمہد درخ آں دہد

آں خواہم از خدائے توانا کہ روزگار — از من پذیرد آنچہ مرا بر زباں دہد
آں بادکایں شہنشہ فرخ تبار را — از شرق تا بغرب کراں تا کراں دہد
آں باد و دور نیست کہ گفتار من مرا — سیمائے عز و جاہ بریں آستاں دہد
آں باد و زود باد کہ کلک دبیر خاص — آوازۂ نوازش من در جہاں دہد
آں باد و در خورست کہ فرماندہی کنم — بر ریگ دودہ کہ گنگ بہندوستاں دہد
آں باد خوش بود کہ شہنشاہ بحر و بر — انجام خواہش اسد اللہ خاں دہد

چوں دہر غالبم بہ سخن نام کردہ است
غالب کہ نام من ز حقیقت نشاں دہد

سی ام قصیدہ[1]

در[2] روزگارہا نتواند شمار یافت — خود روزگار آنچہ دریں روزگار یافت
پرکار تیز گرد فلک در میاں مبیں — حق داد داد حق کہ بمرکز قرار یافت
در ہائے آسماں بزمیں باز کردہ اند — ہر کس ہر آنچہ جست بہر رہگزار یافت
آمد اگر بہ فرض ز بالا بلا فرود — بر روئے خاک پیچ و خم زلف یار یافت
چوں حسن ماہ یکشبہ بینی بداں کہ ماہ — پاداش جانگدازئ شبہائے تار یافت
چوں رنگ روئے گل نگری شاد شو کہ گل — اجر جگر خراشئ پیکان خار یافت
در خاک و باد و آتش و آب آشتی فزود — ایں پرورش کہ خلق ز پروردگار یافت
ناچار جز بداد گرائش نمے کند — در دہر ہرچہ صورت ازیں ہر چہار یافت
ہر کس بقدر فطرت خویش ارجمند گشت — ہر شے بہ حسن جوہر خویش اشتہار یافت

---

۱ ایں قصیدہ در نسخہ "ح" نیست۔ ۲ در مدح ملکہ وکٹوریہ و تہنیت فتح دہلی۔

گر خواجہ بندہ را خط آزادگی نبشت
ہم بر در سرائے خودش بندہ وار یافت

در بندہ خود ز خشم خط بندگی درید
توقیع خوش دلی ز خداوندگار یافت

مہ روشنی ز مہر فزودش ز سر گرفت
لیل و نہار صورت لیل و نہار یافت

بہرام دل بہ بستن تیغ دگر نہاد
ناہید ذوق ورزشِ مضراب و تار یافت

نظارہ فتنہ ہاے عیاں از نظر سترد
اندیشہ گنجہاے نہاں آشکار یافت

جام از شرابِ روشنیِ آفتاب داد
بزم از بساط تازگی نو بہار یافت

روے سخن صفاے بناگوش گل گزید
بانگِ قلم نشاط نواے ہزار یافت

برہم زدند قاعدہ ہاے کہن بدہر
ہر کس نشاط تازہ ز ہر گونہ کار یافت

فیض سحر بہ غالبِ پیمانہ کش رسید
ذوقِ صبوح عابدِ شب زندہ دار یافت

رہزنِ متاع خویش بر ابن السبیل ریخت
کودک رضاے لہو ز آموزگار یافت

عاشق ز بسکہ شاہد بیداد پیشہ را
از بہرِ خویش غمگسل و غمگسار یافت

خوں گشت در دل مے اگر حسرتِ نگاہ
چشم سیاہ را بعزا سوگوار یافت

گر زاہد ست نیز ز من مے بجام برد
ور مجرم ست نیز ز نشہ زینہار یافت

قفل دل حسد کہ کشایش نداشت نیز
دندانۂ کلید ز دندان مار یافت

با فتنہ ہم مضایقہ در خورّمی نرفت
خود رخت خوابش از رگ گل پود و تار یافت

عنواں رنگ و بو رقمِ دلفروز جست
بستاں آرزو شجرِ میوہ دار یافت

دولت سپند سوخت کہ شد ملک تازہ روے
ملک آفریں سرود کہ دولتمدار یافت

از انتظام شاہی و آئین خسروی
سور و سرور و دانش و داد انتشار یافت

بر خستگانِ ہند بہ بخشود از کرم
وکٹوریا کہ رونق از روزگار یافت

جشنے بکار سازیِ اقبال ساز داد
کاقبال ناز را بہ منش سازگار یافت

بالد چناں ز ناز کہ پہلو زند بتاج
از بسکہ تخت پایۂ استوار یافت

نازد جہاں بخویش کہ بالد بر وے تخت
ازبسکہ تاج کام دل اندر کنار یافت

بایستی انجم از پے ترصیع تاج و تخت
نازم فروتنی کہ جواہر قرار یافت

یاقوت ساز چرخ کہ معدن دکان اوست
آورد ہر چہ در کمر کوہسار یافت

سنگے کہ نقش لعل و زمرد نہ بستہ بود
در سینہ خارخار ز جوش شرار یافت

خورشید را بچشم کواکب فزود ارج
تنہا نہ آبروے گہر شاہوار یافت

جمشید گش بشاہ سر ہمسری نبود
ساقی گری گزید و دراں حلقہ بار یافت

زیں پس بسے میانۂ مردم سخن رود
از دورباشہا کہ جم از پردہ دار یافت

ہمت نخواست بادہ ز انگور ساختن
در دور شہ بمیکدہ پرویں فشار یافت

زحمت کشد گرچہ بہار اندر اہتمام
داند ہمی کہ سود بروں از شمار یافت

آورد گونہ گونہ نشانہاے رنگ و بو
با خویش برد ہر چہ نہ در خورد کار یافت

گل راز جوش رنگ بہنگامہ جا کجاست
آورد گر بہار تنش را فگار یافت

در راہ پاے مزد عزیزاں شمردہ شد
در بزم قوت روح عزیزاں قرار یافت

موجے کہ آب در گہر شاہوار زد
جوشے کہ خوں بناف غزال تتار یافت

روزے کہ زیر ران شہنشاہ کامراں
توسن شرف بحیلۂ سیر و شکار یافت

از گرد راہ لیلئ گیتی نقاب بست
وز خط جادہ ناقۂ گردوں مہار یافت

در در شکارگاہ خدنگے ز شست جست
چشم غزالہ سرمۂ دنبالہ دار یافت

باشد بجاے وشیہہ بمنزل زند فرس
بالیدنش سزد کہ چنیں شہسوار یافت

تاج و نگیں علامت شاہیست در جہاں
ایں ہر دو ہر کہ شد بجہاں شہریار یافت

فرمانرواے ماست کہ از فر شوکتش
شد تاج سرفراز و نگیں اعتبار یافت

زنیساں بہ فیض نامیہ نامی نگشتہ بود
صدبارم از گداز نفس آبیار یافت

دانم کز اقتضاے زماں ست کایں زماں
شاخ بریدۂ قلم ایں برگ و بار یافت

آری چرا چنیں نبود کز عطاے دہر — آباں و مہر دسترس نو بہار یافت

کوہ از ہجوم لالۂ خودرو بخاک خفت — خاک از نمود ریحاں غبار یافت

بی آنکہ خواہش زر گل در میاں بود — داماں گل نسیم بدست چنار یافت

امرود ز لالہ را بسر کوہسار دید — دہقاں کہ دی بدامنۂ کوہسار یافت

در وصف رنگ و بوے قوافی تمام شد — ناچار مدح شہ بدعا اختصار یافت

ایں خوش دلی ز رد و زر ازل بود آنِ شاہ — وقت آمد از سروش امانت سپار یافت

حاشا کہ مستعار بود ہمچو عمرِ خلق — عمرے کہ شاہ زندہ دل از کردگار یافت

نتواں شمار دولت جاوید یافتن — در خود ز صفر ہندسہ گلہے شمار یافت

از بس پرست جیب مسمّی ز نقد اسم — ہر جا الف نشست بحاسب ہزار یافت

قصیدۂ سی و یکم

شکر[1] کہ آشوب برف و باد سر آمد — نامیہ از بند زمہریر بر آمد

کسب ہوا نفع آب خضر رساند — سبزہ جہاں را بہ بیشہ راہبر آمد

در چمنستاں کشودہ بار نوادر — باد کہ بازارگاں بحجرہ در آمد

اشتلم انتظار گل بود ارنہ — دیدۂ نرگس ز حدقہ چوں بدر آمد

تا ز چہ دانستہ قرب مقدم گل را — سبزہ بباغ از شگوفہ پیشتر آمد

بیہدہ نبود خروش مرغ سحر خوان — کوکبۂ گل مگر بباغ در آمد

قیس کجا تا کند شمارۂ محمل — از پس ہر غنچہ غنچۂ دگر آمد

کثرت انواع گل نگر کہ ہیولیٰ — رنجہ ز بار فزونی صور آمد

ف

لہ در مدح بہادر شاہ ظفر۔

لالہ سپید ز تیغ کوہ گزشتن دانش اینک ز زیر سنگ بر آمد

نکہتِ گل شد وبای جُعَل را زنجرہ ہر شب نہ ہرزہ موبہ گر آمد

میکدۂ خسروِ گل ست رزستاں صورت مینا ز غورہ در نظر آمد

اے گلِ دل را شمردہ قافیۂ ہم در زر و در زبیں کہ قلب یکدگر آمد

مس اگر از کیمیا بصورت زر شد بادہ نہ بینی کہ کیمیائے زر آمد

تا چہ بنشتند در صحائفِ حکمت زردہ ومی خورد و حرف مختصر آمد

ردِ غم تر دامنی مخور کہ جہاں را موجِ گل از ہر کرانہ تا کمر آمد

بہ نمط سال نوے کہن آذر شادیِ ردی کہ جنت نظر آمد

جائزۂ شعر درد بادہ بمن ہم کوریِ چشمے کہ دشمن ہنر آمد

فتوے می داد ابر و باد ولیکن شیشہ نہاں بہ کہ ژالہ بدگہر آمد

گیر کہ در سایۂ نہال نشستے مایۂ سروِ سہی ہمیں قدر آمد

سیر نگردد ہوس بسنبل و ریحاں عشرتِ گلشن بقدرِ ما حضر آمد

سروِ روانے دگر بباغ در آری عکسِ پری در پیالہ جلوہ گر آمد

تا چہ قدر زر دہی کہ جلوہ فرو شد زر خزف انگار دیدہ را خطر آمد

شعلہ رخا ستیزہ خوے چہ جوئی تا نہ سگالی کہ شعلہ بے شرر آمد

در کف ایں قوم ہر چہ ہست بکار ست تیرِ جگر دوز و دشنہ سینہ در آمد

زیں ہمہ بگذر ببیں کہ باد خزانے سبزہ و گل را چگونہ بر اثر آمد

غنچہ اگر رُخ گشودہ طرف نہ بستہ سبزہ اگر سر کشیدہ بے سُپر آمد

حرمتِ خاک آسماں نگاہ ندارد خردۂ گل وقف و خونِ گل ہدر آمد

خسروِ انجم ز برج برہ بسرطاں آمدہ باشد کہ نو بہار سر آمد

بر سر و برگ سہ ماہہ عیش چہ نازے حیف ز اصلی کہ فرع برگ و بر آمد

رو چمنی جوے کز خزاں بود ایمن — لیک باندیشۂ کہ معتبر آمد
گلکدۂ بے خزاں زردے حقیقت — بزم شہنشاہ کیقباد فر آمد
خامہ رقم زد بنامہ مطلع دیگر — تا سخن از فتح و نصرت وظفر آمد

مطلع ثانی

نامہ ز وکٹوریا چو نامور آمد — ز افق نامہ آفتاب بر آمد
آنکہ بہ بیداے دلکشاے تقدس — راہرو راہ دال و راہبر آمد
آنکہ بآرایش بساط نشاطش — مہر درخشندہ رخ ترنج زر آمد
آنکہ مرا در بارگاہ بندہ شمردن — دولت جاوید ہمچو من نذر آمد
بسکہ فزود ارج مردمے بجہاں در — واسطۂ نازش ابوالبشر آمد
آنچہ ہمی جست ز آب خضر سکندر — موکب او در اعتبار رہگذر آمد
زانکہ بوسم جبینِ ماہ چہ خیزد — عتبۂ شاہ از فلک بلند تر آمد
ناسخ آوازۂ درفش کیانی ست — رایت رایت کہ آیت ظفر آمد
بیم خطا نیست لرزہ دار دل دشمن — تیر ترا خود نشانہ از جگر آمد
چینۂ مرغان بام تست کواکب — زانکہ نماند بعرصہ چوں سحر آمد
شیر شکار اسکندر آئینہ دارا — سوے تو ام خضر خامہ راہبر آمد
قطرہ فشاں رفتہ ام ز قطرہ براہش — تیرہ سوادی چو سایہ در نظر آمد
بر اثر رشحہ خیل مور رواں ہیں — خامہ مگر پارۂ ز نیشکر آمد
خامۂ خود را بہ ہرزہ ی نستایم — خود سخن من ز مسلک ہنر آمد
گرچہ دریں قحط سال دانش و بینش — جنس سخن کس مپرس و کس مخر آمد
ہیچ و شری بود اختران فلک را — پرسش اگر نیست ارزشی دگر آمد
زخمہ ندارد ستیزہ با رگ جانش — آنکہ ز ذوق ترانہ بیخبر آمد

دل نبود سینۂ فسردہ وماں را — خستہ سگالد کہ نالہ بے اثر آمد
نالہ صدائے شکست دل بود آری — بانگ دہد شیشہ کہ بر حجر آمد
چند فریبم بحرف وصوت خرد را — خامہ ہماں داں کہ نخل بے ثمر آمد
تاچہ بود سود ہمفغاں گزشتہ — ما بفغانیم کز سخن ضرر آمد
شعر نگر معدنست دلعل وزر آنجا — بحر بود کاں ذخیرۂ گہر آمد
جز جگر لخت لخت و آبلۂ پا — ہیچ نیا درد ہر کہ زیں سفر آمد
ہم بدل خستۂ ستمکشِ ما زد — گردم یاراں رفتہ کارگر آمد
آمدہ غالب بعرصہ گردگراں را — روز فرو رفت وسوز وساز سر آمد
گریس وپیشم نے زہم کم دبیشم — جادۂ رہ تار سبحۂ گہر آمد
موج ہمی پائے کم ز موج نیارد — گر بہ نمود از قفائے یک دگر آمد
ہم بتو نازم کہ مرجع سخن من — داور دانش پژوہ دیدہ ور آمد
داد سخن دہ کہ دل بداد نہادن — شیوۂ فرماں دہاں داد گر آمد
ساز دعا پیش از آں کہ زخمہ پزیرد — خود بنوا از نوازشش اثر آمد
عمر گرفتم بود عطیۂ کوکب — بخشش یزداں عطیۂ دگر آمد
حاصل ہیلاج وکد خداست ہمانا — ہرچہ فراخورد دانشش بشر آمد
مدت عمر ترا زمانہ چہ داند — کاں زبقائے زمانہ پیشتر آمد

قصیدۂ سی ودوم[۱] ۳۲

باز بہ اطراف باغ آتش گل در گرفت — مرغ برسم مغاں زمزمہ از سر گرفت

---

[۱] در مدح نواب گورنر جنرل لارڈ آکلنڈ بہادر در نسخۂ "ط" (صفحہ ۲۰۲)

سبزه بر اندام خاک حله مخمل برید   مهر بدیدار باغ آئینه در زر گرفت

دشت به پرکار باد طرح صنمخانه ریخت   باد بر اطراف دشت صنعت آذر گرفت

سرو به بالای سرو طرهٔ ز سنبل فگند   گل به تماشای گل دیده ز عبهر گرفت

قامت رعنای سرو پردهٔ گلبن درید   عارض زیبای گل دل ز صنوبر گرفت

گرچه گل از مهر زمیں تختگهی برگزید   لیک بسرهنگیش سبزه سراسر گرفت

بسکه نیامد فرود سر به گهر گشتنش   قطره ز بالاروی هیئت اختر گرفت

مهر بسودای تاک لمعه زکان باز چید   از زر اصفر گذشت بادهٔ احمر گرفت

دی مه از افراط حسن رونق خرداد یافت   مهر بجدی اندرون عرض دو پیکر گرفت

روشنی روزگار از شب یلدا فزود   عشرت اردی بهشت در مه آذر گرفت

خاتمهٔ سال و ماه چهره بهفت آب شست   کارگه روز و شب نقش دسمبر گرفت

رفت چو بر یکهزار هشتصد و سی و هفت   معجزهٔ عیسوی تازگی از سر گرفت

گلبن افسرده را روح بقالب دوید   سبزهٔ پژمرده را نامیه در بر گرفت

تا بستیزد بهار تیغ ز آتش کشید   تا بگریزد خزان پویه ز صرصر گرفت

بسکه باتش سپرد نامیه سیمای گل   امت گل فوج فوج کیش سمندر گرفت

بلبل آشفته را حسن گل از یاد رفت   در صفت رنگ و بو جانب اخگر گرفت

کارگه پرنیان رشک به پشمینه برد   در صف ارباب هوش جلوے گل آذر گرفت

شعله بسنگ از شرار بال چراغاں کشود   باده به خم از حباب صورت ساغر گرفت

دیدهٔ امید خلق آئینه در ره نهاد   شاهد اقبال ملک پرده ز رخ بر گرفت

پرده گری تا کجا صاف نگویم چرا   هند ز لارڈ آکلنڈ رونق دیگر گرفت

بسکه بذوق رخش تاخت بسرعت ز غیب   آرزو دے را بهار هم بره اندر گرفت

پر بکلاه اندرش جنبش پر بر سرش   در مژه برهم زدن صد سر و افسر گرفت

بسکہ ببزم اندرش بذلہ فشانست لب
جام شراب از لبش قند مکرر گرفت

بسکہ برزم اندرش حربہ گزارست کف
سینۂ خصم از کفش ربط بہ مغفر گرفت

آنکہ بفرزانگی دفتر بقراط شست
آنکہ بمردانگی تخت سکندر گرفت

آنکہ بکار آگہی بندہ ز یونان خرید
آنکہ بفرمان دہی باج ز خاور گرفت

خستۂ بیداد را مرہم راحت نہاد
غمزدۂ دہر را خار ز بستر گرفت

در صفت بذل و جود طعنہ بحاتم نوشت
در روش عدل و داد خردہ بسنجر گرفت

در فن اسپہبدی گوی ز گودرز برد
بر نمطِ داوری تاج ز قیصر گرفت

خشم شررِ گسترش دود ز سنبل کشاد
لطف روان پرورش لالہ ز مجمر گرفت

خواست بہار از سحاب بہر نثارش متاع
رفت و زر رشح کفش مایۂ گوہر گرفت

ابر تنک مایہ را شرم نیامد کہ ہم
بر سر داور فشاند ہرچہ ز داور گرفت

بسکہ ز اہل سلاح تندیٔ کیں دور کرد
بسکہ ز اہل صلاح سردیِ دم بر گرفت

ترک سپہر از نہیب شغل عطارد گزید
قاضی چرخ از نشاط پیشۂ زاور گرفت

بسکہ در احکام او داشت سعادت ظہور
تا بتراشد قلم ہم ز ہما پر گرفت

بسکہ ز رفتار او خاست شمیم سرور
خاک بجولانگہش قیمتِ عنبر گرفت

شست بمشک و گلاب کام و زباں چندبار
تا اسد اللہ خاں نام گورنر گرفت

نامہ بنازد بخویش کز اثرِ فیض مدح
نقطہ ز بس روشنی تابش نیر گرفت

بر نمطِ گفتگو در روش رنگ و بو
طبع ز اقسامِ طرز ہرچہ نکوتر گرفت

غالبِ بیدستگاہ جادۂ ایں شاہراہ
از رخ زرد و سرشک در زر و گوہر گرفت

تہنیتِ عید را نیک سر انجام داد
گرچہ سخن در طواف دایہ زہر در گرفت

کلک ہنر پیشہ را باد زباں مژدہ گوی
کایں رقم دلکشا صورتِ دفتر گرفت

شاہد گفتار را با دل آئینہ داد
کز دُر و یاقوت مدح اینہمہ زیور گرفت

شاہ نشا ناتوی آنکہ ز تو چوں منی | کینہ ز گردوں کشید کام ز اختر گرفت
از تو رسیدم بنوش ورنہ بہ بیم عمرہا | سر کہ ز صہبا چشید زہر ز شکر گرفت
از تو توانا شدم ورنہ مرا روزہا | چارہ ز بیمایگی صورت ابتر گرفت
خواست دل ارور خیال زخم جگر دوختن | از پے آں بخیہ تار از تنِ لاغر گرفت
ہیبت پیشینہ غم برد بمدح از خودم | طرفہ نہنگے بہ بیم پاے شنا در گرفت
خواستم از سوز دل یک دو نفس بر کشم | طائر اندیشہ را شعلہ بہ شہپر گرفت
ہم بدم گرم خویش خشک نمودم ورق | صدرہ اگر نامہ نم از مژہ تر گرفت
با تو چہ گویم ز جور کایزد از انصاف تو | خانۂ ظالم بسوخت رسم ستم بر گرفت
درد دلی داشتم ناگہم از یاد رفت | بسکہ بذوق دعا بیخودیم در گرفت
تا بتواند بدشت یوز بر آہو دوید | تا بتواند بہ چرخ باز کبوتر گرفت

رایت لارڈ اکلنٹڈ باد بدانساں بلند
کش رسد از ظل خویش ملک سراسر گرفت

قصیدۂ سی و سوم[1]

بہر کس شیوۂ خاصے در ایثار ست ارزانی | زمن مدح و ز لارڈ النؒ برا گنجینہ افشانی
پے باشوکتش فرخندہ آثار جہانگیری | خوے بادولتش آمادہ اسباب جہانبانی
دمش وقت نوازش جانفزا بادیست فردوسی | کفش ہنگام بخشش درفشاں ابریست نیسانی
گرامی منصبش را طالع اقبال جمشیدی | ہمایوں مسندش را پایۂ اورنگ سلطانی
بعہدش ماہ ہر شب کامل و آفاق مہتابی | بدورش زہرہ دائم جوتی و برجیس سرطانی

---

[1] در مدح نواب گورنر جنرل لارڈ آکلنڈ بہادر (نسخہ "د" ۲۰۶)

ہمش با خلق گوناگوں نوازش در حق اندیشی
ہمش با خویش رنگارنگ نازش در خدادانی

سر راہش سپہر آوردہ قیصر را بدرویشی
بدرگاہش قضا بنشاندہ دارا را بدربانی

نہاں در خاطرش اسرار اشراق فلاطونی
عیاں بر خاتمش آثار توقیع سلیمانی

بہ رزمش گرد رہ بر خاک بنشیند بدشواری
بعزمش کوہسار از راہ برخیزد بآسانی

دلیران سپاہش را ہنرہا جملہ بہرامی
فرازستان جاہش را بناہا جملہ کیوانی

باقلیمش گدا نتواں برہ دیدن زنایابی
بہ بیمش گہر نتواں شمردن از فراوانی

فروزش را بہ رویش سازش پیمان یکرنگی
نوازش را بخویش نازش پیوند روحانی

طرب در بزم عیشش بردہ حوران را برقاصی
کرم بر خوان فیضش خواندہ رضوان را بمہمانی

روا باشد بہ گلشن گر مدامش گلفشاں یابی
کہ گلبن نامۂ اقبال او را کردہ عنوانی

عجب نبود بہ گیتی گر ہلالش جاوداں بینی
کہ مہ را در سجودش تا بابرد سودہ پیشانی

ثریا بارگاہا نظم من در مدح خود بنگر
کہ سیمایش بمہر و ماہ ماند در درخشانی

ندانم چوں فرستم ایں گہرہا لیکن آں دانم
کہ خود تا مشتری خواہد رسید از فرط غلتانی

بگفتارم توانگر گر بہ سیم و زر تہیدستم
زمین کلبۂ من شد گلستاں بعد ویرانی

برسم نکتہ سنجاں در سخن غالب بود نامم
بدیں نام از ازل آوردہ ام طغرائے سبحانی

مرا دردیست اندر دل کہ جانفرسائی آنرا
ندانم چارہ اما اینقدر دانم کہ میدانی

بساں دردو کاندر تنگنا بر خویشتن پیچد
ستوہم در نورد تنگدستی از پریشانی

نمک پروردۂ ایں دولت جاوید پیمایم
بہ پیمان مودت دارم آئین ثنا خوانی

کرم میکرد دگر لارڈ آکلنڈ از راہ غمخواری
تو نیز از راہ غمخواری کرم کن کز کریمانی

ازاں در نامۂ مدح تو آرم بر زباں نامش
کہ با من داشت گوناگوں نوازشہائے پنہانی

سواد نامہ ہای دلفروزش در نظر دارم
کہ چشم من بداں کحل الجواہر گشتہ نورانی

گراو در رشتۂ مدح سخنور گوہر آمودے
ترا باید کہ بر فرق سخنور گوہر افشانی

سخن کوتاہ دائم باد در فرخ باد و روز افزول
بمن لطف تو ہمچوں بر تو بخششہای یزدانی

قصیدہ سی و چہارم[34][1]

اے برتر از سپہر بلند آستانِ تو
تو پاسبان ملک و ملک پاسبانِ تو

اکنوں براکہ شاہ نشاں داوری بدہر
ملک و سپاہ و شاہ و گدا در امانِ تو

در پایہ آں ہمی کہ بتو تیغ روزگار
دارد ز سجدہ جبہۂ شاہاں نشانِ تو

در جلوہ آں ہمی کہ باندازۂ کمال
باشد فراز چرخ زحل آسمانِ تو

ہم بندہ از تو خوشدل و ہم خواجہ سرفراز
تو میزبان و اہلِ جہاں میہمانِ تو

ہم سبزہ از تو خرم و ہم گل شگفتہ روے
تو باغباں و روی زمیں بوستانِ تو

اے تیغ تیز ہمدم کلکِ نزار تو
دے عقل پیر مونس بخت جوانِ تو

اے روزگار بستۂ بند کمند تو
دے کوہسار خستۂ گرز گرانِ تو

در بزم گاہ عیش و طرب ہمنشین تو
در رزم گاہ فتح و ظفر ہمعنانِ تو

جز حق نماندہ ہیچ ہوس در ضمیرِ تو
جز حق نرفتہ ہیچ سخن بر زبانِ تو

انصاف جادۂ روشِ مستقیمِ تو
اشراق پرتو خردِ خردہ دانِ تو

سنجم نواے مطلع دیگر کہ آسماں
رقصد بذوقِ زمزمۂ مدح خوانِ تو

مطلع ثانی

گردوں ز ریزشِ کفِ گوہر فشانِ تو
نشناخت خویش را ز زمین در زمانِ تو

---

[1] در مدح نواب گورنر جنرل لارڈ اِلن برا بہادر (نسخہ د صفحہ ۲۰۸)

اے از نہاد پاک جگر گوشۂ مسیح — سوگند قدسیاں نبود جز بجان تو

ہر جا کہ رفتہ حکم تو خود نیز ہمرہست — بالد بخویشش بسکہ قلم در بنان تو

جاں چوں برعد دز خدنگ تو چوں زدد نبست — دل میبرد کشاد خدنگ از کمان تو

در بذل و عدل حاتم و کسریٰ مسلم اند — پیش از تو بودہ ایں دو تن از پس روان تو

نے نے ز بذل و عدل چگویم ازانکہ ہست — ایں ہر دو صفحہ یک ورق از داستان تو

بے سعی تیشہ لعل زکاں میتواں گرفت — از بس کہ خست سینۂ کوہ از سنان تو

در فتح کشورت بسپاہ احتیاج نیست — تو ماہتاب و عرصۂ گیتی کتان تو

شیریں شدست زاں لب نوشیں عجب مدار — گر بادہ راست طعم شکر در دہان تو

ازاں شد از قدوم تو در ملک تنگ بو — اے نو بہار گرد رہ کاروان تو

گر دیگراں بہ پیشکش آرند گنج زر — گلدستۂ سخن ز منست ارمغان تو

دیگر ز مطلعے کہ کند ہمسرے بہ مہر — اندازہ جوی را بنمایم مکان تو

مطلع ثالث

تو خود جہانے و دگرست آسمان تو

ایں آسماں زمیں بود اندر جہان تو

مداح چوں توئی نسزد غیر چوں منی — نازم شکوہ خویش بلندست شان تو

باید دماغ بہر شنیدن نہ گوش و بس — بوے گلست زمزمۂ ناتوان تو

از تو تیا نشست مقدم بچشم حور — برخاست چوں غبار من از آستان تو

حاشا کہ در گماں گذرانی نظیر من — یکتا درے بدور تو گر دیدہ آن تو

آرے گمان تست نہ آئینہ است و آب — تا خود نظیر من گذرد در گمان تو

دور از توام بسینه غمے بود جاں گسل — کاں چوں وفائے من شده خاطر نشان تو
بخشود دہر بر من و بہر من آشکار — آورد نو شدار وے لطف نہان تو
رفت آں غم از نہاد و بدیں شاد زیستن — دانم که مرده زنده شد اندر زمان تو
گیرد ز من عیار تو آں بے خبر که او — میخواست در مسیح دمے امتحان تو
در اجرا ایں که کوششِ من رائیگاں نرفت — خواہم ز حق حیات ابد در رائیگان تو
من خورد و چاکر تو بزرگان بریں بساط — مورم ولے ز زلّہ ربایان خوان تو
چوں چاکرانِ خویش شماری دراں شمار — غالبؔ که نام من گزرد بر زبان تو
بنگر بچشم لطف که غالبؔ دریں دیار — مدّاحِ شاه تست و دعاگوے جان تو
اے بخت تو بسبزی و عمر تو در خوشی — آں نو بہار و ایں چمن بے خزان تو

ہمواره باد روے زمیں جلوه گاه تو
پیوسته باد خنگ فلک زیر ران تو

قصیده سی و پنجم [۱]

یافت آئینهٔ بخت تو ز دولت پرداز — ہلّہ کلکته بدیں حسن خدا ساز بناز
گل برافشاں بگریباں چو حریف سرمست — جلوه گر شو بنظر ہمچو عروس طنّاز
وقت آنست که پائیز تو گردد نو روز — وقت آنست کز انجام تو بالد آغاز
جوشِ آہنگ ہزارست ترا بانگ سرود — موجِ نیرنگ بہارست ترا رشتهٔ ساز

---

۱ در مدح خدام جناب ناظم الملک مسٹر فرانسس ہاکنس بہادر ہیبت جنگ از رگ کلک فرو ریخته است رقم می گردد (مآثرِ غالب بحواله نسخهٔ کلیات قلمی کتبخانه خدا بخش (پٹنه) و در کلیات مطبوعه این قصیده در مدح سر چارلس مٹکاف، طبع شده است۔

سیرگاہیست در اطرافِ تو گوئی کشمیر
روستائیست ز اقصائے تو گوئی شیراز

گرد سر گردمت اے بقعہ کہ گردِ رہِ تست
خاطر آویز تر از طرۂ مشکینِ ایاز

چشم بد دور کہ ہر جادہ بصحرائے تو گشت
تارِ گلدستۂ نقشِ قدمِ شاہد ناز

فرصتت باد کہ آرایشِ ایوانِ تو شد
داورِ عادلِ ظالم کشِ مظلوم نواز

چارس مٹکلف فرخندہ شمائل کہ بدہر
بستہ بر دامنِ نظارہ ز فردوس طراز

آنکہ بر خاک درش چرخ پئے عرضِ سجود
شب و روز از مہ و خورشید بود ناصیہ ساز

آنکہ در ہند بہ یمنِ اثرِ معدلتش
آشیاں ساختہ گنجشک ز سر پنجۂ باز

آنکہ باشد بہ رہ فیض درِ مکرمتش
چوں درِ آئینہ پیوستہ بروئے ہمہ باز

بسلامش نخمیدست ز صد جا گر چرخ
از چہ شد دائرہ بر دائرہ مانندِ پیاز

نمِ یک رشحۂ فیض ست کہ تا ریخت فرود
در دلش رائے شد و بر لبِ عیسیٰ اعجاز

استوا یافت زمانش بزمیں بسکہ ز عدل
سایہ بر شخص بجز بید بہ پہنا و دراز

بسکہ دل گشت ز فیض اثر تربیتش
شیشہ را نیست بہنگامِ شکستن آواز

عزمِ وی در روشِ عربدہ با چرخ سہیم
رائے وی در اثرِ جلوہ بخورشید انباز

بر رخ از تابِ رخش فرِ سعادت پیدا
در رہ از گردِ رہش خیلِ ہما در پرواز

ایکہ بر نامۂ نامِ تو ز دیوانِ قضا
بستہ اندازِ اثر دولتِ جاوید طراز

ایں رقمہا کہ فرو ریختہ ام از رگِ کلک
باشد آرایشِ تقریب پئے عرضِ نیاز

ورنہ اندازۂ ہر بیسر و پائے نبود
کہ باندازہ ثنائے تو نماید تگ و تاز

یاد باد آنکہ ازیں مرحلہ تا کلکتہ
کردہ ام طے بامید تو رہِ دور و دراز

گر نہ اندیشہ بعدلِ تو قوی دل گشتے
ناقۂ سعی من از راہ نگردیدے باز

نالۂ زارِ من از شدتِ جورِ شرکاست
نہ ز دیوانگی و خیرگی و شوخی و آز

بر رخِ من درِ رزقے کہ کشاید داور
حیف باشد کہ کند خصمِ بد اندیش فراز

ہفت سالست کہ بایکدگر آویختہ ایم
من و غاصب چو سر رشتۂ شمع و دم گاز

او ز خونخوارگی خویش در انداز غضب
من ز بیچارگی خویش بآداب نیاز

آہ از عربدہ پردازیٔ بخت سرکش
داد از خانہ بر اندازیٔ چرخ کجباز

دل در اندیشہ و جان در غم و لب در فریاد
خصم مغرور و جہاں دشمن و طالع ناساز

خود تو دانی کہ ازیں مخمصہ رستن نتواں
جز بتائید تو اے خسرو درویش نواز

زیں چہ خوشتر کہ بعہدت شود انجام گرائے
ستمے کش بود آغاز وجودم آغاز

بو کہ اندازہ در آید بدرستی ز خلل
بو کہ اندیشہ گراید بحقیقت ز مجاز

طاقتم نیست بخاک کف پائے تو قسم
زانکہ غم حوصلہ سوز ست و بلا زہرہ گداز

چوں چراغ رہ بادم بگزرگاہ فنا
داورا زود تر از ہر چہ بجانم پرداز

پنج مطلب ز توام ہست و بصد گونہ امید
خواہم آں پنج علی الرغم حسود غماز

اول اینست کہ در باب معاشی کہ مراست
کنی اندیشۂ محکم بہ طریق ایجاز

ہر چہ در دفتر سرکار بود نقش پذیر
ہم باندازۂ آں نقش شوی مائدہ ساز

دوم آں کز اثر عدل تو اے سنجر عہد
غیر با بندہ دریں وجہ نباشد انباز

سوم آنست کہ دیگر نکنم دست طلب
پیش فرماندہ میوات بدریوزہ دراز

ہم بہ گنجینۂ سرکار برائے گر خواہم
دادہ انصاف بدیں یافتگی اذن جواز

چارم آنست کہ باقی زر چندیں سالہ
بے نزاع و جدل و جہد بمن گردد باز

پنجم آں کز پس ایں فتح کہ بنماید روی
دہیم مژدۂ اکرام و نوید اعزاز

بخشیم تازہ خطابے و براں افزائی
خلعتے در خور ایں دولت جاوید طراز

بو کہ کوتہ کنم افسانۂ دعوی بدعا
زاں کہ دانم سر ایں رشتہ دراز ست دراز

تا زماں آئینۂ عرض صباحت و مسا
تا زمیں جلوہ گہ نقش نشیب ست و فراز

بزماں باد زمینت چو فلک زیر نگیں
بزمیں باد زمانت ز زمانہا ممتاز

نصرت و فتح رفیقانہ برزمت ہمراہ　　عشرت و عیش ندیمانہ بزمت ہمراز

غالبِ خستۂ مسکیں کہ گدائے درِ تست

از تو خارش ہمہ گل باد و نیازش ہمہ ناز

قصیدہ سی و ششم[۳۶] [۱]

آنکہ از دوست دریں دائرہ تنہا ماند　　جز دراں خانہ نماند کہ بصحرا ماند

از گل سبزہ بود دہر بساطے کہ براں　　درد مے از قدح و ریزہ ز مینا ماند

رہرو کعبہ بشارت ز قبولش ندہند　　جز بداں خار کہ از بادیہ دریا ماند

در رہِ شوق نیم تنگ دل از بیم ہلاک　　خضر ایں دشت ز خوبی بہ مسیحا ماند

سجدہ خواہیم کہ ز سیمانہ گذارد اثرے　　اثر سجدہ چہ خواہی کہ بسیما ماند

قصۂ شوق بشیرازہ نہ گنجد زنہار　　بگزارید کہ ایں نسخہ مجزا ماند

دیگر آں دایہ و من مزد دعا میخواہم　　بردر دوست سوالم بہ تقاضا ماند

دیدہ از اشک فشانی نہ پسندم معذور　　گر آں لحظہ کہ حیرانِ تماشا ماند

ما بہ جامے کہ ز جسم ماند قناعت کردیم　　بہ سکندر بہ دہند انچہ ز دارا ماند

نیم شب فکر صبوحی ز تو گل دو دوست　　نہ پسندیم کہ یک جرعہ ز صہبا ماند

عالم آئینۂ راز ست نہ بازیچۂ کفر　　عارف آں بہ کہ بہ نظارہ ز غوغا ماند

قدم یوسف اگر در رہ ایماں لغزد　　بتے از دورِ نمایند کہ برجا ماند

در رہِ عشق ز معمورہ نشاں می خواہم　　تا بدر رویش و ہم ہرچہ ز لغما ماند

گر بدیں گونہ ازیں مرحلہ نالاں گزرم　　از من ایں گنبد فیروزہ پُر آوا ماند

---

[۱] در ستائش میر سلطان شان جیمس تامسن صاحب بہادر لفٹننٹ گورنر اکبر آباد (صفحہ ۲۱۴)
(یادگار غالب)

سخن از پیشروان ماند ہمانا زیں پس
ہمانا نیم و بگیتی سخن از ما ماند

کیست کز کوششِ فرہاد نشاں باز دہد
گر آں نقش کہ از تیشہ بہ خارا ماند

بسکہ دیوار و در از دود دلم گشت سیاہ
کلبۂ من بہ سیہ خیمۂ لیلیٰ ماند

روزم از سوز درخشانیِ آتش دارد
شبم از دود با نبوہی سودا ماند

شبم از روشنی داغ بہ روزم خندد
روزم از تیرگیِ خویش بشبہا ماند

غم و آں جملہ گرانی کہ بکوہش سنجند
طبع و آں مایہ روانی کہ بدریا ماند

آں چناں تیز پرد طائرِ فکرم کز وی
چاکہا در جگرِ باد ہویدا ماند

آنچناں تند رود پیک خیالم کز من
سایہ نشگفت کہ در راہ روی وا ماند

روم از شوق چناں مست کہ از رخت سفر
ہم از انجا شمرم ہرچہ بہر جا ماند

مست پر عربدہ بر خارِ بیاباں غلتم
کز رہ و دست نشاں بر ہمہ اعضا ماند

تا بسر منزلِ مقصود ز بیتابیِ شوق
دم دل آشوب و قدم آبلہ فرسا ماند

دل نشیں شد سفرِ آگرہ کس چوں نزدد
بدریائے کہ سوادش بہ سویدا ماند

یارب از فیض در و داثرِ مقدم کیست
کہ ارم بر درِ آں بقعۂ رجبیں سا ماند

فردِ فرہنگ فرید دل دہد آسائش خلق
کشور آباد ز فرماندہ دانا ماند

نیست کس بلکہ نبو دست و نخواہد بودن
کہ بفرہنگ بہ فرزانۂ یکتا ماند

آسماں پایہ جمس ٹامسن آں قلزمِ فیض
باد جائش بجہاں تا بہ جہاں جا ماند

ہم در آغاز دعا گفتم و شادم کہ بمدح
از من ایں قاعدۂ تازہ بدنیا ماند

راست گویم چو د پایۂ ممدوح بلند
چہ کند گر نہ سخن در رزشنا وا ماند

پادشاہاں بسجودِ درش آوردہ ہجوم
تا ازیں قوم کرا عرضِ تمنا ماند

ماہ دبیت الشرف ماہ ندانم ادراست
بزمگاہے کہ بساطش بہ ثریا ماند

گرچہ با تیغ و تبر صولت رستم شکند
گرچہ با برق و شرر در صفِ ہیجا ماند

بعد ازاں کش ظفر از غیب نمودار شود
بعد ازاں کش نگہ از خشم معرا ماند

مژہ ہنگام خطا بخشی اعدا ز حیا
بہ علمہاے فرد خفتۂ اعدا ماند

اے کہ با عارض پُر نور تو در معرض لاف
شمع پروانہ شود مہر بہ حربا ماند

دائم اندر سفر مدح تو از دوری راہ
منزل آنست کہ رہرو ز روش وا ماند

ور دریں بادیہ سالک بہ مثل باد شود
ہمچناں تا بہ ابد بادیہ پیما ماند

حد ما نیست ثناے تو ولیکن در دہر
زیں ثنا فرّخی ذات تو پیدا ماند

حجت عصمت مریم بود از حق بر خلق
آں روایات کہ از نخلۂ خرما ماند

از پے مدح تو چوں نقطہ گزارد بورق
خامۂ من بغزالی دم انشا ماند

کہ سیہ مستۂ نازے بہ صحرا پوید
داند آں پویہ از و نافہ بہ صحرا ماند

حق گزارندۂ مہرم نہ نگارندۂ مدح
خود غلط گوئی دریں معرکہ رسوا ماند

نکنی یاد و نرنجم کہ در اندیشۂ من
ایں تغافل بہ فراموشی عمدا ماند

در بگویند ز سہو ست بمیرم لیکن
بر لبم زمزمۂ ہرگز و حاشا ماند

غالب از عربدہ بس کن کہ خود اینگونہ سخن
بہ فغاں ماند و ایں شیوہ بہ سودا ماند

مکن اسراف دریں زمزمہ سنجے بگزار
تا نوائی ز پئے بلبل شیدا ماند

در رہِ شوق دلاویز نواے بر کش
بہ ادائے کہ بہنجار نکیسا ماند

چوں در اہل سخن آئین دعا شرط و جزا ست
چند گوئی کہ چنیں باد چناں تا ماند

دل نشیں مصرعے از صدر بیاباں بنویس
محضرِ شوق ہماں بہ کہ مثنّے ماند

یا رب ایں داور فرزانۂ فرخ فرہنگ
باد جانیش بجہاں تا بجہاں جا ماند

قصیدۂ سی و ہفتم[لہ]

بی مے نکند در کفِ من خامہ روائی   سرِ دست ہوا آتش بیدود کجائی

باید کہ صراحی بود آبستنِ صہبا   تا ناطقہ را روی دہد نادرہ زائی

عیدست و دمِ صبح جہانے بتماشا   ماہ و کفِ خاکستر و آئینہ زدائی

نگزاشتہ ہر چند نشاں لاغری از من   از نالہ کنم سوے خودش راہنمائی

از خون دلم در شکنت ہیچ نشاں نیست   اے طرۂ طرار ندانم چہ بلائی

از بہرِ رہائی نکنم سعی ہمانا   لب می گزم از ذوق دریں سلسلہ خائی

رنجد ز بہم دوست بخونابہ فشانی   اما نکند منع غم از سینہ گزائی

آزرمِ گل و سرزنشِ خار نسنجد   نازم بہ گرانمایگی بیسر و پائی

بیدشگہم بسکہ گرم بادہ فرستند   از خانۂ ہمسایہ کنم کاسہ گدائی

من شاد بامید وصالِ دے و اغیار   دانند کہ از دست شکیبم بجدائی

نازم بسرِ زلف درازش کہ دلِ زار   ہم در خمِ آں دام بود بعد رہائی

اے حالِ دل از دہشتِ ہجرِ تو پریشاں   دے رنگِ رخ از شدتِ دردِ تو ہوائی

در عشق تو بیتابیِ بیساختۂ من   بے سود ترا از کشمکشِ زہد ریائی

پیداست کہ بر رازِ نہانت کہ بر دیے   گر بر دلِ پر خون نہیم دست حنائی

بیگانۂ رسم و رہ انصاف نزیبی   لب تشنۂ خونِ دلِ عشاق نشائی

شہ عادل و من روے شناسِ شہ عادل   در کشتنِ من ایں ہمہ بیباک چرائی

وقتست کہ سرمستِ می از انجمن ناز   برخیزی و بیتاب ببالینِ من آئی

گاہے بادادم زنی از بذلہ فشانی   گاہے بنوا ساز کنی نغمہ سرائی

لہ در ستایش مسٹر تھولار نسب صاحب بہادر چیف سکرتر (صفحہ ۲۱۸)

در چارہ نیندیشی و آزاد نشینی — در مہر نورزی و بہ بیدادگرائی
بر دل غم عشق تو کنم سردِ نفس را — سازم بغزل گرم خداوند ستائی
فرزانہ پرِ نسب کہ ستایند بجاہش — چندانکہ پرستند خدا را بخدائی
آں عین ظفر درفن اقلیم ستانی — آں اصل خرد در روش کارکیائی
چوں دید کہ طاقت نفزاید مگر امید — بر طاقتم افزود ز امید فزائی
چوں دید کہ اندوہ نزاید مگر از دل — دل برد ز من تا کند اندوہ ربائی
چوں باد کہ در غنچہ کشودن بخشد رنج — نوجش نشود خستہ تن از قلعہ کشائی
در جنگ کند بر تن بدخواہ سمومے — در صلح کند بر چمن ملک صبائی
در مدح سرایم غزل و باک ندارم — کز ذوق بود ایں ہمہ آشفتہ نوائی

مطلع ثانی

اے آنکہ کند سایۂ دست تو ہمائی
سہلست کہ شاہی ز تو خواہم بگدائی

اے آنکہ بفرمانِ تضا کعبۂ خلقے — اے آنکہ در آئینِ وفا قبلۂ مائی
ہمسایۂ اقبال لوائے تو بلندی — وابستۂ انداز کمند تو رسائی
از رغبتِ دستِ گہر افشان تو در بزم — از موج دہد می قدح بال کشائی
از سطوتِ شمشاد خرامان تو در باغ — از سایہ کند گل بزمیں ناصیہ سائی
آنانکہ ستائش گرِ ہر گونہ کمالند — دانند کہ شائستۂ ہر گونہ ثنائی
در ناصیۂ جوہر جاں تابش مہرے — در مردمک دیدہ دل نور و فائی
گر مشربِ توحید شود چشمہ زلالی — در صورت معنی شود آئینہ صفائی
در میکدۂ یادِ خدا گردش جامے — در قافلۂ فیض حق آواز درائی

غم کاہ ترا از مژدۂ ایام وصالے ‏ دلخواہ ترا از سرعت تاثیر دعائے
از پیشگہِ فیضِ ازل آنِ تو بادا ‏ عمر ابد و خوشدلی و کامروائے
سیمرغ شود گر بہ مثلِ طایرِ مقصود ‏ از حلقۂ دام تو مبینا و رہائے
از غالب غمدیدہ کہ از تست سپاسش
مقبول تو بادا روشِ مدح سرائے

قصیدہ سی و ہشتم[1]

ہر چہ در مبدار فیاض بود آن منست ‏ گل جدا نا شدہ از شاخ بدامان منست
از سواد شب قدر ست مرا دم بہ دوات ‏ آسماں صفحہ و انجم خط پاشانِ منست
بسکہ دلدادۂ موزونیٔ افکار خودم ‏ خامہ ہنگام رقم سرو خرامانِ منست
رہ رود سرو و غباری کہ ز راہش خیزد ‏ در خیاباں ورق سنبل و ریحان منست
خامہ گر نیست سرِ دشنے ز سرِ شان ہشت ‏ از چہ در مرحلۂ خاک نے بالندان منست
مستیم عام مداں در روشم سہل مگیر ‏ ناقۂ شوقم و جبریل حدی خوان منست
جادہ عرفی و رفتار شفائی دارم ‏ دہلی و آگرہ شیراز و صفاہان منست
تاجر نطقم و از کشور جاں می آیم ‏ مدح و تشبیب و سپاس و گلہ سامان منست
نامہ از چیست کہ بر خویش چنیں میبالد ‏ گر ندانستہ کہ نام کہ بعنوان منست
مرحبا داورِ جم مرتبہ ٹامس ماڈک ‏ بنگر ایں صفحہ کہ آرایش دیوان منست
خوردہ است آب ز سر چشمۂ نطق تو مگر ‏ ایں رگ ابر کہ کلکِ گہر افشان منست
دم تحریرِ ثنائے تو بہ خلوت گہِ فکر ‏ بالِ عنقائے نظر مژدہ جنبان منست

---

[1] در ستایش مسٹر ہربرٹ ماڈک صاحب بہادر چیف سکرتر (صفحہ ۲۳۰)

سخن از مدح تو را اندام شرف افزود مرا
عقل فعّال بدیں مدح ثنا خوان منست

نکتہ سنجان سلف را ز تو در معرضِ مدح
رشک بر فرّخی و خوبی دوران منست

از زبان تو اگر مدح تو گویم بپذیر
کایں ادا بر شرفِ ذات تو برہان منست

گفتم ایں چیست کہ ما مہرِ منیرش نامیم
گفت جاہ تو کہ ایں شمسۂ ایوان منست

گفتم ایں چیست کہ ما جوش بہارش گوئیم
گفت فیض تو کہ آں موجۂ طوفان منست

گفتم ایں چرخ کہ گردد گزرش برچہ خط است
قلمت گفت سرش بر خط فرمان منست

گفتم ایں ابر کہ بارد ہنرش از چہ رہ است
کرمت گفت رہش بر درِ عمّان منست

دید چوں نقش کفِ پاے تو بر خاکِ زحل
خورد سوگند کہ ایں کفّۂ میزان منست

ذرّہ گردِ رہت را بہوا در پرواز
چرخ ہفتم بہ قسم گفت کہ کیوان منست

زہرہ چوں بزم ترا نام طلب کرد کہ چیست
مشتری گفت کہ حوت تو سرطان منست

زخم در سایہ سرایت کند از پیکرِ مرد
تیغ تیز تو دریں مسئلہ برہان منست

ہر دمم عیشِ ابد حلقہ زند بر درِ دل
غم عشق تو دریں غم کدہ مہمان منست

کشتۂ تیغ وفا عشرت دگر دارد
عید در معرکۂ شوق تو قربان منست

بہ نسیم سرِ کوے تو کشودم سینہ
زیں سپس لالہ و گل ننگ گریبان منست

فرطِ اخلاص نظر کن کہ گزشتم از رشک
سگِ کویت بوفاداری ز اعیان منست

بہ توام زندہ و نادیدہ سراپاے ترا
بگمانم ز سراپاے تو کانِ جان منست

شرطِ اسلام بود ورزشِ ایمان بالغیب
اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان منست

بہ میانجی گریِ خامہ شدم روے شناس
در رہت خامۂ من خضر بیابان منست

آشکارا بتو از خویش نشاں باز دہم
گر دلت در گروِ پرسشِ پنہان منست

چوں بریں دائرہ بینی شفق از من یاد آر
کاں کف قلزم خونابۂ مژگان منست

چوں بدریا بودت راہ ز من جوی نشاں
کاں فرو ریختۂ دیدۂ گریان منست

چوں رسد نامۂ غالب بتو از مہر بگوی
کایں خط بندگیِ بندۂ احسان منست

پایۂ مدح توام نیست ہمانا زیں بعد
آنچہ از من شنوی نالۂ افغان منست

آہ ازیں غم کہ بداغ آفت اجزائے دلست
آہ ازیں غم کہ بتاب آتش سوزان منست

شاہد غم چو بہ مستی رخ خویش آراید
طرۂ پرخم بخشش حال پریشان منست

بزمیں بار غم از بسکہ فرو برد مرا
اختر روز بشب شمع شبستان منست

دل بدنداں وہم در برلب و دنداں نہ ہم
کایں دل غمزدہ ہم در خور دنداں منست

ہست دشوار و محال ست کہ مشکل نبود
اینکہ در مردہ دلی زیستن آسان منست

جاں اگر خستہ تر از تن بودم نیست شگفت
زانکہ دل تنگ تر از گوشۂ زندان منست

بصریر قلم خویش خوشم پندارم
کاندریں بند قلم مرغ خوش الحان منست

پر تہیدستم و بے برگ خدایا تا چند
بہ سخن شاد شوم کایں گہر از کانِ منست

چوں بہ بند فلکم خستہ از ینم چہ نشاط
کہ عطارد بہ سخن طفل دبستان منست

ایں چہ حرفست کہ گفتم ز سخن شرمم باد
ناروا نیست متاعی کہ بہ دکّاں منست

دیگر از غم چہ کنم شکوہ کہ رستم از غم
بندہ مدحت گرم و خواجہ زباندان منست

دیگر از درد چہ نالم کہ بہ غمخواریِ من
چو توئی عیسیٰ نفسی را سر درمان منست

لطف یزداں ز غم دہر نگہبان تو باد
اے کہ لطفت ز غم دہر نگہبان منست

بذلہ و مدح و دعا در ورق انشا کردم
تا بدانی کہ فلانے ز ندیمان منست

خود فرد خواں و بگفتار شناساں بنمائے
کایں غزل زمزمۂ بلبلِ بستان منست

قصیدهٔ سی و نهم[1]

فغاں کہ نیست سرِ برگ دامن افشانی — بہ بند خویش فرو ماندہ ام ز عریانی
فغاں کہ ریخت تمنائے بسترِ و بالیں — خسک بہ پیرہن لذت تن آسانی
فغاں کہ نامۂ شوقم بجا رسوے قبول — نبرد راہ بجائے زہر زہ عنوانی
فغاں ز عمر کہ در سنگلاخ زندگیم — بزیر کوہ بود دامن از گرانجانی
فغاں ز غفلت دیر ذرہ زندگی کامروز — بیاد ہر نفسے می کشم پشیمانی
فغاں کہ داد ندادے و وقت آں آمد — کہ خاک گور سرم رہا کند گریبانی
فغاں کہ جاں بہ غمت دادم و تو دانستی — کہ جاں دہند وفا پیشگاں بآسانی
فغاں ز بخت مخالف کہ زورقِ صبرم — بجارِ موج بلا گشتہ است طوفانی
فغاں کہ در عملِ صاحبان عالی شان — کشیم جفائے فلانے و جور بہمانی
فغاں کہ گدیہ خورد آوران دہر ردد — بہ پیش ہیچو خودی بہر کاسہ گردانی
بہ من نماند ز ہستی نشاں کہ باختہ ام — نفس ز خوف عدو چوں نگاہ قربانی
کنوں ز سطوت اعدا شکنجۂ بیم ست — دلے کہ بود طربگاہ روحِ حیوانی
برنگِ موج دخانی کہ خیزد از سرِ شمع — ہمی پرد ز دِماغم قوائے نفسانی
نہ پای آنکہ برآیم ازیں گرفتاری — نہ جائے آنکہ بمانم دریں پریشانی
بہ دادِ من کہ رسد کاندریں بساطِ مرا — گلو فشردہ و خوں کردہ اند پنہانی
مگر تلافیِ آزار من کند روزے — بمقتضائے خدا ترسی و خدادانی
بقلعے عیش و نشاط زمانہ را ضامن — بنلے بارگہ عدل و داد ربانی
بہار روضۂ آفاق مسٹر اسٹرلنگ — کز دست گلبنِ انصاف در گل افشانی

---

[1] در ستائش مسٹر اندر و اسٹرلنگ بہادر صاحب سکرتر (صفحہ ۲۲۳)

نظام عالم و آدم کہ در جریدۂ دہر | صحیح کردہ قوانین معدلت رانی

اگرچہ سنجر و کسریٰ و خسروانِ دگر | فگندہ اند در آفاق شور سلطانی

تواں بقاعدہ قصد بالمبالغہ گفت | کہ اوست مخترع شیوۂ جہانبانی

زہے مربیِ بیمایگاں کہ از فیضش | سراب کردہ محیطی و قطرہ عمانی

زخاک درگہِ او ذرہ ذرہ ہر طرفے | بہ آفتاب طرف گشتہ در درخشانی

خوشا لطافتِ اندازۂ ادا فہمی | زہے نزاکت انداز مدعا دانی

کہ شد بزمِ قبولش کہ او بدید و نخواند | غم درون دے از سطر چین پیشانی

بقلے عشرت او در انجمن دعاگوئیست | ز قطرہ قطرۂ شبنم بسبحہ گردانی

بہار باد فروشیست بزم جاہش را | بصد زباں رگِ گل در آفریں خوانی

حضورِ مدح رخ از من نہفت می ترسم | کہ غیبت افگندم در طلسم حیرانی

مگر سری کہ فرو بردہ ام بدلقِ خیال | بر آورم ز گریبان مطلع ثانی

مطلع ثانی

زہے کریم کہ دستت بگوہر افشانی | بگاہ عرض گرو بردہ ز ابر نیسانی

نفس زخوے تو گلدستہ بندِ رنگینی | نگہ زروے تو آئینہ دارِ حیرانی

لب تو زندہ کنِ معجز مسیحائی | رخِ تو جلوہ دہِ شوکتِ سلیمانی

بہ صفحہ از خم تیغ تو گر کشد نقشے | چو خامہ شق شود از بیم پیکر مانی

فلک بدرگہ جاہِ تو معتکف پیریست | ز روز و شب بہ کف سبحۂ سلیمانی

بہ گرد سمِ سمند تو نسبتے دارد | سزد کہ ناز کند سرمۂ صفاہانی

بذوقِ نعمتِ خوانت چناں بحرص افتاد | کہ در دہان صدف گرد آب دندانی

سپہر بارگہا روزگار مرتبتا | کہ از تو یافتہ جنسِ کرم فراوانی

براوجِ قیصرِ جلالت بہ نیمہ رہ نرسد | خیال انوری و سعی فکر خاقانی

من شکستہ دل بینوائے ہیچ مداں — چگونہ دم زنم از دعوئ ثنا خوانی
گدایم و بہ تمنّائے داد آمدہ ام — بدرگہے کہ بود قیصرش بدربانی
زنالہ ام چہ محابا کہ معدلت کیشی — زگدیہ ام چہ خجالت کہ از کریمانی
نہ ملک خواہم و نے مال اینقدر خواہم — کہ گرد غم ز رخ بخت من بیفشانی
مراد نیست ز درد شکستگی لبریز — نہ آرزوے امیری نہ حسرت خانی
زنیستی سال فزوں میشود کہ می سوزد — نفس چو رشتۂ شمعم ببزم حیرانی
کجاست جیب کہ چاکے درد توانم زد — مگر جگر بدریدن دہم ز عریانی
زاہل دہر دریں روزگار بیدردی — بہ عید عشرت خویشم نمودہ قربانی
سیاہ مست ندارد زکس محابائے — شمردہ خون دلم را رحیق ریحانی
شرر بہ پیرہن جاں فشاند وجانگزاشت — کہ شعلہ سر کشد از داغہای پنہانی
چناں بہ حلقۂ دامم کشید تنگ کہ من — بہ بند عجز فرو ماندم از پر افشانی
غریب نیست بدرد دلم رسیدن ہا — نہ مدعی عربی و نہ من خراسانی
بداد گاہ رسیدم چنانکہ دانستم — برس بداد غریباں چنانکہ میدانی
بعجز کوش کہ غالب طریقۂ ادبست — نگاہ داشتن اندازۂ ثنا خوانی
خوش ست اگر ز نسیم دعا بہ گلشن صدق — نہال جلوۂ آئیں کند گل افشانی
مدام تا کہ بود سایہ تیرہ و تاریک — مدام تا کہ بود مہر را درخشانی

چو سایہ روز عدوی تو باد تیرہ و تار
چو مہر جبہۂ بخت تو باد نورانی

قصیدہ چہلمیں

ز جیبِ[1] افق مہر چوں سر برآرد
مے از سبز مینا بیاغ برآرد

من و بزمِ ولیم فریزر بہادر
کہ از جیبِ ہر گوشہ گوہر برآرد

خے داد گسترکہ گر در حضورش
خسے داد از دستِ آذر برآرد

کشد انتقام خس از شعلہ چنداں
کہ دود از نہادِ ہر اخگر برآرد

گر از بیمِ عدلش نباشد ہراساں
چرا شعلہ بر خویش خنجر برآرد

بذوقِ کفِ دستِ گوہر فشانش
بط بادہ از موجِ مے پر برآرد

بتاثیرِ اعجازِ خلقِ عمیمش
صبا جامہ گل معطر برآرد

سپہرِ احتشامے کہ گاہِ تجمّل
چو لشکر پئے عرضِ لشکر برآرد

ہوا از غبارے کہ زاں عرصہ خیزد
فریدون و دارا و قیصر برآرد

ثریّا بساطا فلک بارگاہا
کہ قدرت دُر را موقّر برآرد

توآنی کہ در مہر خرم نقشِ پایت
زمیں کان گوگردِ احمر برآرد

زتاثیرِ خاکِ رہت دور نبود
کہ ہر ذرّہ را کیمیاگر برآرد

فلک جملہ در بارگاہِ نوالت
در آرد گدا و توانگر برآرد

بہ قیصرِ جلالت نیاو رسیدن
خور از پرتوِ خویش گر پر برآرد

بس ست اینکہ ہر صبح بہرِ سجودش
سرے از گریبان خاور برآرد

نگاہے کہ از دعویٔ گرمخونی
بدل در رود وز جگر سر برآرد

امیدے کہ از تار و دامان ہستی
ہمہ لعل و یاقوت و گوہر برآرد

---

[1] در ستایش مسٹر ولیم فریزر صاحب بہادر ریزیڈنٹ دہلی (۲۲۸ صفحہ، مقتول بتاریخ ۲۲ ماہ مارچ ۱۸۳۵ء۔

نویدے کہ در ہر نوردِ تبسّم — پے فرقِ امید افسر برآرد

رہے راسرِ انگشتِ پرسش بلب زن — کہ شیون ز دستِ ستمگر برآرد

مگر بندہ غمہاے دیرینہ از دل — بفرمانِ فرزانہ داور برآرد

کشد نالۂ چند در بارگاہت — کہ ہر یک سر از جیبِ دیگر برآرد

اگر ریزد از دیدہ پرکالۂ دل — ہمانا کہ فردے ز دفتر برآرد

دگر بردماند ز لب برق آہے — شرارے ز طوفانِ آذر برآرد

غمے در دستم کہ شورِ بیانش — جگر پارہ از دیدۂ تر برآرد

فشارد چو اندیشہ ام مغزِ جاں را — ہمہ ریزۂ نوکِ نشتر برآرد

شنیدن ز سوزم بغلتد بداغے — کہ دود از نہادِ سمندر برآرد

رمیدن ز ہوشم ببالد بنازی — کہ گرد از گزرگاہِ محشر برآرد

بدستت کہ تیمارِ خلقست کارش — بفرما کہ خارم ز بستر برآرد

نوائے کہ من در دعاے تو سنجم — حق از پردہ آں را مصوّر برآرد

جہاں تا جہاں ست کارِ جہاں را

بفرمانِ دیہیم فرِ یزد بر آرد

قصیدہ چہل و یکمیں [۴۱]

خیرتا بنگری بشاخ نہال — طوطیانِ زمرّدیں تمثال

گاہ مرجاں دماندہ از منقار — گہ زبرجد فشاندہ از پر و بال

ہمہ آہنگ ساز و زمزمہ سنج — ہمہ دستانسرائے و پردہ سگال

لہ

زان مسیحی دمان و خضر لباس — زان بهشتی وشان حور مثال
نشنوی یک ترانه گوش نبود — شور گلبانگ دیگر از دنبال
کف زدن ساز کرده برگ درخت — رقص آغاز کرده باد شمال
طوبی و طوطی و نوا و هوا — نبود جز ترنم اطفال
نی کلک من آن نهالستی — دیں معانی طیور فرخ خال
گفته باشی که خامهٔ رقاص[1] — خشک نی پاره ایست هیچ مبال
نغز گفتی و تن زدم آری — نتوان جست کار ریشه ز نال
نطقم اندازِ نخلبندی کرد — رُست سروی بسر زمین خیال
سرو با من همی دود با جفت — تاک را می رود به استقبال
عالمی را به راه می بینم — همچو خود بر جناحِ استعجال
جامه ها از نشاطِ رنگارنگ — جامها از شراب مالامال
گاه در نای می دمند نفس — گاه بر کوس می زنند دوال
کرده بر سازِ نطق زخمه روان — بهم آهستگی تعالَ تعالَ
ناگهان از کنارهٔ وادی — شد نمودار موکب اقبال
جادهٔ راه و پرچم علمش — افق غربی و طلوعِ هلال
گفتی آفاق را گرفت فرو — فر فرمان روای غربه شمال
اسکویر گاون که درگاهش — اهل دل راست کعبهٔ آمال
داوران داورِ عدیم عدیل — سروران سرورِ محال همال
آن بمعنی طلسم دانش و داد — وان بصورت جهانِ جاه و جلال
گر بپیچد گزیدنِ ساعات — در شگالد کشیدنِ اشکال

---

[1] "نقاش" (؟)

مہر تابندہ گردد اُصطرلاب　　چرخ گردندہ قرعۂ رمال
اے کہ باشی ز استقامت طبع　　محورِ آسمانِ فضل و کمال
باتو نبود دستراں قرین ترا　　جز بہ خلوت سرائے فرض محال
اللہ اللہ چہ مایہ بے ادبیست　　مر ترا خواستن بہ فرض ہمال
بہ تو بخشیدہ حق جہانبانی　　بجہاں گوے کز نشاط ببال
با تو دارد زمانہ در ہمہ وقت　　از تو جوید سپہر در ہمہ حال
کارسازی بہ اہتمام تمام　　سرفرازی بہ امتثالِ مثال
صبح گاہے بہ طالعِ فیروز　　بہ نشیں بر وسادۂ اجلال
مجلسے ساز کن ز بادہ و جام　　خوشتر از بزم جم علی الاجمال
من ز خویش اندراں ہمایوں بزم　　بہ فزایم شکوہ صفِّ نعال
می بہ ساغر ز ریزش خوناب　　لب پُر آور ز سوزشِ بتخال
ہمہ بر رُخ دو دیدہ سیلِ سرشک　　ہمہ بر دل نشستہ گردِ ملال
زاں جگر پارہ کاں بمژگاں ماند　　بر سر چوب کردہ جامۂ آل
رحم کن بر خموشیم کہ زباں　　خونچکان ست گرچہ باشد لال
می خورد جرعۂ فشاں بر من　　زاں فروزندہ جوہرِ سیال
تا بہ سرمستی از سبک دستی　　زخم اندیشہ را رگِ قیفال
بہ ادائے کہ دیدہ ور داند　　کز قلم می تراود آبِ زلال
منم از خستگانِ دہرۂ دہر　　نہ ز دل بستگانِ مال و منال
حیف باشد کہ جز ستم نہ کند　　آسماں در قلمروِ مہ و سال
واں ستمہائے ناروا در شہر　　شہرہ گردد بہ کیفرِ اعمال
از خوئے شرم غرقِ جیحونم　　مردہ ام را چہ حاجتِ غسال

نہ زاجزائے بوستانِ توام — سبزہ باشم نیم اگرچہ نہال
بہ نظرگاہ بوستاں آرائے — سبزہ راکس چنیں کند پامال
بہ خدائے کہ دادہ از پے رزق — کبک را بال و باز را چنگال
کہ ندارم دریں سرائے دو در — آرزوئے فزونیٔ زر و مال
حاصل من زہر چہ می گزرد — چار چیز است کش مباد زوال
گنج امن و سفینۂ زغزل — مے ناب و پیالۂ زسفال
ہم بہ گلبانگ خامہ گرم سماع — نہ بہ آدائے جنبش خلخال
در معانی نظر نہ چنداں دور — کہ سیاہی کند غنیم خط و خال
نظم غالب نگر کہ پنداری — کز کمیں گاہ جستہ خیل غزال
در گزرگہ دمیدہ سنبل و گل — در نظرگہ گسستہ سلکِ لآل
سپس اے والیِ سپہر شکوہ — سپس اے داورِ محیط نوال
از تو درخواہ آبرو دارم — گرچہ ریزد خود آبرو بسوال
آبیار نہالِ امیدی — برخور از عمر و دولت و اقبال
عارضِ عیش راجمالِ دوام
شاہدِ بخت را دوامِ جمال

قصیدہ چہل و دوم [۴۲]

رسیدہ است بگوشم صدائے فتح الکتاب [۱] — زترکتاز سپہ در ستلج و پنجاب
ہم جنگ و جدل چوں بہ فتح انجامید — زپیشگاہِ وفا فتح یافت صلح خطاب
زبعد فتح اگر صلح اتفاق افتد — ظفر بود کہ ملقب بود بدیں القاب

[۱] در مدح لارڈ ہارڈنگ بتقریب تہنیت فتح پنجاب در ۱۸۴۶ء

زہے نوازش صلحے کزاں نوآئیں ساز — نوید فتح برآید ز جنبش مضراب

چو صلح اصل صلاحست فتح چوں نبود — صلاح بیں کہ ہماں فتحہ دارد از اعراب

علوِ حوصلۂ ایں جہاں ستاناں بیں — کہ فتح را بصفا صلح کردہ اند حساب

بجنگ ملک گرفتند و باز بخشیدند — چہ فرخست ظفر چوں بود بدیں فرتاب

روا بود کہ بہ بیچارگی شوند زبوں — سیہ دلانِ سیہ نامہ پیش اہل کتاب

شود بہ نشر مناشیر عدل داد آباد — قلمروے کہ سوادش بود ز ظلم خراب

برو حسود من آں نیستم کہ نشناسم — سپہر را ز غبار و محیط را ز سراب

غنیم و لشکرِ منصور خاک خفتہ و باد — حریف و فوج ظفر موج شعلہ و خس و آب

زبانہ زد بزمان و فرو نشست بدم — ز جا دوید بلند و ز پا فتاد شتاب

ز سعی طرف نہ بندد خس فرومایہ — بباں گرچہ زند فال جستن از گرداب

ز دشنہ جاں نبرد گوسپند قربانی — بشاخ گرچہ کند قصد جنگ با قصاب

بہ حاکمان گرانمایہ سرگزشت خساں — ہماں حکایت نخلست و پیچش سیلاب

دود و لیک نگیرد غزال جائے پلنگ — پرد و لیک ندارد تذرو بال عقاب

بہ پیش تیغ سر سرکشاں فرود آمد — کہ ناگزیر بود سجدہ در خم محراب

ندیدہ کہ ز آمد شدِ سپاہ فرنگ — فرو گرفت زمیں را تشنجِ اعصاب

ندیدہ کہ ز آوائے توپ رعد خروش — دوید رعشہ براندامِ چرخ چوں سیماب

بدیں دو چشمۂ خوں کز دو سو رواں گردید — بود بہر آئینہ پنجاب بعد ازیں ہفتاب

ورود لشکر نصرت اثر دراں اقلیم — چناں بود بہ بر نبیدگانِ معنی یاب

کہ گفتہ است ہمانا برائے خلعت ملک — زمیں حریر منقش ز نقشِ سمِ دواب

بسانِ کودکِ بدخو کہ بعد گریۂ تلخ — بخسپد و رود از طبع دایہ بیروں تاب

سپس بود منش روزگار آسودہ — کہ رفت فتنہ در آغوش روزگار بخواب

کنوں کہ ملکِ طبیعت ز راہ بخیں و خار — زمن بگو بفروشندگانِ بادۂ ناب

شرابِ قندیِ ہندوستان ما غم سوخت — ز شیرہ خانۂ کشمیر ما آورند شراب

بخاک تفتہ زنند آب تا خنک گردد — مگر بہ مے ز نہادم بدر رود تف و تاب

کدام تف تفِ ہجران آں صف آرایاں — کہ رختِ شاں بو غا بر نیامد از سیلاب

بہ مطلعے دگر اینک کشم نوائے بلند — ز طبعِ غمزدہ برداشت بادہ بند حجاب

مطلع ثانی

زمن مپرس کہ باغم چہ میکند مے ناب — چہ می کند بہ جگر گاہِ دیو تیرِ شہاب

ہوائے انجمن آرائیم فتاد بسر — شراب خوارہ تنے چند خواہم از احباب

کہ می خورند چو از بادہ رخ برافروزند — بسوز رشکِ دلِ حاسداں کنند کباب

توائے ندیم و توائے ساقی و توائے مطرب — بسوز عود و بپیما مے و بساز رباب

کجائی اے مہِ خورشید جلوہ ہیں ساغر — کجائی اے بتِ ناہید نغمہ ہاں مضراب

معاشرانِ نکو نام و فرخی فرجام — پس از ادائے سپاسِ مفتح الابواب

بہ بزمگاہ بیارید یک دو گلشن گل — بخاکِ راہ بپاشید یک دو دجلہ گلاب

بنامِ خویش بہ گیتی زنید نقشِ مراد — بہ بزمِ عیش بساغر کنید لعلِ مذاب

بخاکِ راہ ز مستی مے آں قدر ریزید — کہ تا ابد دمد از خاک لالۂ شاداب

دہید بادۂ گلفام و چوں سلام کنم — جہاں بہ بادہ سلامِ مرا دہید جواب

بیفگنید قنادیلِ آبگینہ ز کف — بہ سقفِ حجرہ بہ بندید زہرہ و مہتاب

زنید چشمکِ آشامِ مے بیکدیگر — دمے کہ بر دمد از بادہ در پیالہ حباب

دو جام بادۂ شیریں بمن دہید کہ من — نہ خوش بود کہ بوم تلخکامِ زہرِ عتاب

یکے بہ شادیِ تسخیرِ صوبۂ لاہور — دوم بفرخیِ عمر و دولتِ نواب

جہاں ستان و جہاں بخش ہارڈنگ کہ ہست — شہابِ رمح و فلک توسن و ہلال رکاب

زہے بمزرعِ امید ابر دریا بار
زہے بہ مشرقِ فیض آفتاب عالمتاب

ستارہ روے ترا گفتہ شمع بزم جمال
سپہر راے ترا خواندہ خضر راہ صواب

حسود بخت بلند تو بہمن و دارا
اسیر خمِ کمند تو رستم و سہراب

غبار راہ تو پیرایۂ نکوئیِ ملک
چنانکہ موجبِ آرائشِ جمال نقاب

نگاہِ لطف تو سرمایۂ فزونیِ عیش
چنانکہ باعثِ افزایشِ نشاط شراب

سحاب را بتو در بذل نسبتے ست مگر
تو دجلہ دجلہ فشانی و قطرہ قطرہ سحاب

عقاب را چو تو در پنجہ قدرتے ست ولے
تو شہر و قریہ ستانی و کبک و صعوہ عقاب

بہ پشت خم شدہ استادہ و کشیدہ ز خویش
بہ پیشگاہِ نگاہِ تو صورتِ محراب

بگوے تا بنشیند مگر بیاساید
ستوہ آمدہ چرخ از رعایتِ آداب

بلند پایہ سر اگرچہ من سخن سنجم
ولیک پیشۂ آبا بہ عالمِ اسباب

سپہ بدی بد و ز افراسیاب تا پدرم
ہماں طریقہ ز اسلاف داشتند اعقاب

دلاوراں نگری تا بتنگ پشت بہ پشت
بہ پیشگاہ تو چوں خویش را شوم نتاب

من آں کسم کہ بہ توقیع مبدأ فیاض
شہِ قلمروِ نظمم دریں جہان خراب

ہمی کنم بہ قلم کارِ تیغ دریں کاریست
شگرف و نغز و پسندیدۂ اولوالالباب

خرد بہ عالمِ نظمم نہادہ غالب نام
سروش نام مرا می برد بدیں القاب

بنامِ خویش خوشم زانکہ بودہ ہم ز نخست
نشانِ غلبہ پدیدار دریں خجستہ خطاب

ز من بجوی فزوں زانکہ در جہاں نگنجد
اگر متاعِ وفا در جہاں بود نایاب

گزاف شیوۂ من نیست راست میگویم
دریں زمانہ مرا بودے از زمان شباب

پے شکستنِ کفار بستمے بہ نبرد
کمر بہ سر خوشیِ نیتِ حصولِ ثواب

دگر بجاے بماندم ز ناتوانائی
نہ بخت خویشتنم تا ببر برم در خواب

زبسکہ کوششِ من بود در دعا شب و روز
دریں گرایش لشکر بجانبِ پنجاب

بہر مقام زمن چشم بود و از تو قدم — بہر خرام زمن دست بود و از تو رکاب
دمے کہ ہمقدماں را بہ لطف بنوازی — مرا کہ گوشہ نشینم بہ پرسشے دریاب
رسد عطیہ بہنگام آب دادن کشت — بسبزۂ لب چاہ از تراوشِ دولاب
ہمیشہ تا نبود جمع فصل غیر فصول — مدام تا نبود جمع باب از ابواب

ریاضِ طبعِ تو شاداب باد در ہر فصل
موادِ عیش تو آمادہ باد از ہر باب

قصیدہ چہل و سومیں[۴۳]

باز[1] پیغام بہار آورد باد — مژدہ بہر روزگار آورد باد
نیکوئی در رنگ و بو افزود دہر — تازگی در برگ و بار آورد باد
گنج باد آورد خسرو یک طرف[2] — گنجہائے بے شمار آورد باد
گر ترنج[3] زر نباشد گو مباش — زیں نمائشہا ہزار آورد باد
شاہد گل تاب مستوری نداشت — مستش اندر رہگذار آورد باد
از ہجوم غنچہ در صحنِ چمن — کو دکانِ نے سوار آورد باد
نقشہائے دلفریب انگیخت چرخ — ابرہائے دجلہ بار آورد باد
گرد خونش گرم تابِ آفتاب — چشمہا از کوہسار آورد باد
چوں سمن بشگفت گوہر در صدف — از کجا ایں کاروبار آورد باد
گرنہ لعبت باز بود دست از چہ رو — لالہ و گل را بکار آورد باد
گل بروئے سبزہ می غلطید پشت — آرزوئے سبزہ زار آورد باد

---

[1] در مدح مسٹر ایڈمنسٹن۔

جوش خوں در سینہ جوش گل بباغ — ہم نہاں ہم آشکار آورد باد

بوے گل شد گر بکار انگیخت خاک — موج گل زد گر غبار آورد باد

حقِ خدمت می گزارند اہل جاہ — باغباں را مزدِ کار آورد باد

خواں بہ یغما می دہند اہل کرم — خیلِ مرغِ میوہ خوار آورد باد

از غمِ پاییز دستش بر خداست — شاہد از برگِ چنار آورد باد

گل ہوائے خسروی از سر گرفت — نیم تخت از شاخسار آورد باد

تا فزاید بادشاہی را شکوہ — دورباش از نوکِ خار آورد باد

تاجے از زر ساختن فرمود گل — قالبے از کوکنار آورد باد

رشحِ مے بر ہر گیاہ افشاند ابر — بوے گل از ہر کنار آورد باد

در الہ آباد چوں بازارگاں — تحفہ از ہر دیار آورد باد

غنچہ بنگر کز بیابانِ تتار — نافۂ مشکِ تتار آورد باد

حسنِ گل بیں کز نگارستانِ چیں — گونہ گوں نقش و نگار آورد باد

در زرِ گل گوہرِ شبنم نشاند — بہر نذر شہریار آورد باد

کے بہ نذر شہریار ارزد ہمی — ایں ہمہ بہر نثار آورد باد

والیِ غرب و شمال اِڈمنسٹن — بر وے ایماں بندہ وار آورد باد

روز نوروز است و آغاز بہار — جمع و خرج نو بہار آورد باد

در نظر گاہش پئے تجدید حکم — دفترِ امسال و پار آورد باد

تا بیاراید بساطِ انجمن — از رگِ گل پود و تار آورد باد

تا بیاساید مشامِ اہل بزم — خویشتن را مشکبار آورد باد

تا نماید زورِ بازویش بہ شیر — در دلش ذوقِ شکار آورد باد

بادپائی بہر داور خواستند — رفت و بر خویشش سوار آورد باد

در روش از ذرہ ہائے خاک راہ — ہفت اختر در شمار آوردہ باد
تا بشوید پائے توسن را ز گرد — رُخ بسوئے جویبار آوردہ باد
تا ببوسد آں ہلال آسا رکاب — آب را در رہ گزار آوردہ باد
نسترن زارے بصحرا عرضہ داشت — خیمہ ہائے زرنگار آوردہ باد
گلزمین و بزم عیش و وقت خوش — رامش از بانگ ہزار آوردہ باد
بود شِ اورنگ سلیماں در نظر — جائے کرسی در شمار آوردہ باد
سوئے من کز گوشہ گیرانم بہ شہر — چوں نوید روز بار آوردہ باد
ساز و برگ مدحت گیہاں خدیو — ہر چہ من گفتم بیار آوردہ باد
تا نماید حسن طبع من بہ من — آب را آئینہ دار آوردہ باد
کلبۂ درویش را نبود چراغ — برق در شبہائے تار آوردہ باد
غالب ایں گفتار کز پندار نیست — بر لبم بے اختیار آوردہ باد
دیدہ ور داند کہ از نظمم ببزم — سلک دُرِّ شاہوار آوردہ باد

شاد باد ادِّمنسٹن کز بہر او
خواہد اینہا بار بار آوردہ باد

قصیدۂ چہل و چارمیں[۴۴]

زسالِ نو دگر آبے بروئے کار آمد — ہزار و ہشتصد و شصت[۱۸۶۰] در شمار آمد
بہ ظلمتِ شبِ یلدا اگر بریخت آذر ماہ — خروشِ موکبِ دی مہ زرہگزار آمد
بدانکہ خود سوم دی مہست چوں بینی — کہ روزہائے دسمبر بہ بست و چار آمد
کفیل خوبی سالست میمنِ روز بزرگ — کہ فرخ و فرح افزائے و سازگار آمد

لہ در مدحِ لارڈ کیننگ

بہ صفر جدی بدانساں فزود مایۂ روز — کہ روز مایہ فزوں ساز روزگار آمد
بہ طاے جدی زخود نقطۂ نہاد سپہر — ما آت بیں کہ ازا حاد آشکار آمد
تو نقد عیش شمر نے سبیکہ زر و سیم — کہ ایں برائے تو واں از پے نثار آمد
زنہ بہ نہصد اگر رفت نیز بس نبود — شمار حاصل دہ روزنہ ہزار آمد
مراد مدت اندک بود ازیں دہ روز — حساب طول امل ورنہ بیشمار آمد
چو زیں شمار زدہ بارہ نہ نود بالد — پس از سہ ماہ بہ بینی کہ نو بہار آمد
نگر نظارۂ نیرنگ روزگار کنیم — دریں طلسم کہ گوئی شگفت زار آمد
ہنوز گام نہ سنجیدہ باد نوروزی — کہ بوئے پیرہن گل ز ہر کنار آمد
ہنوز غنچہ بہ گلشن نہ گشتہ نافہ کشای — کہ باد صبح بہ ہر گوشہ مشکبار آمد
نمایہ ہائے شگفت آورست دانہم نیست — کہ ایں نمود نہ در خورد اعتبار آمد
نہ ناگزیر طریق از خرد پژوہش رفت — چہ سیمیاست کہ اندر جہاں بکار آمد
خرد بہ من زرہ مہر درمیاں آورد — حکایتے کہ در اندیشہ استوار آمد
سرود کز گل و بلبل سخن مگو کاینک — ز بارگاہ نوائے نوید بار آمد
ز ابر دنامیہ بگزر کہ تازہ روئی دہر — ز فیض مقدم نواب نامدار آمد
بدیں ترانہ من از جائے جستم و گفتم — کہ خسرو آمد و سلطان و شہریار آمد
مشیر خاص شہنشہ کہ در جہانبانی — ستون بارگہش چرخ را مدار آمد
جہاں ستان و جہاندار شیر دل کیننگ — کہ شیر صید گہش را کمیں شکار آمد
بہر کجا کہ رود داد عیش چوں ندہد — کہ ہمرہش ہمہ جا فتح سایہ دار آمد
ز پرچم علمش سایہ وقت افتادن — فراز کنگر ایں نیلگوں حصار آمد
بدیں صفات مقدس وگرچہ اندیشم — مگر مسیح دریں خاکدان دوبار آمد
شنیدہ کہ پس از کیقباد و کیکادس — گرائیش سوئیں کے بسوئے غار آمد

رسید ملک بہ کیننگ بعد کیخسرو | کہ سخت کوش و خردمند و بختیار آمد
جہانِ بے سرو بن را اگرچہ شاہانند | شکوہ و فرّ کئی آن این چہار آمد
سخنوریست کہ بر مسلکے عنایت اسم | دریں نورد سخن زاں سہ تاجدار آمد
دگر نہ دولت جاوید دانش ازلی ست | کسے کہ آمد از و پیش پیشکار آمد
ز مطلعے کہ مرا در ضمیر می گذرد | قلم بزمزمہ آموزیِ ہزار آمد

مطلع ثانی

بہار رفت دراں بزم وشمسار آمد | چہ گسترند بساطے کہ نیم کار آمد
بہ تیغ و گنج بود کارساز دشمن و دوست | یمین او ست کہ یاری دہ یسار آمد
چنانکہ میوہ ز شاخ نہال می خیزد | سر مخالف وے خانہ زاد دار آمد
زہے بہ ملک ستانی سکندر ثانی | کہ گوہرت شرف دودہ و تبار آمد
ز نعل رخشِ تو بگداختم ہم در آتش خویش | اگر براہِ تو ناگاہ کوہسار آمد
بہ کودکی شدہ ام ریزہ چین خوان نوال | نہالم از ثمر پیش رس ببار آمد
و لے ازاں ہمہ مال و منال تو قیعے | قسمت آنچہ بہ تحویل خاکسار آمد
زیکے دو جرعہ فزوں می فروز رفت بحلق | قدح بدست من از دست رعشہ دار آمد
بہ پیریم ز تقاضائے طبع اوج گرائے | خیال مدح شہنشاہ روزگار آمد
بہ نذر شاہ رواں داشتم سفینہ شعر | سفینہ کہ پر از دُرِّ شاہوار آمد
ز بارگاہ سلاطیں پناہ سوئے رہی | نظر فروز دو منشور در دو بار آمد
پس از مشاہدۂ آں دو نامۂ نامی | کہ حرز بازو جان امید وار آمد
ز پیشگاہ جلال تو ہم دو حسب الحکم | ذریعۂ شرف و عزّت و افتخار آمد

زمن بہ چرخ حریفانہ گفتگو کہ ببیں — چگونہ شاہدِ مقصود در کنار آمد

ستارہ را بہ من از دور چشمکے کہ فلاں — اساس کار ندانی کہ پایدار آمد

مگر ستارہ خبر داشت تا چہ خواہد شد — نماند کار بساماں چو وقتِ کار آمد

ہم از بقائے تو ناشاد شادماں گردید — ہم از عطائے تو ناکام کامگار آمد

ز بندگانِ شہنشہ من آں کسم کہ مرا — دعا طراز و کلامِ وفا شعار آمد

بہ ناگرفت چناں صرصرے وزید بدہر — کزاں بر آئینۂ آسماں غبار آمد

شرارہ بار غبارے ز مغزِ خاک انگیخت — سیاہ رو سپہے کاندریں دیار آمد

تو گوئی انچہ من آں را غبار می گویم — ز بہرِ کشتِ من ابرِ تگرگ بار آمد

دریں جگر گسل آشوب کز صعوبتِ آں — سپاہ را سپہرے بہ زینہار آمد

گواہ دعوی غالب بغرض بے گنہی — ہمیں بس است کہ ہر گونہ رستگار آمد

نہ در معاملہ کارش بہ باز پرس کشید — نہ در مواخذہ بیمش ز گیر و دار آمد

چرا بود کہ بپیچد سر از طریقِ وفا — چنیں کسے کہ ز یک عمر بدلہ خوار آمد

بدیں نشانہ کہ از بندگانِ دیرین ہست — بہ بخشش جرم اگر خود گناہگار آمد

کنوں کہ شد ز تو زینت فزائے روئے زمیں — سوادِ ہند کہ چوں زلف تار و مار آمد

بیک دو جرعۂ مے روح پرورم دریاب — کہ ہمچو جام بہ گردش سر از خمار آمد

غرض ز جرعۂ مے لطفِ خاص تست کہ آں — مفرحیست کہ نوشین و خوشگوار آمد

خطاب و خلعت و پنشن ز شاہ می خواہم — ہم از نخست بدیں دایہ ام قرار آمد

پس از سہ سال کہ در رنج و پیچ و تاب گذشت — سرِ گزارشِ اندوہِ انتظار آمد

امید کار بداں ساں کہ داشتم دارم — برآر کار کہ فرصت ز کار زار آمد

مدیح را بہ دعا ختم می کنم کہ دعا — طریقِ مدح سرایانِ حق گزار آمد

دعائے من چہ فزاید بر آں کہ خود ز ازل — سنینِ عمرِ تو افزوں ز صد ہزار آمد

قصیدۂ چہل و پنجم [۴۵]

خامہ [۱] دانی زچہ سر برخطِ مسطر دارد — سرِ مداحیِ لفٹنٹ گورنر دارد

منٹگمری کہ بر انگس کہ زپیشش گزرد — داند از دیدنِ سیما کہ چہ در سر دارد

راز دانیش بداں پایہ کز اسرارِ ازل — بر مسیح انچہ فرود آمدہ از بر دارد

در امیری زجم و کے بود افزوں کہ شکوہ — کلہش خندہ بر آرایشِ افسر دارد

پنجمیں چرخ دگر نیست مقامِ مریخ — کاں چو سرہنگ کنوں جا بریں در دارد

مہر دیدی کہ چساں دانۂ شبنم چیند — ہمچنیں او زجہاں تخمِ ستم بر دارد

بسکہ در عالمِ دارائی و کشور گیری — ورزشِ قتلِ عدو شادیِ دیگر دارد

بیقرار است چناں آہنِ تیغش کہ مگر — خار در پیرہنِ خویش زجوہر دارد

توسنش راست جمالے کہ بہنگامِ خرام — عرق افشانیِ او ریزشِ اختر دارد

طالعِ کشورِ پنجاب ستاید یوناں — کایں چنیں والیِ والائے خرد ور دارد

داورا غالبِ عاجز کہ ستایش گر تست — گلہ از گردشِ ایں چرخِ ستمگر دارد

ذکر ایں فتنہ کہ برخاست ز انبوہِ سپاہ — بزبانے کہ قلم راست سراسر دارد

چوں دریں شہرِ ستم بہر کہ نامش دہلی ست — دیدم آشوب کہ ہنگامۂ محشر دارد

بندہ میخواست کہ بیروں رود اما بوجوہ — نتوانست کہ از گوشہ قدم بر دارد

ماند و آئینِ وفا داشت دراں عہد ہنوز — نیز آں قاعدہ با خویش مقرر دارد

جز ثنائے و دعائے کہ ہمیگفت نگفت — وانچہ میگفت دریں وقت ہم از بر دارد

دگر ایں نیز قصوریست کہ تدبیر نہ کرد — چہ کند آں کہ نہ گنجینہ نہ لشکر دارد

بود با بندہ در انروز دہم امروز بجاست — خشتِ خاکی کہ ازاں بالش و بستر دارد

---

[۱] در مدح لارڈ منٹگمری لفٹنٹ گورنر۔

خود بریں قول که ماتم زده و مرده دست | دو گواه از لب خشک و مژهٔ تر دارد
بگو ابانِ دگر نیز گر افتد حاجت | دم سرد و رخ زرد و تنِ لاغر دارد
از تو جز داد نخواهم که در آیین و داد | این چنیں کار نه پاداش نه کیفر دارد
هوس کار دگر نیست بجز شعر و شراب | اینست حرفے که بهم بالب ساغر دارد
من ثنا خوان شهنشاه فرنگم که درش | نقش پیشانیِ دارا و سکندر دارد
آں شهنشه که کشد غاشیهٔ او بر دوش | هر کجا هر که سرے در خورِ افسر دارد
آنکه از پرورشِ روم و هنگامهٔ روس | منتے بر دلِ غم دیدهٔ قیصر دارد
گفته ام مدح وی و یافته ام عز قبول | دیں نه حرفیست که اندیشه نه باور دارد
لطف تکرار گواهست که ایں حرف و سخن | بر لبم چاشنیِ قندِ مکرر دارد
از دو منشور فر و ریختهٔ کلک و زیر | بنده تمغاے نشانمندیِ دفتر دارد
همچنیں در صلهٔ مدح بافزایش قدر | دو سه توقیع ز نواب گورنر دارد
خوش بود آب رخِ نامه نگار افزودن | که ز رشح قلم چیف سکرتر دارد
اینک ایں خسته دل غمزده گوشه نشیں | همچنیں مکرمت امید ز داور دارد
یعنی آں نامهٔ نامی که چو گیرد در دست | بسرش بر نهد از دیده اگر بر دارد
دیگر آهنگ دعا دارم و از بهر شمار | از کواکب کفِ من سبحهٔ گوهر دارد
جاوداں باشی و میداشته باشی در دهر | آنچه در صفر حمل مهر منور دارد

وز تو ام باد بکاشانهٔ خویش ارزانی
انبساطے که عطارد به دو پیکر دارد

قصیدهٔ چهل و ششم[57]

داورِ سلطاں نشاں آید همی | سرورِ گیتی ستاں آید همی

---

[57] در مدح ولیعهد شاهزاده فتح الملک بهادر (در [illegible] نوشته بود)

داورد مسردر چہ می گوئی بگوۓ
والیِ ہندوستاں آید ہمی

موکبے بینی کہ پنداری مگر
نوبہارِ بے خزاں آید ہمی

واں گلستانے کہ نامش موکب ست
گر بسوۓ بوستاں آید ہمی

از خیاباں بہرِ استقبالِ سرو
تا درِ گلشن رواں آید ہمی

شہریاراں نکتہ داناں بودہ اند
شہریارِ نکتہ داں آید ہمی

مہرباں بر خلق باید شہریار
شہریارِ مہرباں آید ہمی

شہریارے با جوانی خوشتر ست
شہریارِ نوجواں آید ہمی

نام شاہی از شہنشہ یافتہ
باکف گوہرفشاں آید ہمی

معدلت را منصب مشاطگی ست
زینت افزاۓ جہاں آید ہمی

لاجرم اہل زمیں را ز آسماں
مژدۂ امن و اماں آید ہمی

در ولی عہدی بہ حکمِ پادشاہ
بادے از شاہی نشاں آید ہمی

آنکہ ہر کس پیش وے غمگیں رود
چوں بیاید شادماں آید ہمی

آنکہ از بہرِ تماشاۓ رخش
مہر و ماہ از آسماں آید ہمی

آنکہ چوں آید خیالش در ضمیر
در تنِ اندیشہ جاں آید ہمی

از زباں بر دل نہم صد رہ سپاس
نام پاکش بر زباں آید ہمی

شاہ فتح الملک غازی کش بہ دہر
دولت از در ناگہاں آید ہمی

پیش وے از پیش اہلِ حل و عقد
پیکِ فرخ پے دواں آید ہمی

وانگہ آں پیکِ ہمایوں آورد
نامہ کاں حرزِ رواں آید ہمی

نامہ توقیع ولی عہدے بود
ملک و دولت ارمغاں آید ہمی

بر سرِ خوانے کہ فیضش گسترد
ماہ در پرویں میہماں آید ہمی

از درش عریاں گداۓ بے نوا
گوہر آما طیلساں آید ہمی

از دبستانِ کمالش مشتری | شرمسارِ امتحاں آید ہمی

از فضائے رزمگاہش ترکِ چرخ | خستۂ زخمِ سناں آید ہمی

ہم بہ نیروئے روانیہائے حکم | چرخ تیغش را فساں آید ہمی

ہم بہ فرمانِ فزونیہائے زور | قوسِ تیرش را کماں آید ہمی

پیش وے سرمایۂ دریا و کاں | آشکارا و نہاں آید ہمی

آشکارا و نہاں بخشد بہ خلق | ہرچہ از دریا و کاں آید ہمی

راز دانا گر نویسم دردِ دل | داستاں در داستاں آید ہمی

بگزرم از داستاں خواہم سرود | آنچہ در خورد بیاں آید ہمی

پیش از آں لفظے کہ آرم بر زباں | خوں ز چشمِ خونفشاں آید ہمی

بسکہ می سوزد ز لفظ سوزناک | از قلم بوئے دخاں آید ہمی

بعد ازیں نبود بعید از کلکِ من | گر صدائے الاماں آید ہمی

غم سراپائے مرا درہم فشرد | دفعِ غم از من چساں آید ہمی

تا چناں رو داد کاواز شکست | ہردم از ہر استخواں آید ہمی

بسکہ از آمیزشِ قومم ملول | نفرتم از تواماں آید ہمی

خانہ زنداں ست و من ساکن در آں | از سیہ روزے ہم آں آید ہمی

خود بہ ہنگامِ غروبِ آفتاب | مرغ سوئے آشیاں آید ہمی

با جہاں داور ز عمہائے جہاں | گفتگوئے درمیاں آید ہمی

کایں ورق را بیند و یاد آورد | کاینک از نزدِ فلاں آید ہمی

غالبش نام و گدائے درگہست | در گدائی مدح خواں آید ہمی

مصرعے از خود کنم تضمیں کہ آں | شرحِ مقصد را ضماں آید ہمی

در نظر گاہِ جہاں داور ز غیب | ہرچہ از دریا و کاں آید ہمی

پارۂ لختے قلیلے زاں ہمہ — بہرۂ ایں ناتواں آید ہمی
در دعائے داورِ فیروز بخت — رنگِ فیروزی عیاں آید ہمی
توسنش را بادسیرے کش براہ — فتح و نصرت ہمعناں آید ہمی

رایتش را بادشانے کش سلام
از درفش کاویاں آید ہمی

قصیدۂ چہل و ہفتمیں[1]

زہے بتانِ مغاں شیوہ دادخواہانش — زدستہائے حنا بستہ گل بدامانش
برخ نقاب چہ بندد کہ از فروزش رنگ — درونِ جامہ تواں دید نیز عریانش
فریب دی کہ خور دہر زہ کز فروغِ جمال — بود چو روز عیاں رازہائے پنہانش
درازِ بہ سخن زلف نازم ابرِ سیاہ — سہیل و زہرہ و مہ قطرہائے بارانش
چہ خیزد ار پئے ساقی گری کمر بندد — کہ رخنہ در بنِ ساغر فگندہ مژگانش
دلم شکستہ ز آہم دلش خراش گرفت — زشیشہ ریزہ فگار است روئے سندانش
چہ رفت بر سرِ دل تا گسست پیماں را — دلِ ستم زدہ بستم چرا بہ پیمانش
فریبِ پرسشِ پنہاں نگر کہ من ہمہ عمر — بذوقِ وصلِ ابد ساختم بہجرانش
وفا نگر کہ پشیمانم از وفا و ہنوز — برنجم ار ز جفا بنگرم پشیمانش
دل شکستہ نہ بینی و با تو بحث خطاست — سرِ شکستۂ من بیں و چوبِ دربانش
دگر چہ سود ز دعوت مگر بہ خشمِ ارم — ز تابِ گرمیِ ہنگامۂ پری خوانش
گہے بہ ناز بدر جستہ از جگر تیرش — گہے ز مہر بدل جا گزیدہ پیکانش
کسم بہ خود نہ پذیرفت و دہر با زم برد — چو نامہ کہ بود نا نوشتہ عنوانش

---

[1] در مدح شاہزادہ فتح الملک (ولیعہد بہادر شاہ ظفر) متوفی ۱۸۵۶ء۔

ز خونِ دیدہ مگر شیشہ کنم لبریز
وے کہ رفت ز من بر منست تاوانش

بہ بزمِ عشق کسے شاہدانہ ناز کند
کہ چاک چاک بود ہمچو گل گریبانش

درآں مقام کہ ساقی قدح بگرداند
چرا سخن رود از خضر و آبِ حیوانش

فغاں کہ خورد ہماں بر پے نخستیں پائے
پس از بریدن رلہے کہ نیست پایانش

سخن بہمدمِ دیرینہ بہ کہ آں خوشخوے
ادا شناسِ منست و منم زباں دانش

ازاں بہ گلشنِ گیتی نشاطِ می ورزی
کہ بوے زہر ہمی نشنوی ز ریحانش

چو عمرِ رفتہ متاعے بود کہ رہزن برد
خوش ست گر نہ سگالیم نفع و نقصانش

مباش بے خبر از چاکہاے سینۂ گل
بدیں نظر کہ چو مستاں لبیست خندانش

چو نالہ ہمدمِ باد ست ریشۂ نخلش
چو سایہ خفتہ بخاکست نخلِ بستانش

ز نوبہار چہ جوئی و سرو و شمشادش
ز روزگار چہ گوئی و ریو و دستانش

بہ پیرِ خانقہم در امورِ دیں رہ داد
ستیزہ کہ نیارم شمرد آسانش

زمن بگوے بہ فرزانۂ زبانہ زباں
کہ سوخت جبہۂ دعویٰ ز داغِ برہانش

بسوز غالبؔ آزادہ را و باک مدار
بشرطِ آنکہ تواں گفت نامسلمانش

چگونہ سوختنی بودہ باشد آنکہ خورند
مغانِ آذرِ برزیں قسم بہ ایمانش؟

چگونہ بے خبر از دیں بود سہی کیشے
کہ چرخ در ششمیں بار خواندہ ساسانش

اگر بہ صلح گراید دعا کنم کہ بہ خلد
فگار باد لب از دست بوسِ رضوانش

دگر بجنگ درآید بیا کہ زود نہ دیر
برم بہ پیشِ خداوند حق پرستانش

نتیجۂ شرفِ مہر و ماہ فتح الملک
کہ خواندہ خسروِ انجم سپاہ سلطانش

نظر بہ منظرِ جاہش بود سرم بر پشت
اگرچہ بنگرم از سقفِ کاخِ کیوانش

بہ خلوتِ رخ نہ نماید شبانہ اخترِ روز
ز رشکِ روشنیِ شمع در شبستانش

برائے بیضہ نہادن شگون شمردہ ہما
نوردِ پیچ و خمِ پردہ ہاے ایوانش

شمردہ اند بزرگاں بزرگِ آفاقش
نوشتہ اند خدیواں خدیوِ گیہانش

چرا بہ ہمسریِ جم سرش فرود آید
یگانۂ کہ بود یادگر بہ فرمانش

زباد کار نہ گیرد خدا نگہدارد
زننگ نسبتِ ہم چشمیِ سلیمانش

کسیکہ ابرِ کفش گفتہ در دُر افشانی
ندیدہ ریزشِ ابرِ کفِ دُر افشانش

پُرست دامنِ دہر از دُر و ہنوز بجاست
ہزار گنج بہ تحویلِ ابرِ نیسانش

خجستہ شاہ نشانا و نجم انجمنا
نگر بہ غالب و کلکِ بہار سامانش

بہ بوئیہ برد گر داز نسیمِ نوروزی
دریں تموز کہ سوزد نفس ز نیرانش

ببیں کہ روز دراز و سموم و تابشِ مہر
چہ رستخیز بود در نہادِ انسانش

سموم خوردہ گریزد در آبِ آئینہ مہر
کہ اوفتادہ ز جوزا گزر بسرطانش

مداں کہ تاب و تفِ روزہ داردم رنجور
کہ داغم از مہ و خورداد و باد سوزانش

گداخت روزہ اگر مار دان گویا را
مگر بدہر فرستند در زمستانش

نشاط ایں شرفِ خندہ فراز آناں پرس
کہ دیدہ اند کیں از آفتاب میزانش

کنوں کہ گرمِ مردی کرد روز عید رسید
ز تاب و روزہ و آں سوز ہائے پنہانش

بہ تار نالِ قلم دستۂ رگلے بستم
بروز عید نہادم بطاقِ نسیانش

چرا نہ زمزمۂ ساز قدسیاں باشد
دعائے آنکہ بود چوں منے ثنا خوانش

بصرفہ حرف زدم در دعا کہ می خواہم
درنگ و دیر دریں کہنہ دیر چندانش

کہ صد ہزار رود بلکہ بگزرد ز شمار
شمارِ عید در اُردی بہشت و آبانش

قصیدۂ چہل و ہشتم[1]

بازم نفس از سینہ بہ ہنجار آمد
شد زخمہ رواں زمزمہ از تار بر آمد

---

[1] در مدح شاہزادہ فتح الملک بہادر ولیعہد بہادر شاہ ظفر، متوفی سنہ ۱۸۵۲ء

گویند کہ در روز الست از رہ مستی — حرفے ز لب کافر و دیندار بر آمد

آں از نغم آوازۂ انکار در افگند — ایں را ز بلے معنی اقرار بر آمد

آں آب کہ از خاک ہمی سبزہ دماند — در طینت آہن ہمہ زنگار بر آمد

در دست یکے آبلہ زد دانۂ تسبیح — بر دوش یکے رشتۂ زنّار بر آمد

زانگونہ در آمیخت یکے با صنم خویش — کش نقش دو پیکر بہ نمودار بر آمد

زاں رنگ جگر خست یکے را ستم ہجر — کش لخت دل از دیدۂ خونبار بر آمد

شبرو کہ نہ مردست بدزدیدن کالا — از زاویۂ پنہاں بشب تار بر آمد

شب گرد کہ مردانہ و فردست بے پاس — در کوچہ بگردید و بہ بازار بر آمد

راندند یکے را کہ چو لب تشنہ ہمی رفت — ہم تشنہ لب از خانۂ خمار بر آمد

خواندند بداں مہر کہ از کعبہ یکے را — آواز بپا از در و دیوار بر آمد

آں روفت در میکدہ و خردۂ زر یافت — ایں کوفت در صومعہ و مار بر آمد

شوریدہ ادائے بہ دم تیشہ رواں داد — آشفتہ نوائے بسر دار بر آمد

آسودہ بفردوس بریں آدم و ناگاہ — از دمدمۂ دیو تبہکار بر آمد

آں یک کہ بر آمد چہ قدر نام بر آورد — ویں یک کہ بر آورد چہاں خوار بر آمد

مرغان چمن عربدہ بنیاد نہادند — مہر از افق گنبد دوّار بر آمد

گرد از رہ و افغاں ز لب و دود ز آتش — گوہر ز شط و لعل ز کہسار بر آمد

بے شائبۂ جنبش کلک و صدف و رنگ — چندیں صور از پردۂ پندار بر آمد

ایں دائرہ کز دور نیاسود زمانے — بے واسطۂ گردش پرکار بر آمد

ہر حسن کہ اندر پس ایں پردہ نہاں بود — گوئی ہمہ از پردہ بیکبار بر آمد

ہم حسن بہ اندازۂ مستوری خود ماند — ہم کام دل و دیدہ ز دیدار بر آمد

نشگفت کہ یوسف بہ میاں داشتہ باشد — دلو من ازیں چاہ گرانبار بر آمد

دگر گفتم ازیں رہ از دلے چوں نگرستم
ناگفتہ و نا یافتہ بسیار بر آمد

در شب زدم ایں نغمہ کنوں چوں دمِ صبح است
از روزہ بہ بینیم کہ چہ مقدار بر آمد

امروز کہ ہنگامۂ عید رمضان ست
از سینہ تف روزہ بافطار بر آمد

زاہد بہ نشاطے زدہ از حجرہ بدر گام
کز کنج قفس مرغ گرفتار بر آمد

در صبح ہوا سلسلہ جنبان ہوس شد
ہر کس بہ رداں کردنِ ہر کار بر آمد

رفتم کہ طرازم سخن از مدح ولی عہد
نامم ہمہ در دہر بہ گفتار بر آمد

سلطانِ کرم پیشہ ابوالفتح کہ دستش
در بحر فرو رفت و گہربار بر آمد

زیبد گل اقبال خداداد بفرقش
زانساں کہ تواں گفت ز دستار بر آمد

از طلعت تابندۂ ایں کوکبہ آرائے
مہرے دگر از مطلع انوار بر آمد

آں کوکبہ آرا کہ بہ ہنگام درودش
دارا پے دریوزہ گدا وار بر آمد

در گوشۂ ہر باغ کہ بزم طرب آراست
چوں شمع در آں باغ گل از خار بر آمد

ریزد چو لبش حرف گرانمایہ تو گوئی
گنج از در گنجینۂ اسرار بر آمد

یا لشکر اژدر شکن قاف شگافش
ہر سوختہ اختر کہ بہ پیکار بر آمد

یا چہرہ شد و تیغ دو دم بر سر و رو خورد
یا قلعہ نشیں گشت و بزنہار بر آمد

اندازۂ انداز کرم بیں کہ بسائل
بخشید دو گیتی و خریدار بر آمد

نا رفتہ بہ گلزار چو زاں سوئے گزر کرد
ہر نخل سراسیمہ ز گلزار بر آمد

با ثابت و سیارہ گرہ دست بتابش
ہر نکتہ کہ در مدحِ جہاندار بر آمد

چوں نطق بدیں پایہ رسانید سخن را
گفتم مگر از سعی من ایں کار بر آمد

غالب بغضب گفت کہ دعوئے نپذیرم
گر خود ز قلم گوہر شہوار بر آمد

رو ساز دعا کن کہ ثنا حدِ تو نبود
ایں بس کہ تمنائے دلِ زار بر آمد

آہنگِ دعا دارم اگر خود نہ سزد دم
مستم ز نوائے کہ نہ از تار بر آمد

من در گرہِ کوشش و بہ زانکہ بپیچم — مقصودِ من از طالعِ بیدار برآمد

سلطانِ جہاں آنچہ خود از حق بدعا خواست

آئیں ز لبِ ثابت و سیار برآمد

قصیدۂ چہل و نہم[۴۹][۱]

گر بہ سنبل کدۂ روضۂ رضواں رفتم — ہوسِ زلفِ ترا سلسلہ جنباں رفتم

کارفرمائیِ شوقِ تو قیامت آورد — مُردم و باز بہ ایجادِ دل و جاں رفتم

حالم از کثرتِ خونابہ فشانی دریاب — کہ بتاراجِ جگر کاویِ مژگاں رفتم

ہمتے بود بہ قطعِ رہِ ہستی درکار — جادہ گردم ز دمِ خنجرِ بُرّاں رفتم

جز در آئینہ نہ دیدم اثرِ سعیِ خیال — ہر قدر بہر طلب گاریِ انساں رفتم

تابِ جذبِ نگہم رنگ بہ گل نگزارد — بہ ہواداریِ بلبل ز گلستاں رفتم

نتواں منتِ جاوید گوارا کردن — ہمچناں تشنہ ز سرچشمۂ حیواں رفتم

بازگشتی نبود گر ہمہ ہوشم بخشند — راہِ صحرائے خیالِ تو چو مستاں رفتم

مو بمو بیم خبر از جلوۂ نازے دارد — بخیالے کہ چنیں آئینہ ساماں رفتم

ذوقِ غم حوصلۂ لذتِ آزارم داد — پائے کوباں بسرِ خارِ مغیلاں رفتم

شنبہ آدینہ شد از شہرتِ دیوانگیم — راہِ آزادیِ اطفالِ دبستاں رفتم

پائے پُر آبلہ ذوقِ سفر افزود مرا — راہ بیدائے بلا از بنِ دنداں رفتم

حالِ من بنگر و از عاقبتِ کار مپرس — عمرِ خود گشتم و در غصہ بپایاں رفتم

بسکہ تاریکیِ شبہائے جدائی دیدم — سایہ گردیدم و بیخود ز شبستاں رفتم

ناروا بود بہ بازارِ جہاں جنسِ وفا — رونقے گشتم و از طالعِ دکاں رفتم

---

[۱] در مدحِ شاہ جنت مکان نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ بادشاہ اودھ (نسخۂ د صفحہ ۱۹)

سعی در بابِ رہائیٔ نبود غیرِ فنا
تا سبکدوشیِ من رنجِ گرانی نہ کشد

زحمتے بر نفسِ اہلِ طرب ریختہ ام
پارۂ خوابیدہ مدد کرد و سر آمد شبگیر
تا دگر رنجِ جلوداریِ مجنوں نہ کشد
ننگِ ہمطرحیِ مرغانِ گرفتارم کشت
تا نباشد المے ترکِ وطن نتواں کرد

چہرہ اندودہ بگردِ مژہ آغشتہ بخوں
اضطرار آئینۂ پرواز جلائے وطن ست
ہم جگر تفتہ زکیں خواہیِ اغیار شدم
از تعلق نبود رہ بہ قفا رفتنِ من

ایمن از فتنۂ عیاریِ عیارانم
بسفر تا نہ کشم رنجِ نگہبانیٔ خویش
منت از خویش بہ اندازۂ طاقت دارم
منت ساز ز اربابِ خجالت دارد
نگہم نقب بہ گنجینۂ دلہا میزد
نقشِ آوارگیٔ بود بہ پیشانیِ من
داغِ حسرت بدل و شکوۂ اختر بزباں
واشد آں بند کہ برپائے جہاں پیما بود
گاہ از ولولۂ نازشِ جادو رقمے
گہ بہ حلقم ہوسِ تربیتِ عرضِ کمال

دودِ آہی شدم از روزنِ زنداں رفتم
شبِ وصلے شدم و زود بپایاں رفتم
خوابِ خوش گشتم و از یادِ عزیزاں رفتم
ہمچو شمع آخر ازیں انجمنستاں رفتم
بہرِ آرامشِ طفلاں بہ بیاباں رفتم
بستم از زمزمہ منقار و ز بستاں رفتم
مشکلے در نظر آوردم و آساں رفتم
خود گواہم کہ ز دہلی بچہ عنواں رفتم
نہ بدل رفتم ازاں بقعہ بلا زجاں رفتم
ہم دل آزردہ زبے مہریِ خویشاں رفتم
وحشتے بردم از احباب و ہراساں رفتم
با چنیں تجربہ کز یاریِ یاراں رفتم
بے سر انجام تر از خوابِ نگہباں رفتم
کہ بدیں بارِ الم ہائے فراواں رفتم
خجلتے نیست اگر بے سر و ساماں رفتم
مژدہ باد اہلِ ریا را کہ ز میداں رفتم
پا ز سر کردم و سر بر خطِ فرماں رفتم
منت از بخت کہ بسیار بساماں رفتم
شش جہت گشتم و سرتاسرِ گیہاں رفتم
سخن خود شدم و تا بہ صفاہاں رفتم
مہرِ تاباں شدم و سوئے بدخشاں رفتم

کہ ز جاں بخشی انفاس دروں پرور خویش — بوئے یوسف شدم از مصر بہ کنعاں رفتم

گوش نابی دہم اندیشۂ خود را کہ عبث — جادۂ رفتم و رفتم چہ پریشاں رفتم

بیخودی بادیہ پیمائی تحیر شدن ست — نہ بکاشانہ کشیدم نہ بکاشاں رفتم

پرفشاں بودم و بیروں ز خودم راہ نبود — موج گوہر شدم و پائے بداماں رفتم

لکھنؤ دام نشاطے سر راہم گسترد — بیخود از ولولۂ شوق پرافشاں رفتم

طاقت عرض غبارے بکف خاکم نیست — زیں سپہ خیز کہ بہ جولاں گہ خوباں رفتم

جلوہ در طالع خاشاک من افتاد زبوں — شد غلط جادۂ گلخن بہ گلستاں رفتم

کاش می سوختم و داد فنا می دادم — شرم بادا کہ بداں تازہ خیاباں رفتم

تشنۂ بحر تماشا شدنم صرفہ نہ کرد — کہ ز جوش عرق شرم بہ طوفاں رفتم

سبزۂ رنگ طراوت بخزاں باختہ ام — خس شدم تا بچراگاہ غزالاں رفتم

خار خشکم سر آتشکدہ کاوے دارد — فرصتم باد کہ بسیار بہ ساماں رفتم

اندراں بقعۂ معمور ز دل تنگی خویش — حسرت آگیں چو گنہگار بزنداں رفتم

متحیر کہ کجا می برد آوارگیم — متالم کہ دریں مرحلہ از جاں رفتم

ناگہاں از اثر رحمت طبع بہار — شد بلد نکہت گل جانب بستاں رفتم

شمع بخت جگر تشنہ فروزاں گردید — کاندراں نور بسر چشمۂ حیواں رفتم

از جفائے فلک آہنگ تظلم کردم — بدر بارگہ خسرو گیہاں رفتم

شاہ جمجاہ کہ دولت بدرش ناصیہ ساست — ہمچو دولت بدرش ناصیہ سایاں رفتم

آں فریدوں فر جمشید جہابت کہ بفخر — ز آستانش بسر مسند خاقاں رفتم

حبذا رحمت عامی کہ ز فیض کرمش — ہمہ درد آمدہ بودم ہمہ درماں رفتم

خاطرش راست فروغے کہ بیادش خود را — ذرہ آوردم و خورشید درخشاں رفتم

خواستم پایۂ قدرش بخیال آوردن — بہ تنزل سوئے اورنگ سلیماں رفتم

در دل افتاد در رہ بارگہش سر کردن
شرحے از وسعت اخلاق وے آمد بضمیر
مہر را یافتم از شرم جمالش تہ خاک
منظرش اوج قبول ست ترقی کردم
خسروا در رہ اندیشۂ وصفت بخیال
حور گلچینی گلزار گریبانم کرد
چوں شنیدم کہ ترا نائب حیدری گویند
ہم ز اسمت کہ دہد نصرت دین حیدر
حرف جود تو بہ لب بود کہ سرتاسر دہر
وصف نیز وے سگ کوے ترا زمزمہ سنج
شیر دم لابہ کناں گفت بیارام کہ من
خاک نقش کف پاے تو نشانم او مرا
رعشہ چوں موج گرفت ست سراپاے مرا
شوق در راہ تو چوں گوے سر از پا نشناخت
ناتوانی بتواضع ادب آموز من ست
بر امید کرمت بود کہ در عالم ضعف
اے باخلاق حسن آیۂ رحمت بر خلق
ہم ز خلق تو شنا ور دل کوثر کردم
بزم دستور ترا قطعۂ گلشن گفتم
روشن الدولہ بہادر کہ بہ ایثار و عطا
برمکیدند ہمہ برمکیاں زہر ز رشک

اول گام فرا ز سر کیواں رفتم
ناز بالیدم و از عالم امکاں رفتم
بعزاداری خورشید پرستاں رفتم
پیکرش عید نگاہ ست بقرباں رفتم
ہر قدم پا بہ سر سنبل و ریحاں رفتم
چوں بذوق رخ تو سر بہ گریباں رفتم
بہر تسکیں بہ طلبگاری ہجراں رفتم
صفت ذات تو دانستم و نازاں رفتم
ہمچو ابر مہ نیساں گہر افشاں رفتم
بامداداں کہ باطراف بیاباں رفتم
نالہ گردیدم و آہنگ نیستاں رفتم
چوں بر عیسیٔ مریم پے درماں رفتم
ہر قدم راہ دریں بادیہ لرزاں رفتم
بسکہ آسیمہ سر از سیلی چوگاں رفتم
پاے مورم رہ کوے تو بمژگاں رفتم
اینچنیں راہ دراز ایں ہمہ آساں رفتم
از حضورت بتماشاگہ رضواں رفتم
ہم ز بزم تو بہ عشرت کدۂ جاں رفتم
چوں بدیدم ہم از آں گفتہ پشیماں رفتم
حاتمش گفتم و شرمندۂ نقصاں رفتم
چوں ثنا خوان سخایش بر آناں رفتم

تو سلیمانی و او آصف و من مورِ ضعیف راہِ نسبت طلبی بیں کہ چہ شایاں رفتم

بویم بسپر و بنویس براتم بر وے تا بدانم کہ بہ آصف ز سلیماں رفتم

سرِ ایں رشتہ نگہدار کہ در راہِ طلب قدمے بود کہ سنجیدم و پنہاں رفتم

نیستم مبرم و بر طبع گرانی نہ کنم از تو فرمانِ عطا و ز دیِ احساں رفتم

ناز پروردۂ خلوت گہِ آزادگیم کافرم گر بسرا پردۂ سلطاں رفتم

صلہ جو نیستم و شعر فروشی نہ کنم راہِ مدحِ تو بہ سرگرمیِ ایماں رفتم

مدتے در وطن از کثرتِ سرمستیِ شوق جادۂ مرحلۂ عمر پریشاں رفتم

گاہ دیوانہ صفت سیرِ بیاباں کردم گاہ مستانہ بہ گلگشتِ گلستاں رفتم

گہ چو بلبل سرِ دیوارِ چمن بگزیدم گہ ز پروانگیِ دل بہ چراغاں رفتم

سازِ ہنگامہ نہ اندر خورِ طاقت کردم راہِ مستی نہ باندازۂ ساماں رفتم

قطرہ ام قطرہ و بے حال خرابم دریاب کہ ز دریا دلیِ خویش بہ طوفاں رفتم

چشمہ و جو نہ کند چارۂ لبِ تشنگیم آب جویاں بہ لبِ قلزم و عماں رفتم

من ہم از خیلِ کریمانم و خجلت نبود گر بدریوزہ بدرگاہِ کریماں رفتم

آمدم بر درِ گنجورِ علیؑ مدح سرائے نہ بدر کوبیِ گنجینۂ خاقاں رفتم

مدحتِ نائبِ مہدیؑ ز محبت باشد شادمانم کہ بہ ہنجارِ محباں رفتم

از غلامانِ علیؑ ساخت و لائے تو مرا تہنیت خواہ بر بوذرؓ و سلماںؓ رفتم

نازشِ قطرہ بدریاست تکلف موقوف مرد بودم بہ سجودِ شہِ مرداں رفتم

شایگاں گشت قوافی ہمہ در نامۂ شوق بسکہ بے خویش بہ آرائشِ عنواں رفتم

آب و رنگِ سخنم بنگر و معذورم دار گرچہ عرفی رہِ فخریہ بہ ہذیاں رفتم

شرفِ ذاتِ من ایں بسکہ ثنا خوانِ توام عزت و فخرِ نسب را نہ ثنا خواں رفتم

وصفِ جاہت نہ باندازۂ ادراکِ من است عجز دانست بدانستم و ناداں رفتم

غالب از راهِ ادب لب بدعا باز کشا / تا نہ دانم کہ رہِ فکر پریشاں رفتم

شوکتت باد کہ شانِ دگرم افزودی / شادماں باش کہ از لطفِ تو شاداں رفتم

کوکبِ بختِ تو رخشندہ تر از مہر کہ من / از تو چوں مہر بر آفاق زر افشاں رفتم

آبدی باد بہارِ تو کہ در انجمنت / کفِ خاک آمدم و جوشِ بہاراں رفتم

لبِ ہر کس کہ عدوے تو وجاہت باشد
سازِ ایں زمزمہ بادا کہ من از جاں رفتم

قصیدہ پنجاہمیں[1]

شادم کہ گردشے بہ سزا کرد روزگار / بے بادہ کامِ عیش روا کرد روزگار

تارِ بساطِ انجمنِ انبساط را / چوں تارِ ساز نغمہ سرا کرد روزگار

زاں رو کہ خلق مست تر از ماست بے شراب / ما را خجل ز مشربِ ما کرد روزگار

دیگر بے سرود مطرب نیاز نیست / بے زخمہ ساز ہا بنوا کرد روزگار

آباں مہ است و شاہدِ گل جلوہ گر بباغ / امسال وعدہ زود وفا کرد روزگار

ایں از ہجومِ لالہ و آں دیگر از شفق / رنگیں بساطِ ارض و سما کرد روزگار

در برگ ریز تشنہ لبانِ نبات را / شاداب فیضِ نشو و نما کرد روزگار

گوہر فشاں مگوے کہ ابرِ بہار را / از بس شتاب آبلہ پا کرد روزگار

بر رُخ ز ابر پردہ فرو بست آفتاب / بندِ نقابِ نامیہ وا کرد روزگار

بلبل بشاخسار نگہداشت آسماں / آہو بمرغزار رہا کرد روزگار

از بسکہ بہرِ پرورشِ جوہرِ حیات / اصلاحِ حالِ آب و ہوا کرد روزگار

مخمور را بآبِ نشاطِ شراب داد / مسموم را بہ بادِ دوا کرد روزگار

---

[1] در مدحِ جہاں پناہ امجد علی شاہ اورنگ نشین اودھ دام ملکہ (نسخہ ا صفحہ ۱۹۰)

برسازِ آبشار کہ سرزد ز کوہسار
آوازِ کبک و سار رسا کرد روزگار

تا سرو را ز رشکِ چمیدن فزوں شود
طاؤس را ابرقص بپا کرد روزگار

آمد بہارِ رفتہ بدانساں کہ بہرِ دید
بے اختیار رو بہ قفا کرد روزگار

وز بہرِ آنکہ رفتہ بہ آئندہ برخورد
از کعب زمانہ ناقہ رہا کرد روزگار

قوسین حلقہ دار چو آورد سر بہم
چوں نقطہ خود بدائرہ جا کرد روزگار

پیرایۂ بہار دگر نگسلد خزاں
کایں رشتہ را بتاب دوتا کردِ روزگار

ہاں اے اداشناس بگفتار دل مبند
پائیز را بہار کجا کرد روزگار

دانی چہ روئیداد کہ در جلوہ گاہِ حسن
خود را چنیں خجستہ لقا کرد روزگار

فیروز طالعے بسریرِ شہے نشست
کاں را ہمی نہفتہ دعا کرد روزگار

باغے بنا نہاد و بداں باغِ دلکشا
سرمایۂ شگرف عطا کرد روزگار

نرگس ز چشمِ طالعِ بیدار ساز داد
سُنبل ز ظلِّ بالِ ہما کرد روزگار

لعل از جماد و گل ز نباتے و دل ز خلق
بر شاہ و تخت شاہ فدا کرد روزگار

در مدحِ شاہ غالبِ رنگیں ترانہ را
چوں بلبلاں ترانہ سرا کرد روزگار

از ذوقِ نشرِ رایحۂ مشک ایں نوید
فردوس پایۂ مزدِ صبا کرد روزگار

نے در خزاں بہار و نہ در برگریزِ گل
ایں بود آنچہ کرد بجا کرد روزگار

ہم داد تازہ روئیِ عنوانِ مدح داد
ہم حقِ مدحِ شاہ ادا کرد روزگار

نازم بنامِ نامیِ سلطاں کہ از شرف
ترکیبِ آں ز مجد و علا کرد روزگار

شاہے کہ نخلِ دولتِ او را بباغِ دیں
سرسبز ز آبِ جوئے بقا کرد روزگار

امجد علی شہ آنکہ بہ ذوقِ دعائے او
صد رہ نمازِ صبح قضا کرد روزگار

زاں رو ہمی پرستد و منت ہمی نہد
کش بندگی بہ حکمِ خدا کرد روزگار

چترش ز خویشتن فلکی کاندراں فلک
خورشید ماہ و ماہ سُہا کرد روزگار

زاں دایہ ہا کہ برد بدریوزہ از درش
در ہفتہ ہشت روضہ بنا کرد روزگار

نبود بسایہ عنصر و او سایۂ خداست
ابداعِ گوہرش ز ضیا کرد روزگار

می آزمود خامہ بہ تصویرِ قہرِ شاہ
کاں اژدہا عیاں ز عصا کرد روزگار

اے آنکہ روزنامۂ حکمِ ترا بہ دہر
فہرست کارہاے قضا کرد روزگار

از شکلِ ماہِ نو بہ گمانم کہ ماہ را
بر درگہِ تو ناصیہ سا کرد روزگار

بر خوانِ نعمتِ تو کہ گسترده اند ہین
لب را از نوش بہرہ رہا کرد روزگار

دانم کہ سفلہ را نہ نشانی بطرفِ خوان
خود تکیہ بر عمومِ صلا کرد روزگار

میخواست بندہ وار بہ ہیبت برو نماز
از آفریدگار حیا کرد روزگار

دانی کہ در سخن بہ کہ مانم ز من مپرس
ایں دعوئے محال کجا کرد روزگار

آنم کہ بہر صیتِ صفاتِ کمالِ من
ایجادِ حرف و صوت و صدا کرد روزگار

چوں برد نامِ دعوے خودم خواند از اہلِ حرف
نازش بہ بختِ حرف ندا کرد روزگار

من خود عدیلِ خویشم و نبود عدیلِ من
چوں خود مرا بہ غصّہ فنا کرد روزگار

ہم پایۂ تو عالی و ہم دست گاہِ نظم
ہر مدح را دوبارہ ثنا کرد روزگار

نگزشتہ مطلعِ غزلم بر زباں ہنوز
آہنگِ وجد و سازِ غنا کرد روزگار

مطلعِ ثانی

دل را بشعلہ جلوہ عطا کرد روزگار
قلبِ من از گداز روا کرد روزگار

یاسم ز جانگزائیِ خواہش نجات داد
دردِ مرا بہ داغ دوا کرد روزگار

دود چراغ چوں خورشِ من قرار یافت
ز آتش بزدرِ دیدہ جدا کرد روزگار

کالاے نانہادہ بدزدی ربود چرخ
پیراہن نہ دادہ قبا کرد روزگار

گفتی بملکِ نظم کہ صاحبقراں توئی
آری نہ دیدۂ کہ چہا کرد روزگار

لوحِ طلسم بے اثرِ من بہ بندِ دیو
خوش در سخن طلسم کشا کرد روزگار

باایں فروغ گوہر رخشانی نہاد ۔ زیں ساں سیاہ روز کرا کرد روزگار

نبود غلط بگو کہ غلط رفت در ازل ۔ نبود خطا بگو کہ خطا کرد روزگار

با من کہ تاب ناز نکویاں نداشتم ۔ بدکرد بدکہ جور و جفا کرد روزگار

گفتم بہ عقل کل کہ ندانم برائے من ۔ حکم دوام حبس چرا کرد روزگار

گفت اے ستارہ سوختہ زاغ و زغن نۂ ۔ کازا گرفت و باز رہا کرد روزگار

تو بلبلی ہمیں کہ بدام آمدی ترا ۔ اندر قفس ز بہر نوا کرد روزگار

غالب زخستگی گلہ سنجی و ننگری ۔ کت عین علم و ذات ذکا کرد روزگار

چوں دستگاہ قیمت جنس ہنر نداشت ۔ درہم شد و بہ ہیچ بہا کرد روزگار

گویند بیوفاست جہاں ویں نہ راستیست ۔ خود با تو در ستم چہ وفا کرد روزگار

تن زن کہ گرچہ بود گدایانہ سرنوشت ۔ باری بکوے شاہ گدا کرد روزگار

زیں پس منۂ دعائے جہانباں کہ پیش حق ۔ ابرام در قبول دعا کرد روزگار

تا بست عہد ہستی خود با بقائے شاہ

پیدا طریق شرط و جزا کرد روزگار

قصیدۂ پنجاہ و یکمیں [1]

سخن ز روضۂ رضواں بکوے یار کشد ۔ چو جادۂ کہ ز صحرا بہ لالہ زار کشد

تو باش حاسد رضواں بباغبانی خلد ۔ من آں نیم کہ مرا دل بہیچ کار کشد

سخن بہ ذکر قیامت دراز کن واعظ ۔ مگر ز طول بہ بالائے آں نگار کشد

برہ نشین و دعا گوے و ہرچہ خواہی کن ۔ عناں کجاست کہ آں طفل نیسوار کشد

زہے صبیب کہ پیکان تیرم از دل تنگ ۔ بذوق آنکہ فزوں تر شود فگار کشد

---

[1] در مدح بادشاہ اودھ جان عالم واجد علی شاہ

رقیب کشت و نگاہم نہفت و آں بدخوے   بدر کشید کہ نعش مرا بہ دار کشد

بے گرانیِ خوابم ز سوءِ ظن نہ بہ لہو   چہ نقشہا کہ بہ انگشت بر مزار کشد

اگر نہ خال بر آں روے دلفروز نہد   اگر نہ شانہ بر آں زلف تابدار کشد

وگر ز نسبت آں زلف و رخ بہ سنبل و گل   بخویشتن چہ فزاید کہ ننگ و عار کشد

بشہرتِ حسنِ تو فتنہ‌ز انگیخت   کہ شیخ شہر خجالت ز شہریار کشد

امید من بتو باقی ست میخورم سوگند   بہ نالہ کہ دلِ ناامیدوار کشد

بزن بر آتش دل آب ورنہ عاشق را   بہل کہ غمزدہ آہ شرارہ بار کشد

بہیچ حیلہ غم از دل نمی رود بیروں   کسے برائے چہ منت ز غمگسار کشد

رواست دعوے ذوقِ غم آں بلاکش را   کہ سم بجذبہ دم از دہان مار کشد

غم ست آنکہ منش راہمی کند ہموار   رود ز اسپ بروں توسنے چو بار کشد

کشاکش غم ہجران گل اگر این ست   عجب بود کہ خزانم بہ نوبہار کشد

تو اے ندیم کہ مانی ز تازہ روے خویش   بہ سبزہ کہ سر از طرف جویبار کشد

فریب مہر ز گردوں مخور کہ ایں بے مہر   دہد فشار کسے را کہ در کنار کشد

زمانہ بے سبب آزارد و پنداری   کہ انتقام تو از اہل روزگار کشد

ز خود بدر دل مدہ آتش کہ خود چہ کس باشد   کہ ننگ نسبتِ ہمطرحیِ چنار کشد

تو اضطرار چہ دانی کہ چیست سبزہ منال   مباد کار کس از غم با ضطرار کشد

ز ہر چہ میگذرد بگذر و سخن بگزار   کہ چرخ کینہ ز مردِ سخن گزار کشد

سخن در اصل ہمانا بود سیہ خونی   کہ کاتبش ز رگِ کلک مشکبار کشد

ز نظم و نثر چہ خیزد بہار کس خود نیست   کہ ہرزہ صورت گلشن برہ گزار کشد

کشد چہ رنج سخنور کہ نقشہاے بدیع   ز بہر آنکہ گزارد بہ یادگار کشد

خجستہ طالع دستے کہ بے توقع مزد   ز پاے رہروِ آزردہ پاے خار کشد

ستودہ خوے سوارے کہ در گزرگہِ صید — کمان بہ نیتِ رم خوردن شکار کشد
بہ ضربِ گرزِ حوادث بخاک یکساں بادؔ — سرے کہ بندہ ز فرمان کردگار کشد
نیاز مند مباد آں بزرگ و کوچک دل — کہ ناز بر رہ نشینانِ خاکسار کشد
کفش بہ کوچہ و بازار زر فشاں باید — بخانہ آنکہ سراپردہ زرنگار کشد
بہ سنج تا چہ کند صدمۂ ستم با دل — ز سنگ ضربتِ آہن ہمی شرار کشد
ستم مکن کہ ستمگر بہ حکمِ قہر و غضب — خود از نہاد خود آزار بے شمار کشد
بہ بخشِ جرمِ عدو در بہ انتقام خوشی — مباش رنجہ ز غم کافریدگار کشد
بقدرِ فہم تو گفتم دگرنہ کار آنست — کہ مرد خط بر قمہاے اعتبار کشد
مبیں بزخمہ و جنبش نگر کہ آں ز کجاست — نہ زخمہ بلکہ مغنّی صدا ز تار کشد
ز اصل خلق سراییم سخن بہ پردۂ راز — نسب بہ پنبہ ردا را ز پود تار کشد
نیافت راہ ز کثرت خلل بوحدتِ ذات — یکے یکیست عدد گر بہ صد ہزار کشد
اگر بہ پرسشِ ایں راز در سخن پیچی — سخن ترا بہ طلسمِ شگفت زار کشد
بیا کہ نقشِ دلاویزِ صورتے دیگر — قلم بواسطۂ دستِ عشوہ دار کشد
چنانکہ چہرِ سیاہ لوامعِ سحری — پے کشایشِ اقلیمِ زنگبار کشد
دل حزیں بہ سیاہی زدود دنِ شبِ غم — نفس بہ یادِ خدا دندِ ذوالفقار کشد
ابو الائمہ علیؑ ولی کہ از ذاتش — دلیلِ ختمِ نبوت بہ ہشت و چار کشد
جلیسِ ناقہ سوارے کہ پیشِ وے جبریلؑ — بپیادہ رہ رود و ناقہ را مہار کشد
انیسِ راہ نمائی کہ در رہش در خلد — بود چو چشم کسے باز کانتظار کشد
نہد چو شحنۂ شہرش فراز مسند پاے — سر پری را زمیں جانبِ یسار کشد
خردِ کشودہ براہش دکانِ میل بہ میل — بچشمِ اہلِ نظر سرمہ از غبار کشد
شہنشہا فلکِ سخت گیر بیں کہ بہ قہر — چو کینہ ہاے نہاں از من آشکار کشد

غم زمانہ خود اندوہ عشقبازی نیست
کہ دل ہر آئنہ لذت زخار خار کشد

سپہر سفلہ بجا کم نگند دمی بینی
چگونہ پوست ہمی از تن نزار کشد

گہم چو یوسفؑ یعقوبؑ در چہ اندازد
گہم چو عیسٰیؑ مریمؑ فراز دار کشد

فشانم از بہ زمیں دانہ بہر ہوائے نہال
بود کہ مور ز خاکش برہ گزار کشد

دگر ز دانہ و در ریشہ خاک خود بہ فشار
ز ریشہ مادۂ شاخ و برگ و بار کشد

مگر بحکم یَدُ اللّٰہِ فَوقَ اَیدِیہِم[1]
کرامت تو برو نم از زمیں فشار کشد

خوش آنکہ خستہ بہ نیروئے دستگیری تو
دلیر گردد و دامان شہریار کشد

فدائیان ترا داد پیشہ شاہی ہست
کہ در شکنجہ فلک را زگیر و دار کشد

بلند مرتبہ واجد علی شہ آں کہ سپہر
زعجز پیش وے آہنگ زینہار کشد

زبیم قہر وے از کار رفتہ شعلہ چنانک
بہ گرد خویشتن از خار و خس حصار کشد

محیط جاہش اگر موجزن شود نہ شود
کہ چرخ زورق ازاں ورطہ بر کنار کشد

بہ کشورش ز نمود شعاع مہر سپہر
بود گدائے تنک مایہ کہ خار کشد

زہیں بود بہ ہنر مند پروری مشہور
اگر سرے بہ تماشائے نوبہار کشد

بہار از پے عرض ہنر ز سبزہ و گل
ہزار نقش نو آئیں برہ گزار کشد

گہے کہ حرف بہ آئین گیر و دار زند
دمے کہ تیغ بہ میدان کارزار کشد

ز جوش رعشہ فلک شیشہ بر زمیں فگند
ز فرط کشتہ اجل خجلت از شمار کشد

ستم رسیدہ نوازا من آں نوا سنجم
کہ نالہ رشک نوائے من از ہزار کشد

لبم بہ زمزمہ دل را ز جا بر انگیزد
دمم بجا ذبہ گل را ز شاخسار کشد

کفِ مرا بہ نگارش دوائرِ الفاظ
ز حلقہ ایست کہ در گوش نوبہار کشد

قلم ز من بسر انگشت محرمے مانَد
کہ پردہ از رخِ خوبانِ گلعذار کشد

---

[1] آیت قرآن است یعنی دست خدا فوقیت دارد بر دستہائے ایشان۔

چنیں کسے کہ چنانست و در زمانہ تست   نہ در خورست کہ خواری ز روزگار کشد

نمی رسد بدرت زانکہ روشناس تو نیست   مبا دخستہ ز بونی ز پردہ دار کشد

بخدمتش مگمار و عطا دریغ مدار   دل دو نیم چساں رنج کاروبار کشد

خود آں کریم گرانمایہ کہ سائل را   دہی عطیہ ازاں پیش کانتظار کشد

خوش آں عطیہ کہ غالب بداں توانائی   بسوے دشت نجف خیمہ زیں دیار کشد

دمے شتاب کہ دیگر دمے نماند مرا   کہ رنج تفرقۂ جبر و اختیار کشد

گہر فشانیِ من در دعاے شہ غالب   عرق ز جبہۂ تر دستیٔ بہار کشد

زمانہ تا کہ بفرمان اقتضاے ظہور   ز نور و سایہ نشانہا بروزگار کشد

ظہورِ فتح ز شش سوے ہفت کشور را
بہ سایۂ علمِ شاہ کامگار کشد

قصیدۂ پنجاہ و دوم[۱]

رواست شور نشید ترانہ مستاں را   بشرط آنکہ نگویند راز پنہاں را

مگیر خردہ گرزاں فرقہ ام کہ پندارند   سوادِ خالِ رخِ دوست داغِ عصیاں را

ستم کہ بر دل و دین خود اعتمادم ہست   بہ نیم غمزہ ہم ایں را ربائی و ہم آں را

ز دوستان خودم گیر در ونماے دبر   کسیکہ دوست ندارد کجا برد جاں را

ز دل خدنگ تو بگزشت و در جگر بنشست   سری بخانۂ ہمسایہ بود مہماں را

نماند گل بہ گلستاں بخندہ لب بکشاے   بہ برگریز پراز گل نگر گریاں را

درنگ نیست خزاں در بہار می گزرد   بگوے تا دہم آواز بوستاناں را

کجائی اے چمن آرا مگر نداری تاب   ز مرغ نالہ و از باد ابر و باراں را

---

۱ در مدح جان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ (ایں قصیدہ در نسخہ د نیست)

ترا ست مرغ دعا گوے باد فرماں بر
بزن بباغ سراپردهٔ سلیماں را

ز پاے سرو کنارِ چمن نشیمن تست
بهل بہ پردگیاں خوابگاہ ایواں را

بہ بو، کہ گر ہمہ رہ بردهٔ بچشمهٔ خضر
بداں زلال میالاے طرف داماں را

نشاط یک دمہ از عمر جاوداں خوشتر
بگیر بادہ و بگزار آب حیواں را

بیا و از پے گستردنِ بساط نشاط
ز خار و خاشہ بپرداز باغ و بستاں را

ترا بہ شیوهٔ مشاطگی ست آں خوبے
کہ جا بدیدهٔ خوباں دہی خیاباں را

کہ گفتہ است در آئین بزم سور دهر
کہ فرخی نبود روزہاے آباں را

من از درازیِ شبہاے قوس پندارم
کہ بہر انجمن آرد فلک زمستاں را

خوشا درازیِ شب زانکہ گر بود تاریک
درنگ در نظر افزوں بود چراغاں را

دگر بود شب مہ نیز بزم عیش آراے
بعرصہ دیر نگہدارد ماہِ تاباں را

نگر مئے و قدحے از سفال کافی نیست
چہ غم خوری کہ چرا خورد خاک ریحاں را

نہ آں بود کہ بسے روزگار گردشِ چرخ
برد ز گیتی و باز آورد بہاراں را

ترا رسد ز سراپردہ ہاے رنگارنگ
نگارخانهٔ چیں ساختن بیاباں را

بہر بساطِ نواگر کن اندراں خرگاہ
گروہ چامہ سرایانِ دلکش الحاں را

فراہم آور و زاں سوے خیمہ گاہ فرست
ز میوہ انچہ بود در خورِ اینچنیں خواں را

تو باغ و راغ بیارائی خواجہ من ضامن
کہ آورم بتماشا خدیوِ گیہاں را

بدشت لالہ اگر نیست گو مباش کہ شاہ
ز خونِ صید کند لالہ زار میداں را

دمے دمے کہ کنی توتیاے دیدهٔ خویش
غبارِ رہگزرِ بادپاے خاقاں را

رکاب بوسہ دہ و جاں بپاے رخش فشاں
سپس بمرگ عدو مژدہ گوے سلطاں را

بہار کوکبہ واجد علی شہ آں کہ بہار
بروز موکب جاہش بگدیہ ساماں را

بروز بار برانداز درش طغان و تگین
بزیر تاج نهان زخم چوب دربان را

بپای پرده‌اش راز نهان بکار آرد
بجای قرعهٔ رمال چرخ گردان را

ز قطره که به بطن صدف گهر بندد
به بذل نام بلند است ابر نیسان را

سبیل بخشش سلطان نگر که بر کشت
فشاند رشح کف دست گوهر افشان را

بیا بوقت درو بین که بر کنار زرع
به خرمن است گهر جای دانه دهقان را

ز مهر ورزی شه بسکه مردم اندر راه
بروی خاک فشانند خردهٔ جان را

دران ده از کف هر خاک چون بفشاری
روان بروی زمین بینی آب حیوان را

نوردنامهٔ اقبال بر کشاد به خوان
که جز بنام تو ننوشته اند عنوان را

بقا نوید بذات تو داده دولت را
قضا طراز بنام تو بسته فرمان را

ز سر به پایهٔ خاک رهٔ تو افزون ست
بچشم کم نگرد لکهنؤ صفاهان را

کمال سعی تو در پاس دین ازان دست است
که همت تو بود تکیه گاه ایمان را

چنان ز تیر تو کافرکشی رواج گرفت
که ذوالفقار جگر گوشه خواند پیکان را

ز دیر باز رخ آورده ام بدین درگاه
نگرد خاطر شه ره مباد نسیان را

در تو با همه دوری نظر فروز من است
چنانکه می نگرم پرده دار کیوان را

ز بعد بندگی غائبانه می بایست
که در حضور کنم استوار پیمان را

فغان ز پیری و رنجوری و گرانی گوش
که کرد این همه دشوار کار آسان را

ز قرب و بعد نرانم سخن بدان شادم
که رو شناس بود ذره مهر تابان را

غلام شاهم و حق دانم و حق اندیشم
معاد و عدل و امام و نبی و یزدان را

ز دوے رطے بنی گشته ام پزیرفتار
بدهر بعد نبی اهلبیت و قرآن را

گدای ترک نژادم ز دودهٔ سلجوق
فراخ تا نبود خوان نمی خورم نان را

کجاست ناں کہ بہ نم خواں چہ تازہ میلا یم | فشردہ ام جگر بہر لقمہ دنداں را
دل پُر آتش و چشم پُر آب من دارد | تنور پیرزن و ماجرائے طوفاں را
سوال سائل اگر رہ برد بہ پردہ گوش | قبول تا نہ کنم تاب نادرم آں را
ستم نگر کہ زد رماندگی ہمی شنوم | خروش نالہ و فریاد دام خواہاں را
بہ آبرو ز جہاں قانعم نمی دانم | غم و نشاط و کم و بیش و نفع و نقصاں را
ہلاک حسرت نقدم اگر ز من باشد | بچار سوئے فرد شتم ریاض رضواں را
چناں نگاشتہ ام ایں ورق کہ گر نگرد | فتد ز دست قلم نقشبند شروا[1] ں را
گزیدہ ام روش خاص کاندریں ہنجار | بود بپائے بلر زد ظہیر[2] و سلماں[3] را
شود روانی طبعم فزوں ز سختی دہر | بسنگ تیز تواں کرد تیغ بُراں را
بیاکہ افسر فرقِ سخن کنم غالبؔ | دعائے دولتِ شاہنشہِ سخنداں را
دہم بشرط و جزا نیز رنگے از ابداع | بطرز تازہ طرازم دعائے سلطاں را

سپہر تا بعِ او باد در جہاں داری
دہند تا الف و دال و ثور و میزاں را

قصیدۂ پنجاہ و سوئمیں[۵۳]

بیا در کربلا تا آں کشمکش کارواں بینی | کہ در وے آدم آل عبا را ساربان بینی
نباشد کارواں را بعد غارت رخت و کالائے | ز بارِ غم بود گر ناقہ را محمل گراں بینی
نہ بینی ہیچ بر سر خازنانِ گنجِ عصمت را | مگر در خار دُنبا تار و پودِ طیلساں بینی
ہمانا سیل آتش بردہ بنگاہ غریباں را | کہ ہر جا پارۂ از رخت موجی از دخاں بینی

[1] مراد شاعر بلند پایۂ ایران خاقانی شروانی۔ [2] ظہیر فاریابی [3] سلمان ساؤجی
[۵۳] در مدح

بہ بینی چشمہ را از آب چوں جوی کنارش را / ز خونِ تشنہ کاماں چشمۂ دیگر رواں بینی

ز تابِ مہر گیتی سوز خطِ جادۂ رہ را / بساں ماہیِ افتادہ بر ساحل تپاں بینی

زمینے کش چو فرسائی قدم بر آسماں سائی / زمینے کش چو گردی پا بفرقِ فرقداں بینی

بہر گامے کہ سنجی حوریاں را مویہ گر سنجی / بہر سوئے کہ بینی قدسیاں را نوحہ خواں بینی

بہ بینی سر خوشِ خوابِ عدم عباسِ غازی را / بہ کشمکش در خمِ بازو نہ تیرش در کماں بینی

علم بنگر بجا کے رہ گزار افتادہ گر خواہی / کہ بر روئے زمیں پیدا نشانِ کہکشاں بینی

ہجومِ خستگانِ سوز و سازِ نو گرفتاراں / نوآئیں بزمِ طوی قاسمِ ناشادماں بینی

نہ می بینی کہ چوں جاں داد از بیدادِ بدخواہاں / علی اکبر کہ ہمچوں بختِ بدخواہش جواں بینی

گرفتم کایں ہمہ بینی دلے داری و چشمے ہم / بخوں آغشتہ نازک پیکرِ اصغر چساں بینی

چہ دنداں در جگر افشردہ باشی کاندراں وادی / حسین ابنِ علی را در شمارِ کشتگاں بینی

نیاری گرد راں کوشی کہ پایش در رکاب آرے / نہ بینی گر خود آں خواہی کہ دستش بر عناں بینی

تنے راکش رگِ گل خار بودی بر زمیں یابی / سرے راکش ز افسر عار بودی بر سناں بینی

نگہ را زاں دو ابرو رد برد در خوں تپاں دانی / ہوا را زاں دو گیسو سو بسو عنبر فشاں بینی

سناں با نیزہ پیوند و ہمی زیں و عجب نبود / کہ نے را از گرہ پیوستہ در بندِ فغاں بینی

گر از آہن بود گو باش غم بگدازد آہن را / سناں را ہم ز بیتابی چو مژگاں خونچکاں بینی

شہادت خود ضمانت نیست لیک از سرِ آگاہی / پے آمرزشِ خلق ایں شہادت را ضماں بینی

ہمیں فرداست تا توقیعِ آمرزش رواں گردد / مرنج از ناروائی گر درنگی درمیاں بینی

دگر تابِ شکیبائی نداری دیدہ در رہ نہ / کہ ہم امروز از بخشائشِ فردا نشاں بینی

بود تا تکیہ گاہِ ناز آمرزش پژوہاں را / ضریحے سوئے ہند از خاکِ آں مشہد رواں بینی

تعالی اللہ ضریحِ فرخ فرخندہ فرجامی / کہ فرتابِ فروغِ فرخی از وے عیاں بینی

بہنگامے کہ حمالاں نہند از دوش در راہش / دمے بنشیں کہ گردش گردشِ ہفت آسماں بینی

ضیاے زاں زیارت گاہ بر روے زمیں بارد | کہ خاکِ لکھنؤ را مردمِ چشمِ جہاں بینی
برانگیزد قیامت مردگاں را ایں قیامت ہیں | کہ از فیضِ درودش در تنِ ہر ذرہ جاں بینی
جز آں بے دست و پا کز خاک نتواند کہ برخیزد | باستقبالِ تازاں اہلِ شہر از ہر کراں بینی
نفس در سینہ داغ از تابشِ بندِ خور دانی | محل بر خلق تنگ از موکبِ شہزادگاں بینی
سواراں ہمچو مہرِ آسماں زریں سلب یابی | ہیوناں چوں ثریا گوہریں برگستواں بینی
برہ رفتن ہجومِ گوہر آگیں طیلساناں بیں | کہ بر روے زمیں چرخِ ثوابت را رواں بینی
ہجومِ خاکیاں دیدی سپس گر دیدہ بربندی | سروشاں را باندازِ ثنا شیوا بیاں بینی
بوالا پایہ نام آور سروشانِ ثنا خوانی | سمیِّ رحمۃٌ للعالمیں را ہمزباں بینی؟
محیطِ داد و دیں سید محمد کز فرہ مندی | مر او را در جہانِ آگہی صاحبقراں بینی
نژادِ خسروا بفقرِ فخری گوے را نازم | کز استغنا بہ درویشی درش سلطاں نشاں بینی
زہے حرزِ ضریحِ اقدسش در دستِ ہمایونش | کفِ رضواں مفتاحِ درِ باغِ جناں بینی
چہ یابی خواہیِ او در رہ چہ نیکو راہبر یابی | چہ بینی ہدیہ را بر کف چہ فرخ نورہاں بینی
سفالے بینی از ریحانِ فردوسِ بریں کاینک | بباغِ جم حشم واجد علی شاہش مکاں بینی
مگر در خواب دادند آگہی سلطانِ عالم را | کہ سوے شاہ از پیشِ شہنشاہ ارمغاں بینی
طریقِ پیشوایاں وحیِ الہامست خاصاں را | بود خوابے کہ تعبیرش بہ بیداری ہماں بینی
حجابے درمیانِ بندہ و حق نیست پندارم | در آنجا آشکارست آنچہ اینجا در نہاں بینی
روانی تشنۂ گفتارِ من دارد شنیدن را | قلم را بعد ازیں در مدحِ خاقاں تر زباں بینی
نہفتہ دانیِ شاہ آشکارا شد روا باشد | دلش را گر بدیں آہنگ بر من مہرباں بینی
نشاط اندوزیِ سلطاں انادل عجب نبود | ز رقصے کاندریں جا خامہ ام را در بناں بینی
رسد پیش از رسیدن نظمِ غالب در نظرگاہش | لبش را در سخن ہمچوں کفش گوہر فشاں بینی

نہ بینۂ عرضِ لشکر، ورنہ صفِ سپاہش را
زمیداں و دو تا بیشۂ مازندراں بینی

بیاباں را نہ لشکر بلکہ طوفاں در رہِ انگاری
دلیراں را نہ توسن بلکہ صرصر زیرِ راں بینی

بداں قانع نخواہی بود از گنجینۂ سلطاں
کہ در وے گنجِ بادآورد و گنجِ شائگاں بینی

چہ پرسش داری از خازن کہ خود بر طاقِ نسیانش
دو صد جا حاصلِ صد سالۂ دریا و کاں بینی

جہاندارا بگاخی کاں طلسمِ فیض جا دارد
نشانِ سجدۂ من نیز ہم بر آستاں بینی

دراں قدسی زیارت گاہ بامِ کعبہ را مانند
ز چشمم دجلہ ریزِ من رہِ انجانا رواں بینی

چہ گویم چوں ہمی دانم کہ میدانی و نپسندی
کہ سعیم در سرِ انجامِ ستایش رائگاں بینی

کمالش را طراز نازش عین الیقیں بخشی
سخنور را اگر از خود التفاتی در گماں بینی

خدایا تا بہارے و خزانے ہست گیتی را
بہارِ دولتِ خود را بہ گیتی بے خزاں بینی

ز بخششہاے یزداں آنچہ باید یافت آں یابی
ز تابشہاے اختر آنچہ شاید دید آں بینی

جہانسوز است آئینِ مہر را در کشور آرائی
تو ماہِ چاردہ باشی و دشمن را کتاں بینی

گر از روے غضب ناچخ بسوے دشمن اندازی
سناں را ہمچو منقارِ ہما بر استخواں بینی

چرا گویم کہ تا در روز یابی مہرِ تاباں را
چرا گویم کہ تا در تیرہ شب ز انجم نشاں بینی

سخن کوتہ ز صبح و شامِ مہر و مہ چہ اندیشم
تو باشی جاوداں و دیدنیہا جاوداں بینی

دگر خواہی کہ بینی چشمۂ حیواں بتاریکی
سوادِ نظم و نثرِ غالبِ معجز بیاں بینی

قصیدۂ پنجاہ و چارمیں[1]

ہمانا اگر گوہرِ جاں فرستم
بہ نواب یوسف علی خاں فرستم

---

[1] در مدحِ نواب یوسف علی خاں، والیِ رام پور در سن ۱۸۵۹ء؟ ایں قصیدہ دیگر نسخۂ دیوان بتوسط مولانا فضل حق خیرآبادی برائے نواب فرستادہ بود۔

زنامش نشانے بعنواں طرازم | زندحش طرازے بہ دیواں فرستم
زد خلقش صلائے بہ معدن نویسم | زبذلش صلائے بعماں فرستم
زلطفش کہ عامست در کام بخشی | نویدے بہ گبر و مسلماں فرستم
ز نعلش کہ خاصست در ملک گیری | مثالے بشیراز و شرواں فرستم
زہے شہسوارے کہ گرد سمندش | پے سرمۂ چشم خاقاں فرستم
رود سام چوں بہر پیکار سویش | عزا نامہ سوئے نریماں فرستم
درش گو بود پایۂ در خیالم | نگہ سویش از دور پنہاں فرستم
کلیم ار عصا ار مغانم فرستد | من آں ارمغاں بہر درباں فرستم
وجودش بود فخر اجرام و ارکاں | تحیت باجرام و ارکاں فرستم
زجودش بود وعدہ باز بردستاں | بشارت بہ برجیس و کیواں فرستم
زمویش شمیمے بہ جنت رسانم | ز کویش نسیمے بر ضواں فرستم
ہم از شرق اشراق وے آفتابے | باختر شناسان یوناں فرستم
ہم از روئے نیکوئے وے ماہتابے | بہ شب زندہ داران کنعاں فرستم
اگر بگذرد تیرش از سینۂ من | دل از سینہ ہمراہ پیکاں فرستم
دگر سر از یں راہ دزدد جبیں را | چو گویش دریں رہ بچوگاں فرستم
سرشتست از خرمنت بدخواہ او را | نہ فصل دگر ہم بدنیساں فرستم
ہم از آتش دوزخ آرم تموزش | ہم از زمہریرش زمستاں فرستم
دگر تا بہاراں بہ سختی بمیرد | در آردی بہشتش بزنداں فرستم
سپہ چوں کشد گرنہ از ناتوانی | توانم کہ خود را بمیداں فرستم
دریں انزوا از نغمہائے گیرا | برایات آیات قرآں فرستم
بتوفیق فضل حق[1] آں عین معنی | کہ آباد بر روئے فراداں فرستم

[1] مراد حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی در معقولات یگانۂ روزگار بود معاصر و دوست مخلص مرزا غالب۔

گزشت اندر اندیشہ کز خامہ رشحے — بداں قلزم فیض و احساں فرستم
بدل گفتم البتہ کاریست مشکل — نباید کہ ایں نامہ آساں فرستم
سگالش چنیں رفت در کارسازی — کہ فرخ بود چوں بفرماں فرستم
فرستادم اما نیاید جوابے — کہ تا ہرچہ فرماں رسد آں فرستم
ندانم کہ شور فغانِ گدا را — چساں باز تا گوش سلطاں فرستم
بدل گفتم آری فرستادہ باشم — گر از راہ چاک گریباں فرستم
دگر جادہ رہ نمایاں نہ گردد — ہم از جیب چاکے بداماں فرستم
بداں تار ولے دہم کار خود را — زخونابہ موجے بمژگاں فرستم
دمم در تنِ نے دم آتشیں را — فروزندہ شمعے بہ ایواں فرستم
برفتار نازاندر آرم قلم را — تذروے بہ صحنِ گلستاں فرستم
سخن کوتہ آں بہ کہ از نظم جزوی — بدیوانِ آں صدر گیہاں فرستم
فرستم ولیکن خرد چوں پسندد — کہ برگ گیاہے بہ بستاں فرستم
گرفتم کہ رنگیں خیالم بہ گیتی — شقائق بہ بنگاہ نعماں فرستم
گرفتم کہ بحر روانم بہ معنی — گہر جانبِ ابرِ نیساں فرستم
گرفتم کہ روشن روانم بدانش — چراغے بہ مہر درخشاں فرستم
دریں پردہ خواہم کہ از مور مسکیں — سلامے بسوئے سلیماں فرستم
نبشتم کہ خدمت گزار ست غالب — پے دعوئے خویش برہاں فرستم
بشب بستم ایں نقش و در بند آنم — کہ حرز دعا بامداداں فرستم

بقا بہر داور ز دادار خواہم
بہ آمیں خروش از سروشاں فرستم

قصیدۂ پنجاہ و پنجمین

چون[1] نیست مرا شربت آبے ز تو حاصل — دانم کہ تو دریائی و من سبزۂ ساحل

در بادیہ بر گور غریبان ز چہ سوزد — آن شمع فروزان کہ بود در خور محفل

زان خسرو خوبان چہ قدر چشم وفا بود — صد حیف کہ شد نقش امیدم ہمہ باطل

افسانۂ غم گر بہ سرایم نہ بود عیب — باد دوست کہ پیوستہ ہمی برد غم از دل

میگویم و ہمدم زندم طعنہ کہ تن زن — چون مے نہ دہد داد ز فریاد چہ حاصل

از طعنہ شدم خستہ دلم از رہ تیمار — دل گفت کہ ہان شیوۂ عشاق فرو ہل

تا کس نبرد ظن کہ بشاہد بودم روے — حاشا کہ حکایت کنم از لیلے و محمل

شاہد بود آن دوست کہ اندر غزل ورا — خوانند ستمگارہ و خونخوارہ و قاتل

من نالم ازان دوست کہ در عالم انصاف — شایان بودش گویم اگر خسرو عادل

او خسرو خوبان بود و بندہ گدایش — او قلزم و عمان بود و من خس ساحل

گر خواہمہ ہمان ست دگر دوست ہمان ست — مائیم و یقینی کہ بوحدت شدہ کامل

خود ہر چہ سپردم ہمہ با دوست کزین پیش — امیدگہم بود بہر وادی و منزل

یارب چہ شد اینک کہ نگیرد خبر از من — بربستہ بردیم در ارسال رسائل

اے یوسف ثانی کہ بود در ہمہ عالم — مشتاق جمال تو چہ دیوانہ چہ عاقل

گر نام تو در بحر نہ گنجید زیان نیست — شد نام نظیر تو و ہم نام تو داخل

تا نزد تو چون آیم و دور از تو چہ سازم — ماندن ز تو دشوار و رسیدن بتو مشکل

اے کاش بگوے تو چنین روے نمودے — زنیسان کہ فرو رفتہ مرا پاے درین گل

چون نیست کہ گاہے نکنی رو بدین سوے — از چیست کہ ہرگز ندہی دایہ بہ سائل

---

[1] در مدح نواب یوسف علی خان والی رامپور (در ۱۸۵۹ء)

گر جان دہم از غصۂ تو دانی کہ بہ گیتی
حرفے غلط از صفحۂ ہستی شدہ زائل

خواہی کہ مرا بنگری اندر دو ربعے مائے
تا نزد تو آرند یکے طائرِ بسمل

از صنعتِ استادِ ازل دان کہ ز ہر سوے
چوں قبلہ نما سوے تو ام ساختہ مائل

غالب بسخن نام من آمد ازل آورد
دانی کہ دریں شیوہ نیم عامی و جاہل

در فنِ سخن دم مزن از عرفی و طالب
ایں آیۂ خاصست کہ بر من شدہ نازل

من گنجم و گردوں بہ گل اندودہ درم را
مے بیں در گنج ار چہ کشودن شدہ مشکل

خود در خور ویرانہ بود گنج گراں مند
غم نیست گر آبادیِ دہلی شدہ زائل

ہاروت فسونِ نفسِ گرم چہ داند
اعجاز زِ دہلی بود و سحر ز بابل

آنرا کہ صریرِ قلمم ہوش رباید
دیگر نبرد ذوق ز آواز عنادل

توقیع بریلی تو فرخندہ کہ من نیز
بستم بہ فرہ مندی خویش از کرمت دل

حاشا کہ ستانم رقمِ قاضی و مفتی
حاشا کہ پذیرم عملِ شحنہ و عامل

بفرست خردمند کساں را بجکومت
در جیبِ گدا ریز قلیلے ز مداخل

ہر سال از آں شہر بہ من دایہ رواں دار
کز بہر ہمیں گشتہ در اقطاع تو شامل

امید کہ لب تشنگیِ من نہ پسندی
زاں رشحہ کہ بر صفحہ فشانی ز انامل

امید کہ بپذیری و بر من نہ کنی قہر
نپذیرم اگر معذرتِ فرطِ مشاغل

امید کہ آں شیوہ نورزی کہ بگویم
کز درد دلم فارغ و از من شدہ غافل

اے رائے تو در روشنی از مہر فزوں تر
اے روئے تو در حسن دو چند از مہ کامل

تا مہر بیک سال کند دائرہ را دور
تا ماہ بیک ماہ کند قطع منازل

باشی بہ سپہر شرف آں ماہ کہ باشد
در ثور بہ خورشید جہانتاب مقابل

قصیدۂ پنجاه و ششمین[1]

اے[2] ذاتِ تو جامعِ صفتِ عدل و کرم را
وے بر شرفِ ذاتِ تو اجماعِ امم را

در امر ترا قاعده ثابت که به تسلیم
در سجدۂ حق سوده شود جبههٔ صنم را

در نہی ترا ضابطه محکم که به تهدید
بر فرقِ سکندر شکنی ساغرِ جم را

حقا که ز اسمِ تو عیانست که در شرع
فرزانه وزیرے شہِ بطحا و حرم را

معذورم اگر نامِ تو در بحر نگنجد
در کوزه چساں جاے دہم دجله و یم را

در عهدِ تو از گوش بدل راه نه باشد
آوازۂ اسکندر و افسانۂ جم را

بے سکه کنی شاهی و بر خود نه پسندی
کز سکه به بند تو شناسند درم را

جاه تو سراپرده در آفاق زد اما
جا نیست دگر بر زدنِ طرف خیم را

صد غوطه به زمزم زده از بهرِ طهارت
تا رخصتِ پابوسِ تو دادند قسم را

بالفرض گر اندیشه به تشخیص مدارج
از قهرِ تو اندازه سگالد کم کم را

نابود شود آں قدر از دهر که نشگفت
گر زنگ شود دائره پہنائے عدم را

با تیزیِ نوکِ سرِ رمحِ تو چه گردے
در پشت نه ورزیدے اگر چرخ شکم را

زاں رو که به پیدائیِ بزمِ تو نهان ست
انگارۂ ایں نقشِ تواں گفت ارم را

---

[1] در مدح نواب وزیر محمد خاں والیِ ٹونک (راجستان) میان سن ۱۸۳۵ء تا ۱۸۴۶ء نوشته بود در کلیاتِ نظم مطبوعه ۱۸۴۵ء طبع شده است (مآثرِ غالب قاضی عبدالودود)

[2] دو شعر در آغازِ قصیده در نسخهٔ خطیِ کتب خانهٔ خدابخش پٹنه زائد اند که در کلیاتِ مطبوعه نسخهٔ دون موجود نیستند ـــ

اے مظهرِ کل در ازل آثارِ کرم را
ثبت ست بر لوح ز اسمِ تو قلم را

شمس الامرا را ز اثر نسبتِ نامت
خور قبله بد او رنگ نشینانِ عجم را

ازیں دو اشعار ظاهر می شود که ایں قصیده در مدح شمس الامرا نواب محمد رفیع الله خاں بهادر والیِ حیدرآباد هم نوشته بود ـ چنانکه قاضی عبدالودود نوشته است رجوع کنید به اردوے معلی غالب نمبر اول

گر حرف وقار تو فرا آب نویسند
از موج بہ طوفاں نتواں برد رقم را

ناموس نگہ داشتی از جود بہ گیتی
جز پردگیان حرم معدن و یم را

وقت ست کہ ایں جمع بہر کوچہ و بازار
پرسند ز ہم منشار رسوائی ہم را

در غلبہ تواضع نہ گزاری کہ ز شمشیر
زائل نہ کند فسخ پذیرائی ہم را

در خشم سخاوت نہ کنی قطع کہ از بر
بیروں نبرد برق تقاضائے کرم را

ہم نقل تو بیہودہ قوانین ملل را
ہم عقل تو پالودہ براہین حکم را

بر نفس تعین ساختہ لطف تو غضب را
بر گنج روا داشتہ داد تو ستم را

علم نظرت پایۂ خاص ست اخص را
دست کرمت رحمت عام ست اعم را

بتخانہ بر اندازی و زاں رو کہ بہر کار
نیروے اثرہاے شگرف ست ہمم را

گر در دلت افتد کہ کندش بگذر ہا
ناگاہ خود از پاے دمد رفتہ صنم را

دانی کہ پرستند و نخواہی کہ پرستند
در راہ بدم محو کنی نقش قدم را

دارم سر عشق تو ولے ترسم از آشوب
کز رشک خلل در نظر اعیان امم را

اے در روشش موکب عزم تو بہ شبگیر
پروین و پرن سبحہ سر انگشت علم را

رو ورے کہ بہ اقلیم کشائی زدہ پاے
رانی بد پاے دگر ایں خیل و حشم را

فراش بہ گنجینۂ رفتار ول رسدش دست
کز خاک بروں آورد اوتاد خیم را

در بزم تو گویند سخن می رود از من
از بلبل شیدا کہ خبر کرد ارم را

ہر چند خود از بیش کم ست اینکہ بپرسی
اے کاش بپرسند ز من بیشی و کم را

شادم کہ توئی تا بتو ہنگامہ کنم گرم
ورنہ ز کجا یافتمے قیصر و جم را

چشم گہرم در رہ غواص سفید ست
تا در طلب من کہ شگافد دل یم را

چوں کوہ کشم پاے بدامن ز قناعت
آرم بہ ادب تاب گرانباری غم را

بیت الشرف خویش بود خانۂ خویشش
مانا کہ عطارد ز من آموخت شیم را

قدسی گهرم هر که بنازد بمن از مهر   باید که بنازد بشرف علّت صنم را
نادان نشناسد که نهاد سخنم چیست   بابا بدے نغمہ چہ پیوند اصم را
خاصم بسخن لاف نسب بسلک عام ست   در نطقِ مسیحم چہ ستایم اَب و عَم را
نازند به اغراض کسانے که ز کورے   از فربهیِ تن نشناسند درم را
نازم به سخن غالب و در دشن ترم از روز   بیهوده چرا جلوه دهم اسم و علم را
رشکِ رَوِش و ذوقِ سماع آورد آرے   در زمزمه مانند نغمه تیغ دو دم را
توقیع قبول اثرم علم و عمل را   منشورِ فنِ فرخ سخنم دیر و حرم را
هر چند به پیری شده دل سرد ز هستی   از سردیِ موسم چه زیان گرمی دم را
دارم نفس گرم در افسرده دلی نیز   از بهمن و دی تب نرود شیر اَجم را
برنائی اگر رفت نه آنست که بر من   حقے نبود پرورش آموز هرم را
فرخ دم پیری که کند در نظرم خوار   خوبان قمر طلعت ناهید نغم را
پشتم بسوے سجده ز خم راه نجوید   باریست گران منت غمخواری خم را
با پشت خم آسوده توان نیست به گیتی   اما چه کنم کجرویِ بخت دژم را
جا در دو جهان آنقدرم نیست که وقتے   بیرون نهم از دائرهٔ پاس قدم را
در بحث عجم اشعار جداگانه سرایم   تا در سخن از مدح بود فاصله ذم را
از من غزلے گیر و بغزمائے که مطرب   در نے دمد از روے نوازش دو سه دم را

مطلع ثانی

هر یک بهم از خود شمرد شیوهٔ رم را   هوش من و ناز تو معارض شده هم را
تا بر تو نماند عوض رنج دل ما   بر تربت ما رنجه کن از ناز قدم را
در هند تنگ مایه جورند نکویان   یا رب بچه اقلیم برم ذوق ستم را
گفتم که دم نزع در آن کشمکش سخت   پیچش بنفس سست شود عقدهٔ غم را

شیرینیِ جاں بر لبِ من موج زد اما — این شہد نبرد از دہنم تلخی سم را

آسودہ دلاں چوں شنوند آہ و فغانم — دانند کہ من مردنیم رنج و الم را

غافل کہ ہم از ہول نگونساری بخت است — فریاد دگر از لب جہد ارباب ہمم را

غم خستہ درونِ منِ خونابۂ آں زخم — بر چشم روا داشت بروں دادنِ نم را

در سر ہمہ فرو خفتہ گدایانہ خروشیست — پیش آمدہ روز سیہی حرف و رقم را

گفتم کہ گدایم ز گدایاں نہ شماری — در ہمنفساں نیز بود تفرقہ ہم را

در جوہر آواز کہ فرد است نہ بینی — ہنجار دم از زیر جدا ساختہ بم را

ہر چند بدریوزۂ عزت ز عزیزاں — با خود بشفاعت نتواں برد قسم را

سوگند خورم گر بعنبر دغ گہر خویش — فیض از دم سوگند رسد صبح دوم را

من دایہ ز رشحہ جو یم و شہ معرفت از من — رخ جانب کشکول منست افسر جم را

ہنگام گدائی فتد از شرم بسوالم — لعل و گہر از لرزہ ز دستِ اہل کرم را

بستم تو دل تا ز تو بر من چہ کشاید — محمول بود سود و زیاں بیع سلم را

امید کہ زنہار ز من یاد نیاری — تا یاد نیاری کہ چہ معنی ست اہم را

امید کہ بر من نہ گماری نظرِ لطف — تا در نظرت جا نہ بود وجہ اتم را

آہنگ دعا چنگ و نی دعوی نخواہد — ابریشم این ساز کنم نال قلم را

تا چرخ کشد محمل برجیس بقا باد
نواب فلک محمل برجیس شیم را

قصیدہ پنجاہ و ہفتمیں [۱]

عید اضحی بسر آغاز زمستاں آمد — وقت آراستن حجرہ و ایواں آمد

---

[۱] در مدح نواب وزیر محمد خاں والی ٹونک

گرمی از آب برون رفت و حرارت ز هوا
روز می کاهد و شب راست ره افزایش روی
آور افروز خز و اطلس و سیفور بدوز
هند در فصل خزان نیز بهارے دارد
دی و بهمن که در اقلیم دگر یخ بندد
نیشکر بسکه صف آراست که دیو ره نسیم
نخل نارنج نه بینی که هم از میوه و شاخ
تا برد داغ غم هجر شقایق ز دلش
گر نه این گرمی هنگامه تماشا دارد
رفتم از خویش و گل و لاله فراموش کردم
سخن از فره و فرهنگ خداوند آرم
دانی آن کیست که منشور نکونامی را
صورت معنی اسلام وزیر الدوله
مهر و مه را بزمین بوس وے آورد سپهر
سالکان چون نه بوے رشے رادت آرند
هم کلیمش سخن دوست ره آورد آورد
نکته بمیر شنو و گنج فراوان بردار
آستانش بود البته که دربان با دوست
گوئی آن روز کش اندر صف میجا دیدم
خرد از روے ادب گفت ز من برخوری
مطلعے تازه به گلبانگ سرودن دارد

محمل مهر جهانتاب به میزان آمد
موسم دیر غنودن به شبستان آمد
مهر مه میرد و اینک مه آبان آمد
گو نه گون سبزه جلی بند خیابان آمد
اندرین ملک گل و سبزه فراوان آمد
گفت جا نیست دگر سر زده نتوان آمد
گوے و چوگان به کف آورد و به میدان آمد
گل صد برگ به دلجوئی دهقان آمد
از چه نرگس پے نظاره به بستان آمد
زانکه بستان همه بر صورت نسیان آمد
داستان گل و گلزار به پایان آمد
نام نیکوئے وے آرایش عنوان آمد
که دلش آئینهٔ صورت ایمان آمد
این شبانگاه جبین سودهٔ یزدان آمد
در ره شرع دلش چشمهٔ عرفان آمد
هم خلیلش بسر مائده مهمان آمد
لب لعل و کف رادش گهرافشان آمد
چرخ هفتم که تماشاگه کیوان آمد
گفته باشم که مگر سام نریمان آمد
تا نه گوئی که جم و قیصر و خاقان آمد
خامهٔ من که سخن سنج و سخندان آمد

مطلع ثانی

چرخ کش نام دگر گنبد گرداں آمد — با تو گوئیست که سیلے خور چوگاں آمد
از جہانی و جہاں نامور از تست آرے — شہرت زال زر از رستم دستاں آمد
زاں سر رہ کہ سراں بہر تماشا گزرند — شور خیزد کہ فلاں آمد و بہماں آمد
ناگہاں چوں تو بدیں حسن خداداد آئی — ہمہ گویند کہ شاہ آمد و سلطاں آمد
تا بہ آہنگ ستایش چہ سخن ساز کنم — من کہ با من ہمہ گلبانگ پریشاں آمد
غالبؔ از دیر ہم از دور نوا سنج دعاست — بلبل باغ ولائے تو خوش الحاں آمد
حق پرستم من و انصاف بود شیوۂ من — ہر کہ شد بندۂ حق بندۂ احساں آمد
منم آں بندہ کہ با خواجہ ہمی ورزم عشق — ناقہ رفکر مرا شوق حدی خواں آمد
من در آئینہ زدائی نہ کنم سعی دریغ — صدرہ از دست من اینکار نمایاں آمد
حسن باید کہ در آئینہ شود عکس فگن — ورنہ روشنگری آئینہ آساں آمد
داشتم از پے تقریب سگالش باخویش — عید سودائے مرا سلسلہ جنباں آمد
جاں نثار توام از عید چہ پروا دارم — کہ خود اشعار مرا قافیہ قرباں آمد
بفرستادن فرمان قبولم دریاب — بندہ را ورنہ ہماں گیر کہ فرماں آمد
شادم از بخشش یزداں کہ بفرخ گہری — سخنم کالبد ناطقہ را جاں آمد
دیگر از معنیٔ اخلاص بہ انداز دعا — دم زدم چوں سخن از بخشش یزداں آمد
چند چیزست کہ در پیش گہ اہل تمیز — بہ گرانمایگی آرائش گیہاں آمد
آں درخشندہ درفشے کہ بیغمائے عرب • — در زمان عمر از لشکر ایراں آمد
آں فروزندہ و فیروز دل افروز نگیں — کہ روائی دہ فرمان سلیماں آمد
دیگر آں جام جہاں بیں کہ بروشن رشی — عالم افروز تر از مہر درخشاں آمد
دیگر آں تخت سبک سیر کہ از تیزروی — ہمدم باد چو بوئے گل ریحاں آمد

هفت گنجینهٔ پرویز که در هفت اقلیم ‌‌ ‌ بنموداریِ هفت اختر تاباں آمد
فہم ہر نکتۂ غامض که پیمبر فرمود ‌ ‌ ‌ فیض ہر آیتِ رحمت که بقرآں آمد
یارب اینہا تو بخشند و برآں افزایند
دم آبے که ز سرچشمۂ حیواں آمد

قصیدۂ پنجاه و ہشتمین

گرد آورد بشکل فرس بادِ نوبہار ‌ ‌ ‌ تا شیو دھیان سنگھ بہادر شود سوار[1]
فرزانه راؤ راجه که بارلے روشنش ‌ ‌ ‌ کس آفتاب انبرد نام زینہار
بر ہر زمیں که موکب عزمش گزر کند ‌ ‌ ‌ آں جاده بختیان فلک ایودھار
موکب مگوے روشنیِ روشنان چرخ ‌ ‌ ‌ موکب مگوے تازگیِ موسم بہار
آوازهٔ گرایش نصرت ز ہر طرف ‌ ‌ ‌ اندازهٔ کشایش دولت ز ہر کنار
ره بر نظاره بند ز گردان تیغ زن ‌ ‌ ‌ جا بر اشاره تنگ ز شاہان تاجدار
دلہا شکسته در تن گردان دور باش ‌ ‌ ‌ خونہا فشرده در رگ شاہاں زگیرودار
یا بلکه فرخی بسرش ہیئت کلاه ‌ ‌ ‌ تاجے که مانده است ز پرویز یادگار
گیرد ز تازگی بر ہمش صورت ورع ‌ ‌ ‌ فیضے که میرسد ز بہاراں بروزگار
از نشر فوج قطعۂ گلشن شود زمیں ‌ ‌ ‌ از سمِ رخش سودهٔ گوہر شود غبار
سرو سہی به سایه بروید ز مغز خاک ‌ ‌ ‌ صد رنگ گل بجلوه برآید ز نوک خار
میداں ز گرد سرمه فرو شد به چارسو ‌ ‌ ‌ توسن ز خوے ستاره فشاند بره گزار
اے ماه نیم ماه ز خوبی بوقت عیش ‌ ‌ ‌ وے مہر نیمروز ز تابش به گاه بار
اے بر بساطِ بزم تو زاد و غزل سرائے ‌ ‌ ‌ وے بر بساطِ جود تو حاتم وظیفه خوار

[1] در مدح راجه شیو دھیان سنگھ بہادر والی

کلکِ ترا طراز عطا بال اهتزاز دستِ ترا دهانِ طمع چشمِ انتظار
ای آنکه از اقامتِ غالب به پیشگاه دامِ ترا همای همایون بود شکار
آنم که چون به مسندِ دولت کنی جلوس آرم به نذر سلکِ گهرهای شاهوار
چون من گهر فروش نباشد به هر بساط چون من سخن سرای نه خیزد ز هر دیار
پیرم ولی به طبعِ جوانان گران نیم غم خورده‌ام نهفته و می خوردن آشکار
گفتارِ من چو فرِ جمالِ تو دلفروز افکارِ من چو رای رزینِ تو استوار
تقویمِ سال نیست خطِ بندگیِ من کز کهنگی فرو فتد از اوجِ اعتبار
آن خط لطیفه ایست که امسال در جهان خوشتر ز پار و پار بود خوشتر از پرار
از روی راستی بود آن الف ولی سال است نقطه در نظرِ مردِ هوشیار
هر سال قدرِ آن شود افزون که با الف یک نقطه ده دو نقطه صد و سه شود هزار
زان پس که گشت گوهرِ من در جهان یتیم زان پس که کشته شد پدرِ من بکارزار
در پنجسالگی شده‌ام چاکرِ حضور رنگین سخن طرازم و دیرین وظیفه خوار
دارم بگوش حلقه ز پنجاه و هشت سال اکنون که عمر شصت و سه سالست در شمار
باید شنید راز ز اعیانِ بارگاه باید شنفت قصه ز پیرانِ آن دیار
کافی بود مشاهده شاهد ضرور نیست در خاکِ راج گڑھ پدرم را بود مزار
فرزانه داورا و کرم پیشه سرورا دارم ولی ز زخمِ جفاهای فلک فگار
سوزی که در دست فرو میخورم بدل زان رو چو شمع دیدهٔ من نیست اشکبار
گر دم زدم ز لافِ صبوری نه راستیست با غم چه تابِ دعوی و بر دل چه اختیار
در سینه خون شدی و فرو ریختی ز چشم گر دل به بخششِ تو نبودی امیدوار
کس بر نتابد این دو صفت ضدِ یکدگر وامانده‌ام چو خاک و پراگنده چون غبار
دانم که دوختند زمین را به آسمان زان گونه داده اند مرا در میان فشار

با ایں ہمہ ہموم غموم جسد گداز | سہل ست غم کہ والی ملکی و غمگسار
پاداش جانگدازی من در طریق نظم | دستے بدستگیری من ز آستیں برآر
زاں رو کہ مدح را بہ دعا ختم میکنم | شوقم ترانہ سنج دعا گشت گوشدار
خواہم بہ صد نشاط کہ باشم بصد نشاط | خواہی ز روزگار کہ باشم بروزگار

من از تو شادمان و تو از طالع بلند
من از تو کامیاب و تو از آفریدگار

قصیدۂ پنجاہ و نہمیں ۵۹

سحر کہ[1] بادِ سحر عرض بوستاں گیرد | دہد بہ نکہت گل حکم تا جہاں گیرد
براستہ بہ زر گل گرہ دہ اندیشہ ای | کہ غنچہ را سپر سبزہ درمیاں گیرد
نگر بہ گرد گل از بہر پاس حلقہ زدست | کہ ژالہ را تہ ہوا سبزہ بر سناں گیرد
ستادہ سرو بداں اہتمام بر در باغ | کہ تا بہار دگر راہ بر خزاں گیرد
ز ژالہ غنچہ بسر مست شاہدے ماند | کہ بعد بادہ شکر ریزہ در دہاں گیرد
چمن ز عکس شفق ساتگین مل گردد | سمن ز جوش طرب رنگ ارغواں گیرد
زنند گر ہمہ آتش بخار گل بالد | کنند گر ہمہ پیکر ز سنگ جاں گیرد
ز انبساط ہوا بعد ازیں عجب دارم | کہ مرغ قبلہ نما جا در آشیاں گیرد
خود از نشاط چناں رہ رود کہ از رہ داد | رواست خامہ اگر خوردہ بر بناں گیرد
نوید مقدم گل گر تو نشنوی مشنو | مگو کہ سبزہ چرا صورت زباں گیرد
شود فراز در بوستاں مباد کہ باد | عیار نامیہ از سنگ آستاں گیرد
ز گل نگہ نتواں داشتے دل بحیلہ عشق | اگر ز ما نتواند ز دلستاں گیرد

---

[1] در مدح

چناں بگنج چمن یافت ذوقِ طاعتِ حق
کہ شیخ شہر چو پا ترک خانماں گیرد

حریص جلوہ نگہ در ہجوم لالہ و گل
چو آں گدائے کہ دنبال کارواں گیرد

چنیں کہ شاخ ہمیں سینہ بر زمیں مالد
چرا کسے ثمر از دست باغباں گیرد

مداں کہ سرو ندارد گل و نیارد بار
خرد چگونہ روا ای بدیں گماں گیرد

زبسکہ راجۂ سلطاں نشاں نرندر سنگھ
بجرم سرکشی از سرو تر بجاں گیرد

عطیۂ کہ دما دم رسد ز بادیہ سرو
ز سرو شحنۂ حکمش زماں زماں گیرد

زہے سعید کہ توقیع کامرانیِ خویش
ز روزگار بہ اقبال جاوداں گیرد

بلند پایہ بداں حد کہ نسر طائرِ چرخ
فراز کنگرۂ کاخ وے آشیاں گیرد

بعہدِ دولتِ او در جہاں صلا زدہ اند
کہ ہر کہ ہر چہ ندارد ز آسماں گیرد

نبا شدش بہ قلمرو خراج و تمغائے
مگر خبر کہ مگر ز کارواں گیرد

برات بذل نوید بر آفتاب و سحاب
ز ننگ آں کہ دُرا ز بحر و زر ز کاں گیرد

ایا خدیو عطارد دبیر مہر نظیر
کہ از تو درس نظر عقل خردہ داں گیرد

شمار داد بجائے رساندۂ کہ خرد
شمار داز تو دلے را کہ شادماں گیرد

دہی ز خلق چناں خلق را بہم پیوند
کہ محتسب ز مغاں بادہ ارمغاں گیرد

زبسکہ با رمہ سر کردہ گرگ لابہ و لاغ
براں سر است کہ خود را سگ شباں گیرد

سخن بمدح تو رانم ولے شکایت چرخ
بہ پویہ توسن طبع مرا عناں گیرد

لبے ز درد دل آمادۂ فغاں دارم
فغاں اگر دلت از تنگیِ فغاں گیرد

ندیدۂ و نہ بینی مرا بہ بیں کہ منم
کسے کہ از غمش آذر بہ استخواں گیرد

بجوئے حال من از قال من کہ کار شناس
سراغ آتش سوزندہ از دخاں گیرد

مرا کہ نام مرا بے ادب نہ گیرد کس
فلک نگر کہ بہ بازیچہ ناگہاں گیرد

سپہر اعمی و من گوشہ گیر و رہ بہ نشیب
فغاں ز نظم کہ خصمم بدیں نشاں گیرد

حریر فکر مرا ہر نورد صد رنگ ست — خوشم کہ دیدہ ور از من بامتحاں گیرد
بمشتری چہ رسم ترک چرخ در راہ ست — کہ جان و جامہ و جاہ ہر سہ رائگاں گیرد
من آں متاع گرانمایہ و سبک قدرم — کہ گر بہیچ خرد کس ہماں گراں گیرد
دلم ز چارہ ندارد ہمی جز ایں کہ ترا — بحال خویش در اندیشہ مہرباں گیرد
فسانۂ غمِ دل بے سر و بن افتاد ست — سخن بہ نظم چہ اندازۂ بیاں گیرد
قصیدہ را بہ دعا ختم می کند غالب — مبارک ست سخن کز دعا نشاں گیرد
دعاست خاتمۂ مدح و دل چناں خواہد — کہ از دعا دگر آغاز داستاں گیرد
بنائے قصر جلالت بلند باد چناں — کہ رہ بگردش گردندہ آسماں گیرد

اساس منظر جاہ تو چوں نہادہ شود
زمانہ خشتِ نخستیں ز فرقداں گیرد

قصیدہ شستمیں[1]

زخمہ بر تارِ رگِ جاں می زنم — کس چہ داند تا چہ دستاں می زنم
زخمہ بر تارم پریشاں می رود — کایں نواہائے پریشاں می زنم
چوں نہ دیدم کز نوایش خوں چکد — طعنہ بر مرغ سحر خواں می زنم
خامہ ہمراز دم گرم من ست — آتش از نے در نیستاں می زنم
جوئے شیر از سنگ راندن ابلہی ست — بہر گوہر تیشہ بر کاں می زنم
دیگراں گر تیشہ بر کاں می زنند — من نشیے خوں بر بدخشاں می زنم
گریہ را در دل نشاطے دیگر ست — خندہ بر لبہائے خنداں می زنم
باز شورم در خروش آوردہ ست — باز ہوئے ہمچو مستاں می زنم

[1] در مدح نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ صاحب گلشن بیخار۔

دی بہ یغما دادہ ام رخت و متاع
امشب آذر در شبستاں می زنم

در جنوں بے کار نتواں زیستن
آتش تیز ست در داماں می زنم

خار خار چاک دیگر داشتم
بخیہ بر چاک گریباں می زنم

گرچہ دل با ہیچ کس در بند نیست
جوش خوں با این و با آں می زنم

بند ہر خواہش ز دل می بگسلم
نقش ہر صورت بہ عنواں می زنم

گر حدیث از کسب دوکاں می کنم
در نشید از باغ و بستاں می زنم

تیشہ در ہنگامہ آذر می نہم
لالہ بر دستار نعماں می زنم

دعوے ہستی ہماں بت بندگی ست
کافرم گر لاف ایماں می زنم

در رہ از رہزن خطرہا گفتہ اند
گام در بے راہہ آساں می زنم

راز دان خوے دہرم گزدہ اند
خندہ بر دانا و ناداں می زنم

در خراباتم نہ دیدستی خراب
بادہ پنداری کہ پنہاں می زنم

خوے آدم دارم آدم زادہ ام
آشکارا دم ز عصیاں می زنم

بادہ در ابر بہاراں می زدم
حالیا در تیر باراں می زنم

طعنہ بر دلق می آلودم مزن
نیست ساغر می بہ پیکاں می زنم

غالبم از مے پرستی نگزرم
غوطہ در گرداب طوفاں می زنم

تو در ینجا بینی و من خود ہنوز
جام مے در بزم اعیاں می زنم

در ترقی می نہ گنجد گفتگو
در تنزل دم ز عرفاں می زنم

می ستیزم با قضا از دیر باز
خویش را بر تیغ عریاں می زنم

لعب با شمشیر و خنجر می کنم
بوسہ بر ساطور و پیکاں می زنم

بر خرام زہرہ در رفتار تیز
چشمکے دارم کہ پنہاں می زنم

گہ گہے گر پایہ می آیم فرود
حرف با برجیس و کیواں می زنم

می برد از من قضا چنداں کہ من
گوے گردوں را بچوگاں می زنم

ہزلِ من از آسماں از حد گزشت
عذر را حرفے بہ برہاں می زنم

خانہ زاد درگہِ شاہنشہم
دم ز مہرِ شاہ مرداں می زنم

رشک بر فرِ جام قنبر می برم
چنگ در دامانِ سلماں می زنم

دست رد بر تاج قیصر می نہم
پشت پا بر تخت خاقاں می زنم

خردہ می گیرند بر من قدسیاں
گر نفس در مدحِ سلطاں می زنم

آں ہمائے تیز پروازم کہ بال
در ہوائے مصطفےٰ خاں می زنم

آں سمی خواجہ کاندر خواجگی
از عطایش موج عُماں می زنم

عرفی و خاقانیش فرماں پذیر
سکہ در شیراز و شرواں می زنم

او خداوند ست و من چاؤش دار
بانگ بر اجرام دارگاں می زنم

گلشن کویش گزرگاہ من ست
دوش در رفتن بہ رضواں می زنم

خوبی خویش بد آموزِ من ست
دم ز یارے می زنم ہاں می زنم

مہرورزی بیں کہ باشم ہم نشیں
منکہ زانو پیش درباں می زنم

بشنود بے آں کہ باد آں را برد
نالہ گر در کنج زنداں می زنم

بنگرد بے آنکہ کلک آں را کشد
نقش گر بر صفحۂ جاں می زنم

التفاتے در خیال آوردہ ام
فال فیروزی بدوراں می زنم

یادِ لطفش گل فشانی می کند
تکیہ بر نسرین و ریحاں می زنم

باغ مدحش تشنۂ نطق من ست
قطرہ چوں ابر بہاراں می زنم

رہ گزر تنگ است بر خیل دعا
تا دریں وادی چہ جولاں می زنم

من دعا گوے و سروش آمیں سرائے
ساز را لختے بہ ساماں می زنم

عمر خضر و عیش نقد و نام نیک
فال بخششہائے یزداں می زنم

چوں بہ نامش سکۂ دولت زدند
نامہ را خاتم بہ عنوان می زنم

قصیدہ شست و یکمیں[۱] (۶۱)

زاں نمی ترسم کہ گردد قعر دوزخ جائے من | وائے گر باشد ہمیں امروز من فردائے من
چوں تواں رستن ز سایہ را امید گز جوشش جنوں | نخل چوں طائر بپرواز ست در صحرائے من
گر جنونے ہست گو باش اینہمہ سوز از کجاست | نیست گر از خاک گلخن عنصر سودائے من
از بروں سو آیم اما از دروں سو آتشم | ماہی از جوئی سمندر یابی از دریائے من
مردم از من وا ستاں کہ افتد از دوران چرخ | گشت صرف طعمۂ زاغ و زغن عنقائے من
بسکہ در بند گرانم تن ز ہم پاشیدہ ہست | روز حشر از خاک خیزد فرد فرد اعضائے من
گر بہم پیوند اجزا چیست تا در تن دمند | منع بعث من کند درد دوراں فرسائے من
روزگارم را بناکامی شمارے دیگر ست | خود پس از روز شمار آید شب یلدائے من
چوں جرس کانرا بنائے بستہ آویزاں کنند | نالہ می خیزد چو می جنبد دل دردائے من
آں فغاں سنجم کہ ہم در علم حق پیش از ظہور | خواب از چشم ملائک رفتہ از غوغائے من
ایکہ در نظمم روانی دیدۂ دانی کہ چیست | میخورم خون دل و می ریزد از لبہائے من
در روانی رغبت سامع برد گفتار من | از گرانی زحمت خاطر بود کالائے من
خوئے من افسون رنجش خواندہ بر احباب من | بخت من پیمان سازش بستہ با اعدائے من
ماند از چندے چنیں از شرم اشکے بے اثر | چشم تر ترسم شود ناسور پشت پائے من
اہرمن گر شبے در کلبۂ من جا دہند | جاں بدر از وحشت دیوار و در واماندائے من
نامرادم دارد ایں افزونی خواہش بدہر | آب من بستہ اند آری ز استغنائے من

---

[۱] در ستائش مولوی محمد صدر الدین خاں بہادر متخلص بہ آزردہ (نسخہ د صفحہ ۲۳۵)

گر گزارد خانہ را ہمسایہ نتواں طعنہ زد
لرزہ در دیوار و در افگندہ ہاہائے من

نالم از درد دل اما چارہ چوں خواہم ز کس
منکہ نتواند بگوش من رسید آوائے من

می فشارم خوں ز دل وانگاہ می نالم بنے
بو کہ دریابند پنہان من از پیدائے من

با چنیں اندوہ کہ پر گفتیم و دل خالی نشد
خواجہ گر اندوہ گسار من نبودے وائے من

آنکہ بر یکتائی وے در فن فرزانگی
متفق گردیدہ رائے بوعلی با رائے من

آنکہ چوں خواہد بنامش نامہ نامی ساختن
بر نگارد عقل فعالش کہ مغز مائے من

دل بدیں وصفم نیاساید سخن کوتہ کنید
آنکہ ننگ اوست بودن در سخن ہمتائے من

صدر دین و دولت و صدر الصدور روزگار
میر و مخدوم و مطاع و والی و مولائے من

گویم از نکتہ چیناں در دلم نبود ہراس
کیقباد و قیصر و کیخسرو و دارائے من

موکبش چوں مرجع عام ست با غیرم چہ بحث
پرسشے دارد ارسطوئی و دہپائے من

عاجزم چوں در ثنائے دوست با رشکم چہ کار
می دم از خویش تا گیرد عطارد جائے من

خاک کویش خود پسند افتادہ در جذب سجود
سجدہ از بہر حرم نگذاشت در سیمائے من

صاحبا از یمن فیض روشنائیہائے تست
روشناس چرخ و انجم پایۂ والائے من

بر سر کوئے تو از اندازہ بیروں می رود
التماس روشناسان چرخ و استغنائے من

تیر چشمم در جبیں سائی کہ سوزم عرضہ دار
تا چہ آتش می فروزد مہر در جوزائے من

مشتری با من بپوزش کارے نہ مفتی ہمنشیں
بگذرانی از نظر قرطاس استغنائے من

من بمدح خواجہ دستاں سنج و دل مست سماع
نے غلط گفتم نہ دل فرزانہ یکتائے من

دوش در بزمے کہ ناہید از صفائے آں بساط
گفت و ستم گیر می ترسم کہ لغزد پائے من

رند درد آشام غالب نام در ساقیگری
پارۂ مشک و گلاب افزود در صہبائے من

اینکہ در وصف سخن اندم رحیق مشکبوست
ویں حقیقت آبروئے ساغر و مینائے من

گر نخوشم دیگر و در شیشہ دارم پیش روئے
بے مے از بس خوشی با خندہ وال سیمائے من

با تو خود را در دعا انباز نپسندم ولے — ہست بر من ہم سپاس طبع معنی زائے من

چوں نثار تست گر من نیز چینم عیب نیست — موج گوہر بر کنار افگند از دریائے من

تا بود در دہر شور از مصرع عرفی کہ گفت — آسمان صحن قیامت گردد از غوغائے من

در جہاں تا جا بود خالی مبادا جائے تو

در دلت چندانکہ گنجد باد خالی جائے من

قصیدہ شصت و دوئیم ۶۲ [1]

چہ گوہرم کہ محیط از صفائے گوہر من — بپائے لغز نیارد گذشتن از سر من

بہ سدرہ طائر قدسی ز آشیاں افتد — ز ہولناکی صیت کشاد شہپر من

بوقت وعظ سر عرشیاں بود بر پشت — ز بسکہ عرش فروتر بود ز منبر من

تنزلست اگر گفتہ ام کہ در جامست — مے دو سالہ من سلسبیل و کوثر من

ز بحث غیب و شہادت چو بگذری دانی — کہ عین ثابتہ کوثرست ساغر من

ز فیض ناطقہ نشگفت کز زمیں خیزد — نفس بجائے غبار از رہ تگا در من

محیطم و ز لطافت کہ آب من دارد — چو مرغ رہ بہ ہوا می ودشناور من

ز روئے رابطہ آنم کہ شخص بینش را — بود سیاہی چشم از سواد دفتر من

بسازگاری آمد شد نگاہ بہ چشم — رواں بسوزن عیسیٰ ست تار مسطر من

جماعتے ست بہر شہر و دہ فرمایہ — ز آفتاب فسردہ دلند گاں بہ کشور من

صد آفتاب تواں ساختن بیازیچہ — ز ذرہ کہ بود در ضیائے نیر من

نہ ایں سپہر و نہ ایں مہر عالمے دگرست — من آسمانم و او مہر نور گستر من

من آں سپہر کہ دائم چنانکہ مہر بماہ — بہ مہر نور دہد نیر منور من

---

[1] در ستایش نواب محمد ضیاء الدین خاں بہادر (نسخہ د صفحہ ۲۴۷)

من آں سپہر کہ ہر دم رسد عطیۂ فیض　　بہ سعد اکبر گردد دل ز سعدِ اصغرِ من
حدیثِ مہر گزارم بہ رہ کہ در رہِ مہر　　ربود دل بہ غزل شاہدِ نواگرِ من
چہ بود آں غزل از من بوجد جاں دادم　　زہے بریدہ گلوے مرا بہ خنجرِ من

مطلع ثانی

بخواب دید شبے خویش را بہ بسترِ من　　ستیزہ جوے درآمد پگاہ از درِ من
نویدِ وصل و بیمم می دہد ستارہ شناس　　نہ کردہ ژرف نگاہی مگر در اخترِ من
بگویم ار نزنی طعنہ دوست ہر جائیست　　کہ سو بہ سو بہ ہوا می پرد کبوترِ من
زبسکہ جاں بہ غمش ماند بر لبم ہمہ عمر　　بوقتِ بعث ندانست راہ پیکرِ من
چناں مکن کہ ز فرسودگی فرو ریزد　　بیا کہ باز کہن گشت خرقہ در برِ من
دل و فغان و نفس ہر چہ بود خوں گردید　　زمن مترس کہ سوزندہ نیست آذرِ من
نیم بوصل شکیبا بہ خویشش محرم کن　　در آبِ خضر فگن تا بمیرد اخگرِ من
ز دیدن تو گزشتم ز پرسشم بگزر　　مباد موج زند خوں ز دیدۂ ترِ من
سپاس مشترک افتادہ زانکہ در رہِ شوق　　بہ پشت گرمیِ من راہ رفتہ رہبرِ من
اگرچہ بد زدہ چشم پاس ہر روش دارم　　چراغ دیر و حرم نور چشمِ صرصرِ من
چکد ز آئینہ ام خوں کہ در ہوائے ظہور　　بہ جنبش است چو مژگاں ہمیشہ جوہرِ من
محیطِ نورم و نبود کنارِ من پیدا　　نہ دجلہ ام کہ ببینی ز دور معبرِ من
اگر بوایہ گہرہائے راز می خواہی　　بیا بہ گدیہ کہ نشمردہ یابی از درِ من
منم خزینۂ راز و درِ خزینۂ راز　　ضیائے دین محمدؐ کہ ہست برادرِ من
بدین دو دانش و دولت یگانۂ آفاق　　بعمر کہتر و از روے رتبہ مہترِ من
بہ مہر دل بہ برادر دہم نہ یعقوبم　　کہ پور خویش بود دلستانِ دلبرِ من
سخن سرائے نوآئیں نوائے را نازم　　بہ نالہ ہم نفسِ من بہ شورِ ہمسرِ من

به نکته شیوهٔ شاگردمن بمن ماناست | صنم بصورت خود می تراشد آذرِ من
اگرچه اوست ارسطوی من فلاطونم | بود به پایهٔ ارسطوی من سکندرِ من
زمین کوی مرا آسماں کند هر صبح | طلوعِ نیرِ رویش ز طرفِ منظرِ من
ز نسبتے که میانِ ہمست و آں ازلی ست | به سازِ من بودش جلوه در برابرِ من
اگر شوم به مثل آتشے شراره فشاں | شود بقاعدهٔ همدمی سمندرِ من
به بحر گر فتدم ره بود سفینهٔ من | به تخت گر بودم رسالے گرد افسرِ من
به مهر دوست دهم دل نشاطِ خاطرِ من | به کینِ خصم نهم رخ لوائے لشکرِ من
گرم ز غصه تبه گشت کار مونسِ من | درم ز کار فروماندہ دست یاورِ من
زہے ز روئے تو پیدا فروغ دانش و داد | بدیں فروغ جهانتاب گشته اخترِ من
نگاهِ ناز تو نازم رساست باده گسن | سرِ کلامِ تو گردم خوش ست شکرِ من
ز تو که آئینهٔ فیضِ صحبتِ اُدی | هوائے دیدنِ غالب فتاده در سرِ من
مرا ستودی و گفتی که من از آنِ توام | فدائے آن تو بادا اقل و اکثرِ من
سعادت و شرف چوں منی بعرضِ کمال | نه بس بود که بود چوں توئی ثناگرِ من
من و دعائے بقائے تو واندریں دعوے | به مهرِ خاتمِ آلِ عباست محضرِ من

بماں به عرصهٔ دهر آنقدر که ذکرِ دعا
در انجمن شنوی از زبانِ داورِ من

قصیدہ شصت و سوئیں [۶۳]

در مدح سخن چناں نه گویم | شرط ست که داستاں نه گویم
از زهد و ورع سخن نه رانم | . از سبحه و طیلساں نه گویم

صرف نمد و پلاس دارم — حرفِ خز و پرنیاں نہ گویم
لب بالبِ جام بادہ پیوست — از زمزمِ دنا دداں نہ گویم
تشبیب ہمی تواں سرودن — گیرم کہ ازیں دآں نہ گویم
گویم غمِ دل بمصرعے چند — زنہار جہاں جہاں نہ گویم
از دیدہ و نیشتر نہ گریم — وز دشنہ و استخواں نہ گویم
در مغز فتد شرر نہ نالم — در سینہ خلد سناں نہ گویم
از نالہ زباں زبانہ خیز ست — سوزد اگرم دہاں نہ گویم
گر تیر بہ من رسد دگر تیغ — دم در کشم الاماں نہ گویم
در خون دودم ز چشم بر روے — جز لالہ و ارغواں نہ گویم
باید کہ دریں صحیفۂ شوق — جز مدحِ خدائیگاں نہ گویم
گوے کہ چرا نہ گوے آری — نتوانم و گفت زاں نہ گویم
گفتنے کہ بہ پیش گاہ نواب — بسیار مگوے ہاں نہ گویم
مختار الملک را دریں عصر — جز آصفِ جم نشاں نہ گویم
پاکیزگیِ نہادِ پاکش — جز در صفِ قدسیاں نہ گویم
در مرتبہ کاخ دولتش را — زیں بیشتر ارشاد رساں نہ گویم
در دیدہ دری و پایہ دانی — ہم سایۂ فرقداں نہ گویم
نہ شگفت کہ فرقِ فرقداں را — جز پایۂ نردباں نہ گویم
آں جادہ را کہ تا درِ دوست — دور ست کہ کہکشاں نہ گویم
در پایہ سپہر ہفتمیں را — بیجاست گر آستاں نہ گویم
وانگاہ بر آستاں زحل را — حیف ست کہ پاسباں نہ گویم
تا بار بہ خلوتش نہ یابم — نیک و بدِ آسماں نہ گویم

۱؎ در مدح مختار الملک

نے نے چو گدائے آں درستم
جز زہرہ ام ار عیاں نہ گویم

حاشا کہ ز نالہ باز مانم
تا بر خود مہرباں نہ گویم

فرزانہ بعز و جاہ یکتاست
مشرک بوم ار چناں نہ گویم

جائے کہ بساط گستراند
افسانۂ آب و ناں نہ گویم

در خور نبود کہ ماہِ نو را
ناں ریزۂ طرف خواں نہ گویم

با جملہ خوش آنکہ بادی از خویش
جز فرخیِ رواں نہ گویم

نازم روش سخن سرائے
از گوہر خود نشاں نہ گویم

روشن دلِ آتشیں زبانم
از دودۂ دودماں نہ گویم

در نظم بلند پایہ رانم
والائیِ خانداں نہ گویم

عشق ست ظہیر و انوری را
از سنجر و ارسلاں نہ گویم

والا گہرا سپہر جاہا
اینہا ز رہِ گماں نہ گویم

تنگ ست دل از ہجوم اندوہ
میرم اگر آنچناں نہ گویم

کس نیست متاع را خریدار
با آنکہ بہا گراں نہ گویم

زاں رو کہ خرد ورانِ گیتی
رنجند چو قدرداں نہ گویم

ناچار متاعِ عرضہ دارم
بے رونقیِ دکاں نہ گویم

سرمایہ ز دست رفتہ وانگاہ
گاہے سخن از زیاں نہ گویم

اندک خردی بجاست کانرا
جز تازگیِ بیاں نہ گویم

ایں بسکہ اگر ز آسمانم
پیوند ز ریسماں نہ گویم

خود را بہ زبانِ پہلوی در
نہ گوہر پہلواں نہ گویم

خود را ز سپاسیاں نہ گیرم
فرزانۂ ژند خواں نہ گویم

ساسان ششم نیم کہ خود را
جز موبدِ موبداں نہ گویم

ایں زمزمہ ہائے خونچکاں را — شور رامش باستاں نہ گویم
کارم بہ محرّم و صفر باد — شہر پور و مہرگاں نہ گویم
ہم بعد خطاب مدح حاضر — گویم آرے چساں نہ گویم
دستت دم بذل گنج پاش ست — چوں ابر گہر فشاں نہ گویم
بحرے ست کفت تو در روانی — کاں را بہ جہاں گراں نہ گویم
چوں صورت قہر دارد ایں مدح — بر ہمزن بحر و کاں نہ گویم
نادان باشم کہ چوں توئی را — خاقان جہانستاں نہ گویم
چوں پر چشم رایت تو بینم — جز اختر کاویاں نہ گویم
اُمید کہ جز سوال نہ بود — حرفے کہ دریں میاں نہ گویم
ننگم ز سوال نیست امّا — با کلک سیہ زباں نہ گویم
زاں رو کہ بہ یمن ایزدی فر — رازی و نہفتہ داں نہ گویم
گر دایہ رسد بہ من ز سوئیت — با غالب خستہ جاں نہ گویم
کاں خود من ست ناتواں تر — باوے سخن از تواں نہ گویم
در خواہش من ز من پژوہی — جز بخشش جاوداں نہ گویم
تاب سفر دکن نہ دارم — از ناقہ و ساربان نہ گویم
ایں نیست نماز پنج گانہ — کش جز بہ نماز اذاں نہ گویم
کافر باشم اگر ثنا یت — پیوستہ زماں زماں نہ گویم
شاید دم اگر دعائے دولت — از ہم نفساں نہاں نہ گویم

آمیں شنوم گر از سروشاں
با مردم ایں جہاں نہ گویم

قصیدہ شست و چارمیں

از نکوئی نشاں نمی خواہم — خویش را بدگماں نمی خواہم
زیست بے ذوق مرگ خوش نبود — دل اگر رفت جاں نمی خواہم
تنگ دستاں ز غصۂ دل تنگ اند — زرخِ صہبا گراں نمی خواہم
بادۂ من مدام خون دل ست — از مغاں ارمغاں نمی خواہم
باغبانم گرفت و خست و گزشت — جز بباغ آشیاں نمی خواہم
کس نمی نالد از فسانۂ من — دردِ دل را بیاں نمی خواہم
دوستاں زینہار غم نخورند — شادیِ دشمناں نمی خواہم
چوں سخنہائے ناشنیدہ نماند — گوش خود را گراں نمی خواہم
تازہ روئیست رخ بخوں شستن — مژۂ خوں فشاں نمی خواہم
گاہ پاشش بساط مرگ دلم — مدد از نوحہ خواں نمی خواہم
ہیچ کس سود من نمی خواہد — ہیچ کس را زیاں نمی خواہم
ہر یکے دشمنے ست دوست نما — یاری از اختراں نمی خواہم
از اثرہائے جانگزا فریاد — اثرے در میاں نمی خواہم
دیگر ایں ہندوئے سیہ دل را — بر فلک دیدباں نمی خواہم
مشتری را بجرم قطع نظر — در برش طیلساں نمی خواہم
گر بمیرد ز تاب خود بہرام — بر سرش سایباں نمی خواہم
مہر در بند دوخت چشم از من — از کسوفش گراں نمی خواہم
بر لب زہرۂ نوا پرداز — نغمہ غیر از فغاں نمی خواہم
تیر را از پئے دوام وبال — جائے جز در کماں نمی خواہم

سلہ

نیش عقرب جگر شگاف چہ ست | زیں گزندش اماں نمی خواہم

چوں ذنب اژدہاست غیر از خاک | ہیچش اندر دہاں نمی خواہم

تا نہ دانی کہ من بہ مرکزِ خاک | جنبش از آسماں نمی خواہم

آرزو عیب نیست خردہ مگیر | خواہم اما چناں نمی خواہم

رنج صاحب دلاں روا نبود | بند اہلِ زباں نمی خواہم

دوش ہا را فگار نپسندم | بار ہا را گراں نمی خواہم

مور را مار گیر نپذیرم | پشہ را پیلباں نمی خواہم

بہر خویش از زمانۂ غدار | راحتِ جاوداں نمی خواہم

آتش اندر نہاد من زدہ اند | لالہ و ارغواں نمی خواہم

ہاں وہاں نیستم محال طلب | نوبہار از خزاں نمی خواہم

گہر افشانم و بہا طلبم | سیم و زر رائیگاں نمی خواہم

ناں خورش زانگبیں نمی جویم | پیرہن از کتاں نمی خواہم

بالش از مخمل تمنا نیست | بستر از پرنیاں نمی خواہم

نہ ہما سایہ ام نہ سگ طینت | طعمہ از استخواں نمی خواہم

تا خورد طوطیے چہ مایہ شکر | کارواں کارواں نمی خواہم

دل ز معنی لبالب ست و لے | خامہ اندر بناں نمی خواہم

نتواں شد طرف بمور و مگس | انگبیں در دکاں نمی خواہم

نتواں کرد با فلک پرخاش | خردِ خردہ داں نمی خواہم

خستہ چشم زخشم خویشتنم | ناوکے بر نشاں نمی خواہم

جامہ و جام و جامی آلودست | خواجہ را میہماں نمی خواہم

جا براحباب تنگ نتواں کرد | خویش را در جہاں نمی خواہم

خو بہ بیداد کردہ ام غالب — عیدِ نوشیرواں نمی خواہم
با صلیبم فتادہ کار بدہر — علمِ کاویاں نمی خواہم
ہاں نگوئی کہ با چنیں خواری — ترکِ ہندوستاں نمی خواہم
ہاں ندانی کہ در نظرگہِ خویش — زمزم و ناوداں نمی خواہم
ہاں ندانی کہ صدرِ یثرب را — سجدہ بر آستاں نمی خواہم
خواہشے چند می کنم لیکن — کار ہا را رواں نمی خواہم
پاے فرسود در رکاب ہنوز — دست خود بر عناں نمی خواہم
سخن از عالمے دگر دارم — ہمدمِ رازداں نمی خواہم
گر بود خود سروشِ وحی سرائے — با خودش ہمزباں نمی خواہم
سینہ صافم قلندرم مستم — راز خود را نہاں نمی خواہم
پایۂ من فرو تر افتاد ست — سر خود بر سناں نمی خواہم
پایۂ در نظر نماند دگر — خویشتن را شباں نمی خواہم
یوسفؑ از مصر گشتہ خوشدلِ من — بہ تلافئِ جناں نمی خواہم
بہ زلیخا شباب بخشیدند — بخت خود را جواں نمی خواہم
بر رُخِ حکمتِ مُوجبّہ حق — غازۂ امتحاں نمی خواہم
عینِ من ہر چہ اقتضا می کرد — خواستم غیر آں نمی خواہم
چوں حکایت بجاے خویش رسید — تن زدم داستاں نمی خواہم

قصائد از سبد چیں

قصیدۂ اول[۱]

بیا کہ مدحِ خداوندِ داد گر گوئیم — از آنچہ گفتم ازیں پیش بیشتر گوئیم

[۱] ایں شش قصائد کہ در مطبوعہ کلیاتِ نظم (ن، د، د) شامل نیستند از سبد چیں بریں ماخوذ اند

چنانکہ اوست نیارم ثنائے داور گفت
بقدر حوصلۂ خویشتن مگر گویم

ز دفترست فزوں مدح دمن ز خیرہ سری
بر آں سرم کہ دریں صفحہ سر بسر گویم

بدیں[1] شکوہ نخواہد کہ گویمش خاقاں
دگر زیادہ ازیں چیست تا دگر گویم

جہاں کشائے و جہاں پرور و جہاں آرائے
چو آں قدر نتواں گفت ایں قدر گویم

مے آنچناں دمن اینان کہ شرمسار شوم
سپہر منظر و انجم سپہ اگر گویم

گہے ز خاکِ رہش آبِ زندگی خواہم
گہے مسیح دم و گہ فرشتہ فر گویم

دریں نورد کہ از نغز نغز تر سنجم
دریں خیال کہ از خوب خوبتر گویم

ز غیب آنچہ فرو ریختند در خاطر
نخست از رہِ پرسش بہمہ گر گویم

کہ بے مبالغہ فرزانہ لارڈ ڈالگن را
وزیر اعظم سلطانِ بحر و بر گویم

بدیں[2] کلاہ کہ فرنگیاں از و بارد
گزاف نیست اگر شاہ تاجور گویم

بیا کہ لشکرِ نوّاب نامدار آمد
برم ز چشم بدل ایں نوید و بر گویم

ز چرخ اول و چارم بہ نزد مژدہ دہی
طلب کنم مہ و خورشید تا خبر گویم

ز شادمانیِ نظارۂ رخش ہر دم
بہ چشم تہنیتِ رونقِ نظر گویم

ز خاکِ راہِ وے اکسیر در نظر دارم
رخم سیاہ اگر حرفِ سیم و زر گویم

ز شاعری بہ ندیمی رسیدہ ام خواہم
کہ رودداد بہ پیرایۂ ہنر گویم

رعایتِ ادب آئینِ من بود ناچار
فسانہ گرچہ درازست مختصر گویم

پس از وصول بمنزل پیامِ من برگرد
اگر نہ آنچہ توانم دریں سفر گویم

بہ بزم گرنہ دہد بار چوں سوار شود
ز سر گزشت حکایت بہ رہگزر گویم

ہزار زمزمہ دارم ہمیں نہ یک سخن است
کہ چوں تمام شود آں سخن ز سر گویم

ہم از فساد دل زار و داغ غم نالم
ہم از نزاع رگِ جان و نیشتر گویم

---

[1] در نسخہ قلمی "بہمیں" است

[2] در نسخہ قلمی "بریں" است

زمانہ وار زبانم شرر فشاں گردد — اگر براہِ حدیثِ تفِ جگر گویم
شود رکاب تگاور در آب ناپیدا — اگر روانیِ سیلابِ چشمِ تر گویم
بگلبہ ام گہر شب چراغ خس پوش است — سخن ز تیرگیِ طالعِ ہنر گویم
من آں نیم کہ بہ ہنگامۂ سخن سازی — گہے ز خار و گاہے ز باختر گویم
سخن نہالِ نو و کہنہ باغباں غالبؔ — نہال را بہ نوی مژدۂ ثمر گویم
طریقِ وادیِ غم را کسے نبودہ رفیق — خود از صعوبتِ ایں راہِ پُر خطر گویم
در آں دیار کہ گوہر خریدن آئیں نیست — دکاں کشودہ ام و قیمتِ گہر گویم
ز عز و جاہِ نیاگانِ خویش در سرکار — ہزار گونہ حکایاتِ معتبر گویم
سخن طراز دعا یافت اینت[1] نخلِ مراد — دگر بجائے ثمر بعد ازیں اثر گویم
دعائے دولتِ شاہ و دو وزیر ہموارہ — ز نیم شب کنم آغاز و تا سحر گویم

قصیدہ دوم

وقت آنست کہ خورشیدِ فروزاں ہیکل — گردد آئندہ گرایندہ بہ فرگاہِ[2] حمل
وقت آنست کہ بُنِ دارِ[3] بہار آراید — نونہالانِ چمن را بعروسانہ حُلَل
وقت آنست کہ خاکِ تہِ جو مست شود — کہ بہ کیفیتِ لائیِ مئے ناب ست وحل
وقت آنست کہ بینی زگداز یخ و برف — بر رخِ خاکِ رواں گشتہ زہرسو مہل
وقت آراستنِ جیشِ بہار است کہ باد — زد بہ چار آئینۂ داغِ شقائق صیقل
وقت آنست کہ از بہر قِرانِ اندر خم — ابر را نیشترِ برق دود در اکحل
بادِ پرکار شود نقطۂ خاکش مرکز — کہ دریں دائرہ ہر نقش نشیند بمحل
ہرچہ کاہد ز شب البتہ فزاید در روز — کم شود دود ز افزایشِ نورِ مشعل

---

[1] یعنی زہے [2] فرگاہ یعنی بارگاہ [3] بُن دار۔ دارو بنہ توشہ خانہ

سیل نبود که رواں گشته ز آبِ باراں — هست شاخابهٔ نهرِ لبن و جوئے عسل
رستنی بسکه ازیں آب کند نشو و نما — کامِ ذوقِ شکر و شیر برد از حنظل
من بفکرِ دگر و غیر چناں پندارد — که سخن میکنم از تازگیِ دشت و جبل
چه کشاید شگفد غنچه اگر بر سرِ شاخ — من و دل نام یکے عقدهٔ مالاینحل
خود چرا هرزه ز رنجوریِ نرگس نالم — که ز شبنم بودش دیده گرفتارِ سبل
چه بود سودِ من از دهر اگر در صحرا — آب در گور بود و سبزگیا بر سرِ تل
نشود کار دگرگوں چو بود ماه به ثور — نه کند قدرِ من افزوں چو رود خور بحمل
نیست در آئینهٔ مذهبِ یکرنگیِ من — ایں گل و سبزه بجز صورتِ عزّیٰ و هُبَل
چشم بر زمرهٔ دل افروز کسے دوخته ام — که ز چشمِ بد ایام مبیناد خلل
چوں چنین است که از بهرِ هواداریِ گل — سبزه را نامیه در باغ فرستاد اول
کلکِ من دفترِ تشبیب کشاید زاں پیش — که طراز رقمِ مدح در آرد به عمل
ورقِ شعر به از باغ که ریحانش را — گرچه خوانا ست خطِ اما ست سوادش مهمل
اندریں وقت جشنِ سده[1] را وقت گذشت — اندریں حال که نوروز بود مستقبل
خامه باربد آهنگ، دلاویز صریر — زخمه بر تار رواں کرد به هنجارِ غزل
تبشیر و تهنیتِ مقدمِ هنگامِ بهار — زمزمه مدحتِ نواب گورنر جنرل۔
جان لارنس بهادر که نظیرش زنهار — هیچ بیننده نه بیند بجهاں جز احول
ایکه در معرضِ فخر و شرف از عزّ و جلال — هرچه بایست همه یافته از عزّ و جل
ایکه در عهدِ تو کس شکوه ندارد الّا[2] — فلکِ پیر ز بیکاریِ مریخ و زحل
اے بفرتاب[3] خرد مظهرِ آثارِ خرد — اے بفرمانِ ازل محرمِ اسرارِ ازل

---

[1] جشنِ سده۔ نام جشنے است که پارسیاں در آفتاب قوس کنند (فرهنگ غالب)

[2] مراد ز لاپ

[3] فرتاب بمعنی قدرت

بادشاہ ست شہنشاہ و تو اورا دستور   باشد ایں پایہ ز ہر گونہ امارت اکمل

ایں وزارت کہ ترا داد ز شاہی کم نیست   اے جہاں جوئے جہانگیر و جہاندار اجل

مہر زاں خطِ شعاعی بہ سبیلِ تمثیل (قطعہ) ماہ زاں داغ گرانمایۂ بعنوانِ مثل

پہلوانے ست کہ زر و سیمِ تو باشد بکفن   نقرہ خنگی ست کہ تمغائے تو دارد بکفل

بسکہ دولت بہ سمِ رخشِ تو دارد پیوند (قطعہ) چوں بجولانش در آری بسر دشت و جبل

آں شود سودہ گوہر شود ایں گنجِ رواں   رمل و نخل کہ دید روئے در اثنائے رمل

بشنو از من کہ زبانم گہر افشاں بر ست   کش ز بارندۂ نیساں نتواں داد بدل

بمن از پیشِ گورنمنٹ ہمایوں توقیع   میرسد بر نمطِ سابقہ ز روزِ ازل

ہست زاں دفترِ فرخندۂ فرخ آثار   رقمے چند مرا زیبِ دو جیب و بغل

از چہل سال رجوعم بدرِ دولت تست   دایہ ہا یافتہ ام از توجہ اکثر چہ اقل

روشناس کفِ پائے تو بود دیدۂ من   خالی از گردِ رہت نیست ہنوزم مکحل

چوں ترا داد قضا منصبِ دارائی ہند   چوں ترا کرد قدر مرجعِ اربابِ دول

از قدومِ تو برافروخت رخِ شاہدِ ملک   از وجودِ تو فزوں گشت شکوہِ کونسل

می فرستم بہ نظرگاہِ تو نظم و نثرے   حال از طولِ کلام و تہی از طولِ امل

غالبِ گوشہ نشیں و بہ تو اش وردے   دلش از بیم دو نیم است دماغش مختل

بر چنیں بندۂ دیرینہ ببخشائے کہ او   نیست با اینہمہ در مدح طرازی تنبل[1]

اندریں نامہ کہ نامے بہ ثنائے تو بود   میکنم ختمِ سخن لیک نہ از روئے کسل

بل از اں راہ کہ در معرضِ حسنِ گفتار   نظر افروز بود شیوۂ ما قلّ و دلّ

در دعا شرط و جزا گر نبود نیست زیاں   خواہشِ چند فراز آورم اینک مجمل

بہرِ ذاتِ تو ز دادار تمنا دارم   شادمانی و توانائی و عمرِ اطول

---

[1] تنبل۔ سست، کاہل۔

وزیرِ دولت و اقبال ہماں می خواہم
کز چشمِ بد ایام مبیناد خلل

قصیدہ سوم

تجلّی کہ ز موسیٰ ربود ہوش بہ طور — بہ شکلِ کلب علی خاں دگر نمود ظہور

خجستہ سرورِ سلطاں شکوہ را نازم — کہ رشک بر کلہش دارد، افسرِ فغفور

ہوائے لطفِ وے از جان خور برد سوزش — نگاہِ قہرِ وے از روئے مہ رُباید نور

دمِ نگارشِ وصفِ کلامِ شیرینش — چو خیلِ مور دَوَد بر ورق حروفِ سطور

فضائے رزم گہش شاہ راہِ قہر و غضب — بساطِ بزم گہش کارگاہِ سور و سرور

بخوانِ شرع بہیں ہم نوالۂ شبلی — بہ بزمِ عشق بہیں و ہم پیالۂ منصور

ز روئے رابطۂ حسن ماہتاب جمال — بحسبِ ضابطۂ جاہ آفتاب ظہور

بحکمِ مرتبہ او حاکم و فلک محکوم — ز راہِ قاعدۂ شرع آمرست و امور

چو آبِ سیل بہ دولانے کہ ایستد بمغاک — بود ہمیشہ بہ فنجانِ وے شرابِ طہور

زہے وزیرِ وشہے شہر یار دانا دل — تو شاہِ کشورِ حسن و خرد ترا دستور

بنائے منظرِ جاہ ترا زحل معمار — ثوابتِ کرۂ چرخِ ہشتمیں مزدور

ثنا گرِ تو سکندر بہ بارجائے جلال — قفا خورِ تو ارسطو بہ درس گاہِ شعور

برائے بزمِ نشاطِ تو شمع چوں ریزند (قطعہ) نہ پیہ گاؤ بہ کار آورند نے کافور

ز فیضِ نسبتِ خلقِ تو عنبر سارا — بجائے موم بر آید ز خانۂ زنبور

بدیں خرام و بدیں قامت و بدیں رفتار (قطعہ) ز بہرِ فاتحہ آئی اگر بسوئے قبور

جہانِ جانی و جانِ جہاں عجب نبود — کہ از ورودِ تو ہر مردہ رقصد اندر گور

بہ پیشگاہِ تو زانو ہمی زند انصاف (قطعہ) کہ اے برحم و کرم در جہانیاں مشہور

در انتقام کشی شیوهٔ کرم مگذار — بر آر کامِ دلِ بد سگال از ساطور

توئی به عقل فزایندهٔ عروجِ علوم — توئی به علم کشایندهٔ عقودِ صدور

صریرِ خامهٔ من بیں و تابشِ معنی — عیاں چو شمعِ فروزنده در شبِ دیجور

امیرِ زنده دل آں والیِ ولایتِ نظم — به گنج خانهٔ گنجه نظامیش گنجور

غروبِ مهر و طلوعِ مهِ دو هفته بود — رسیدنِ تو بدیں اوج بعد آں مغفور

چو او بزیرِ زمیں رفت و آں ولایت یافت — تو باش والیِ روے زمیں فرونِ دهور

به انجمن نه رسیدم ز ناتوانائی — دلے به عرضِ ثنا و دعا نیم معذور

به خاکِ پاے تو گر دستگاه داشتمے — نبودمے به غمِ دوریِ درِ تو صبور

من آں کسم که از افراطِ ورزشِ اخلاص — به غیبت است مرا دعویٔ دوامِ حضور

توئی رحیمِ دل و من سقیم، دوری به — مبادا رنجه شوی از نظارهٔ رنجور

کفے بدستِ تهی تر ز کیسهٔ دلاک — دمے بسینه لبے تنگ تر ز دیدهٔ مور

کمی ز ما و کرم از شما بلا تشبیه — ز کردگار بود رحمت و ز بنده قصور

نظر به خستگی و پیری و تهی دستی — قبول کردنِ تسلیمِ من خوش ست نه دور

شعارِ غالبِ آزاده جز دعا نه بود — که باد سعیِ دعا گوے در دعا مشکور

بدهر تا بود آئیں که در نوا آرند — رباط و بربط و قانون و نے بمحفلِ سور

ببزمِ عیشِ تو ناهید باد زمزمه سنج — نسیمِ عطر فروش از شمیمِ طرّهٔ حور

محب ز لطفِ تو بالنده چوں نوا از ساز — عدو ز بیمِ تو نالنده چوں خرِ طنبور

قصیده چهارم

تعظیمِ[1] غسلِ صحتِ نواب کم مگیر — زاں عید کاں مضاف بود جانبِ غدیر

---

[1] قصیده در مدحِ نوابِ رامپور و تهنیتِ غسلِ صحتِ نوابِ ممدوح۔

امروز میرِ ہند بود انجمن طراز
آں روز گشت شاہِ نجف بر ہمہ امیر

دانم شنیدۂ کہ در اقصائے مغرب است
سرچشمۂ کہ خضر شد از وے بقا پذیر

جوئے بریدہ اندو روا کردہ اند آب
حمام را بحوض ازاں فرخ آب گیر

ہنگام شب کہ زیرِ زمیں باشد آفتاب
از تابِ مہر گرم شد آں آب ناگزیر

حمام[1] حوض بنگر و گلجامش آسماں
واں را سفید کردہ فروغِ مہِ منیر

طاسش یکے ز زہرہ و دیگر ز مشتری
آں سیم خاص[2] و آں دِ ویں زر ناب گیر

صبحے بہ دستگیریِ ایام روشناس
آوردہ از عمودِ عصا بہرِ چرخ پیر

صبحے ہمایہ بخشیِ آفاق نامور
در شش جہت ز نور رواں کردہ جوئے شیر

گرمابۂ چناں خوش و آبے چناں نکو
روزے چنیں مبارک و وقتے چنیں بخیر

آمد برائے غسل بہ گرمابہ اندر دل
مانند معنیٔ کہ دہد روئے در ضمیر

نواب کز وفور جلال و جمال خویش
گوئی بہشت و مسند جاہش بود سریر

ناظم کہ شور نظم نظامی نظام او
رہ بستہ بر ترانۂ سودا و درد و میر

گر لطف معنی است نظامی عدیلِ اوست
در حسنِ صورت است بود یوسفش نظیر

وقت نفاذ حکم فلک باشدش مطیع
حینِ صلاح کار خرد گرددش مشیر

اے آنکہ در فروزشِ سیمائے عز و جاہ
مہر از تو ہمچو ماہ ز مہر است مستنیر

در لشکرِ تو مالک عقرب بود عسس
در دفترِ تو والیِ جوزا بود دبیر

در مسلکِ ثنائے تو زاوش مرید خاص
در مجلسِ عتابِ تو کیواں کہن اسیر

من بندہ در خرابۂ دہلی بہ کنجِ غم
بودم بسے نژند و جگر خستہ و حقیر

گفتی کہ از فزودنیِ غمہائے جانگداز
ہمچوں نمک در آبم و ہمچوں شکر بہ شیر

در لرزہ عضو عضو تن از باد دیمہی
گفتی معذبم من و سرماست زمہریر

---

[1] خاص [2] خام

بود اشک چشم من ز گداز جگر بقسم — زاں ساں کہ بود گونۂ رودیم زغم زریر
گوش گراں روئے پر آژنگ و پشت کوز — وز غم بہ سینہ تعبیہ چوں چنگ صد نفیر
میکرد ہر دم از خلۂ خار غم فغاں — غالب کہ ہیچگاہ نہ نالد ز زخم تیر
ناگاہ صبح گاہ بہ دل جوئیِ نگاہ — دولت در آمد از در و فرمود کاے فقیر
سجادہ در نورد و شراب صبوح خواہ — دل شاد باش و از غم بے رونقی ممیر
کامد ز رامپور نوید فرح فزا — در وے ہمہ حکایت گرمایۂ و عذیر
اکنوں ز سنگ ریگ بدر آرم اگر بزور — پندارم از کشیدن مو بود از خمیر
در خوابگاہ من ز فراوانیِ سرور — چندیں ہزار زمزمہ دارد نئے ز خصیر
دیگر مباد خامۂ من در کفم رواں — جز نغمۂ نشاط اگر باشدش صریر
ایمان من گزاردن حق مدح تست — آں مدح گر طویل بود ور بود قصیر
حق نمک بمدح و ثنائے کنم ادا — منگر بدیں کہ مدح قلیل است یا کثیر
حق جو و حق شناسم و حق گو و حق گزار — ترسم چرا ز اشتلم منکر نکیر
گر رفتہ ام ز کار و در افتادہ ام ز پائے — نیروئے کار بخش و تو ام باش دستگیر
اینک فراغ (١٢٨١ھ) و اختر نیک (١٢٨١ھ) و خجستہ روز (١٢٨١ھ) — پیداست زیں سہ لفظ سہ تاریخ دلپذیر

خالی مباد جائے تو در بزم گاہ باغ
تا ساز را نوا بود و مرغ را صفیر

قصیدہ پنجم

زہے دو چشم تو در معرض سیہ کاری — چو بختیار گی و بختک بہر دم آزاری
زہے بزور بدیع الزمانِ کشتی گیر — کہ کوہسار چو نارنج تر بنفشاری
زہے خیال تو آدم ربا چو تندگ دیو — دماغ اہل نظر قابِ اوست پنداری

زغمزهٔ تو چه گویم که آں بود ز عمر　　دلیر و چست و هنرمند تر بہ عیاری

اگر تو نیستی از ساحران عنطلیہ　　چرا بہ لہو ہمی آتش از ہوا باری

بدیں جمال کہ داری عجب مدار اگر　　کند چکیدهٔ قدرت ترا پرستاری

بمہرِ روئے تو گر دیدم آفتاب پرست　　نہ ایرجم کہ عبث تن دہم بدیں خواری

سپس بمذہب تو رج کہ بود ماہ پرست　　ترا پرستم ازیں روکہ ماہ رخساری

توئی بمعنیٔ اصلی و بود نور الدہر　　ہمیں بنام کہ معنی نداشتٔ پنداری

چکد ز زلفِ تو خونِ دلم بداں گونہ　　کہ ریزد از لبِ زنگی در آدمی خواری

فغاں ز بارِ غمِ دہر کاں بہ سنجیدن　　عمود خسرو ہندست در گرانباری

بہ پیش چرخ مشعبد چہ ہوشیار مست　　کہ ایں بعربدہ ہمچوں عمر ز طراری

ز روئے ریش ترا شد ہمی بہ بے ہوشی　　ز فرق تاج رباید ہمی بہ ہشیاری

خصومتے بمن افتادہ زالِ دنیا را　　کہ دم خبیثہ بود در فنون مکاری

بجنبش جشنِ منم سر برہنہ ٔ تپشی　　کہ موئے سر بسرم کردہ است دستاری

نہیب فتنہ بہ الچوب کشش گزی ماند　　کہ بود ہر لگدش را جراحت کاری

شد ست لاغری من گلیم غیبی من　　کہ باشم و توام از حاضرانِ زنگاری[1]

منم کہ فکرِ من اندر زمینِ شعر و سخن　　(قطعہ) ہمی گزشت ز اشقر بہ تیز رفتاری

چہ او فتادہ کہ یا رب کنوں چو از ما ئیں　　بخاک و خونِ تپیدم تن ہمی بہ ناچاری

چناں بخوردنِ غمِ عادیم کہ چوں عادی　　نبودہ ہیچ گہے سیریم ز پر خواری

نہادہ ہم نفساں نام من ملک قاسم　　زخونِ دیدہ بود بسکہ جامہ گلناری

رسیدہ بخل بہ فکرِ من از عمر میر اسٹ　　(قطعہ) کہ ہیچگہ نہ دہد در سخن مرا یاری

دروغ گفتہ ام آں فکر نیز زنبیل است　　کہ گم شود ز عمر در دمِ گرفتاری

---

[1] زنگاری (نسخہ خطی)

چو حمزه را بجهاں بعد مرگ مهر نگار — ز تیغ و تاج و نگیں بردے داد بیزاری

نمانده در نظر دزد کهنه اسلوبے — جز آنکه باز کشاید دکان عطاری

دلست حمزه و لب زرفسونگری حمراست — بدا لبے که ز دل نبودش مددگاری

شد آنکه بود کلامم طلسم گوهر بار — (قطعه) بهاره نهر ز آب گہر دراں جاری

چو حمزه کش به عقابین در کشید فلک — بدام دام نفس می کشم به دشواری

بقاست قرض و منم حمزه و ز بہر من نه — چہل خلیفه تقاضائیانِ بازاری

چو ساحراں همه را شغلِ آتش افشانی — چو اژدہا همه را ذوق آدم ادباری

نه زہر چہرہ نه شد زہر حمزه به آں به — که نوشدار وے نوشیرواں بجنگ آری

مگر به فضل وے آیم بروں ز بند بلا — چنانکه حمزه به نیروے پیر فرخاری

امیر کلب علی خاں بہادر آں که بود — عدیل حمزه دراسپہیدی و سالاری

درش نوازش طبل سکندری دارد — زہے بلندی آوازهٔ جہانداری

بود بلارک افراسیابیش در کف — که ہیچگہ نشود چوں ہلال زنگاری

چگویم از نمطِ لشکرِ ظفر پیکر — که در شمار نیاید ہمی ز بسیاری

ہمه مقابل مقبل بناوک اندازی — ہمه مساہم خسرو به طاقت اظہاری

بیا به بیں که در آورده اے ایں امیر کبیر — سپرده اند علم شاه را علم داری

چه قند را آنکه جلوه دار حمزه بود اینک — رسیده است بخاقان چیں جلوداری

سزد که فخر بر اقبالِ خود کند لندور — از آنکه یافته توقیع گرز برداری

مپرس بر درش از ہستیِ زمرد شاه — مگر یکے بود از کافران زناری

شنیده که خداوندِ باختر چوں بود — کنوں به بندگیِ خواجه گشت اقراری

گزشت آنکه "چه تقدیر کرده ام" می گفت — بقتضائے غلط فہمی و غلط کاری

۱؎ بسیار بد ۲؎ مختلف ہمواره۔

کنوں بہ عجز "چہ تقصیر کردہ ام" می گفت — ز بندگانِ خدا چوں بوے رسد خواری

رموز حمزہ فرو ہل خمش نشیں غالب — چرا مرا بہ سخنہائے ہرزہ آزاری

ز تست اے ونوح گیتی بدانشش آرائی — ز تست زینت معنی بہ نغز گفتاری

قصیدۂ تو وے کاسۂ گدائی تست — ستودہ آمدہ باشی ز رنج ناداری

غمیں مباش کہ از گنج خانۂ نواب — خود آنقدر کہ بدل داشتی بدست آری

بوقت گدیہ گدا را دعاست دست آویز — برآر دست بدرگاہِ حضرت باری

چراغ دودۂ سرور علی محمد خاں — گزیں ہمال ثمر درفنِ سپہ داری

ز روئے کلب علی خاں ہمیشہ روشن باد
چنانکہ تابش مہر از سپہر زنگاری

قصیدہ ششم

تا چہ نیرنگ است ایں کاندریں جہاں آوردہ اند — نو بہارے طرفہ در فصلِ خزاں آوردہ اند

مرغزارے کاں بود در آرزو دیاہ را — آنچناں دانی کہ کشتِ زعفراں آوردہ اند

رنگ گلہائے بہاری گر نہ بینی گو مبیں — بوئے گلہائے بہار از بہر آں آوردہ اند

در بہشت ار خود نباشد بگزر از اردی بہشت — رد نقشے کز بہر باغ و بوستاں آوردہ اند

آنچہ باد از غنچہ می آوردہ می زد بر مشام — آشنایانِ شمیم از عطرداں آوردہ اند

ہرچہ خواہی درمیاں از ہر کنار افشاندہ اند — ہرچہ جوئی بر زمیں از آسماں آوردہ اند

ہرچہ می بینی و خواہی دید در فرخندہ بزم — تا نہ پنداری کہ اینہا رائگاں آوردہ اند

ہیچ دیگر بعد ازیں آرند و اکنوں بیدرنگ — گنج باد آوردہ و گنج شائگاں آوردہ اند

چوں جواہر را شمارے نیست گوئیم مجملاً — حاصلِ صد سالۂ دریا و کاں آوردہ اند

تا ز بخششہائے شاہنشاہِ ہند و انگلینڈ — خلعتے ز بہر خدیو شہ نشاں آوردہ اند

جیغه و سرپیچ کاں چشم و چراغ دولت است — بهر فرقش از فراز فرقداں آورده اند

از شعاع مهر تارا ز پرتو مهتاب پود — جامه هاے زرنگار و زرفشاں آورده اند

در حمایل کز گلوے شهریار آویختند — گوهر از پروین و تار از کهکشاں آورده اند

تیز دم تیغے که همچوں برقش از روز ازل — بے نیاز از گردش سنگ فساں آورده اند

واں دحل پیکر سپر کز بهر دفع تیغ و تیر — از سوادش جسم را حرز اماں آورده اند

ابر مانا پیل کز رعدش صدا بخشیده اند — برق وش توسن که از بادش عناں آورده اند

گر به پشت پیل در زیں جل فرو افگنده اند — بهر توسن گوهریں برگستواں آورده اند

دیگر آں زریں سلب خرشید منظر پالکی — کز نے خم داده قوسش درمیاں آورده اند

قوس کاں بر سطح گردوں جاے سعد اکبر است — نے که خود سازند و خود نامش کماں آورده اند

اینکه گفتم بر طریق خلعت اهل حل و عقد — هر چه می بایست و می شایست آں آورده اند

میهمانان کاں همه فرماندهان کشور اند — ایں فتوح از بهر الامیزباں آورده اند

خازنان گنج غیبی بیں که از روے وداد — بس شگرف اشیاے دیگر ارمغاں آورده اند

دولت و اقبال و فخر و عزت و جاه و جلال — کز فراوانی نه گنجد در گماں آورده اند

رحمت حق آشکارا و نهاں دارد ظهور — روشنی چشم و نیروی رواں آورده اند

هم ز روے لوح محفوظ است گر امروز باز — حکم محکم بهر ربط جسم و جاں آورده اند

شاه داور را نوید دین و دولت داده اند — شهریاں را مژده امن و اماں آورده اند

چوں شمار عمر انساں جز در استقبال نیست — بر دوامش عهد و پیماں درمیاں آورده اند

وانگهے بر عهد و پیمانے که بستند این ماں — خضر را کاں زنده میگردد ضماں آورده اند

قدسیاں گفتند یارب بر مانا و ایں امیر — آنچه غالب داشت از دل بر زباں آورده اند

چوں دعا از قدسیاں زیں آمینے بس است

شاد باشم کش حیات جاوداں آورده اند

اوراقِ زمانہ در نوشتیم و گزشت
در فنِّ سخن یگانہ گشتیم و گزشت
مے بود و دوائے مایۂ پیری غالبؔ
زان نیز بہ ناکام گزشتیم و گزشت

رباعیات

رباعیات

۱

غالبؔ آزادۂ موحد کیشم | بر پاکیٔ خویشتن گواہ خویشم
گفتی بہ سخن بر فتگاں کس نرسد | از باز پسیں نکتہ گزاراں پیشم

۲

غالبؔ بہ گہر[1] ز دودۂ[2] زادشم[3] | زاں رو بہ صفائے دم تیغست دمم
چوں رفت سپہبدی زدم چنگ بہ شعر | شد تیر شکستۂ نیاکاں قلمم

۳

شرطست کہ بہر ضبط آداب و رسوم | خیزد بعد از نبیؐ امام معصوم
زاجماع چہ گوئے بہ علیؑ باز گرای | مہ جائے نشیں مہر باشد نہ نجوم

۴

راہیست ز عبد تا حضور اللہ | خواہی تو دراز گیر و خواہی کوتاہ
ایں کوثر و طوبےٰ کہ نشانہا دارد | سرچشمۂ و سایۂ ایست در نیمۂ راہ

۵

شرطست بدہر در مظفرؔ گشتن | اسباب دلاورے میسر گشتن
جامے ز شراب ارغوانی باید | آنرا کہ بود ہوائے خاور گشتن

---

[1] گہر۔ اصل [2] دودۂ نسل [3] زادشم نام پدر پشنگ و پسر تور ابن فریدون (یادگار غالب) زادشم بفتح شین نام پدر افراسیاب (برہان قاطع)

٦

سائل زگدا بجز ندامت نبرد
مرگ از عاشق بجز ندامت نبرد
از سینۂ من کہ قلزم خون دلست
جز تیر تو کس جاں بسلامت نبرد

٧

ہر چند کہ زشت و ناسزائیم ہمہ
در عہدۂ رحمت خدائیم ہمہ
در جلوہ دہد چنانکہ مائیم ہمہ
شایستۂ نفت[1] و بوریائیم ہمہ

٨

آں مرد کہ زن گرفت دانا نبود
از غصۂ فراغتش ہمانا نبود
دارد بجہاں خانہ و زن نیست درو
نازم بخدا چرا توانا نبود

٩

آنرا کہ عطیۂ ازل در نظرست
ہر چند بلا بیش طرب بیشترست
فرقست میان من و صنعاں[2] در کفر
بخشش دگر و مرد عبادت دگرست

١٠

آں خستہ کہ در نظر بجز یارش نیست
باسود و زیان خویشتن کارش نیست
طالب ز طلب رہین آثارش نیست
ہر چند حنا برگ دہد بارش نیست

١١

[3]چنگ گر[4] کہ ز زخمہ زخم بر چنگ زند
پیداست کہ از بہر چہ آہنگ زند
در پردۂ ناخوشی خوشی پنہان ست
گا زرنہ زخشم جامہ برسنگ زند

۱؎ نفت، روغن گل ۲؎ صنعان۔ نام درویشے کہ حالش در صفحات گذشتہ نوشتہ ام ۳؎ در نسخہ "د" ایں رباعی نیست ۴؎ چنگ گر۔ سازندہ۔ زخمہ۔ چنگ (مراد خداوند تعالےٰ)

۱۲

با دست غم آں باد که حاصل ببرد | آب رخ ہوشمند و غافل ببرد
بگذاشته ام تہی ز صہبا به پسر | کش اندہ مرگ پدر از دل ببرد

۱۳

گیرم که ز دہر غم بر خیزد | غمہائے گزشته چوں بہم بر خیزد
مشکل که دہید داد ناکامے ما | ہر چند که فرجام ستم بر خیزد

۱۴

جا نیست مرا ز غم شمارے دردی | اندیشه فشانده خار زارے دردی
ہر پارۂ دل که ریزد از دیدۂ من | یابند نفس ریزه چو خارے دردی

۱۵

بر دل از دیده فتح بابست ایں خواب | باران امید را سحابست ایں خواب
زنہار گماں مبر که خوابست ایں خواب | تعبیر دلاے بو ترابست ایں خواب

۱۶

بینائے چشم مہر دماہست ایں خواب | پیرایۂ پیکر نگاہست ایں خواب
بر صحبت ذات شه گواہست ایں خواب | بیداری بخت پادشاہست ایں خواب

۱۷

ایں خواب که روشناس روزش گویند | چوں صبح مراد دلفروزش گویند
زاں رو که بروز[1] دیده خسرو چه عجب | گر خسرو ملک نیمروزش گویند

۱۸

خوابی که فروغ دیں از و جلوه گر ست | در روز نصیب شاه روشن گہر ست

---

[1] در نسخہ د "دہند" است۔

پیداست کہ دیدن چنیں خواب بروز تعجیل نتیجۂ دعائے سحر ست

۱۹

خوابے کہ بود نشاں بخت فیروز دیدہ ست بروز شاہ گیتی افروز
فیض دم صبح تا چہ بالیدن داشت کز صبح بشہ رسید در نیمۂ روز

۲۰

شاہا ہر چند دایہ جوے آمدہ ام دانی کہ چہ مایہ نغز گوے آمدہ ام
رنگم کہ بہار را بروے آمدہ ام آبم کہ محیط را بجوے آمدہ ام

۲۱

زانجا کہ دلم بوہم دربند نبود با ہیچ علاقہ سخت پیوند نبود
مقصود من از کعبہ و آہنگ سفر جز ترک دیار و زن و فرزند نبود

۲۲

در سینہ ز غم زخم سنانے دارم چشم و دل خونابہ نشانے دارم
دانی کہ مرا چو تو نمی باید ہیچ اے فارغ ازاں کہ جسم و جانے دارم

۲۳

اے آنکہ براہ کعبہ روئے داری نازم کہ گزیدہ آرزوئے داری
زیں گونہ کہ تند میخرامی دارم در خانہ زن ستیزہ خوئے داری

۲۴

ایں رسم کہ بخشیدۂ شاہے ہر سال آید بکفم ز خواجہ تا شان بسوال
ماناست بداں کہ ہر چہ افشاند ابر از شاخ رسد بسبزۂ پائے نہال

۲۵

خواہم کہ دگر سخن بہ بیغارہ کنم تا جان ستم رسیدہ را چارہ کنم

رسمت جواب نامہ چوں نیست جواب بایدکہ تو بس دہی و من پارہ کنم

۲۶

اے جام شراب شادکامی زدہ درجور دم از بلند نامی زدہ
یاد آر ز من چو بینی اندر راہے تنہا رو خستہ خرامی زدہ

۲۷

امروز شرارۂ بداغم زدہ اند نشتر برگ صبر دفراغم زدہ اند
از کثرت شور عطسہ مغزم ریش ست تا عطر چہ فتنہ بر دماغم زدہ اند

۲۸

زیں موے کہ برمیانِ تست اے بدکیش باشد کمرت خجل ز بے برگی خویش
آمیزش موے بامیانے کہ تراست ہمسایگی توانگرست و درویش

۲۹

اے آنکہ تراسعی بدرمانِ من ست منعم مکن از بادہ کہ نقصانِ منست
حیف ست کہ بعد من بمیراث رود ایں یک دو سہ خم کہ در شبستان منست

۳۰

شاہیم زبانہ افسر داغ ادرنگ داریم بہ بحر و بر ز دحشت آہنگ
مرجان دو رویم زاژدہ پشت نہنگ برکوہ زنیم سکہ از داغ پلنگ

۳۱

در بزم نشاط خستگاں را چہ نشاط از عربدہ پاے بستگاں راچہ نشاط
گر ابر شراب ناب بارد غالب ما جام و سبو شکستگاں را چہ نشاط

۳۲

در خورِ تبر بود درختے کہ مراست خائیدہ آتشست رختے کہ مراست

بے آنکہ تو بدنام شوی می کشدم — ناساز ترا زخوے تو بیخے کہ مراست

۳۳

یارب نفسِ شرارہ بیزم بخشند — یارب مژہ ہائے دجلہ ریزم بخشند
بے سوز غمِ عشق مباداز زنہار — جانے کہ بروز رستخیزم بخشند

۳۴

قانع نیم ار بہشت بیزم بخشند — از بخشش خاص تا چہ چیزم بخشند
امید کہ صرف رونمائی تو شود — جانے کہ بروز رستخیزم بخشند

۳۵

اور است اگر ہزار چیزم بخشند — اور است اگر بہشت بیزم بخشند
بر دوست فدا کنم بصد گونہ نشاط — جانے کہ بروز رستخیزم بخشند

۳۶

دی دوست بیزم بادہ ام خواند بناز — وانگہ ورق مہر بگرداند بناز
چشم من و خارِ طعنے کہ افروخت بمے — دست من و دامنے کہ افشاند بناز

۳۷

یارب سودے بروزگاراں مارا — وجہ گل و مل بنو بہاراں مارا
صرف نمک و جو چہ قدر خواہد شد — گنجینۂ ایں صومعہ داراں مارا

۳۸

آنم کہ بہ پیمانۂ من ساقی دہر — ریزد ہمہ درد در دو تلخابۂ زہر
بگزر ز سعادت و نحوست کہ مرا — ناہید بہ غمزہ کشت و مریخ بہ قہر

۳۹

در باغ مراد ما ز بیدادِ تگرگ — نے نخل بجاے ماند نے شاخ نہ برگ

چوں خانۂ خرابست چہ نالیم ز سیل — چوں زیست و بالست چہ ترسیم ز مرگ

۴۰

یارب بجہانیاں دل خرّم دہ — در دعوے جنّت آشتی باہم دہ
شدّاد پسر نداشت باغش از تست — آں مسکن آدم بہ بنی آدم دہ

۴۱

رنجورم و مے بدہر درماں بودم — نیروے دل و روشنی جاں بودم
گفتم بہ پدر کہ خو بہ مینوشی کن — تا بادہ بمیراث فراواں بودم

۴۲

روے تو بہ آفتاب تاباں ماند — خوے تو بسیل در بیاباں ماند
زینگونہ کہ تار و مار باشد گوی — زلف تو بما خانہ خراباں ماند

۴۳

آنے کہ تو شخصِ مردمے را چشمی — سبحان اللہ چہ مایہ بینا چشمی
البتہ عجب نیست کہ باشی بیمار — زاں رو کہ بدلبری سراپا چشمی

۴۴

ایں نامہ کہ راحت دل ریش آورد — سرمایۂ آبروے درویش آورد
در ہر بُن مو دمید جانے یعنے — سامان نثار خویش با خویش آورد

۴۵

خوشتر بود آب سوہن[1] از قند و نبات — بادی چہ سخن ز نیل و جیحون و فرات
ایں پارۂ عالمی کہ ہندش نامند — گوئے ظلمات و سوہنست آبحیات

---

[1] مراد سون دریائے مشہور در علاقہ بہار (ہندوستان)

۴۶

بسمل کہ سخن طراز مہرآئینست ... ارزش دہ آں دمایہ بخش اینست
او بادشہست گر سخن اقلیمست ... او پیشرو ست گر محبت دینست

۴۷

گر پرورش مہر نہ زاں دل بودے ... در دہر شیوع مہر مشکل بودے
در صدق ز جملۂ رسائل بودے ... بسم اللہ آں رسالہ بسمل بودے

۴۸

شرطست کہ روے دل خراشم ہمہ عمر ... خونابہ برخ ز دیدہ پاشم ہمہ عمر
کافر باشم اگر بمرگ مومن[1] ... چوں کعبہ سیہ پوش نباشم ہمہ عمر

۴۹

ہر چشمہ بہ بحر ہمعنانست اینجا ... ہر خار بنے ثمر نشانست اینجا
از حاصل مرز و بوم بنگالہ مپرس ... نے خامہ ہمیں خیزرانست اینجا

۵۰

غالبؔ ہر پردہ نوائے دارد ... ہر گوشۂ از دہر فضائے دارد
ہر چند بپوست از دماغم یکسر ... بنگالہ شگرف آب و ہوائے دارد

۵۱

صبح ست و ہمائے فیض و گیتی دامے ... صبح ست و ہوائے شوق و گردوں بامے
برخیز و بروزگار ہمرنگ برائے ... با بادۂ نابے و بلورین جامے

۵۲

غالبؔ چو ز دانگہ بدر جستم من ... آخر ز چہ بود ایں ہمہ برگشتن

---

[1] مراد حکیم مومن خاں مومنؔ دہلوی دوست و معاصرِ غالبؔ۔

باید کہ کنم ہزار نفریں بر خویش — لیکن بزباں جادۂ راہ وطن

۵۳

غالب روش مردم آزاد جداست — رفتار اسیران رہ و زاد جداست
ما ترک مرا درا ارم میدانیم — واں باغچۂ ضبطیِ شدّاد جداست

۵۴

اے آنکہ گرفتہ ام بکوے تو پناہ — رانی چو بہ عنفت از در خویشم ناگاہ
تا کعبہ بردم ز در گہت رو بقفا — چوں بگزرم از کعبہ نہم روے براہ

۵۵

منصور عمش زنکتہ چیناں چہ بود — در راست خطر ز ہمنشیناں چہ بود
چو عاقبت یگانہ بیناں دار ست — دریاب کہ انجام دو بیناں چہ بود

۵۶

ہر کس ز حقیقت خبرے داشتہ است — بر خاک رہ عجز سرے داشتہ است
زاہد نہ خدا ارم بدعویٰ طلبد — شدّاد ہمانا پسرے داشتہ است

۵۷

در عہد تو و منست در ہفت اقلیم — بر خاستن امید و خوں گشتن بیم
از جلوہ چہ ماند تا بسازند بہشت — از شعلہ چہ ماند تا بتابند جحیم

۵۸

کشتی از موج سوے ساحل برود — رہرو از جادہ تا بمنزل برود
خود شکوہ دلیل رفع آزار بست — آید بزباں ہر آنچہ از دل برود

۵۹

در عشق بود عرض تمنّا مشکل — کا ینجاست نفس غرقہ بخونابۂ دل

در بادیۂ فتادہ راہم کہ درست   پاہا ز گداز زہرۂ خاک بہ گل

۶۰

گر دل بشرر زدہ باشم خود را   در بر دم تیغ سودہ باشم خود را
حاشا کہ ز تو ربودہ باشم خود را   با خوے تو آزمودہ باشم خود را

۶۱

نے کشتۂ زخم ناوکِ و شمشیرم   نے خستۂ ناخن پلنگ و شیرم
لب می گزم و خون بزباں می لیسم   خوں می خورم و ز زندگانی سیرم

۶۲

آں کز اثر طمع نشانش آرند   گر خود بہواے استخوانش آرند
گر پردگی قلمرو بال ہماست   چوں سایہ بخاک موکشانش آرند

۶۳

اے آنکہ دہی مایہ کم و خواہش بیش   آں روز کہ وقت باز پرس آید پیش
بگزار مرا کہ من حنیاے دارم   با حسرتِ عیشہاے ناکردۂ خویش

۶۴

غالب غم روزگار ناکامم کشت   از تنگیٔ دل بجلقۂ دامم کشت
ہم غیرتِ سر بزرگیِ خاصم سوخت   ہم رشک نشاط مندی عامم کشت

۶۵

غالب بہ سخن گرچہ کست ہمسر نیست   از نشۂ ہوش ہیچت اندر سر نیست
می خواہی و مفت و نغز و انگہ بسیار   ایں بادہ فروش ساقی کوثر نیست

۶۶

گر دیدن زاہداں بجنّت گستاخ   دیں دست درازی بہ ثمر شاخ بشاخ

چوں نیک نظر کنی ز روے تشبیہ | مانند بہ بہایم دعلف زار فراخ

۶۷

تا موکب شہریار زیں راہ گزشت | فراقم بہ فلک رسید وازماہ گزشت
گر دیدرہ کعبہ رہِ خانۂ من | زیں راہ کزیں راہ شہنشاہ گزشت

۶۸

آنرا کہ بود درستی در فر جام | ہم محرم خاص آید وہم مرجع عام
آساں بنود کشاکش پاس قبول | زنہار نگردی بہ نکوئی بدنام

۶۹

زیں رنگ کہ در گلشن احباب دمید | پژمرد گل دلالۂ شاداب دمید
در کلبۂ اقبال ترقی طلباں | گر مہر فرو نشست مہتاب دمید

۷۰

چوں درد تہ پیالہ باقیست ہنوز | شادم کہ بہار لالہ باقیست ہنوز
درکیش توکّل غمِ فردا کفرست | یکروزہ می دو سالہ باقیست ہنوز

۷۱

در عالم بے زری کہ تلخست حیات | طاعت نتواں کرد باّمید نجات
اے کاش ز حق اشارت صوم و صلوات | بودے بوجود مال چوں حج و زکوات

۷۲

غالب غم روزگار دبارش نہ کشد | وز حور بہشت انتظارش نہ کشد
دارد تن و تن ز درد زارش نہ کند | دارد دل و دل ہیچکارش نہ کشد

۷۳

وقت ست کہ آسماں موجّہ نازد | مہر آئینہ پیش رخ نہد مہ تازد

این خود شرف دگر بود نیست عجب — گر مہر بپا بوس شہنشہ نازد

۷۴

ہر چند زمانہ مجمع جہّال ست — در جہل نہ حال شاں بیک منوال ست
کو دن ہمہ لیک از یکے تا دگرے — فرقِ خرِ عیسیٰؑ و خرِ دجّال ست

۷۵

کس را نبود رخے بدنیساں کہ تراست — یا پیکرہ تنی بخوبے جاں کہ تراست
گفتی کہ زہیچ فتنہ پروا نہ کنم — آہ از غمِ چشم بدخویاں کہ تراست

۷۶

تا میکش و جوہر دو سخنور داریم — شان دگر و شوکت دیگر داریم
در میکدہ پیریم کہ میکش از ماست — در معرکہ تیغیم کہ جوہر داریم

۷۷

دستم بہ کلید مخزنے میبایست — در بود تہی بدامنے میبایست
یا ہیچگہم بہ کس نیفتادے کار — یا خود بزمانہ چوں منے میبایست

۷۸

ہستم زمی امید سرمست و بست — دارم ہمہ ایں کلادہ در دست و بست
گر از نزش لطف و کرمی نیست مباش — استحقاق ترحّمے ہست و بست

۷۹

گر گرد ز گنج گہرے بر خیزد — مپسند کہ دود از جگرے بر خیزد

ــــــــــــــــــــ

؎ گویند کہ مردِ عجیب الخلقت بزمانہ قرب قیامت بظہور خواہد آمد کہ نامش دجّال و مرکب او خر خواہد بود، و مردمان را گمراہ خواہد نمود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول از آسمان دجّال از دست خود قتل نمودہ عالم را از شرّ او پاک خواہد کرد۔

منّت نتواں نہاد برگدیہ گراں ‌ ‌ ‌ ‌ بنشیں کہ بخدمت دگرے برخیزد

۸۰

زاں دوست کہ جاں تا لب جہر ووفاست ‌ ‌ ‌ ‌ گر دیر رسد پاسخ مکتوب رواست
زاں اشک کہ ریخت دیدہ ہنگام رقم ‌ ‌ ‌ ‌ فی الجملہ نورد نامہ دشوار کشاست

۸۱

اے دوست بسوے ایں فرومانده بیا ‌ ‌ ‌ ‌ از کوچۂ غیر راہ گردانده بیا
گفتی کہ مرا مخواں کہ من مرگ توام ‌ ‌ ‌ ‌ برگفتۂ خویش باش و ناخوانده بیا

۸۲

اے آنکہ ہما اسیر دامت باشد ‌ ‌ ‌ ‌ صاف مے خسروی بجامت باشد
تسبیح بہر اسم الٰہی کہ بود ‌ ‌ ‌ ‌ آغاز ز ابتداے نامت باشد

۸۳

شام آمد و رفت سر بپا بوس خیال ‌ ‌ ‌ ‌ بر تخت شہی نشست کاوس خیال
از گردش گونہ گونہ اشکال نجوم ‌ ‌ ‌ ‌ گردید دماغ دہر فانوس خیال

۸۴

تا کے رہ دم شفق تراشد از چشم ‌ ‌ ‌ ‌ ہر دم مژہ خوں برے پاشد از چشم
قطع نظر از چشم دلے ینزم ہست ‌ ‌ ‌ ‌ بینید کہ خستہ ترا نباشد از چشم

۸۵

بر قول تو اعتماد نتوان کردن ‌ ‌ ‌ ‌ خود را بگزاف شاد نتواں کردن
از کثرت وعدہ ہاے پے در پے تو ‌ ‌ ‌ ‌ یک وعدہ درست یاد نتواں کردن

۸۶

گر در طلب دوست بودپاے تو سست ـــــ غمگیں مشو

در خود باشی به جستجو چابک و چست ــــ مغرور مشو
اخلاص به نسبت ست و نسبت از کیست ــــ چون شبنم و مهر
گر جذبه قوی فتاد و پیوند درست ــــ بیخودی رد

۸۷

شب چیست سویدای دل اہل کمال سرمایه ده حسن بزلف و خط و خال
معراج نبی صلعم بشب ازاں بود که نیست وقتے شایسته تر ز شب بهر وصال

۸۸

ہر چند شبے که میهمانش کردم بر خویش به لابه مهربانش کردم
آه از دل ہیچگه میا سائے که بر من در وصل ز خویش بدگمانش کردم

۸۹

در کلبهٔ من اگر غبارے بینی پیچیده بخویش ہمچو مارے بینی
تنگست چنانکه دایم از صحن سرا از جرم فلک ستاره وارے بینی

۹۰

ہر چند تواں بے سر و ساماں بودن بازیچهٔ خوی زشت نتواں بودن
باللہ که زدشنه بر جگر سخت ترست از کردهٔ خویشتن پشیماں بودن

۹۱

بازی خور روزگار بودم ہمه عمر از بخت امیدوار بودم ہمه عمر
بے مایه بفکر سود ماندم ہمه جا بے وعده در انتظار بودم ہمه عمر

۹۲

چوں معتبر اللہ ولهٔ[1] بداں سیرت خوب مستسقی مرد و شد مبرّا ز ذنوب

[1] تاریخ وفات معتبر الدوله محبوب علی خان۔

محبوب علی خان بجهان اسمش بود   تاریخ وفات شد دریغا محبوب
١٢٧٣ھ

٩٣

باید که دولت ز غصه درهم نشود   از رفتن زر دستخوش غم نشود
این سیم و زر ست خواجه این سیم و زر ست   غم نیست که هر چند خوری کم نشود

٩٤

ای کرده به آرایش گفتار پسیچ   در زلف سخن کشوده راخم و پیچ
عالم که تو چیز دیگرش میدانی   ذاتیست بسیط منبسط دیگر هیچ

٩٥

داری چه هراس جانستانی از مرگ   میجوی حیات جاودانی از مرگ
از سوز حرارت عزیزی داغم   ناسازترست زندگانی از مرگ

٩٦

دانیم که آئین شکایت نه نکوست   مارا سخن از مرگ خود و صورت دوست
دانست دنیامد و بپرسید و ندید   هم خستهٔ دشمنیم و هم کشتهٔ دوست

٩٧

دارم دل شاد و دیدهٔ بینائے   و ز کرّی گوشم نبود پروائے
خوبست که نشنوم ز هر خود رائے   گلبانگِ اَنا و بُکمٌ صُمٌ اعلائے

٩٨

ای کرده به مهر زرفشانی تعلیم   پیدا ز کلاه تو شکوه دیهیم
باده بتو فرخنده ریزدان کریم   پروانگیٔ جدید اقطاع قدیم

٩٩

باید که جهانے دگر ایجاد شود   تا کلبهٔ ویران من آباد شود

در عالم انبساط از من خوشتر　　مطرب که به سوز دگراں شاد شود

۱۰۰

تا چند به ہنگامہ سلامت باشی　　تا چند ستمکش اقامت باشی
گفتی که نباشد شب غم را سحرے　　حیف ست که منکر قیامت باشی

۱۰۱

اے تیرہ زمیں که بودۂ بستر من　　ہر خاک که باتست ہمہ بر سر من
زر بہر کساں و بہر من دانہ و دام　　اے مادر دیگراں و مادندر[1] من

۱۰۲

آنرا که ز دست بے زری پامال ست　　رسوائی نیز لازم احوال ست
ما خشک لبیم و خرقہ آلودہ بمے　　ساقی مگرش پیالہ از غربال ست

۱۰۳

اوراق زمانہ در نوشتیم و گزشت　　در فن سخن یگانہ گشتیم و گزشت
مے بود دواے ما بہ پیری غالبؔ　　زاں نیز بہ ناکام گزشتیم و گزشت

۱۰۴

عمریست که در خم خمارم ساقی　　تاب تف تشنگی نیارم ساقی
بکشا سر مشک و در گلویم سر دہ　　سائل بکفم قدح ندارم ساقی

رباعیات سبد چین[2]

۱۰۵

بخشیدہ به ثاقب سخن در یزداں　　فرخ پسرے بشکل ماہ تاباں

---

[1] مادندر۔ [2] این رباعیات که در کلیات غالبؔ مطبوعہ شامل نیستند و در سبد چین شامل اند۔

هم نورِ نگاهِ نیرِّ رخشان　　هم روشنیٔ چشمِ شهاب الدین خان

۱۰۶

امروز کہ روزِ عید و نوروز بود　　روز فرخندہ و دل افروز بود
ہر عیش و نشاطیکہ دریں روز بود　　ہر روز ترا ز بخت فیروز بود

۱۰۷

نازم بہ نشاط این چنیں برگشتن　　رمزیست نہفتہ اندریں برگشتن
سرمایۂ نازش ست و پیرایہ حسن　　برگشتنِ مژگان بود اندریں برگشتن

۱۰۸

خواندیم سخنہائے محبت بسیار　　راندیم سخنہائے محبت بسیار
رفتیم آخر ز عالم و در عالم　　ماندیم سخنہائے محبت بسیار

۱۰۹

اے روئے تو ہم چو مہر گیتی افروز　　وے بختِ تو در جہانستانی فیروز
حق کردہ بہ روزنامۂ عمرِ تو ثبت　　توقیعِ توقع ہزاراں نو روز

۱۱۰

اے آنکہ بدہر نام تو شاہرخ است　　پیوستہ ترا بحضرتِ شاہ رخ است
نازد بتو شہ کہ باشد اندر شطرنج　　امیدِ ظفر قوی چو باشاہ رخ است

۱۱۱

اے دادہ بباد عمر در لہو افسوس　　زنہار مشو ز رحمت حق مایوس
ہشدار کز آتشِ جہنم حق را　　تہذیب غرض بود نہ تعذیب نفوس

۱۱۲

جائیکہ ستارہ شوخ چشمی در زد　　افسر افسار[۱] و گرزن[۲] ارزن ارزد

---

[۱] بمعنی پوزی [۲] تاج۔

خورشید ز اندیشہ جا در گردش[1] | بر چرخ نہ بینی کہ چسان می لرزد

۱۱۳

در کابل بعدِ شہر ہردان باز آمد | فرمان فرمای شہ نشان باز آمد
زیں شادی و خوشدلی کہ رو داد بشہر | گوئی کہ مگر شاہ جہان باز آمد

۱۱۴

از دہر دلم دایہ ز ہر در می جُست | از بادۂ ناب یکدو ساغر می جُست
فرزانہ مہش درس بخشید بمن | آبے کہ برائے خود سکندر می جُست

۱۱۵

زیں ساں کہ ہمیشہ در روانی مائیم | سرچشمۂ رازِ آسمانی مائیم
تختے زِ دسا تیر بود نامۂ ما | ساسانِ ششم دکاردانی مائیم

۱۱۶

گویند جہانیان دو ہر دیند مگو | گر بد منگوہ در نگویند مگو
ہر چند کہ بد زیستم و بد مردم | نیکان پسِ مردہ بد نگویند مگو

۱۱۷

ہر روز تنم ز سایہ لرزاں گردد | ہر شب دلم از داغ چراغاں گردد
خواہم ز لطفِ منٹ گمری[2] صاحب | کارِ منِ آشفتہ بساماں گردد

۱۱۸

اے پایہ بلندساز و والا جاہی | از بہر تو باد ہر چہ از حق خواہی
مہ کو کبہ مکلوڈ[3] کہ در صورتِ تست | چوں مہر عیاں معنیٔ روح اللٰہی

---

[1] جا در گردش۔ انقلاب۔ [2] مراد، رابرٹ منٹگمری لفٹنٹ گورنر پنجاب۔ [3] مسٹر میکلوڈ فنانشل کمشنر پنجاب۔

۱۱۹

یارب تو کجائی کہ بما زر ندہی　　بیدرد فدائی کہ بما زر ندہی
نے نے تو نہ غائبی و نہ بیرحمی　　بے مایہ چو مائی کہ بما زر ندہی

۱۲۰

آن کیست کہ چشم ملک راجان باشد　　آن کیست کہ ہمسر سلیمان باشد
آن کیست کہ انجمش بفرمان باشد　　کس نیست مگر کلب[1] علی خان باشد

۱۲۱

اے کردہ بمہر زر فشانی تعلیم　　پیدا ز کلاہ تو شکوہ دیہیم
یاد ابتو فرخندہ زیزدان کریم　　پروانگی جدید اقطاع قدیم

۱۲۲

حق داد بہ سید زپے انعامش　　فرخ پسرے کہ واجب است اکرامش
تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش　　ارشاد حسین خان کہ باشد نامش
۱۲۸۵ھ

۱۲۳

سر[2] تا سیر دہر عشرستان تو باد　　صد رنگ گل طرب بدامان تو باد
عید است و بہار خوش می ہا دارد　　جان من و صد چون من قربان تو باد
(مکاتیب غالب صفحہ ۴۵)

۱۲۴

نواب[3] کہ شد زشوکت اقبالش　　بخشیدن باج غلہ از اقبالش
فارغ شد ہر کسے و رو داد فراغ　　ہم فارغ وہم فراغ باشد سالش
۱۲۸۱ھ　　۱۲۸۱ھ

۱؎ نواب کلب علی خان والئ رام پور۔ ۲؎ ماخوذ از مکاتیب غالب (صفحہ ۴۵)
۳؎ مراد نواب کلب علی خان والئ رام پور (ماخوذ از مکاتیب غالب صفحہ ۵۲)۔

۱۲۵

۱؎ در قاطعِ برہان نگر و اقبالش کز عیب رسد ملک بہ استقبالش
بر خاتمہ نقشِ خامۂ غالب بین زین دست کہ گشت مہر غالب نامش

۱۲۶

۲؎ نامِ آب و جدّ نہ گیرند این قوم فیض از دم مادران پذیرند این قوم
از مادر و از مادرِ مادر گویند ... د ... امیر این امیرانِ این قوم

۱؎ ماخوذ از تقریظ قاطع برہان۔ این رباعی در سبدِ چین اشاعت اول شامل بود ولے در مرتبۂ مالک رام موجود نیست۔ ۲؎ در ہجوِ کسے گفتہ بود، (ماخوذ از ماثرِ غالب ص۱۲ از قاضی عبدالودود)۔

رباعیات

جائیکہ ستارہ شوخ چشمی ورزد   افسر افسار گر زن ار زن ارزد
خورشید ز اندیشہ جا در گردش   بر چرخ نہ بینی کہ چسان می لرزد

رباعی

ورکا بعد شہر روان باز آمد   فرمان فرمائے شہ نشان باز آمد
زین شاہی و خورشدلی کہ رو داد بشہر   گوئی کہ مگر شاہ جہان باز آمد

رباعی

زینسان کہ ہمیشہ در روانی مائیم   سرچشمہ راز آسمانی مائیم
لکھتے زد ساتیر بود نامہ ما   سامان شِشم بہ کاردانی مائیم

رباعی

گویند جہانبان دو رویند مگوی   گر بد منکوہ، ور نکویند مگوی
ہر چند کہ بد زیستم و بد مردم   نیکان پس مردہ بد نگویند مگوی

رباعی

ہر روز تنم ز سایہ لرزاں گردد   ہر شب دلم از داغ چراغاں گردد
خواہم کہ ز لطفِ منت گری صاحب   کارِ من آشفتہ بساماں گردد

رباعی

اے پایہ بلند ساز والا جاہی
از بہر تو یاد ہر چہ از حق خواہی
مہ کوکبہ مکلوڈ کہ در صورت تست
چون مہر عیان معنی روح الٰہی

رباعی

نام اب و جدو عم نگیرند این قوم
فیض از دم مادران پذیرند این قوم
از مادر و از مادر مادر گویند
... در... امیر ابن امیر ند این قوم

رباعی

آن کیست کہ جسم ملک راجان باشد
آن کیست کہ ہمسر سلیمان باشد
آن کیست کہ اگمنش بفرمان باشد
کس نیست مگر کلب علی خان باشد

رباعی

در دیدۂ آن کہ محو رنج و یاس است
خاک است اگر لعل و گر الماس است
آن دل کہ نہ دہر بود آزاد کنون
در بند محبت نراین داس است

رباعی

ہر چند خرد ز تاب می پست شود
وز ضعف خرد وہم قوی دست شود
ہر کس کہ خرد دارد ازین جوہر ناب
آنمایہ چرا خورد کہ بدمست شود

رباعی

حق دادہ بہ سید از پئے انعامش　　فرخ پسرے کہ واجب است اکرامش
تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش　　ارشاد حسین خان کہ باشد نامش

"ضمیمہ"

"باغ دو در"

متفرق کلامِ غالب کہ در سبد چین شامل نیست
و در باغ دو در موجود است

دیباچہ باغ دو در

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنامیزد، "سبدچین" میوۂ را گویند کہ پایانِ موسم بر شاخسار ماند و
چون آنرا بہ چینند شاخسار سراسر بے بار ماند۔ ہر آئینہ آنچہ پس از انطباع
"کلیات فارسی" گفتہ شدہ با آنچہ ہنگام فراہم آوردنِ نگارش دست بہم
نداد بود اینک در اوراق جداگانہ ضبط کردہ شد و این را، سبدِ چین نامیدہ
آمد۔ دانم کہ از فراہم آوردن دہ ہزار بیت کلیات چہ کشود کہ ازین ابیات
کہ در شمار بہ ہزار نتواند رسید خواہد کشود۔ ناسور کہن را از تراوش گریز
نیست، تا باید زیست سخن باید گفت۔ ناچار تا زندہ ام این مجموعہ مقالات
پریشان انتہا نخواہد پذیرفت۔ چنانکہ در علم و عمل ناتمام میگذرم، این نیز
ناتمام خواہد ماند۔ چون زنجیرۂ نظم گران پذیرفت، تا گر یاران نثرے چند
آوردند۔ آنرا نیز درین مجموعہ گنجاندیم و باغ دو در نامیدیم۔ از آنجا کہ
"سبد باغِ دو در" یک ہزار و دو صد ہشتاد و سہ عدد دارد و از روے
حسن اتفاق با آغاز نگارش صحیفہ مطابق افتاد۔ این نام لطفے دیگر دارد۔[1]

---

[1] باغ دو در، مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین لاہور مرتبہ ڈاکٹر وزیر حسن عابدی

قصیده

حیدرآباد دکن روضۂ رضوان شده است
ساز و برگ طرب و عیش فراواں شده است

والیِ شہر کہ جاوید بماناد بدہر
بود وے آصفِ امروز سلیماں شده است

افضل الدولہ بہادر کہ ز فرِ رخِ او
بارگہ مطلع خورشید درخشاں شده است

آن کہ در عہد وے از کثرتِ ایثار و عطا
خلق را یافتن کام دل آساں شده است

مردہ را زندہ کند جنبش کلکش گوئی
کلک او موجۂ سرچشمۂ حیواں شده است

فرِ فرہنگ فریدون کہ نہان داشت سپہر
اینک از پردہ دگربار نمایاں شده است

بہ دکن آئی و ببین ریزشِ دست کرمش
کہ زمین ز آبِ گہر غرقۂ طوفاں شده است

تا شود روشنی چشم خلائق افزون
گرد در رہگذرش کحل صفاہاں شده است

نہ ہمین نیک بود نظمِ امورِ دنیا
کار دین نیز درین وقت بساماں شده است

نفسِ امّارہ کہ خود کافرِ کافرگر بود
از نہیب شہ دیندار مسلماں شده است

می تراشند ز اعضاے بتان اجزا او را
کفر در راستہ بازیچۂ طفلاں شده است

رفت تو تیغ بہ آتش کہ نہ سوزد جاندار
ہیزم و خار و خسش راتبۂ خواں شده است

لاجرم از رہِ اخلاص پرِ پروانہ
شمع را از خطرِ باد نگہباں شده است

روزگاریست گرنمایہ و فرخ کہ جہان
ہم بدانگونہ کہ بایست ہمانساں شده است

شاہِ فرخندہ فر اخسروِ والا گہر
چشم بد دور کہ آدم بتو نازاں شده است

قدرِ آدم بہ دلش از تو چنان جاے گرفت
کہ عزازیل ز انکار پشیماں شده است

سنگ فرساست چنان نعلِ سمندت کہ براہ
ہر کجا آمدہ کہسار بیاباں شده است

ابر رخشے است کہ در زیرِ تو جولان دارد
برق تیغے ہست کہ در دست تو عریاں شده است

رند روشن نفسے ہست ز آلِ سلجوق
این کہ بر مائدۂ فیض تو مہماں شده است

تو چنان دان که غریبے ز دیارِ دہلی — بدکن نامه از دور ثنا خوان شده است

تیغ تیز است ثنا گوی تو لیکن دانی — جوہرِ تیغ ته مورچه پنہان شده است

نیست جز گرد و غبارِ آنچه بهر سو نگرم — خواب در دیدهٔ من بسکه پریشان شده است

غنچه ہست دلِ من ز شگفتن نومید — خوں شود سینه ازان غنچه که پیکان شده است

بدمِ گرم خودم زنده و بیدل زانم — که دل از فرطِ ریاضت خورش جان شده است

غالبِ غم زده درویش و تو درویش نواز — بخلش باد اگر طالب احسان شده است

صله گرہی نفرستی بستایش بنواز — کاین کلامیست که داغ دلِ حسان شده است

سخن اینست که قطع نظر از حسنِ کلام — وایه جوئی دو سخن سلسله جنبان شده است

این کہن پیر به آوازهٔ شیئاً لله — گدیه گر بد در آن قبله گیہان شده است

در ثنائے تو چه گفتم که گرایم بدعا — این بدل می سپرم گر زبان آن شده است

باد جاوید گلستانِ ترا فصلِ بہار
اے که از فیضِ تو آفاق گلستان شده است

قطعات

در بارهٔ اسم و سال مولود سعید — رفتست ز غالب سخنور توضیح
ارشاد حسین خان سنین ہجری است — بنگر که خجسته رخ بود سال مسیح

قطعه

ہر شب بقدح ریختمی بادۂ گلفام — آری ز دو سی سال مرا قاعدہ این بود
شش روز شد اینک کہ بمی دسترسم نیست — شد غمزدہ تر دل کہ ازین پیش حزین بود
امشب چہ سرایم کہ شب اول گور است — شش روز بہ بیتابی و تلواسہ چنین بود
ناگاہ در آن وقت کہ در قطع رہ عمر — از من دو قدم تا بدم باپسین بود
یکرہ دو تن از شرب میم منع نوشتند — و آن منع نہ از بغض بل از غیرت دین بود
ہر چند بدان منع من از مے نگذشتم — اما دم گیرای عزیزان بہمیں بود
دانی کہ چہ شد چون زر سوداگر صہبا — کش داد و ستد با من ویرانہ نشیں بود
بگذشت ز اندازۂ بایست بمن گفت[1] — دیگر ندہم بادہ کہ معمول نہ این بود
با کاسہ خالی چہ کند کیسہ خالی — تا خواستہ در خواستہ دل صبر گزیں بود
گر زر بود از جاے دگر مے طلبیدم — کو نقد در آن دست کہ پشتش بزمیں بود
در غرّۂ شعبان چو ز من بادہ گرفتند — خود غالب پژمردہ نشانی ز سنیں بود

رو شش بدر آر، از مہ شعبان کہ درینجا
مقصود من از تخرجہ البتہ ہمیں بود

قطعه

تا بود چار عید در عالم — بر تو یا رب خجستہ باد و بچہ
عید شوال و عید ذی الحجہ — .. ..

---

۱ مرتب باغ دو در نوشتہ است کہ این مصراع از نظر احساسات مذہبی زنندہ بودہ لذا آن
کردہ ایم۔

قطعہ

کرد چون ناظر وحید الدین از دنیا انتقال
گفتم آیا بر کدام آئین بود سال وفات
گفت غالب کز سر زاری اگر نامش برند
خود همین ناظر وحید الدین بود سال وفات

قطعہ

طراز انجمن طوسی میرزا یوسف
قرار یافت درین مہ بحکم رب ودود
دوشنبہ بست و دوم روز از مہ شعبان
دمیکہ مہر نہند سوے قبلہ سر بسجود
کرم کنند و فزایند زیب بزم نشاط
بہ فر فرخ فرخندگی فزاے ورود
بسر برند شب اینجا کہ تا سفیدہ صبح
ہمین نظارہ رقص است و استماع سرود
سپیدہ دم کہ ز فیض شمول نکہت گل
دم نسیم سحر مشکبار خواہد بود
شوند جانب کاشانہ عروس روان
بہ شادمانی بخت مبارک و مسعود
سپس بہ ہمرہی جمع وقت برگشتن
سپاس بندہ نوازی ہمی توان افزود

قطعہ

اندازہ اسم و سال مولود
معلوم کن از خجستہ فرزند
چون یک صد و بست و چار ماند
اینست شمار عمر دلبند

قطعہ

کرنیل جارج ولیم ہملٹن
فرخندہ حاکم فرزانہ داور
صبح طرب را مہر درخشان
شام شرف را ماہ منور
در باغ دانش سرسبز گلشن
در بحر بینش یک دانہ گوہر
صیت کمالش ہر ہفت گردون
ذکر جمیلش در ہفت کشور
یارب بہ گیتی با فر و شوکت
پیوستہ بادا این داد گستر

قطعہ

کرم پیشہ ڈپٹی کمشنر بہادر
که نقش نگین دل ماست نامش

دران بزم ہم چون منے را چہ یارا
کہ خم گشتہ گردون ز بہرِ سلامش

قطعہ

گویند رائے چھجل شیریں کلام مُرد
دیرینہ دوست رفت ازین تنگنا دریغ

گفتم کسے ز سالِ وفاتش نشان دہد
غالبؔ شنید وگفت چہ گویم بسا دریغ

قطعہ

گویند رفت ذوقؔ ز دنیا ستم بود
کان گوہر گران بہ تہ خشت وگل نہند

تاریخ فوت شیخ بود ذوقؔ جنتی
بر قول من رواست کہ احباب دل نہند

قطعہ

سہ تن ز پیمبرانِ مرسل
گشتند بقرب حق مشرف

عیسیٰؑ ز صلیب و موسیٰؑ از طور
ختم الرسلؐ از براق در رفت

غزل

عجب کہ مژدہ دہان رہ بسوئے ما آرند
کدام مژدہ کہ آرند و از کجا آرند

ز دوستان نبود خوشنما دریں ہنگام
کہ دایہ بہر گداے شکستہ پا آمدند

ز غم چنان شدہ ام مضمحل کہ اعدا را
سزد کہ غنچ گہر بہر رو نما آرند

نہ روے خواستن از حق بود جز آنان را
کہ بندہ وار ہمی طاعتش بجا آرند

نہ بے رضاے خدا کار ہا رواں گردد
سپہر و انجم اگر ساز مدعا آرند

نماند ساز مرا ہیچ نغمہ ہم نفساں
جز آنکہ بر شکنندش چو در نوا آرند

نخست عمر دگر خواہد از خدا غالب
اگر نوید پذیرائی دعا آرند

ترجمہ دعاء الصبّاح

مثنوی[۱]

ای خدا ای داوری کو بر کشاد / از درخشیدن زبانِ بامداد
پاره های تارِ شب را آفرید / پرده های تارِ ظلمت در کشید
کرد ضبعِ چرخِ گردان استوار / در مقادیرِ تزیّن آشکار
ای خداوندی که تابِ آفتاب / کرد یکجا با فروغِ التهاب
چهرۂ مهر درخشاں بر فروخت / با همه تابش در آتش رخت سوخت
ای که ذاتش را بذاتش رهبری / گشت از همجنسئ عالم بری
در جهاں هستیش هم جنس کیست / هیچ مخلوقے بدو همجنس نیست
برتر از کیفیت آمد گوهرش / کیفیتها نیستی گیرد برش
ای که نزدیکی بخطراتِ ظنون ! / دُور تر هستی ز دیدارِ عیون
یعنی از دیده شدن ذاتش بری است / هر کرانه از جهات بیکری است

---

۱ این مثنوی به تصحیح محقق شهیر مولانا امتیاز علی خاں عرشی در مجلّد "نگار" لکھنؤ (ماه مئی سنه ۱۹۴۱ء) طبع شده است، ازان نقل نمودم.

گوہرِ او از پس و پیش است بیش — گردِ ہستی را محاطِ علمِ خویش
ہر چہ در عالم بہ ہستی رو نمود — پیش از ہستی بعلمِ او کشود
اے کہ در گہوارۂ امن و امان — خواب را در چشمِ من کردی نہان
باز چشمِ من بہ بیداری کشاد — سوئے احسان و عطائے کو بداد
دست او بربست دستِ ہر زیان — قدرت او از بدی دادم امان
بر فرست اے داورِ ہستی درود — بر کسے کو سوئے تو راہم نمود
در شبِ تاریک ترشد رہنما — سوئے درگاہ تو، اے گیتی خدا!
از سبب ہائے تو اے رب الامین! — از شرف گیرندۂ حبلُ المتین
آن فروزان گوہرے ویژہ نژاد — آنکہ بر دوشش بلندی پا نہاد
آنکہ آید در نخستین روزگار — پائے او بر جانِ لغزان استوار
نیز بر آلش کہ از بس طاہر اند — پاک دین و برگزیدہ ظاہر اند
نیک کرداران و یزدان برگزین — برگزیدہ گوہرانِ پاکِ دین
اے خدا! بکشا بصادریع الصّباح — از برائے ما بمفتاح الفلاح
یعنی اے دادارِ گیتی دادگر! — بر کشا بر ما تو درہائے سحر
از کلیدِ لطف درہا، باز کن — بہرِ ما سامانِ راحت ساز کن
بہترین پیرایۂ، رشد و سداد — در برم پوشان تو اے رب العباد
پیشگاہِ عظمتست اے، بے نیاز! — کن روان از چشمِ من آبِ نیاز
دایم از بیمِ خودت، اے کردگار! — اشکہا از گوشۂ چشم بیار
سبکیِ نادانیم تادیب کن — از شکیبائی مرا تہذیب کن
گر نباشد از تو آغازِ کرم — ورنہ توفیق تو باشد رہبرم
کس نیارد بردنِ من سوئے تو — در کشادہ تر بہ در کوئے تو

گر مرا علمِ تو بسپارد به آز
برکشد ز زنجیرهٔ حرص دراز

کس نیامرزد گناهم، ای خدا!
سرنگون افتادن من در هوا

نصرتِ تو گر مرا ناید معین
گاهِ جنگِ نفس و شیطانِ لعین

این چنین خذلان بحرمانم کشد
در همه رنج و تعب جانم کشد

خود مرا می بینی، ای هستی خدا!
کامدم سویت باامیدِ و رجا

دست پیوستم باطراف الحبال
چون گنه افگند، دورم از وصال

چون بدوری در شدم از بارگاه
زانکه چیره شد بمن دستِ گناه

زشت مرکوبی که نفس من بر آن
از هوا و حرص شد دایم روان

واه! از تسویل نفس ذو فنون
کان بود از آرزوهای و ظنون

آه! ازان خواهش کزو برخاسته
آرزوها آزدلش آراسته

هر زمان گامے بهر سویش برد
فرش خواهشها بهر سو گسترد

بر درازیها کشد طولِ امل
تا بدوری افتد از حسنِ عمل

هست نادان، نفس فرمان ناپذیر!
کو بود پیشِ خداوندش دلیر

جرأت و گستاخی و عصیان کند
سرکشی از طاعتِ یزدان کند

ای خداوند امن از دست رجا
کوفتم دروازهٔ رحمِ ترا

سوئے تو بگریختم با اضطرار
از وفورِ خواهشِ نااستوار

در رسنهائے تو، ای گیتی خدا!
باز پیوستم سر انگشتِ دلا

درگذار از من تو، ای ربّ الوریٰ!
هرچه کردم از گناه و از خطا

لغزشی کز من بباید آشکار
درگذار از من تو، ای پروردگار!

عفو کن افتادن من در بلا
باز دار از هرچه زاید زان عنا

زانکه هستی، سرور و معبودِ من
غایتِ هر خواهش و مقصودِ من

در زمانِ هر کجا گردیده‌ام / نیز در هنگامِ آرامیده‌ام

خود چہ سان میرانی، اے پروردگار / بنوائے کامدت با اضطرار

یعنی آن مسکین کہ آورد ست رد / با ہمہ صد ناشکیبی سوئے تو

از گناہ خود گریزان آمدہ / وز خطاے خود پشیمان آمدہ

رہ بپژوہے را کہ خواہد راہ تو / قصد او باشد ہمہ درگاہِ تو

سوئے درگاہ تو باشد تیز گام / میکنی دورش چرا از راہِ کام؟

تشنۂ را باز، میداری، چرا؟ / آنکہ سوئے حوضِ تو شد رہ گرا

آب جویان آمدہ بر چشمہ سار / تا لبِ خود تر کند زان آبشار

زینہار این حوضِ تو پر از زلال / پر بود ہنگام قحط و خشک سال

باب تو مفتوح باشد جاودان / بر رخ خواہندہ و ناخواندگان

طالبان و ہم طفیلی آشکار / بر درِ بکشادہ ات یابند بار

ہر کہ می خواہند می آید بزود / وانکہ ناخواہنش نیز آید فرود

این درت بر روئے کس بربستہ نیست / خواندہ و ناخواندہ جود اینجا یکیست

از کمالِ جود تو این فتحِ باب / تا ہمہ گردند از تو بہرہ یاب

بخششِ خود را تو زنجیرِ دراز / برکشیدی، اے خدائے بے نیاز

خود نمی بندی درت بر روئے کس / جز برحمت می نہ بینی سوئے کس

لطف تو عام است و ہرگز نیست خاص / دور تر رفتہ ازین در اختصاص

بستہ نبود بر رُخِ کس بابِ تو / ہر کسے رخشان بود از تابِ تو

ابرِ تو ریزد بہر دامن گیر / ہر کسے را فیض تو آید ز در

ممسکی و بخل در تو یافت نیست / آنکہ در ہستی بود بے بہرہ کیست

غایتِ کامولِ و مسئولم توئی / آخرِ مقصود و مامولم توئی

این زمامِ نفسِ خود را، اے خدا! — کردہ ام بر بستۂ بندِ رضا

مرکبِ نفسم کہ از بس کس است — ہر زمان سر بر فلک چون آتش است

با رضایت کردہ ام، فرمان پذیر — تا بود، در مجلسِ فرمان اسیر

ہر چہ ریزندش ہمہ گیرد بسر — سر نتابد از قضا و از قدر

ہر چہ پیش آیدش گیرندہ شود — ہر چہ بدہندش پذیرندہ شود

گر ہمہ تلخی بریزندش بکام — در کشد یکسر چنان کز شہد جام

خواہش خود را نماید بے نشان — خواہش تو پیش گیرد جاودان

از گناہم بود بس بارِ گران — رافت در رحم تو کردش بے نشاں

بے نشانش کردم از الطاف تو — ساختم معدومش از اعطاف تو

وین ہوائے نفسِ من گمراہ کن — از طریقِ راستی بے راہ کن

سوئے لطف و راحتیت بسپردمش — سوئے غفاری و عفوت بُردمش

اے خدا! ہر من بیار این بامداد — با فروغِ راستکاری و رشاد

وین سحر را کن تو، اے پروردگار — از برائے دین و دنیا پاسدار

شام گاہم را بکن بہرم سپر — از فریبِ دشمنانِ کینہ ور

نیز آن شامِ مرا کن پاسدار — از ہوا و ز مہلکاتِ روزگار

با شدت بر ہر چہ می خواہی توان — ہر کرا خواہی، دہی، ملک جہان

ملکِ خود را باز بستانی ہمیں — از کسے کش خواہشیں کردن چنیں

ہر کرا خواہی تو عزت می دہی — ہر کرا خواہی تو ذلت می دہی

نیکی و خوبی ہمہ در دستِ تُست — ہر کہ باشد ہستی اش پابستِ تُست

بر ہمہ ہستی توانائی ترا است — دیگرے را این توانائی کجاست؟

شب درونِ روز می آری ہمیں — باز روز آری درونِ شب چنین

تو بر آری زنده را از مرده تن | می بر آری مرده از زنده بدن
خون ز جسم و جسم را از آب و خون | از توانِ خود همی آری برون
بیضهٔ از مرغ و مرغ از بیضه ها | می بر آری تا شود هستی گرا
یا ز نادانی خدا را ناشناس | عالمی یزدان ستا و با سپاس
باز از دانا، تو نادان آوری | کو بدر روی افتد از دانشوری
هر کرا خواهی تو روزی می دهی | بیش از اندازه و مقدارے دهی
هر چه خواهد عفوِ تو خود آن کند | چارهٔ آن جرم و آں عصیان کند
بر زداید هر چه کردم از گناه | بر کرانم آرد از کارِ تباه
لطف او نگذاردم در بندِ آز | تا نمانم بستهٔ بندِ نیاز
جز تو معبودے نشد هستی گرا | بهر تو آریم تسبیح و ثنا
مر ترا دایم ستایش گستریم | در ستایشها نیایش آوریم
کیست آن کو داندت حکم و تواں | پس نیاید بیم تو اورا بجان؟
کیست آن کو آنچه هستی داندت | پس ز تو نا ترسد و نا خواندت؟
از توانِ تست تالیفِ الفِرَق | باشد از رحم تو تفلیقُ الفَلَق
فرقه هاے مختلف یکجا کنی | صبح را از تارِ شب پیدا کنی
تارِ شب را ساختی رخشنده رخت | آب را کردی روان از سنگ سخت
آب را کردی دو گونه آشکار | یک بود شور و دگر شیرین گوار
از فشارنده که آن باشد سحاب | خود فرو آورده ریزند آب
ساختی خورشید و مه را آشکار | در جهان مثلِ چراغ نور بار
بے ازان کز احتمالِ رنج و درد | ماندگی آید ترا از کاره کرد
اے یگانه با همه عز و بقا | بندگان را پست کردی از فنا

اے خدائے پاکؐ اے ربِّ ودود — از فرازیں بر فرود آور درود
بر محمدؐ مصطفیٰ و آلِ او — آن گزیدہ گوہرانِ پاکِ خو!
بشنو آوازم پذیرا کن، دعا — دشمنانم را گزیں بہرِ فنا
از کرم امیدِ من کن استوار — اے کہ خونندت پے کشفِ غزار!
اے بعُسر و یُسر ما مولِ ہمہ! — دے زتو انجاحِ مسؤلِ ہمہ
حاجتِ خود پیشِ تو آوردہ ام — ناگزیری بر تو عرضہ کردہ ام
پس بہ ناکامی مگر دانم زجود — از گزیدہ بخششِ خود اے ودود

اے دَہِشوَر، اے دہِشوَرِ مہرباں
مہرباں ترا زہمہ رحمت کناں

آغاز ترجمہ مناجات امام زین العابدین علیہ السلام

یا الٰہی! قلب من محجوب و تنگ — عقل من مغلوب و نفسِ من بہ ننگ
حرصِ من بود دست بر من چیرہ دست — کثرتِ عصیان و طاعت اندک است
معترف آمد زبانم در ذنوب — چیست تدبیرِ من؟ علّام الغیوب
اے گنہ آمرز، و ستّارِ العیوب — عفو کن از من بخشایم ذنوب
اے بہنگامِ عقوبت سخت گیر — وی بحلم و مغفرت پوزش پذیرا
حاجتِ من بہر قرآن کن روا — و زبرائے حضرتِ خیر الوریٰ

اے خدا، از آسمان آور فرود!
بر نبی و آلِ اطہارش درود!

تمّت

خمسہ

"بر غزل مولانا قدسی قدس اللہ سرہٗ"

۱

کیستم تا بخروش آورم بے ادبی	قدسیان پیش تو در موقف حاجت طلبی
رفتہ از خویش بدین زمزمۂ زیر لبی	مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

۲

اے کہ روئے تو دہد روشنی ایمانم	کافرم کافر اگر مہر منیرش خوانم
صورتِ خویش کشیدست مصوّر دانم	من بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

۳

اے گل تازہ کہ زیب چمنی آدم را	باعث واسطۂ جان و تنی آدم را
کردہ دریوزۂ فیض تو غنی آدم را	نیستے نیست بذات تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

۴

اے لبت رابسوے خلق زخالق پیغام	روح را لطف کلام تو کند شیرین کام
ابر فیضے کہ بود از اثرِ رحمتِ عام	نخلِ بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بشیرینیِ رطبی

۵

خواست چون ایزدِ دانا که بساطے از نور　　گسترد در همه آفاق چه نزدیک چه دور
حکمِ اصدار تو در ارض و سما یافت صدور　　ذاتِ پاکِ تو درین ملکِ عرب کرد ظهور
زان سبب آمده قرآن بزبانِ عربی

۶

وصفِ رخشِ تو اگر در دلِ ادراک گذشت　　نه همین است که از دائرهٔ خاک گذشت
هم چو آن شعله که گرم از خس و خاشاک گذشت　　شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گذشت
بمقامیکه رسیدی نرسد هیچ نبی

۷

چه کنم چاره که پیوندِ خجالت گِلم　　من که جز چشمهٔ حیوان نبود آب و گِلم
من که چون مهرِ درخشان بدمد نور دلم　　نیست خود بسگت کردم و بس منفعلم
زان که نسبت بسگِ کوے تو شد بے ادبی

۸

دل ز غم مرده و غم برده ز ما صبر و ثبات　　غمگساری کن و بنمای بما راهِ نجات
داد سوزِ جگرِ ما چه دهد نیل و فرات　　ما همه تشنه لبانیم و توئی آبِ حیات
رحم فرما که ز حد می گذرد تشنه لبی

۹

غالبِ غمزده را نیست درین غمزدگی　　جز به امید ولاے تو تمنّاے بہی
از تب و تابِ دلِ سوخته غافل نشوی　　سیّدی انتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
آمده سوے تو قدسی پئے درمان طلبی

فردیات

ذریعۂ شرف و عزّ و جاہ شہر آمد   وزیر پادشہ و پادشاہ شہر آمد

فرد ۱

بوکہ بہنجار نو زخمہ زتار آوری   کن فیکون دگر بر سر کار آوری

فرد ۲

ورود سرور سلطان نشان مبارکباد   بشہر مقدم نوشیروان مبارکباد

فرد ۳

نازم آن فتنہ کہ در دشت بہ غمخواری قیس   لیلیٰ از ناقہ فرود آید و محمل برود

فرد ۴

اینک ہزار و ہشت صد و شصت و چار مین   ہنگامۂ درود خداوندگار ہیں

فرد ۵

نواب نامدار بہ دہلی در آمدہ   فصل بہار ہیں کہ در اکتوبر آمدہ

فرد ۶

مرحبا ویسرائے کشور ہند   شان و شوکت فزائے کشور ہند

فرد ۷

بیا که داده بدہلی نشان و شوکت و شان وزیر اعظم شاہ فرنگ و ہندستان

فرد ۸

زہے لارڈ لارنس کز حکم شاہ کند تا جداری بزرین کلاہ

فرد ۹

ملکہ آنکہ برین چرخ سریرش باشد لارڈ لارنس گرانپایہ وزیرش باشد

فرد ۱۰

زہے ز شملہ بدہلی ورود فرخِ او چو آفتاب سراسر فروغ فرخِ او

فرد ۱۱

مرحبا لشکر نواب گورنر جنرل کہ شدہ دہلی ازان کوکبۂ کوکب بمثل

فرد ۱۲

در تن مردم این شہر روان باز آمد می شناسم کہ مگر شاہ جہان باز آمد

فرد ۱۳

عیان بود ز گورنر کرامتِ ملکہ زبان خلق دعاے سلامت ملکہ

فرد ۱۴

دو روز دیر کن اے مرگ خالصاً للہ   گر بہ من رسد آن دایہ کہ در راہ ست

فرد ۱۵

عبودیت نہ کند اقتضائے خواہش کار   دعا بصیغہ امر است و امر بے ادبیست